چودہواں باب

بارہویں امام حجۃ اللہ علی عبادہ وبقیتہ فی بلادہ کاشف الاحزان وخلیفۃ الرحمن

حضرت حجۃ ابن الحسن صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ

وعلی آبائہ سادات السموات والارض و کرالجدیدین ان کی تاریخ سوانح اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور آنحضرتؑ کی والدہ کے حالات اور آپؑ کے بعض اسماء والقاب شریفہ اور شمائل مبارکہ کا بیان

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ آپؑ کی تاریخ ولادت میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت ۲۵۵ھ ہجری میں ہوئی، بعض نے ۵۶، اور بعض نے ۵۸ بھی کہی ہے، اور مشہور یہ ہے کہ ولادت کا دن جمعہ کی رات پندرہ ماہ شعبان تھی اور بعض نے آٹھ شعبان بھی کہی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ آپؑ کی ولادت سر من رای (سامرہ) میں ہوئی اور نام وکنیت میں رسول اکرمؐ کے ساتھ موافق ہیں، اور زمان غیبت میں آنجنابؑ کا نام لینا جائز نہیں ہے اور اس کی حکمت معلوم نہیں، اور آپؑ کے القاب شریفہ مہدی ،خاتم ،منتظر، حجۃ اور صاحب ہیں۔

ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے سند ہائے معتبر کے ساتھ بشر بن سلیمان بردہ فروش (غلام بیچنے والا) سے روایت کی ہے جو کہ ایوب انصاری کی اولاد میں سے اور امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے خاص شیعوں میں سے ہے اور شہر سامرہ میں ان کے پڑوس میں رہتا تھا وہ کہتا ہے کہ ایک دن کافور امام علی نقی علیہ السلام کا خادم میرے پاس آیا اور مجھے بلا کر لے گیا، جب میں آپؑ کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تم انصار کی اولاد میں سے ہو، ہم اہل بیتؑ کی ولایت ومحبت رسول خداؐ کے زمانہ سے لے کر اب تک تم میں موجود ہے، اور ہمیشہ تم ہمارے محل اعتماد رہے ہو اور میں اختیار کرتا اور مشرف کرتا ہوں ایسی فضلیت کے ساتھ کہ جس کی وجہ سے تو

ہمارے باقی شیعوں سے ہماری ولایت میں سبقت لے جائے،اور تجھے دوسرے رازوں سے مطلع کرنا چاہتا ہوں اور ایک کنیز کے خریدنے کے لیے بھیجتا ہوں،پس آپ نے ایک عمدہ خط رومی خط وزبان میں لکھا اور اس پر اپنی مہر شریف لگائی اور ایک تھیلی نقدی کی نکالی کہ جس میں دوسوبیس اشرفیاں تھیں،فرمایا یہ خط اور رقم لے لو اور بغداد چلے جاؤ اور فلاں چاشت کے وقت پل پر جاؤ،جب قیدیوں کی کشتیاں ساحل پر پہنچیں تو ان کشتیوں میں کچھ کنیزیں دیکھو گے اور کچھ خریدار امراء بنی عباس کے وکیل اور تھوڑے سے عرب نوجوان نظر آئیں گے جو قیدیوں کے گرد جمع ہوں گے،پس دور سے سارا دن اس بردہ فروش پر نگاہ رکھنا کہ جس کا نام عمر بن یزید ہے یہاں تک کہ جب وہ خریداروں کے لیے ایسی کنیز ظاہر کرے کہ جس کے فلاں فلاں صفات ہیں اور آپؑ نے اس کے تمام اوصاف بیان کئے،اور اس نے گاڑھا ریشمی لباس پہنا ہوگا اور وہ اس سے انکار کرے گی کہ مشتری اس کی طرف دیکھیں اور اسے ہاتھ لگائیں اور تو سنے گا کہ پردہ کے پیچھے سے اس کی رومی آواز بلند ہوگی تو سمجھنا کہ وہ رومی زبان میں کہہ رہی ہے،ہائے افسوس کہ میری حرمت ضائع ہو رہی ہے پس ایک خریدار کہے گا کہ میں تین سو اشرفی اس کنیز کی قیمت دیتا ہوں،کیونکہ اس کی پاکدامنی اس کے خریدنے میں میری زیادہ رغبت کا باعث ہوئی ہے تو وہ کنیز اسے عربی زبان میں کہے گی،اے جوان اگر تو سلیمان بن داؤد کی شان وشوکت میں بھی ظاہر ہو اور اس کی حکومت حاصل کرے تب بھی میں تیری طرف راغب نہیں ہوں گی،اپنا مال ضائع نہ کر اور میری قیمت ادا نہ کر۔

پس وہ بردہ فروش کہے گا کہ تیرا کیا چارہ کروں کہ تو کسی خریدار پر راضی نہیں ہوتی بالآخر تیرے بیچنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تو وہ کنیز کہے گی تجھے کیا جلدی ہے،البتہ ایک خریدار آئے گا کہ جس کی طرف میرا دل مائل ہوگا اور مجھے اس کی وفاداری اور دیانت پر اعتماد ہوگا،پس اس وقت تم اس کنیز کے مالک کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میرے پاس اک شریف اور بزرگ شخص کا خط ہے کہ جسے اس نے بڑی ملاطفت وشفقت کے ساتھ لغت روم میں لکھا ہے کہ جس میں اس نے اپنے کرم وسخاوت اور بزرگی کا ذکر کیا ہے اور یہ خط اس کنیز کو دے دو تا کہ وہ اسے پڑھے اور اگر اس خط لکھنے والے پر راضی ہو جائے تو میں اس کی طرف سے وکیل ہوں کہ یہ کنیز میں اس کے لیے خریدوں۔

بشیر بن سلیمان کہتا ہے کہ جو کچھ حضرتؑ نے فرمایا تھا وہ سب واقع ہوا اور جو کچھ آپؑ نے مجھ سے فرمایا تھا میں نے اس پر عمل کیا اور جب اس کنیز نے خط پڑھا تو رونے لگی اور عمرو بن یزید سے کہنے لگی کہ مجھے اس خط لکھنے والے کے ہاتھ بیچ دو اور اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائی کہ اگر مجھے اس کے پاس فروخت نہ کیا تو میں خود کو ہلاک کر دوں گی،پھر میں نے اس کے ساتھ اس کی قیمت کے سلسلہ میں بہت سے باتیں کیں،یہاں تک کہ وہ اس قیمت پر راضی ہو گیا جو امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے دی تھی،پس میں نے وہ رقم اس کے سپرد کی اور کنیز کو لے لیا اور وہ کنیز بڑی خوش تھی،وہ میرے ساتھ اس حجرہ میں آئی جو میں نے بغداد میں لیا ہوا تھا،جس وقت وہ اس کمرے میں پہنچی تو اس نے حضرت کا خط نکالا اور اس کے بوسے لیتی اور اس کو آنکھوں پر ملتی اور چہرے پر رکھتی اور اپنے جسم پر ملتی تھی،پس میں نے از روئے تعجب کہا کہ تو اس خط کو بوسہ دیتی ہے کہ جس کے لکھنے والے کو تو نہیں پہچانتی۔

وہ کنیز کہنے لگی اے عاجز اور اولاد اوصیاء وانبیاء کی بزرگی کی کم معرفت رکھنے والے تو اپنے کان میرے حوالے کر دے اور

دل کو میری باتیں سننے کے لیے فارغ کرتا کہ میں تجھے اپنے حالات کی تفصیل بتاؤں۔

میں ملیکہ دختر یشوعائے فرزند قیصر بادشاہ روم ہوں اور میری والدہ شمعون بن حمون بن صفا وصی حضرت عیسیٰؑ کی اولاد میں سے ہے، میں تجھے اک عجیب چیز کی خبر دیتی ہوں، واضح ہو کہ میرے دادا قیصر نے چاہا کہ میرا عقد اپنے بھتیجے سے کر دے اور اس وقت میری عمر تیرہ سال تھی، پس اس نے اپنے قصر ومحل میں حوارئین عیسیٰؑ کی اولاد علماء ونصاریٰ اور ان کے عباد میں سے تین سو افراد جمع کئے اور صاحبان قدر ومنزلت میں سے سات سو اشخاص اور امرءلشکر اور افسران عسکر اور بزرگان فوج اور سرداران قبائل میں سے چار ہزار نفر اکٹھے کئے اور حکم دیا کہ اس تخت کو حاضر کیا جائے کہ جسے اس نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں مختلف قسم کے جواہرات سے مرصع کیا تھا اور اس تخت کو چالیس پایہ پر درست اور کھڑا کیا گیا تھا اور اپنے بتوں اور صلیبیوں کو اونچی جگہ پر رکھ دیا اور اپنے بھتیجے کو تخت پر بیٹھنے کے لیے بھیجا، جب قسیسین نے انجیلیں اپنے ہاتھ میں اٹھائیں تا کہ انہیں پڑھیں تو بت اور صلیبیں سرنگوں ہو کر زمین پر گر پڑیں اور تخت کے پائے خراب ہوئے اور تخت زمین پر گر گیا اور بادشاہ کا بھتیجا تخت سے گر پڑا اور بیہوش ہو گیا تو قسیسین کے رنگ متغیر ہو گئے اور وہ کانپنے لگے، اور ان میں سے جو بزرگ تھا اس نے میرے دادا سے کہا کہ اے بادشاہ ہمیں معاف کر ایسے امر سے کہ جس سے کئی نحوستیں رونما ہوئیں اور جو دلالت کرتا ہے کہ دین مسیحی بہت جلدی زائل ہو جائے گا، پس میرے جد نے اس کام کو فال بد سمجھا اور علماء وقسیسین سے کہا کہ اس تخت کو دوبارہ اس کی جگہ پر رکھو اور صلیبیں اپنے مقام پر قرار دو اور اس برگشتہ روزگار بدبخت کے بھائی کو حاضر کرو تا کہ اس لڑکی کی اس سے شادی کروں تا کہ اس بھائی کی نحوست کو دور کرے۔

جب ایسا کیا گیا تو اس کے بھائی کو تخت کی طرف لے چلے اور قسیسین نے انجیل پڑھنی شروع کی تو دوبارہ پہلے والی کیفیت ظاہر ہوئی تو اس برادر کی نحوست اس برادر کے برابر ہو گئی، لیکن وہ اس کے راز کو نہ سمجھ سکے کہ یہ ایک سرور کی سعادت ہے نہ کہ ان دو بھائیوں کی نحوست ہے، پس لوگ منتشر ہو گئے اور میرے دادا غمناک حالت مین حرم سرا میں واپس آ گئے اور خجالت کے پردے آویزاں کئے۔

جب رات ہوئی تو میں سو گئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح اور شمعون اور کچھ حوارئین میرے دادا کے قصر میں جمع ہوئے اور نور کا ایک منبر نصب کیا جو رفعت وبلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا اور وہاں اس کو رکھا کہ جہاں میرے دادا نے تخت رکھا تھا پس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وصی و داماد علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اور کچھ افراد آئمہ اور اپنے فرزندوں کے ساتھ آئے اور اس قصر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور کیا۔

پس حضرت مسیح بقدوم ادب از روئے تعظیم واجلال حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور اپنی باہیں آنجنابؐ کی گردن میں ڈال دیں تو حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا اے روح اللہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ ملیکہ آپؑ کے وصی شمعون کی بیٹی کی اپنے فرزند سعادتمند کے لیے خواستگاری کریں اور آپؐ نے اشارہ کیا ماہ برج امامت وخلافت حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف جو فرزند ہیں اس بزرگوار کے جن کا خط تو نے مجھے دیا ہے، پس حضرتؑ نے حضرت شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ

دونوں جہانوں کے شرف و بزرگی نے تیرا رخ کیا ہے، اپنے رحم کو رحم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیوند کر دے، پس شمعون نے عرض کیا کہ میں نے کر دیا۔

پس حضرت رسول اکرمؐ نے خطبہ انشاء کیا اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مل کر میرا عقد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور حضرت رسولؐ (فرزندان رسولؐ) حواریوں کے ساتھ گواہ ہوئے۔

جب میں اس خواب سعادت مآب سے بیدار ہوئی تو قتل کے خوف سے میں نے وہ خواب اپنے دادا سے بیان نہ کیا اور اس خزینہ کو اپنے سینہ میں پنہاں رکھا اور اس خورشید فلک امامت کی محبت کی آگ میرے سینہ میں روز بروز شعلہ زن ہوتی رہی اور سرمایہ صبر و اقرار میرا باد فنا کے حوالے ہو گیا، یہاں تک کہ کھانا پینا میرے لیے حرام ہو گیا اور ہر روز میرا چہرہ اور بدن زرد و لاغر ہوتا گیا اور چھپے عشق کے آثار باہر آشکار ہونے لگے، پس روم کے شہروں میں کوئی طبیب ایسا نہیں تھا کہ جسے میرے دادا نے میرے علاج کے لیے نہ بلایا ہو اور اس سے میرا علاج نہ پوچھا ہو، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب وہ میرے دکھ کے علاج سے مایوس ہوا تو ایک دن مجھ سے کہنے لگا اے میرے نور چشم آیا تیرے دل میں دنیا کی کوئی خواہش ہے جسے میں عمل میں لے آؤں۔

میں نے کہا دادا جان میں کشائش کے دروازے اپنے اوپر بند پاتی ہوں، اگر آزار و تکلیف ان مسلمان قیدیوں سے جو آپ کی قید میں ہیں دور کر دیں اور ان کی زنجیریں بیڑیاں کھول دیں اور انہیں آزاد کر دیں تو مجھے امید ہے کہ جناب مسیحؑ اور ان کی والدہ مجھے عافیت و صحت بخشیں گی۔

جب اس نے ایسا ہی کیا تو میں نے کچھ اپنے سے صحت کا اظہار کیا اور تھوڑا سا کھانا کھایا تو وہ خوشحال و شاد ہوا اور اب مسلمان قیدیوں کی عزت و احترام کرنے لگا پس چودہ راتوں کے بعد میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ عالمین کی عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہ علیہا السلام مجھے دیکھنے کے لیے تشریف لائیں اور جناب مریمؑ ایک ہزار حوران جنت کے ساتھ ان کی خدمت میں تھیں پس جناب مریمؑ نے مجھے کہا کہ یہ خاتون بہترین خواتین اور تیرے شوہر امام حسن عسکریؑ کی جدہ ماجدہ ہیں پس میں ان کے دامن سے لپٹ گئی اور رونے لگی اور شکایت کی کہ امام حسنؑ نے مجھ پر جفا کی اور مجھے دیکھنے سے انکار کرتے ہیں۔

پس آپؑ نے فرمایا کہ کس طرح میرا بیٹا تجھے دیکھنے آئے، حالانکہ تو خدا کے ساتھ شرک کرتی ہے اور عیسائی مذہب کی پیروکار ہے اور یہ میری بہن مریم بنت عمران خدا کی بارگاہ میں بیزاری چاہتی ہیں تیرے دین و مذہب سے اگر تیرا دل چاہتا اور اس طرف ہے کہ خداوند مریم تجھ سے خوش ہو اور امام حسن عسکری علیہ السلام تجھے ملنے اور دیکھنے آئیں تو پھر کہہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ۔

جب میں نے یہ دو طیب و پاک کلمات کہے تو جناب سیدۃ النساءؑ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور میری دلداری فرمائی اور فرمایا کہ اب میرے بیٹے کے آنے کی منتظر رہ کہ میں اسے تیرے پاس بھیجوں گی، پس میں بیدار ہوئی تو کلمہ طیبہ شہادتین کو ورد زبان بنایا

اور حضرتؑ کی ملاقات کا انتظار کرنے لگی۔

جب آئندہ رات ہوئی تو آپؑ کا خورشید جمال طالع ہوا میں نے کہا کہ اے میرے محبوب میرے دل کو اپنی محبت میں قید کرنے کے بعد کیوں اپنے حسن و جمال کی جدائی میں مجھ پر اتنی جفا کرتے رہے۔

فرمایا میرے آنے میں تاخیر کا سبب سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا کہ تو مشرک تھی اب جو مسلمان ہوگئی ہے میں ہر رات تیرے پاس رہوں گا، یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے اور تجھے ظاہراً ایک جگہ اکٹھا کر دے اور اس ہجر وجدائی کو وصال میں تبدیل کرے، پس اس رات سے لے کر اب تک ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میرے درد ہجران اور جدائی کا شربت وصال سے دوانہ فرماتے ہوں۔

بشر بن سلیمان نے کہا کہ تو قیدیوں میں کیسے آگئی، کہنے لگی ایک رات مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام نے بتایا کہ فلاں روز تیرا دادا ایک لشکر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجے گا، پھر اس کے پیچھے خود بھی جائے گا تو خود کو کنیزوں اور خدمتگاروں میں اس طرح داخل کر لینا کہ تجھ کو پہچان نہ سکیں اور اپنے دادا کے پیچھے چلی آنا اور فلاں راستہ سے جانا میں نے ایسا کیا تو مسلمانوں کے لشکر کا طلایہ (گشتی دستہ) ہمارے قریب سے گزرا اور وہ ہمیں قید کر کے لے گیا اور میرا اخری معاملہ وہ تھا جو تو نے دیکھا اور اب تک سوائے تیرے کسی کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں بادشاہ روم کی بیٹی ہوں اور اس بوڑھے شخص نے کہ میں جس کے مال غنیمت کے حصہ میں آئی تھی مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے کہا کہ میرا نام نرجس ہے، وہ کہنے لگا کہ یہ کنیزوں والا نام ہے۔

بشر نے کہا کہ یہ تعجب ہے کہ تم اہل فرنگ (اہل یورپ) ہونے کے باوجود زبان عربی بہت اچھی جانتی ہو، وہ کہنے لگی چونکہ میرے دادا کو مجھ سے بہت محبت تھی، لہذا وہ چاہتا تھا کہ مجھے آداب حسنہ سکھائے، اس بناء پر اس نے ایک مترجم عورت جو انگریزی اور عربی زبانیں جانتی تھی مقرر کی جو ہر صبح وشام آتی اور مجھے عربی زبان سکھاتی تھی، یہاں تک کہ میری زبان پر یہ لغت روانی سے جاری ہوگئی۔

بشر کہتا ہے کہ میں اسے سامرہ لے گیا اور امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا، حضرتؑ نے اس کنیز سے فرمایا کہ کس طرح خداوند عالم نے تجھے دین اسلام کی عزت اور دین نصاریٰ کی ذلت اور محمدؐ وآل محمدؑ کا شرف و بزرگی دکھائی ہے تو وہ کہنے لگی اے فرزند رسولؐ میں وہ چیز کس طرح آپؑ کی خدمت میں بیان کروں کہ جسے آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

پس حضرتؑ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے عزت بخشوں اور تیرا احترام رکھوں، کون سی چیز تیرے نزدیک بہتر ہے آیا تجھے دس ہزار اشرفی دوں یا شرف ابدی کی بشارت دوں۔

اس نے کہا کہ میں شرف بشارت چاہتی ہوں اور مال کی مجھے ضرورت نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا تجھے بشارت ہو ایسے فرزند کی جو مشرق و مغرب عالم کا بادشاہ ہوگا، اور زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

وہ کہنے لگی کہ یہ فرزند کس سے عالم وجود میں آئے گا، فرمایا اس شخص سے کہ جس کے لیے حضرت رسالت مآبؐ نے خواستگاری کی تھی، پھر آپؐ نے اور حضرت مسیحؑ اور ان کے جانشین نے کس کے ساتھ تیرا عقد کیا تھا، اس نے کہا کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے۔

آپؑ نے فرمایا کیا اسے پہچانتی ہو کہنے لگی کہ جس رات سے میں بہترین خواتین کے ہاتھ پر اسلام لائی ہوں کوئی ایسی رات نہیں گزری کہ آپؑ مجھے دیکھنے کے لیے نہ آئے ہوں۔

پس حضرت نے کافور خادم کو بلایا اور فرمایا جاؤ اور میری بہن حکیمہ خاتون کو بلا لاؤ، جب جناب حکیمہ خاتون آئیں تو حضرتؑ نے فرمایا یہ وہی کنیز ہے کہ جس کے متعلق میں کہتا تھا، حکیمہ خاتون نے اسے بغل گیر کیا اور بہت نوازش وشفقت فرمائی اور خوش ہوئیں۔

پس حضرتؑ نے فرمایا اے رسولؐ کی بیٹی اسے اپنے گھر لے جاؤ اور واجبات اور مستحبات اسے سکھاؤ کہ یہی حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی بیوی اور صاحب الامرؑ کی ماں ہے۔

کلینی وابن بابویہ وسید مرتضیٰ اور ان کے علاوہ باقی ذی قدر محدثین نے سند ہائے معتبر کے ساتھ حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے اور انہوں نے تیز نگاہ نرجس خاتون کی طرف کی، پس میں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو اس کی خواہش ہو تو اسے آپ کی خدمت میں بھیج دوں، فرمایا اے پھوپھی جان میرا تیز نظر سے اس کی طرف دیکھنا تعجب کی بناء پر ہے، کیونکہ عنقریب خداوند عالم اس سے ایسا فرزند پیدا کرے گا جو عالم کو عدالت سے پر کرے گا، بعد اس کے کہ وہ ظلم وجور سے پر ہو گا۔

میں نے کہا کہ اسے آپؑ کے پاس بھیج دوں فرمایا اس سلسلہ میں میرے والد گرامی سے اجازت لے لیں، حکیمہ خاتون کہتی ہے کہ میں نے اپنے کپڑے پہنے اور اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں ان کے گھر گئی جب میں سلام کر کے بیٹھ گئی تو بغیر اس کے کہ میں کوئی بات کرتی حضرتؑ نے ابتدأ فرمایا۔

اے حکیمہ نرجس کو میرے بیٹے کے پاس بھیج دو، میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار میں اسی لیے حاضر خدمت ہوئی ہوں کہ اس معاملہ میں آپؑ سے اجازت لوں۔

آپؑ نے فرمایا اے بزرگوار صاحب برکت خدا چاہتا ہے کہ تمہیں اس ثواب میں شریک کرے اور خیر وسعادت کا عظیم حصہ تمہیں کرامت ہوئے، تبھی تو تمہیں اس جیسے معاملہ میں واسطہ قرار دیا ہے، حکیمہ کہتی ہے کہ میں فوراً اپنے گھر واپس آ گئی اور اس معدن فتوت وسعادت کے زفاف کا اہتمام اپنے گھر میں کیا اور چند دنوں کے بعد اس سعد اکبر کو اس زہرہ منظر کے ساتھ خورشید انور یعنی ان کے والد مطہر کے گھر لے گئی اور کچھ دنوں کے بعد اس آفتاب مطلع امامت نے مغرب عالم بقاء میں غروب کیا اور ماہ برج خلافت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امامت میں ان کے جانشین ہوئے اور میں ہمیشہ ان کے والد کے زمانہ کی مقررہ عادت کے ماتحت اس امام البشرؑ کی خدمت میں حاضری دیتی۔

پس ایک دن نرجس خاتون میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خاتون معظم اپنے پاؤں آگے کیجئے تا کہ میں آپ کے پاؤں سے جوتا اتاروں۔

میں نے کہا کہ اب تم خاتون اور میری مالک ہو میں اب کبھی تمہیں اپنے پاؤں سے جوتا نہیں اتارنے دوں گی اور نہ کوئی خدمت کرنے دوں گی، بلکہ میں تمہاری خدمت کروں گی اور اس کو اپنے اوپر منت واحسان سمجھوں گی، جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے میری بات سنی تو فرمایا کہ اے پھوپھی جان خدا تمہیں جزائے خیر دے، پس میں آپؑ کی خدمت میں غروب آفتاب تک رہی پھر میں نے اپنی کنیز کو آواز دی کہ میرے کپڑے لے آؤ تا کہ میں واپس جاؤں، حضرتؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی جان آج رات ہمارے پاس رہیں، کیونکہ آج رات اس فرزند گرامی قدر کو پیدا ہونا ہے کہ جس سے خداوند عالم زمین کو علم وایمان وہدایت کے ساتھ بعد اس کے کہ وہ کفر وضلالت کی اشاعت سے مردہ ہو چکی ہوگی زندہ کرے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار وہ بچہ کس سے پیدا ہوگا مجھے نرجس میں کوئی آثار حمل نظر نہیں آتے تھے، فرمایا نرجس ہی سے پیدا ہوگا نہ کہ کسی اور سے۔

پس میں نے نرجس کی پشت وشکم کو ٹٹولا اور دیکھا تو کوئی اثر مجھے نظر نہ آیا تو میں واپس گئی اور عرض کیا، حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب صبح ہوگی تو اس میں اثر حمل ظاہر ہوگا اور اس کی مثال والدہ موسیٰؑ جیسی ہے کہ ولادت کے وقت تک کوئی نضیر اس میں ظاہر نہ ہوا، اور کوئی شخص اس کے حالات سے مطلع نہ ہوا، کیونکہ فرعون حاملہ عورتوں کے شکم حضرت موسیٰؑ کی تلاش میں چاک کر دیتا تھا، اور اس فرزند کی حالت بھی اس امر میں حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم اوصیاء انبیاء کا حمل شکم میں نہیں بلکہ پہلو میں ہوتا ہے اور رحم سے نہیں بلکہ اپنی ماؤں کی ران سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ ہم نور الٰہی ہیں، اس نے گندگی اور نجاست کو ہم سے دور کر رکھا ہے۔

حکیمہ کہتی ہے کہ میں نرجس کے پاس گئی اور یہ حالت اس کو بتائی وہ کہنے لگی اے خاتون معظم میں اپنے میں کوئی اثر محسوس نہیں کرتی، پس میں رات وہیں رہی اور افطار کر کے نرجس کے قریب لیٹ گئی اور ہر گھڑی اس کی خبر گیری کرتی رہی اور وہ اپنی جگہ سوئی رہی اور ہر لحظہ میری حالت بڑھتی جاتی تھی، اور اس رات باقی راتوں کی نسبت زیادہ میں نماز اور تہجد کے لیے اٹھی اور نماز تہجد ادا کی، جب میں نماز وتر میں پہنچی تو نرجس بیدار ہوئی اور وضو کر کے نماز تہجد بجالائی، جب میں نے نگاہ کی تو صبح کاذب طلوع کر چکی تھی، پس قریب تھا کہ میرے دل میں اس وعدہ کے متعلق شک پیدا ہو جو حضرتؑ نے فرمایا کہ اچانک امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے کمرے سے آواز دی کہ شک نہ کرو اب اس کا وقت قریب آ گیا ہے۔

پس اس وقت میں نے نرجس میں کچھ اضطراب کا مشاہدہ کیا، پس میں نے اسے سینے سے لگایا اور اس پر اسماء خدا پڑھے، دوبارہ آپؑ نے آواز دی کہ اس پر سورہ انا انزلنا کی تلاوت کرو، پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے، وہ کہنے لگی کہ مجھ میں اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے جو میرے مولا نے فرمایا ہے۔

پس جب میں نے سورہ انا انزلنا فی لیلۃ القدر پڑھنا شروع کی تو میں نے سنا کہ وہ بچہ شکم مادر میں میرے ساتھ پڑھتا ہے، اوراس نے مجھ کو سلام کیا تو میں ڈر گئی، حضرتؑ نے آواز دی کہ قدرت خدا پر تعجب نہ کرو، کیونکہ وہ ہمارے بچوں کو حکمت سے گویا کرتا ہے اور ہمیں بڑے ہوتے ہی زمین میں اپنی حجت قرار دیتا ہے۔

پس جب حضرت امام حسنؑ کی گفتگو ختم ہوئی تو نرجس میری آنکھوں سے غائب ہوگئی، گویا میرے اوراس کے درمیان پردہ حائل ہوگیا، پس میں فریاد کرتی ہوئی دوڑ کر امام حسنؑ کے پاس گئی، حضرتؑ نے فرمایا اے پھوپھی واپس جاؤ اسے پانی جگہ پاؤ گی۔

جب میں واپس آئی تو وہ پردہ ہٹ چکا تھا اور نرجس میں میں نے ایسا نور دیکھا کہ جس نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا اور حضرت صاحب الامرؑ کو دیکھا کہ وہ قبلہ رخ سجدہ میں زانو کے بل پڑے ہیں، اور اپنی شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف بلند کی ہوئی ہیں اور کہہ رہے ہیں اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ان جدی رسول اللہ وان ابی امیر المومنین وصی رسول اللہ پھر آپؑ نے ایک ایک امام کا نام لیا، یہاں تک کہ اپنے نام پر پہنچے تو فرمایا، اللھم انجبرلی وعدی واتمم لی امری و ثبت وطاتی واملاء الارض بی عدلا وقسطاً، یعنی خداوند جو نصرت کا وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا فرما اور میرے امر خلافت وامامت کو تمام کر اور میرا استیلاء اور دشمنوں سے انتقام لینا ثابت کردے اور میرے ذریعہ سے زمین کو عدل وداد سے پر کردے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو آپؑ سے ایسا نور ساطع ہوا جو آفاق آسمان پر پھیل گیا اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو آسمان پر پھیل گیا اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو آسمان سے نیچے آئے اور وہ اپنے پر وہاں حضرتؑ کے سر و چہرہ و بدن سے ملتے اور پرواز کر جاتے۔

پس حضرت امام حسن عسکریؑ نے مجھے آواز دی کہ اے پھوپھی میرے فرزند کو میرے پاس لے آؤ، جب میں نے انہیں دیکھا تو انہیں ختنہ شدہ، ناف بریدہ اور پاک و پاکیزہ پایا، ان کے دائیں بازو پر لکھا تھا جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً، حق آیا اور باطل محو ہوگیا اور بیشک باطل محو ہونے والا ہے اوراس کے لیے بقاء وثبات نہیں، پس حکیمہ کہتی ہیں کہ جب میں اس فرزند ارجمند کو حضرتؑ کے پاس لے گئی تو اس کی نگاہ اپنے باپ پر پڑی تو سلام کیا، پس حضرتؑ نے اس کو اٹھایا اور اپنی زبان مبارک اس کی دونوں آنکھوں اوراس کے منہ اور دونوں کانوں پر پھیری اور اسے اپنے ہاتھ کی بائیں ہتھیلی پر بٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے بیٹا قدرت الٰہی سے بات کرو، پس صاحب الامرؑ نے اعوذ باللہ کے بعد کہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوار ثین و نمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانو ایحذرون۔

یہ آیۃ شریفہ حدیث معتبرہ کی بناء پر حضرتؑ اور آپؑ کے آباء کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اوراس

کا ظاہری ترجمہ یہ ہے۔کہ ہم منت واحسان رکھنا چاہتے ہیں ان لوگوں پر کہ جنہیں ستمگروں نے زمین میں کمزور کر دیا ہے،اور ہم انہیں دین کا پیشوا قرار دیتے ہیں اور انہیں زمین کا وارث بناتے ہیں اور انہیں زمین میں تمکین وغلبہ بخشتے ہیں اور ہم فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو ان آئمہ سے وہ چیز دکھائیں گے جس سے وہ ڈرتے تھے۔

پھر حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ نے حضرت رسالت مآبؐ امیر المومنین اور اپنے والد گرامی تک تمام آئمہ پر صلوات بھیجی، پس اس وقت بہت سے پرندے آپؑ کے سرہانے جمع ہوگئے تو آپؑ نے ان میں سے ایک پرندہ کو آواز دی کہ اس بچہ کو اٹھالو اور اس بچہ کی اچھی طرح حفاظت کرنا اور چالیس دن میں ایک مرتبہ ہمارے پاس لے آنا، وہ پرندہ حضرتؑ کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور باقی پرندوں نے بھی اس کے پیچھے پرواز کی۔

پس حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے اس کے سپرد کرتا ہوں کہ موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو جس کے سپرد کیا تھا، پس نرجس خاتون رونے لگیں تو آپؑ نے فرمایا خاموش رہو اور گریہ نہ کرو، کیونکہ یہ تمہارے علاوہ کسی کے پستان سے دودھ نہیں پیئے گا اور بہت جلدی اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے کہ جس طرح کہ موسیٰؑ کو مادر موسیٰؑ کی طرف پلٹا دیا تھا جس طرح کہ خدا فرماتا ہے کہ پس میں نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا تا کہ اس کی ماں کی آنکھیں روشن ہوں۔

پس حکیمہ نے پوچھا کہ یہ پرندہ کون تھا کہ صاحب الامرؑ کو آپؑ نے جس کے سپرد کیا ہے، فرمایا کہ وہ روح القدس ہے جو کہ آئمہ علیہم السلام کے ساتھ موکل ہے جو انہیں خدا کی طرف سے موفق کرتا ہے اور خطاء سے ان کی نگاہداری کرتا ہے اور انہیں علم کے ساتھ زینت دیتا ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ جب چالیس دن گزر گئے تو میں حضرتؑ کی خدمت میں گئی جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ ایک بچہ گھر کے اندر چل پھر رہا ہے تو میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار یہ دوسال کا بچہ کس کا ہے، حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اولاد انبیاء واوصیاء جب امام ہوں تو وہ دوسرے بچوں سے مختلف نشوونما پاتے ہیں اور وہ ایک ماہ کا بچہ دوسرے ایک سالہ بچے کی طرح ہوتا ہے اور وہ شکم مادر میں بات کرتے ہیں، اور قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی شیر خوارگی کے زمانہ میں ملائکہ ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ہر صبح وشام ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

پس حکیمہ فرماتی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں میں چالیس دن میں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتی، یہاں تک کہ میں نے حضرتؑ کی وفات سے چند دن پہلے ان سے ملاقات کی تو انہیں مکمل مرد کی شکل وصورت میں دیکھ کر نہ پہچان سکی اور اپنے بھتیجے سے عرض کیا کہ یہ شخص کون ہے، کہ آپؑ مجھے فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس بیٹھوں، فرمایا یہ نرجس کا بیٹا ہے اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور میں عنقریب تمہارے درمیان سے جانے والا ہوں تم اس کی بات کو قبول کرنا اور اس کے حکم کی

اطاعت کرنا۔

پس چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے عالم قدس کی طرف کوچ کیا، اور اب میں ہر صبح و شام حضرت صاحب الامرؑ سے ملاقات کرتی ہوں اور جس چیز کا میں ان سے سوال کرتی ہوں وہ مجھے اس کی خبر دیتے ہیں اور کبھی میں سوال کرنے کا ارادہ کرتی ہوں اور وہ مجھے سوال کرنے سے پہلے جواب دے دیتے ہیں۔

اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے، حکمیہ خاتون کہتی ہیں کہ میں حضرت صاحب الامرؑ کی ولادت کے تین دن بعد ان کی ملاقات کی مشتاق ہوئی تو میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے مولا کہاں ہیں، فرمایا میں نے اسے اس کے سپرد کیا ہے جو ہماری اور تمہاری نسبت اس کا حق دار و اولیٰ ہے، یعنی اس کا زیادہ حق دار ہے، جب ساتواں دن ہو تو پھر ہمارے پاس آنا، اور جب میں ساتواں دن گئی تو میں نے ایک گھوارہ دیکھا، میں دوڑ کر گھوارے کے پاس گئی تو اپنے مولا کو چودہویں کے چاند کی طرح دیکھا۔

آپؑ نے تبسم فرمایا، پس حضرتؑ نے آواز دی کہ میرے بیٹے کو میرے پاس لے آؤ، جب میں انہیں آپؑ کے پاس لے گئی تو آپؑ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں پھیری اور فرمایا اے بیٹا بات کرو۔

حضرت صاحب الامرؑ نے شہادتین پڑھے اور رسالت پناہؐ اور باقی آئمہ صلوات اللہ علیہم پر صلوات پڑھی اور بسم اللہ پڑھ کر گزشتہ آیت کی تلاوت فرمائی، پس امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ پڑھو اے بیٹا وہ کچھ خداوند عالم نے اپنے انبیاء پر نازل فرمایا۔

پس آپؑ نے صحف آدمؑ سے شروع کیا اور زبان سریانی میں اسے پڑھا اور کتاب ادریسؑ و کتاب نوحؑ و کتاب ہودؑ و کتاب صالحؑ و صحف ابراہیمؑ و تورات موسیٰؑ و زبور داؤدؑ و انجیل عیسیٰؑ اور میرے جد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پڑھا، پھر انبیاء کے واقعات بیان کئے۔

پھر امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس امت کا مہدی عطاء فرمایا اور ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اسے سراپردہ عرش رحمانی میں لے جائیں، تو خداوند عالم نے اسے خطاب کیا کہ مرحباء تجھے اے میرے بندے کہ تجھے میں نے اپنے دین کی مدد اور اپنے امر شریعت کے اظہار کے لیے خلق کیا ہے، تو ہے میرے بندوں میں سے ہدایت یافتہ، میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں، کہ تیری اطاعت پر لوگوں کو ثواب دوں گا اور تیری نافرمانی پر عقاب کروں گا، اور تیری شفاعت و ہدایت کی وجہ سے اپنے بندوں کو بخشوں گا اور تیری مخالفت کی بناء پر انہیں سزا دوں گا، اے دو فرشتو اسے اس کے باپ کے پاس واپس لے جاؤ اور میری طرف سے اسے سلام پہنچانا اور کہنا کہ یہ میری حفظ اور حمایت کی پناہ میں ہے میں دشمنوں کے شر سے اس کی حفاظت کروں گا، یہاں تک کہ اسے ظاہر کر کے حق کو اس کی وجہ سے برپا اور اس سے باطل کو سرنگوں کروں گا اور دین حق میرے ہی لیے خالص ہوگا۔ (تمام ہوا جو کچھ کہ ہم نے جلاء العیون سے نقل کیا ہے)

اورحق الیقین میں بھی حضرتؑ کی ولادت شریف اسی کیفیت سے چنداورروایات کے ساتھ نقل کی ہے، منجملہ ان کے فرماتے ہیں کہ محمد بن عثمان عمروی نے روایت کی ہے کہ جب ہمارے آقا صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے والد کو بلایا اور فرمایا کہ دس ہزار رطل جو کہ تقریباً ایک ہزار من ہوتا ہے(ایک من تقریباً چھ تولہ ہوتا ہے) کھانا اور دس ہزار رطل گوشت بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں پر صدقہ کرو، اور بہت سے گوسفند عقیقہ کے لیے ذبح کریں۔

اورنسیم و ماریہ حضرت حسن علیہ السلام کی کنیزیں روایت کرتی ہیں جب حضرت قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے دو زانو بیٹھ کرانگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور چھینک لی اور فرمایا، الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد و آلہ، پھر فرمایا ظالموں کا یہ گمان ہے کہ حجت خدا برطرف ہوجائے گی، اگر مجھے خدا بولنے کی اجازت دے دے تو شک باقی نہیں رہے گا۔

نیزنسیم روایت کرتی ہے کہ میں حضرتؑ کی ولادت سے ایک رات بعد آپؑ کی خدمت میں گئی تو مجھے چھینک آ گئی، آپؑ نے فرمایا یرحمک اللہ، میں بہت خوش ہوئی، پس آپؑ نے فرمایا کیا تجھے چھینک کے سلسلہ میں خوشخبری دوں، میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا چھینک تین دن تک موت سے امان ہے۔

باقی رہے حضرتؑ کے اسماء اور القاب

واضح ہو کہ ہمارے شیخ ثقۃ الاسلام نوری نے کتاب نجم ثاقب میں حضرتؑ کے ایک سو بیاسی نام بیان کئے ہیں اور ہم یہاں ان میں سے چند اسماء کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہیں۔

پہلا بقیۃ اللہ، روایت ہوئی ہے کہ جب حضرتؑ خروج کریں گے تو پشت مبارک خانہ کعبہ کے ساتھ لگالیں گے اور تین سو تیرہ مرد اکھٹے ہوجائیں گے، اور پہلی بات جو آپؑ کریں گے وہ یہ آیت ہوگی۔بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین۔خدا کی باقی ماندہ حجت تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔

اس وقت فرمائیں گے کہ میں ہوں بقیۃ اللہ اس کی حجت اور تم پر اس کا خلیفہ، پس ہر سلام کرنے والا آپ کو اس طرح سلام کرے گا، السلام وعلیك یا بقیۃ اللہ فی ارضہ

دوسرا حجۃ اللہ ہے، یہ آپؑ کے مشہور القاب میں سے ہے کہ بہت سے ادعیہ اور اخبار مین آپؑ کا اسی نام سے تذکرہ کیا گیا ہے اور محدثین نے زیادہ تر اسے بیاں کیا ہے اگرچہ اس لقب میں باقی آئمہ بھی شریک ہیں اور وہ تمام کے تمام خداوند عالم کی طرف سے مخلوق کے اوپر حجت ہیں، لیکن اس طرح آنجنابؑ کے ساتھ مخصوص ہوگیا کہ اخبار وروایات میں جہاں بغیر قرینہ اور شاہد کے ذکر ہو وہاں حضرتؑ ہی مراد ہوں گے اور حجۃ اللہ کا معنی ہے غلبہ یا سلطنت خدا کی مخلوق پر، کیونکہ غلبہ وسلطنت دونوں کے واسطہ سے ظہور پذیر ہوں گے اور آپؑ کا نقش خاتم انا حجۃ اللہ ہے۔

تیسرا خلف اور خلف صالح کے اس لقب کے ساتھ آئمہ علیہم السلام کی زبان پر بارہا آپؑ کا ذکر ہوا، اور خلف سے مراد جانشین ہے، اور حضرتؑ تمام گزشتہ انبیاء واوصیاء کے جانشین اور ان کے تمام علوم وصفات وحالات وخصائص کے مالک تھے، مواریث الہیہ کہ جو ان میں سے ایک دوسرے تک پہنچتی رہیں وہ سب آپؑ میں اور آپؑ کے پاس جمع تھیں اور معروف حدیث لوح میں مذکور ہے جو کہ جابر نے صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کے پاس دیکھی تھی حضرت امام حسن عسکریؑ کے ذکر کے بعد کہ اس وقت میں اس کو کامل کروں گا اس کے بیٹے خلف کے ساتھ جو کہ تمام عالمین کے لیے رحمت ہے، کمال صفوت آدمؑ ورفعت ادریسؑ وسکینہ نوحؑ وحلم، ابراہیمؑ وشدت موسیٰؑ وبہار عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ اس میں ہے۔

اور مفضل کی مشہور حدیث میں ہے کہ جب آنجنابؑ ظہور فرمائیں گے تو دیوار کعبہ سے ٹیک لگائیں گے اور فرمائیں گے اے گروہ خلائق آگاہ ہو جو چاہتا ہے کہ آدمؑ وشیثؑ کو دیکھے تو میں آدم وشیث ہوں، اور اسی طرح ذکر کریں گے نوحؑ وسام وابراہیمؑ واسماعیلؑ وموسیٰ ویوشعؑ وشمعونؑ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی آئمہ علیہم السلام کو۔

چوتھا شرید بارہا زبان ائمہ علیہم السلام میں خصوصاً جناب امیر المومنین اور جناب باقرؑ کی زبان پر اس لقب کے ساتھ آپؑ کا ذکر ہوا ہے اور شرید کا معنی ہے راندہ شدہ اس مخلوق منکوس سے کہ جس نے نہ آنجنابؑ کو پہچانا ہے اور نہ ان کے وجود کی نعمت کی قدر کی ہے اور نہ ہی شکر گزاری، اور آپؑ کے اداء حق کے مقام میں آئے ہیں، بلکہ ان کے پیشرو آنجنابؑ پر غلبہ وتسلط سے مایوس ہو جانے اور ان کے اخلاف کا ذریت طاہرہ کے قتل وقلع قمع کرنے کے بعد زبان وقلم کی مدد سے لوگوں کے دلوں سے ان کے نفی وطرد کے مقام پر اتر آئے اور آپؑ کے اصل وجود کی نفی اور پیدا نہ ہونے پر دلیلیں قائم کرنے لگے اور دلوں سے ان کی یاد کو محو کرنے لگے ہیں اور خود آنجنابؑ نے علی بن مہزیار سے فرمایا کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں منزل وقیام نہ کروں، مگر زمین کی ایسی جگہ میں کہ جو تمام جگہوں کی نسبت زیادہ مخفی اور دور ہو اپنے امر کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے محل ومقام کو اہل ضلالت کے مکر وفریب سے محکم کرنے کے لیے، یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا اے بیٹا تم پر لازم ہے کہ زمین کی پوشیدہ جگہ میں ہمیشہ رہائش اختیار کرو، کیونکہ خدا کے اولیاء میں سے ہر ایک ولی کے لیے غلبہ کرنے والا دشمن اور نزاع کرنے والی ضد موجود ہے۔

پانچواں غریم جو کہ حضرتؑ کے القاب خاصہ میں سے ہے اور اخبار وروایات میں اس لفظ کا اطلاق آپؑ پر شائع ہے اور غریم کا معنی قرض خواہ بھی ہے اور وہ بھی ہے کہ جس کے ذمہ قرض ہو اور ظاہراً یہاں پہلا معنی مراد ہے اور یہ لفظ حضرتؑ سے تعبیر کرنے میں لفظ غلام (نوخیز) کی طرح ہے از روئے تقیہ، کیونکہ شیعہ حضرات جب چاہتے کہ کوئی مال آپؑ کی خدمت میں یا آپؑ کے وکلاء کے ہاں بھیجیں یا وصیت کریں یا آنجنابؑ کی طرف سے کسی سے مطالبہ کریں تو آپؑ کو اس لقب سے پکارتے تھے، اور آپؑ زیادہ ارباب زراعت وتجارت وحرفت وصنعت سے طلب گار تھے، جیسا کہ محمد بن صالح کے حالات میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب کے تذکرے میں گزر چکا ہے۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے غریم بمعنی مقروض ہو، اور اس لقب کے ساتھ آپؑ کا نام لینا شخص مدیون ومقروض کے

ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہو جو کہ اپنے آپ کو اپنے قرضوں کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے یا چونکہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہیں تا کہ حضرتؑ سے علوم وشرائع اخذ کریں اور آپ تقیہ کی وجہ سے اس سے گریز کرتے ہیں، پس حضرت غریم مستنصر ہیں صلوات اللہ علیہ۔

چھٹا قائم یعنی فرمان الٰہی میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے والا، کیونکہ آپؑ شب و روز فرمان الٰہی کے لیے مہیا ہیں کہ صرف اشارہ پر ظہور فرمائیں گے اور روایت ہے کہ آپؑ کو قائم کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ آپؑ حق کے ساتھ قیام کریں گے اور صقر بن بابی دلف کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آنجنابؑ کو قائم کیوں کہتے ہیں۔

فرمایا چونکہ وہ امامت کے ساتھ قیام کریں گے بعد اس کے کہ اس کا ذکر خاموش ہو جائے گا اور اکثر لوگ جو آپؑ کی امامت کے قائل تھے مرتد ہو جائیں گے۔

ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے فرزند رسولؐ کیا آپ سب قائم بحق نہیں ہے، فرمایا ہاں ہم سب قائم بحق ہیں، میں نے عرض کیا پھر کیوں حضرت صاحب الامرؑ کو قائم کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میرے جد امجد حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ملائکہ نے درگاہ الٰہی میں صدائے گریہ و نالہ بلند کیا اور کہنے لگے، خداوندا اور اے ہمارے سید و آقا کیا تو اپنے برگزیدہ اور اپنے پسندیدہ پیغمبرؐ اور بہترین خلق کے قتل کی پروا نہیں کرے گا۔

پس حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے ملائکہ قرار پکڑو کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے کہ ضرور میں ان سے انتقام لوں گا، اگرچہ کئی ایک ازمنہ اور صدیوں کے بعد ہو، پس اللہ تعالیٰ نے ان سے حجاب اٹھا دیئے اور اولاد امام حسین علیہ السلام کے انوار انہیں دکھائے تو ملائکہ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے، پس ان میں سے ایک نور کو انہوں نے دیکھا کہ جوان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز میں مشغول تھا تو خداوند عالم نے فرمایا کہ میں اس قائم کے ذریعہ ان سے انتقام لوں گا۔

فقیر کہتا ہے کہ چھٹی فصل میں اس اسم مبارک کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے سلسلہ میں گفتگو ہوگی۔

ساتواں م ح م د صلی اللہ علیہ وآلہ واھل بیتہ جو کہ اسم اصلی ہے حضرتؑ کا جیسا کہ اخبار متواتر خاصہ وعامہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میرا ہمنام ہے۔

اور خبر لوح مستفیض میں حضرتؑ کا نام اسی طرح ضبط ہوا ہے۔ **ابو القاسم محمد بن حسن ھو حجتہ اللہ القائم** لیکن مخفی نہ رہے، بمقتضائے اخبار کثیرہ معتبرہ حضرتؑ کے ظہور موفور السرور تک مجالس ومحافل میں اس اسم مبارک کا حرام ہے اور یہ حکم حضرتؑ کے خصائص میں سے ہے اور **قدماء امامیہ فقہاء** ومتکلمین اور محدثین کے نزدیک مسلم ہے، یہاں تک کہ شیخ اقدام حسن بن موسیٰ نوبختی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم خائص مذہب امامیہ میں سے ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے زمانہ تک کسی سے اس سلسلہ میں اختلاف نقل نہیں ہوا، لیکن یہ مرحوم جواز کے الغمہ کے زمانہ میں اور شیخ بہائی کے زمانہ میں یہ مسئلہ نظری ہو گیا اور فضلاء کے درمیان محل تشاجر و بحث قرار پایا۔ یہاں تک کہ اس میں علیحدہ رسائل لکھے گئے مثلاً شرعۃ التسمیہ محقق واماد کا اور رسالہ تحریم التسمیہ سلیمان ماخوری کا اور کشف التعمیہ ہمارے شیخ حر عاملی رضوان علیہم وغیر ذلک اور تفصیلی گفتگو نجم ثاقب میں موجود ہے۔

آٹھواں مہدی صلوات اللہ جو کہ تمام فرق اسلامیہ میں آپ کے اسماء والقاب سے زیادہ مشہور ہے۔

نواں ماءمعین یعنی روئے زمین پر ظاہر و جاری ہونے والا پانی، کمال الدین اور غیبت طوسی میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ آیۃ شریفہ قل ارئیتم ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماۤء معین، اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تمہارا پانی زمین کے اندر چلا جائے تو تمہارے لیے جاری پانی کون لے کر آئے گا، پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ آیت قائم علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے، خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر تمہارا امام تم سے غائب ہو گیا ہے اور تمہیں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے، پس کون ہے جو لے آئے گا، تمہارا امام ظاہر جو تمہارے لیے آسمان و زمین اور خداوند عالم کے حلال وحرام کی خبریں لے کر آئے گا، اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ اس کی تاویل ابھی تک نہیں آئی اور ضروری ہے کہ اس کی تاویل آئے اور اس مضمون کے قریب قریب چند دوسری روایات غیبت نعمانی اور تاویل آلات میں موجود ہیں اور آپؑ کی وجہ شبہ پانی سے جو کہ ہر چیز کی حیات کا سبب ہے ظاہر ہے، بلکہ وہ حیات و زندگی جو اس وجود معظم کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اور ہوگی وہ اس حیات سے جو پانی سے حاصل ہوتی ہے کئی رتبے اعلیٰ اتم واشد اور زیادہ دائمی ہے، بلکہ خود پانی کی حیات آنجنابؑ کی وجہ سے ہے، اور کمال الدین میں جناب باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ آیت شریفہ اعلمو ان اللہ یحییٰ الارض بعد موتھا۔ جان لو کہ خدا زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا، فرمایا یعنی خداوند عالم حضرت قائم علیہ السلام کی وجہ سے زمین کو اس کے اہل کفر کی بناء پر مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا اور کافر مردہ ہے۔

اور شیخ طوسی کی روایت کی بناء پر آیت مذکورہ میں خداوند عالم قائم آل محمد علیہ السلام کی وجہ سے زمین کی اس کے مرنے کے بعد اصلاح کرے گا، یعنی اس کے اہل ملک کے ظلم وجور کے بعد۔

مخفی نہ رہے، چونکہ ایام ظہور میں لوگ اس چشمہ فیض الٰہی سے سہولت وآسانی کے ساتھ فیض حاصل کریں گے مثل اس پیاسے کے جو نہر جاری و خوش گوار کے کنارے پر ہو اور بہرہ در ہوں گے تو اس کے لیے سوائے چلو میں پانی لینے کے اور کوئی حالت منتظرہ نہیں ہے، لہٰذا آنجنابؑ کو ماءمعین سے تعبیر کیا گیا ہے اور غیبت کے دنوں میں خدا کا لطف خاص مخلوق سے ان کے برے کردار کی بناء پر اٹھ گیا ہے، لہٰذا اب رنج وتعجب وعجز ولابہ اور تفرع وانابہ کے ساتھ آنجنابؑ سے فیض حاصل ہو سکتا ہے اور کوئی چیز لی جا سکتی ہے اور کوئی علم سیکھا جا سکتا ہے، مثل اس پیاسے کے جو کہ گہرے کنوئیں سے پانی لینا چاہتا ہے وہ صرف آلات واسباب کے ذریعہ ہی زحمت کے ساتھ پانی حاصل کر سکتا اور پیاس کی آگ بجھا سکتا ہے، لہٰذا آپؑ کو بئر معطلہ سے (وہ کنواں کہ جس کو ترک کر دیا گیا ہو) تعبیر کیا گیا ہے، اور اس مقام پر اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

باقی رہے آپؑ کے شمائل و نقش ونگار، تو روایت ہوئی ہے کہ آپؑ سب سے زیادہ حضرت رسول اکرمؐ سے شباہت رکھتے ہیں خلق وخُلق میں اور جو کچھ روایات سے آپؑ کے شمائل و نقش ونگار میں جمع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ سفید سرخی مائل اور گندم گوں ہیں کہ جس میں شب بیداری کی وجہ سے زردی پیدا ہو گئی ہے آپؑ کی پیشانی فراخ سفید اور تاباں ہے اور آپؑ کے ابرو ایک دوسرے

سے ملے ہوئے ہیں، بینی مبارک باریک ودراز ہے کہ جس کے وسط میں کچھ جھکاؤ ہے اور آپؑ کا چہرہ عمدہ ہے اور آپؑ کے رخساروں کا نور ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر چھایا ہوا ہے، آپؑ کے چہرہ پر گوشت زیادہ نہیں اور آپؑ کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے جو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند نظر آتا ہے وعلی راسہ فرقین وفرتین کانہ الف بین واوین، آپ کے سر کی مانگ دوطرف کی زلفوں میں اس طرح ہے جیسے دو داؤں کے درمیان لفظ الف اور آپ کے دندان مبارک کے درمیان فاصلہ ہے آپؑ کی آنکھیں سیاہ سرگین ہیں، اور آپؑ کے سر میں ایک علامت ہے دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی ہے، اور شکم سے لے کر پنڈلی تک کا حصہ ان کے جد مبارک امیرالمومنین کی طرح ہے، اور وارد ہوا ہے کہ مہدیؑ اہل جنت کے طاؤس ہیں، آپؑ کا چہرہ چودھویں کا چمکتا ہوا چاند ہے اور آپؑ کے بدن اطہر پر نور کا لباس پہنایا گیا ہے، آنجنابؑ پر جامہ ہائے قدسیہ وخلعتہائے نورانیہ ربانیہ ہیں جو کہ شعاع انوار فیض وفضل احدیث سے چمک رہے ہیں اور رنگ ولطافت میں گل بابونہ کی طرح اور ارغوانی ہیں کہ جن پر شبنم پڑی ہو اور اس کی زیادہ سرخی کو ہوے ماند کر دیا ہو، اور آپؑ کا قد مبارک بید مشک درخت کے شاخہ بان کی طرح یا ساقہ ریحان کی مانند ہے نہ حد سے زیادہ طویل اور نہ زمین سے ملا ہوا کوتاہ ہے، بلکہ آپؑ کا قد وقامت معتدل اور سر مبارک مدور ہے، آپؑ کے دائیں رخسار پر خال ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مشک کا ٹکڑا عنبرین زمین پر ہو، آپؑ کی ہیت کذائی اتنی اچھی اور عمدہ ہے کہ کسی آنکھ نے اتنی معتدل اور مناسب ہیت نہ دیکھی ہوگی۔ صلی اللہ علیہ وعلی آباء الطاھرین۔

دوسری فصل

حضرت صاحب الزماں صلوات اللہ علیہ کے کچھ خصائص کا ذکر

پہلی خصوصیت آپؑ کے ظل وشج کے عالم اظلہ میں انوار ائمہ علیہم السلام کے درمیان امتیاز حاصل کرنا۔(یہ ذوات مقدسہ اس ظاہری وجود میں آنے سے پہلے عالم بالا کے مقامات عالیہ میں کسی خاص ہیئت وشکل میں رہتے تھے کہ جسے لفظ شج وظل کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، مترجم) جیسا کہ کئی ایک اخبار معراجیہ وغیرہ میں ہے کہ آنجنابؑ کا نور انوار ائمہ کے درمیان باقی کواکب اور ستاروں کے درمیان ستارہ درخشندہ کی طرح چمکتا تھا۔

دوسری خصوصیت شرافت نسب، کیونکہ ایک تو آپؑ اپنے تمام آباؤ اجداد کے نسب کی شرافت کے حامل ہیں کہ جن کا نسب اشراف انساب ہے، اور دوسرا یہ کہ آپؑ کا نسب یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ وہ ماں کی طرف سے قیصرہ روم اور جناب شمعون وصی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے کہ جن کا نسب بہت سے انبیاء واوصیاء سے جاملتا ہے۔

تیسری دو فرشتوں کا آپؑ کو ولادت کے دن سراپردہ عرش میں لے جانا اور خداوند عالم کا ان سے خطاب کرنا کہ مرحباء ہے تیرے لیے اے میرے بندے جو نصرت دین کے لیے اور میرے امر کے اظہار کے لیے ہے اور میرے بندوں کا مہدی ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ تیری وجہ سے لوں گا اور تیری وجہ سے دوں گا اور تیری وجہ سے بخشوں گا۔ الخ

چوتھی بیت الحمد، روایت ہے کہ صاحب الامر علیہ السلام کے لیے ایک مکان ہے کہ جسے بیت الحمد کہتے ہیں اور اس میں ایک چراغ ہے جو آپؑ کی ولادت کے دن سے لے کر تلوار کے ساتھ خروج کرنے کے دن تک روشن رہے گا اور وہ بجھتا نہیں ہے۔

پانچویں رسول خداؐ کی کنیت اور حضرتؑ کے نام کا جمع ہونا مناقب میں روایت ہے کہ میرا نام رکھو، لیکن کنیت نہ رکھو۔

چھٹی آنجنابؑ کے نام لینے کی حرمت وممانعت جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ساتویں زمین پر وصایت وحجت کا حضرتؑ پر ختم ہونا۔(نہ آپؑ کے بعد کوئی وصی نبی ہے اور نہ حجت خدا ہے)

آٹھویں روز ولادت سے پردہ غیبت میں رہنا اور روح القدس کے سپرد ہونا اور عالم نور وفضائے قدس میں آپؑ کی تربیت ہونا کہ آپؑ کے اجزاء میں سے کوئی جز قذارت وکثافت اور بنی آدم وشیاطین کے معاصی اور نافرمانیوں سے ملوث نہیں ہے، اور

موانست و مجالست ملاء اعلیٰ وارواح مقدسہ سے حاصل ہے۔

نویں کفار و منافقین صناق کے ساتھ معاشرت و مصاحبت کا نہ ہونا بسبب خوف و تقیہ اوران سے مدارات کے روز ولادت سے لے کر آج تک کسی ظالم کا ہاتھ آپؑ کے دامن تک نہیں پہنچ سکا اور کسی کافر و منافق کے ساتھ آپؑ کی مصاحبت و ہمنشینی نہیں ہوئی اور آپؑ ان کے منازل اور رہائش گاہوں سے کنارہ کش ہیں۔

دسواں کسی جبار کی بیعت کا آپؑ کی گردن میں نہ ہونا۔ اعلام الوریٰ میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے سرکش کی بیعت نہ ہو، مگر قائم کہ جس کے پیچھے روح اللہ عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے (معلوم ہے کہ اس سے مراد وہ اصلاحی بیعت نہیں، اس لیے کہ ویسی بات تو کوئی معصوم غیر معصوم کی نہیں کرسکتا چاہے وہ نیک و پارسا ہی کیوں نہ ہو چہ جائے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہ کہ جن کا فسق اور ظلم و ستم اظھر من الشمس و ابین من الامس ہے تو مراد یہ ہے کہ ظاہراً کسی بادشاہ کا تسلط ان پر رہتا تھا جب وہ ظالم بادشاہ چاہتے، ان پر ظلم و ستم کرتے قید میں رکھتے اور بالآخر انہیں زہر سے شہید کردیتے، اس قسم کا تسلط حضرت حجتؑ کے اوپر کسی کو کسی وقت بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ مترجم

گیارہویں آپؑ کی پشت مبارک پر اس قسم کی علامت کا ہونا کی جیسی جناب رسالت مآبؐ کی پشت مبارک پر تھی کہ جسے مہر نبوت کہتے ہیں اور شاید یہاں ارشاد مہر امامت و ختم وصایت کی طرف ہو۔

بارہواں حق تعالیٰ کا آنجنابؑ کو کتب سماویہ اور اخبار معراجیہ میں باقی اوصیاء میں سے ان کے لقب کے ساتھ بلکہ کئی القاب کے ساتھ مخصوص قرار دینا اوران کا نام نہ لینا۔

تیرہویں آیات غریبہ اور علامات سماویہ وارضیہ کا آپؑ کے ظہور موخور امیر ور کے وقت ظاہر ہونا جو کہ کسی حجت کے تولد وظہور کے موقعہ پر ظاہر نہیں ہوئیں، بلکہ کتاب کافی میں جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے آیۂ شریفہ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔

یعنی عنقریب ہم انہیں آفاق واطراف میں اوران کے نفوس میں آیات ونشانیاں دکھائیں گے تا کہ ان کے لیے روشن ہوجائے کہ وہ حق ہے، کہ تفسیر تفسیر ان آیات و علامات کے ساتھ فرمائی جو حضرتؑ کے ظہور سے قبل ہوں گی اور میں حق کی تفسیر خروج قائم علیہ السلام سے فرمائی اور فرمایا کہ وہ خدا کی طرف سے حق ہے کہ جسے خلق دیکھے گی اور آنجنابؑ کا خروج ضروری ہے اور وہ آیات و علامات بہت سی ہیں، بلکہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ چار سو کے قریب ہیں۔

چودہویں ظہور کے ساتھ ندائے آسمانی کا آپؑ کے نام کے ساتھ آنا جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے اور علی بن ابراہیم قمی نے آیۂ شریفہ واستمع یوم ینادالمنادمن مکان قریب (کان دھر کے سنا جب منادی نزدیک کے مکان سے ندا کرے) کی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منادی جناب قائم اوران کے وہ علیہما السلام کا نام لے کر ندا کرےگا اور غیبت نعمانی میں جناب باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ایک خبر میں فرمایا کہ پس منادی آسمان سے قائم علیہ السلام کے

ساتھ ندا کرے گا، پس وہ شخص سنے گا جو مشرق میں ہے اور وہ جو مغرب میں ہے، ہر سویا ہوا بیدار ہو جائے گا اور ہر کھڑا ہوا بیٹھ جائے گا اور ہر بیٹھا ہوا اس کی آواز کے خوف سے کھڑا ہو جائے گا، اور فرمایا کہ وہ آواز جبریل کی ہوگی جو کہ جمعہ کی رات ماہ مبارک رمضان کی تئیس (۲۳) تاریخ کو دے گا اور اس سلسلہ میں بہت سی روایات ہیں جو کہ حد تواتر سے بڑھی ہوئی ہیں اور ان میں سے بعض میں اس کو حتمیات (جس کا ہونا ٹل نہیں سکتا) میں شمار کیا گیا ہے۔

پندرہویں افلاک و آسمان کا تیز رفتار کو چھوڑ کر سست حرکت کو اپنا لینا، جیسا کہ شیخ مفید نے ابو بصیر سے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک طویل حدیث میں جو کہ حضرت قائمؑ کی سیر و سلوک کے متعلق ہے، یہاں تک فرمایا کہ پس سات سال تک یہ حکومت رہے گی کہ جس میں ان کا ہر سال تمہارے ان دس سالوں کی مقدار میں ہوگا، اس وقت خدا جسے چاہیے گا زندہ کرے گا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا قربان جاؤں وہ سال کس طرح طولانی ہو جائیں گے فرمایا کہ خداوند عالم فلک کو آہستگی اور کم رفتاری کا حکم دے گا، پس اس بناء پر دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر فلک میں تبدیلی اور تغیر پیدا ہو جائے تو فاسد ہو جائے، فرمایا یہ زندیقوں کا قول ہے، باقی رہے مسلمان تو ان کے لیے اس قول کے ماننے کا کوئی سبب نہیں جب کہ خداوند عالم نے چاند کو اپنے پیغمبرؐ کے لیے دو ٹکڑے کیا اور یوشع بن نون کے لیے سورج واپس پلٹایا اور قیامت کے دن کے طویل ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ وہ ان سالوں میں سے کہ جنہیں تم شمار کرتے ہو ہزار سال کے برابر ہے۔

سولہویں مصحف امیر المومنینؑ کا ظاہر ہونا کہ جسے آپؑ نے رسول خداؐ کی وفات کے بعد جمع کیا تھا بغیر تغیر و تبدل کے جو کہ تمام ان چیزوں کا حامل ہے جو آپؑ پر اعجاز کے طور پر نازل ہوئی تھیں، پس آپؑ نے اسے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا تو انہوں نے اس پر اعتراض کیا، پس آپؑ نے اسے مخفی کر دیا اور وہ اپنی حالت پر باقی ہے یہاں تک کہ وہ حضرتؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا، اور مخلوق کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اسے پڑھیں اور حفظ کریں۔ اور چونکہ موجودہ قرآن سے اس کی ترتیب مختلف ہے کہ جس سے وہ مانوس ہیں تو اس کا یاد کرنا مکلفین کی تکالیف مشکلہ میں سے ہوگا۔

سترہویں سفید بادل کا حضرتؑ کے سر پر سایہ کرنا اور اس میں منادی کا ندا کرنا اس طرح کہ ثقلین (جن وانس) لقین (یورب پچھم والے) اسے سنیں گے کہ یہ ہیں مہدی آل محمد علیہم السلام جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کریں جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہے، اور یہ ندا اس ندا کے علاوہ ہے جو چودہویں خصوصیت میں گزر چکی ہے۔

اٹھارویں ملائکہ اور جناب کا آپؑ کے لشکر میں ہونا اور آپؑ کے انصار کے سامنے ان کا ظاہر ہونا یعنی نظر آنا۔

انیسویں طول روزگار و گردش لیل و نہار و سیر فلک دوار کا آپؑ کے بدن، مزاج، اعضاء و جوارح قوی و صورت اور ہیئت پر تصرف نہ کرنا کہ باوجود اس طویل عمر کے جواب تک ایک ہزار پچانوے سال گزر چکے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ ظہور تک کس سن کو پہنچیں گے جب ظہور فرمائیں گے تو چالیس سال کے مرد کی شکل میں ہوں گے اور وہ گزشتہ طویل عمر انبیاء اور غیر انبیاء کی طرح نہیں ہوں گے کہ

جن میں سے ایک بڑھاپے کا تیر ہدف ہے کہ ان هذا بعلی شیخا میرا یہ شوہر بوڑھا ہے۔اور دوسرا نوحہ گری کرتے ہوئے انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیباً (یعنی میری ہڈی کمزور اور سر سفید ہو چکا ہے) اپنے بڑھاپے کی کمزوری پر نالہ وفغان کر رہا ہے۔

شیخ صدوق نے ابو الصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ آپؑ کے قائمؑ کی علامت خروج کے وقت کیا ہوگی۔

فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ بوڑھے کے سن میں اور جوان کی صورت میں ہوں گے یہاں تک کہ دیکھنے والا حضرتؑ کو گمان کرے گا کہ آپؑ چالیس سالہ یا چالیس سے کم عمر کے ہیں۔

بیسویں جانوروں کے درمیان جو ایک دوسرے سے اوران کے اور انسانوں کے درمیان جو وحشت ونفرت ہے اس کا نہ رہنا اوران کے درمیان سے عداوت کا اٹھ جانا جس طرح کہ ہابیل کے قتل ہونے سے پہلے یہی کیفیت تھی، حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ اگر ہمارا قائم خروج کرے تو درندوں اور باقی جانوروں کے درمیان صلح ہو جائے، یہاں تک کہ ایک عورت عراق و شام کے درمیان سفر کرے گی تو اس کا پاؤں سبزہ پر ہی پڑے گا اور اس کے اوپر اس کی مکمل زینت کا سامان ہوگا، کوئی درندہ اسے ہیجان میں نہیں لائے گا اور نہ اسے وہ ڈرائے گا۔

اکیسویں وفات پا جانے والوں میں سے ایک جماعت کا آپؑ کے ہم رکاب ہونا۔شیخ مفید نے نقل کیا ہے کہ ستائیس افراد قوم موسیٰؑ میں سے اور سات اصحاب کہف اور یوشع بن نون وسلمان وابوذر وابودجانہ انصاری ومقداد ومالک اشتر آنجنابؑ کے انصار میں سے ہوں گے اور یہ لوگ مختلف شہروں میں حاکم ہوں گے اور روایت ہوئی ہے کہ جو شخص چالیس صبح کو دعائے عہد اللھم رب النور العظیم پڑھے تو وہ آپؑ کے انصار میں سے ہوگا۔اور اگر وہ شخص حضرتؑ کے ظہور سے پہلے مر گیا تو خداوند عالم اسے اس کی قبر سے نکالے گا تا کہ وہ حضرتؑ کی خدمت میں رہ سکے۔

بائیسویں زمین کا ان خزانوں اور ذخیروں کو باہر نکالنا جو اس میں چھپے ہوئے اور اس کے سپرد کئے گئے ہیں۔

تیئیسویں بارش گھاس درختوں میوہ جات اور باقی نعمتوں کی زیادتی اور فراوانی اس حد تک کہ زمین کی حالت اس وقت دوسرے اوقات کی نسبت بدل جائے گی اور اس پر خدا کا یہ قول صادق آئے گا کہ یوم تبدل الارض غیر الارض۔جب کہ یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔

چوبیسویں لوگوں کی عقول کا آپؑ کے وجود مبارک سے مکمل ہو جانا اور آپؑ کا ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنا اور کینہ و حسد کا ان کے دلوں سے چلے جانا جو کہ ہابیل کے قتل کے دن سے لے کر اب تک بنی آدم کی طبیعت ثانوی بن چکا ہے اور ان مین علم وحکمت کی زیادتی اور علم القاء ہوگا مومنین کے دلوں میں، پس کوئی مومن محتاج نہیں ہوگا اس علم کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے اور اس وقت اس آیت کی تاویل ظاہر ہوگی۔لعن اللہ کلا من سعتہ خداوند عالم سب کو اپنی وسعت سے بے پرواہ

کر دے گا۔

پچیسویں حضرتؑ کے اصحاب کی آنکھوں اور کانوں میں فوق العادۃ قوت کا ہونا اس حد تک کہ وہ چار فرسخ کے فاصلہ پر حضرتؑ سے دور ہوں گے اور حضرتؑ ان سے گفتگو کریں گے تو وہ نہیں سنیں گے اور حضرتؑ کو دیکھیں گے۔

چھبیسویں حضرتؑ کے اصحاب و انصار کا طویل العمر ہونا روایت ہوئی ہے کہ آنجنابؑ کی سلطنت میں ایک شخص اتنی زندگی گزارے گا کہ اس کے ہاں ہزار فرزند پیدا ہوں گے۔

ستائیسویں حضرتؑ کے انصار کے بدن سے آفات اور بلاؤں اور کمزوری کا دور ہونا۔

اٹھائیسویں حضرتؑ کے اعوان و انصار میں سے ہر ایک کو چالیس مرد کی قوت دیئے جانا اور ان کے دلوں کا لوہے کے ٹکڑے کی طرح ہو جانا کہ اگر وہ اس قوت سے پہاڑ کو اکھاڑنا چاہیں تو اکھاڑ سکیں گے۔

انتیسویں لوگوں کا آپؑ کے نور جمال کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہو جانا، چنانچہ آیۃ شریفہ **واشرقت الارض بنور ربھا** (زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی) کی تفسیر میں روایت ہوئی ہے کہ مربی زمین امام زمانہ صلی اللہ علیہ وعلی آبائہ ہیں۔

تیسویں رسول خداؐ کے رائت وعلم کا آنجنابؑ کے پاس ہونا۔

اکتیسویں حضرت رسول اکرمؐ کی زرہ کا صرف آپؑ کے بدن پر فٹ ہونا اور آپؑ کے بدن پر اس طرح ہونا کہ جس طرح سرکار رسالتؐ کے بدن مبارک پر تھی۔

بتیسویں حضرتؑ کے لیے مخصوص بادل کا ہونا جو کہ خداوند عالم نے آپؑ ہی کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے کہ جس میں رعد و برق ہوگی اور آپؑ اس پر سوار ہوں گے تو وہ آپؑ کو سات آسمانوں اور سات زمینوں کے راستوں میں لے جائے گا۔

تنتیسویں کفارہ و مشرکین و منافقین کی طرف سے تقیہ اور خوف کا اٹھ جانا اور خدا کی بندگی و عبادت کا میسر ہونا اور امور دین و دنیا میں نو اہس الہیہ اور فرامین سماویہ کے ماتحت چلنا اور مخالفین کے خوف سے ان میں سے بعض احکام سے دستبردار ہونے اور اعمال ناشائستہ ظالمین کی مطابقت میں ارتکاب کرنے کے بغیر جیسا کہ خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام میں وعدہ فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین امنو وعملو الصالحات منکم یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئًا۔

وعدہ دیا ہے خداوند عالم نے ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں کہ البتہ ضرور وہ

انہیں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے، البتہ ضرور ان کے لیے تمکین دے گا، ان کے اس دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور البتہ ان کے لیے خوف کو امن سے بدل دے گا، وہ صرف میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک قرار نہیں دے گا۔

چونتیسویں تمام زمین کو مشرق سے لے کر مغرب تک بر و بحر خشک و تر آباد و غیر آباد اور کوہ دشت کو آپؑ کی سلطنت کا گھیر لینا اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہوگی کہ جس میں آپؑ کا حکم جاری اور فرمان نافذ نہ ہو اور اس سلسلہ میں روایات متواترہ ہیں ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا اور اس کے لیے سر تسلیم خم کر لیا، انہوں نے جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں، چاہ و رغبت سے یا مجبوراً اور کراہت کرتے ہوئے۔

پینتسویں تمام روئے زمین کا عدل و انصاف سے پر ہونا، چنانچہ کم ہی کوئی خبر الٰہی یا نبوی خاصہ یا عامہ سے ہوگی کہ جس میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر ہو، اور اس کے ساتھ یہ بشارت اور یہ منقبت آنجنابؑ کی مذکور نہ ہو۔

چھتیسویں حضرتؑ کا لوگوں کے درمیان علم امامت کے ذریعہ حکم کرنا اور مثل حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے حکم کرنے کے گواہ شاہد کسی سے نہ مانگنا۔

سینتسویں وہ مخصوص احکام لانا جو حضرتؑ کے زمانہ تک ظاہر اور جاری نہیں ہوئے، مثلاً زنا کار بوڑھے اور زکوۃ نہ دینے والے کو قتل کر دیں گے، اور عالم ذر کے ایک بھائی کی دوسرے بھائی کو میراث دیں گے۔ یعنی ہر دو اشخاص کہ جن کے درمیان عالم ذر میں عقد مواخات (بھائی چارہ) پڑھا گیا ہے، وہ یہاں ایک دوسرے کی میراث لیں گے۔

اور شیخ طبری نے روایت کی ہے کہ آپ اس بیس سالہ نوجوان کو قتل کر دیں گے کہ جس نے علم دین اور احکام مسائل نہ سیکھے ہوں گے۔

اڑتیسویں تمام مراتب علم کا خارج ہونا جیسا کہ قطب راوندی نے خرائج میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ علم کے ستائیس حروف ہیں، پس تمام وہ جو انبیاء لے کر آئے وہ دو حرف تھے اور اب تک لوگ ان دو حرف کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، پس جب ہمارے قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو وہ پچیس کو لائیں، یہاں تک کہ ان تمام ستائیس حروف کو منتشر فرمائیں گے۔

انتالیسویں حضرتؑ کے اصحاب و انصار کے لیے آسمان سے تلواریں لانا۔

چالیسویں جانوروں کا حضرتؑ کے انصار کی اطاعت کرنا۔

اکتالیسویں پانی اور دودھ کی دو نہروں کا ہمیشہ کے لیے کوفہ کی پشت سے جو کہ آپؑ کا دارالسلطنت ہوگا سنگ موسیٰ سے نکلنا جو کہ آپؑ کے پاس ہوگا، چنانچہ کتاب خرائج میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے اور مکہ کا ارادہ فرمائیں گے تو کوفہ کا رخ کریں گے، اور آپؑ کا منادی ندا دے گا کہ آگاہ رہو کوئی شخص کھانا پینا ساتھ نہ لے اور حجر موسیٰؑ

ساتھ لیں گے کہ جس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے، پس جس منزل میں اتریں گے تو اس پتھر کو نصب کر دیں گے تو اس سے چشمے جاری ہو جائیں گے پس جو بھوکا ہوگا وہ اس سے سیر ہوگا اور جو پیاسہ ہوگا وہ سیراب ہوگا اور وہ ان کا زادو توشہ ہوگا، یہاں تک کہ نجف میں وارد ہوں گے جو کوفہ کی پشت پر ہے، اور جس وقت پشت کوفہ میں اتریں گے تو ہمیشہ کے لیے اس پتھر سے پانی اور دودھ جاری ہو جائے گا، پس جو بھوکا ہوگا وہ سیر اور جو پیاسا ہوگا وہ سیراب ہوگا۔

بیالیسویں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے حضرت مہدیؑ کی نصرت و مدد کے لیے اترنا اور حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنا جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے، بلکہ خداوند عالم نے اسے آنجنابؑ کے مدائح اور مناقب میں شمار کیا ہے چنانچہ حسن بن سلیمان حلی کی کتاب مختصر میں ایک طویل خبر میں مروی ہے کہ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ سے شب معراج فرمایا کہ میں نے تجھے یہ عطاء کیا ہے کہ اس کی صلب یعنی علی علیہ السلام سے گیارہ مہدی پیدا کروں گا جو سب تیری ذریت میں سے ہوں گے جو باکرہ بتول سے ہوں گے، اور ان میں سے آخری مرد وہ ہوگا کہ جس کی اقتداء میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے، وہ زمین کو عدل سے پر کردے گا، جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہو گی اس کے ذریعہ سے ہلاکت سے نجات دوں گا اور گمراہی سے ہدایت کروں گا اور اندھے پن سے عافیت بخشوں گا اور اس سے مریض کو شفا دوں گا۔

تنتالیسویں دجال کو قتل کرنا جو کہ اہل قبیلہ کے لیے عذاب الٰہی ہوگا، جیسا کہ تفسیر علی بن ابراہیم میں باقرؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے آیہ شریفہ **قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم** (کہہ دو کہ وہ قادر ہے کہ عذاب تمہارے اوپر سے بھیجے) کے لفظ عذاب کی تفسیر دجال اور صیحہ (آسمانی پکار) سے کی ہے اور فرمایا جو نبی بھی آیا اس نے دجال کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔

چوالیسواں سات تکبیروں کا کسی کی نماز جنازہ پر حضرت امیر المومنینؑ کے آپؑ کے علاوہ جائز نہ ہونا، جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی حدیث میں آپؑ کے امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرنے میں ذکر ہو چکا ہے۔

پینتالیسواں آپؑ کی تسبیح مہینہ کی اٹھارہ تاریخ سے لے کر آخر ماہ تک ہونا، واضح ہو کہ حجج طاہرہ کے لیے مہینہ کے دنوں میں تسبیح مقرر ہے، رسول اکرمؐ کی تسبیح مہینہ کی پہلی تاریخ میں، حضرت امیر المومنینؑ کی مہینہ کی دوسری میں اور جناب فاطمہؑ کی مہینہ کی تیسری تاریخ کو، اور اسی ترتیب کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی تسبیح ہے امام رضاؑ تک، کیونکہ آپؑ کی تسبیح مہینہ کی دسویں اور گیارہویں کو ہے، اور حضرت جواد علیہ السلام کی بارہویں اور تیرہویں کو اور حضرت ہادیؑ کی چودہویں اور پندرہویں کو ہے، اور حضرت عسکریؑ کی تسبیح سولہویں اور سترہویں تاریخ کو ہے، اور حضرت حجۃ اللہؑ کی تسبیح اٹھارہویں سے لے کر مہینہ کی آخری تاریخ تک ہے اور وہ یہ ہے۔

سبحان الله عدد حلقه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله مداد كلماته سبحان الله زنه عرشه والحمد لله مثل ذلك۔

چھیالیسویں جبابرہ کی سلطنت اور ظالموں کی حکومت کا دنیا میں آنجنابؑ کے وجود کے سبب سے منقطع ہونا کہ پھر دنیا میں کوئی

بادشاہ نہیں ہوگا،اور آنحضرتؑ کی حکومت وسلطنت قیامت یاباقی آئمہ علیہم السلام کی رجعت یاان کی اولاد کی بادشاہی سے متصل ہوگی، اور منقول ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام بارہااس بیت شعر کے ساتھ مترنم ہوئے۔

لکل اناس دولته یرقبونها
ودولتنا فی آخر الدهر یظهر

تم لوگوں کے لیےایک حکومت ہے کہ جس کا وہ انتظار کرتے رہتے ہیں اور ہماری حکومت زمانہ کے آخر میں ظاہر ہوگی۔

تیسری فصل

بارہویں امام حضرت حجت علیہ السلام کے وجود کے اثبات اور آپؑ کی غیبت کے بیان میں

اور ہم یہاں اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں جوعلامہ مجلسی نے کتاب حق الیقین میں ذکر کیا ہےاور جوتفصیل کا طالب ہے وہ نجم ثاقب اور دوسری کتب کی طرف رجوع کرے،فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مہدیؑ کےخروج کی احادیث خاصہ اور عامہ نے بطریق متواترہ روایت کی ہیں،جیسا کہ جامع الاصول میں صحیح بخاری ومسلم وابوداؤد ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایااس خدا کے حق کی قسم کہ میری جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ وقت قریب ہے کہ جب فرزندمریم نازل ہوجوکہ حاکم عادل ہے،پس وہ نصاریٰ کی صلیبوں کوتوڑ دے گا اور خنزیر کوقتل کرے گا اور جزیہ کی برطرف کردے گا،یعنی ان سے سوائے اسلام کے کوئی چیز قبول نہیں کرے گا،اور اتنا مال فراوان کردے گا کہ مال دینے والے دیں گےاور کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

پھرراوی کہتا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب کہ فرزندمریم تمہارے درمیان نازل ہوگا، اور تمہاراامام مہدیؑ تم میں سے ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں جابر سے روایت کی ہے کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلسل میری امامت کاایک گروہ حق پرمقاتلہ وجہاد کرے گا اور قیامت تک غالب رہے گا،جب عیسیٰؑ بن مریم نازل ہوں گے توان کاامیراس سے کہے گا آؤ(اے عیسیٰ)

تمہاری اقتدا میں نماز پڑھیں وہ کہیں گے کہ نہیں، بلکہ تم ایک دوسرے پر امیر ہو اس لیے کہ خداوند عالم نے اس امت کو محترم گرامی قدر قرار دیا ہے۔

ابومسند ابوداؤد ترمذی میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی ہوا تو بھی خداوند عالم اس دن کو اتنا طویل کردے گا کہ اس دن ایک شخص کو میرے اہل بیتؑ میں سے مبعوث کرے گا کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا جو کہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگئی ہوگی۔اور دوسری روایت میں ہے کہ دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ عرب کا بادشاہ میرے اہل بیتؑ میں سے نہ ہوجائے کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو خداوند عالم اس دن کو طولانی کردے گا، یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص بادشاہ ہوگا کہ جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور سنن ابوداؤد میں علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر زمانہ میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تو پھر بھی میرے اہل بیتؑ میں سے خدا ایک شخص کو خدا مبعوث کرے گا جو کہ زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجوار سے پر ہوگی۔

نیز سنن ابوداؤد میں ام سلمہ سے روایت ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری عترت میں سے اولاد فاطمہؑ میں سے ہوگا۔

ابوداؤد و ترمذی نے ابوسعید خرری سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری اولاد میں سے کشادہ جبیں اور کشیدہ بینی ہوگا اور زمین کو عدالت سے پر کرے گا جس طرح ظلم وجور سے پر ہوگی اور وہ سات سال تک حکومت کرے گا، اور پھر روایت کرتے ہیں کہ ابوسعید نے کہا ہمیں خوف ہوا تھا کہ کہیں پیغمبرؐ کے بعد بدعتیں پیدا ہو جائیں، پس ہم نے حضرتؐ کی خدمت میں سوال کیا،

فرمایا میری امت میں مہدیؑ ہوگا جو خروج کرے گا، اور پانچ سال یا سات سال یا نو سال حکومت کرے گا پس اس کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا کہ اے مہدی

سنن ترمذی میں ابواسحاق سے روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے ایک دن اپنے بیٹے حسینؑ کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید وسردار قوم ہے، جیسا کہ رسول خداؐ نے اس کا نام سید رکھا ہے اور اس کے صلب سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی والا ہوگا اور ان کے ساتھ خلقت وخلق میں مشابہ ہوگا، اور وہ زمین کو عدالت سے پر کردے گا۔

حافظ ابونعیم نے جو کہ عامہ کے مشہور محدثین میں سے ہے، چالیس احادیث ان کے صحاح سے روایت کی ہیں جو کہ حضرتؑ کے صفات، حالات، نام ونسب پر مشتمل ہیں۔ان میں سے ایک روایت علی بن ہلال سے اس کے باپ نے کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؐ رحلت فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہ علیہ السلام ان کے سرہانے بیٹھی گریہ کررہی تھیں جب جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو سرکار رسالتؐ نے ان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اے میری حبیبہ فاطمہؑ تیرے رونے کا سبب کیا ہے، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا مجھے خوف ہے کہ آپؐ کی امت کہیں میری حرمت کی رعایت نہ کرے تو حضرتؐ نے فرمایا اے میری حبیبہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا مطلع ہوا زمین پر (مطلع ہونا، جھانک کر دیکھنا) اور اس میں سے

تیرے باپ کو انتخاب کیا، پس اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا، پھر دوبارہ مطلع ہوا اور تیرے شوہر کو چنا اور مجھ پر وحی کی کہ میں تیری شادی اس سے کردوں، اے فاطمہؑ خداوند عالم نے ہمیں سات ایسی خصلتیں عطاء فرمائی ہیں جو کہ ہم سے پہلے نہ کسی کو دی ہیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو دے گا۔

میں ہوں خاتم انبیاء اور خدا کے نزدیک زیادہ گرامی قدر اور خدا کی مخلوق میں سے اس کے ہاں زیادہ محبوب، اور میں تیرا باپ ہوں اور میرا وصی بہترین اوصیاء ہے اور وہ ان میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید بہترین شہدا ہے اور خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ حمزہ تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے اور ہم میں سے وہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے دو پر عنایت کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرکے جہاں چاہتا ہے جاتا ہے، اور وہ تیرے باپ کا چچا زاد اور تیرے شوہر کا بھائی ہے اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ دونوں تیرے بیٹے حسنین علیہم السلام ہیں اور وہ جوانان جنت کے سردار ہیں اور اس خدائے حق کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔ اے فاطمہؑ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ حسنؑ وحسینؑ سے اس امت کا مہدیؑ ہوگا۔ (یعنی حسنؑ کی شہزادی امام زین العابدینؑ کی زوجہ تھیں کہ جن سے نسل آئمہ چلی، لہذا بعد کے امام دونوں بھائیوں کی اولاد ہیں) اور وہ اس وقت ظاہر ہوگا جب دنیا حرج ومرج سے پر ہوگی۔ اور فتنے ظاہر ہو چکے ہوں گے اور راستے مسدود ہوں گے، اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹ رہے ہوں گے نہ بڑا بوڑھا چھوٹے پر رحم کرے گا، اور نہ چھوٹا بڑے کی تعظیم کرے گا، پس خدا اس وقت ان کی اولاد میں سے ایسے شخص کو بھیجے گا، جو ضلالت وگمراہی کے قلعوں اور ان دلوں کو جو حق سے غافل ہوں گے فتح کرے گا اور جو آخری زمانہ میں دین خدا کے ساتھ قیام کرے گا، جس طرح کہ میں نے قیام کیا ہے، اور زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا، جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی، اے فاطمہ غم نہ کرو اور گریہ نہ کرو، کیونکہ خداوند عالم میری نسبت تجھ پر زیادہ رحیم اور مہربان ہے، بسبب اس قدرومنزلت کے جو تجھے میرے ہاں حاصل ہے اور اس محبت کی بناء پر جو تیری میرے دل میں ہے، اور خدا نے تیری شادی کی ہے اس شخص کے ساتھ جس کا حسب ونسب سب سے بڑا ہے اور جس کا منصب سب سے گرامی تر ہے، اور جو رعیت پر سب لوگوں سے زیادہ رحیم وکریم ہے اور برابر تقسیم کرنے میں سب سے زیادہ عادل ہے اور جو احکام الہیٰ کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہے اور میں نے خدا سے سوال کیا ہے کہ تم میرے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے آکر مجھ سے ملحق ہو، اور علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ اپنے باپ کے بعد صرف پچھتر دن زندہ رہ کر اپنے باپؐ سے جا ملحق ہوئیں۔

مولف کہتا ہے کہ رسول خداؐ نے مہدی کو حسنین علیہما السلام دونوں کی طرف نسبت دی ہے، کیونکہ آپؐ ماں کی طرف سے امام حسن علیہ السلام کی نسل سے ہیں، کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔

چند اور احادیث بھی روایت کی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ہے، اور دار قطنی نے جو کہ مشہور محدثین عامہ میں سے ہے، اس حدیث طولانی کو ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں کہا ہے کہ حجرتؐ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہے اس امت کا مہدیؑ کہ جس کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے، پھر آپؐ نے امام حسینؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس امت کا مہدیؑ اس سے

پیدا ہوگا اور نیز ابونعیم نے حذیفہ اور ابوامامیہ باہلی سے روایت کی ہے کہ مہدیؑ کا چہرہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے اور ان کے چہرے کی دائیں طرف سیاہ فال ہے، اور عبدالرحمن کی روایت کے مطابق ان کے دندان مبارک کشادہ ہیں اور عبداللہ بن عمر کی روایت کے مطابق ان کے سر پر بادل سایہ کرے گا اور ان کے سر کے اوپر ایک فرشتہ ندا کرے گا کہ یہ مہدیؑ اور خدا کا خلیفہ ہے، پس اس کی اتباع کرو، اور جابر بن عبداللہ اور ابوسعید کی روایت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور صاحب کفایۃ الطالب محمد بن یوسف شافعی نے جو کہ علماء عامہ میں سے ہیں، ظہور مہدیؑ اور ان کی صفات وعلامت کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جو کہ پچیس ابواب پر مشتمل ہے، اور اس نے کہا ہے کہ میں نے تمام روایات غیر شیعہ طریق سے روایت کی ہیں، اور کتاب شرح السنہ حسین بن سعید بغوی (جو کہ کتب مشہورہ معتبرہ عامہ میں سے ہے) کا ایک قدیم نسخہ اس حقیر کے پاس موجود ہے کہ جس پر ان علماء کے اجازت لکھے ہیں اور اس میں پانچ احادیث ان کے صحاح میں سے روایت کی ہیں اور حسینؑ بن مسعود فرانے کتاب مصابیح میں (جو کہ اس وقت عامہ میں متداول ہے) پانچ احادیث خروج مہدیؑ کے سلسلہ میں روایت کی ہیں اور بعض علماء شیعہ نے عامہ کے کتب معتبرہ سے ایک سو چھپن احادیث اس سلسلہ میں نقل کی ہیں اور کتب شیعہ میں ایک ہزار سے زیادہ احادیث ہیں، حضرت مہدیؑ کی ولادت اور ان کی غیبت اور یہ کہ وہ بارہویں امام ہیں اور وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں، اور ان میں سے بہت سی احادیث اعجاز کے ساتھ مقرون ہیں کہ جنہوں نے بارہویں امام تک آئمہ علیہم السلام کی ترتیب اور حضرتؑ کی ولادت کے مخفی امور اور یہ کہ آپؑ کے لیے وہ دو غیبتیں ہیں جن میں سے دوسری پہلی کی نسبت زیادہ طویل ہوگی اور یہ کہ حضرت مخفیانہ طور پر پیدا ہوں گے باقی خصوصیات کے ساتھ خبر دی ہے اور یہ تمام مراتب ومراحل واقع ہو چکے ہیں اور جو کتابیں ان اخبار پر مشتمل ہیں، معلوم ہے کہ وہ سالہا سال ان مراتب کے ظہور سے پہلے تصنیف ہوئی ہیں۔ پس یہ روایات تواتر سے قطع نظر کرتے ہوئے چند در چند جہات سے مفید علم ویقین ہیں، نیز حضرت کی ولادت اور بہت سے لوگوں کا اس ولادت باسعادت سے مطلع ہونا اور بہت سے لوگوں کا اصحاب ثقات میں سے حضرتؑ کو ولادت سے لے کر غیبت تک اور اس کے بعد دیکھنا معلوم ہے، اور کتب معتبرہ خاصہ وعامہ میں مذکور ہے، جیسا کہ اس کے بعد انشاء اللہ ذکر کیا جائے گا، اور صاحب فصول المہمہ ومطالب السول وشواہد النبوہ وابن خلکان اور بہت سے مخالفین نے اپنی کتب میں حضرت کی ولادت اور باقی خصوصیات کہ جنہیں شیعوں نے روایت کیا ہے نقل کی ہیں، پس جس طرح حضرتؑ کے اباء اطہارؑ کی ولادت معلوم ہے اس طرح آپؑ کی ولادت بھی معلوم ہے اور وہ استبعادات ومخالفین پیش کرتے ہیں آپؑ کی طویل غیبت خفاء ولادت اور آپؑ کے طول عمر شریف کے متعلق وہ کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ امور جو براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکے ہیں ان کی صرف استبعاد سے نفی نہیں کی جا سکتی جس طرح کہ کفار قریش معاد کا انکار صرف استبعاد کی بناء پر کرتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں جو کہ خاک ہو چکی ہوں یہ کس طرح زندہ ہوں گی، حالانکہ اس کی مثالیں اور نظریں گزشتہ امتوں میں بہت گزر چکی ہیں اور احادیث خاصہ وعامہ میں وارد ہوا ہے کہ جو کچھ امم سابقہ میں ہو چکا ہے وہ اس امت میں ہوگا، یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ کہ جن کے نام مشہور ہیں وہ حضرتؑ کی ولادت باسعادت پر مطلع ہوئے۔

مثلاً حکیمہ خاتون اور وہ دائی جو سامرہ میں آپؑ کے ہمسایہ میں رہتی تھی اور ولادت کے بعد سے لے کر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات تک بہت سے لوگ حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے اور وہ معجزات جو آپؑ کی ولادت کے وقت نرجس خاتون میں ظاہر ہوئے۔وہ حد و عدد احصاء و شمار سے زیادہ ہیں،اور انہیں کتاب بحارالانوار و جلاء العیون اور دوسرے رسائل میں بیان کیا ہے، نیز حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے سند صحیح کے ساتھ احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ حضرت سے سوال کروں کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا،حضرت نے فرمایا اے احمد خداوند عالم نے جس دن سے آدمؑ کو خلق فرمایا ہے اس سے لے کر اب تک زمین کو کبھی حجت سے خالی نہیں رکھا اور قیامت تک ایسے شخص سے خالی نہیں رکھے گا جو خلق خدا پر حجت ہوگا اور اس کی برکت سے اہل زمین سے بلا اور مصیبتوں کو دور کردے گا اور آسمان سے بارش نازل کرے گا اور زمین کی برکتیں اگائے گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ پس آپؑ کے بعد امام و خلیفہ کون ہوگا،حضرتؑ اٹھے اور گھر کے اندر گئے اور باہر آئے تو آپؑ کے دوش مبارک پر چودھویں کے چاند کی مانند تین سالہ بچہ تھا آپؑ نے فرمایا اے احمد یہ ہے امامؑ میرے بعد،اگر یہ نہ ہوتا کہ تو خدااور حجج کے نزدیک گرامی قدر ہے تو میں تجھے وہ نہ دکھاتا،اس بچہ کا نام اور کنیت حضرت رسول اکرمؐ کے نام و کنیت کے مطابق ہے اور یہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی،اے احمد اس کی مثال اس اُمت میں خضر و ذوالقرنین جیسی ہے،خدا کی قسم وہ غائب ہوگا،ایسا غائب ہونا کہ اس کی غیبت کی وجہ سے ہلاکت اور گمراہی سے نجات نہیں کرے گا مگر وہ شخص کہ جسے خداوند عالم اس کی امامت پر ثابت قدم رکھے گا اور خدا اسے توفیق دے گا کہ وہ اس کی تعجیل فرج کی دعا کرے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا کوئی معجزہ اور علامت ظاہر ہوسکتی ہے کہ جس سے میرا دل مطمئن ہوجائے،پس اس بچے نے نطق کیا اور فصیح عربی زبان میں فرمایا کہ میں ہوں زمین میں بقیۃ اللہ اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا۔

احمد کہتا ہے کہ میں شادمان و خوشحال حضرتؑ کی بارگاہ سے باہر آیا،دوسرے دن میں حضرتؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میرا سرور عظیم ہے اس احسان و انعام پر جو آپؑ نے مجھ پر فرمایا ہے،اب یہ بیان فرمائیں کہ جو خضر و ذوالقرنین کی سنت اس حجت خدا میں ہوگی وہ کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا اے احمد وہ سنت طویل غیبت ہے۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اس کی غیبت طویل ہوجائے گی۔

فرمایا ہاں میرے پروردگار کے حق کی قسم وہ اتنی طویل ہوگی کہ بہت سے ان لوگوں کو جو اس کی امامت کے قائل ہوں گے دین سے روگردان کردے گی اور دین حق پر باقی نہیں رہے گا،مگر وہ شخص کہ جس سے خداوند عالم نے میثاق کے دن عہد اور ہماری ولایت کا میثاق لے لیا ہے اور قلم صنعت کے ساتھ اس کے دل پر ایمان لکھ دیا ہے،اور اے روح ایمان کے ساتھ موید قرار دیا ہے اے احمد یہ چیز خدا کے امور عجیبہ میں سے ہے اور اس کے مخفی رازوں میں سے ایک راز ہے اور اس کے غیوب میں سے ایک غیب ہے پس

لازم سمجھواس کو جو میں نے تجھے عطا کیا ہے اور شکر گزار افراد میں سے ہوجا تا کہ قیامت کے دن علیین میں ہماری رفاقت تجھے حاصل ہو، نیز یعقوب بن منفوس (منقوش) سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؑ ایک تخت پوش پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی دائیں طرف ایک کمرہ تھا کہ جس کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید وآقا آپؑ کے بعد صاحب امر امامت کون ہے تو فرمایا کہ پردہ اٹھاؤ اور جب میں نے پردہ ہٹایا تو ایک بچہ باہر نکلا کہ جس کا قد پانچ بالشت تھا اور تقریباً آٹھ یا دس سالہ معلوم ہوتا تھا، جبیں کشادہ چہرہ سفید آنکھیں چمکدار ہاتھ قوی ومغبوط گھٹنے گندھے ہوئے اور اس کے دائیں رخسار پر فال (تل) اور سر پر زلفیں تھیں، وہ آکر باپ کے زانو پر بیٹھ گیا۔

حضرتؑ نے فرمایا یہ ہے تمہارا امام، پھر وہ بچہ کھڑا ہو گیا اور حضرتؑ نے فرمایا اے فرزند گرامی جاؤ وقت معلوم تک جو تمہارے ظہور کے لیے مقرر ہوا ہے۔ پس میں اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ حجرہ میں داخل ہو گیا پس حضرتؑ نے فرمایا اے یعقوب دیکھو اس حجرہ میں کون ہے، میں اس میں گیا اور پھر الیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔

نیز سند صحیح کے ساتھ محمد بن معویہ ومحمد بن ایوب اور محمد بن عثمان عمروی سے روایت ہے وہ سب کہتے ہیں کہ حضرت عسکری علیہ السلام نے اپنا بیٹا حضرت صاحب الامرؑ ہمیں دیکھایا اور ہم آپؑ کے مکان پر حاضر چالیس افراد تھے اور آپؑ نے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا امام اور تم پر میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت کرنا اور میرے بعد منتشر نہ ہوجانا، ورنہ اپنے دین میں ہلاک ہوجاؤ گے اور آج کے بعد اسے نہیں دیکھ سکو گے پس ہم آپؑ کی خدمت سے باہر نکلے اور چند دنوں کے بعد حضرت عسکری علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

نیز حق الیقین میں فرمایا ہے کہ شیخ صدوق وشیخ طوسی وطبرسی اور دوسرے علماء نے اسناد صحیح کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن مہز یار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے بیس حج اس ارادہ سے کئے کہ شائد حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں پہنچوں، لیکن کامیابی نہ ہوئی ایک رات میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا کہ میں نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے مہز یار کے بیٹے اس سال حج پر آؤ تا کہ اپنے امام زمانہؑ کی خدمت میں پہنچو، پس میں خوشحال اور فرحناک بیدار ہوا اور مسلسل عبادت میں مشغول رہا یہاں تک کہ صبح طالع ہوئی ،نماز صبح ادا کی اور ساتھی کی تلاش میں باہر نکلا، مجھے چند ساتھی مل گئے اور راستہ پر ہولیا۔

جب میں کوفہ میں پہنچا تو بہت جستجو کی، لیکن مجھے کوئی خبر نہ مل سکی، پھر مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوا اور بہت کچھ جستجو کی اور ہمیشہ امید وناامیدی میں متردد متفکر تھا یہاں تک کہ ایک رات میں مسجد الحرام میں اس انتظار میں تھا کہ کعبہ کے گرد خلوت ہو تو مشغول طواف ہوں اور تضرع وابتہال سے بخشندہ لازوال سے سوال کروں کہ مجھے میرے کعبہ مقصود تک راہنمائی کرے جب خلوت ہوئی اور میں طواف میں مشغول ہوا تو اچانک ایک جوان ملیح خوش رو وخوشبو کو طواف میں دیکھا کہ جس نے دو یمنی چادریں پہن رکھی تھیں، ایک کمر سے باندھی ہوئی تھی اور دوسری دوش پر ڈالے تھا اور اس رداء کا دامن دوسرے کندھے پر ڈالا ہوا تھا جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا کہ کس شہر کے رہنے والے ہو، میں نے عرض کیا کہ اہواز کا، فرمایا ابن الخضیب کو پہچانتے ہو میں نے کہا

کہ وہ رحمت الٰہی میں پہنچ گیا ہے۔

فرمایا خدا اس پر رحمت کرے وہ دنوں کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو عبادت کرتا تھا اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا، اور قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرتا تھا اور ہمارے شیعوں اور موالیوں میں سے تھا فرمایا علی بن مہز یار کو پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ وہ تو میں ہوں فرمایا خوش آمدی اے ابوالحسن، فرمایا اس علامت کا کیا ہوا جو تمہارے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے درمیان تھی میں نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے، فرمایا وہ میرے لیے باہر نکالو، پس میں نے اس بہترین انگوٹھی کو نکالا کہ جس پر محمد وعلی نقش کیا گیا تھا اور دوسری روایت ہے کہ یا اللہ و یا محمدؐ و یا علیؑ اس پر نقش تھا، جب اس پر اس کی نگاہ پڑی تو اتنا گریہ کیا کہ اس کے کپڑے تر ہو گئے کہنے لگا خدا آپ پر رحم کرے اے ابو محمد آپ امام ما و آئمہ علیہم السلام کے فرزند اور ایک امام کے باپ تھے، حق تعالیٰ نے آپؑ کو آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں ساکن کیا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ حج کے بعد تمہارا کیا مقصد و مطالب ہے میں نے کہا کہ فرزند امام حسن عسکریؑ کو تلاش کرتا پھرتا ہوں، کہنے لگے کہ تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا اور انہوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اپنی رہائش گاہ میں جاؤ اور سفر کی تیاری کرو اور اس کو مخفی رکھو اور جب رات ایک تہائی گزر جائے پس شعب بن عامر کی طرف آنا تو اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

ابن مہز یار کہتا ہے کہ میں اپنے مکان کی طرف واپس گیا اور اسی خیال میں رہا یہاں تک کہ رات ایک تہائی گزر گئی، پس میں سوار ہو کر شعب بنی عامر کی طرف گیا جب میں شعب میں پہنچا تو اس جوان کو وہاں پایا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ خوش آمدی اور خوشا حال تیرے کہ تجھے ملازمت وحضوری کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ پس میں اس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ منیٰ و عرفات سے آگے نکل گیا، رجب عقبہ طائف کے نیچے پہنچے تو کہنے لگا کہ اے ابوالحسن سواری سے اترو اور نماز کی تیاری کرو، پس میں نے اس کے ساتھ ہی نماز تہجد ادا کی اور صبح طالع ہوئی تو میں نے نماز صبح مختصراً پڑھی، پس اس نے سلام پھیرا اور نماز کے بعد سر سجدہ میں رکھا اور اپنا چہرہ خاک پر ملا اور سوار ہو گیا، میں بھی سوار ہوا یہاں تک کہ ہم عقبہ کے اوپر پہنچ گئے تو اس نے کہا ذرا دیکھو کوئی چیز تمہیں نظر آتی ہے میں نے بقعہ سبز و خرم (سبزہ زار عمدہ) دیکھا کہ جس میں بہت زیادہ گھاس تھی، کہنے لگا کہ ریت کے ٹیلے کے اوپر دیکھو کوئی چیز تمہیں نظر آتی ہے جب میں نے نگاہ کی تو بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ میں نے دیکھا کہ جس کے نور نے تمام آسمان اور اس وادی کو روشن کر رکھا تھا، تو کہنے لگا کہ آرزوؤں اور امیدوں کا منتہی وہاں ہے، تیری آنکھیں روشن ہوں جب عقبہ سے نکلے تو کہنے لگا کہ سواری سے اتر آؤ، کیونکہ یہاں ہر سخت ذلیل ہو جاتا ہے جب میں سواری سے نیچے اترا تو اس نے کہا کہ اونٹ کی مہار سے ہاتھ اٹھا لو اور اسے چھوڑ دو، میں نے کہا کہ ناقہ کو کس کے سپرد کروں، کہنے لگا کہ یہ وہ حرم ہے کہ جس میں داخل نہیں ہوتا، مگر خدا کا ولی اور اس سے باہر نہیں جاتا مگر خدا کا ولی۔ پس میں اس کی خدمت میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ خیمہ مطہرہ و منورہ کے قریب پہنچ گئے تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہاں ٹھہر جاؤ جب تک کہ میں تمہارے لیے اجازت نہ لے لوں، تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا اور کہنے لگا خوشا حال تیرا کہ تجھے اجازت دے دی گئی۔

جب میں خیمے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرتؑ ایک نمدے پر بیٹھے ہیں کہ جس کے اوپر چمڑے کا ایک فرش بچھا ہے اور پوست کے تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

میں نے سلام کیا تو میرے سلام سے بہتر جواب عنایت فرمایا، میں نے چہرہ دیکھا جو چودھویں کے چاند کی طرح تھا جو کہ طیش وسفاہت سے مبراء ومنزہ نہ بہت اونچے قد کے تھے اور نہ کوتاہ قد، البتہ قد مبارک تھوڑا سا طول کی طرف مائل تھا، کشادہ پیشانی باریک کشیدہ ابرو جو کہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے، آنکھیں سیاہ اور کشادہ تھیں اور بینی کشیدہ اور رخسار مبارک ہموار تھے ابھرے ہوئے نہیں تھے، انتہائی حسن وجمال میں اور آپؑ کے دائیں رخسار پر خال تھا مثل مشک کے ٹکڑے کے جو چاندی کے اوپر رکھا ہو، اور آپؑ کے موئے عنبر بوئے سر سیاہ اور کان کی کنوتی کے قریب تک تھے اور آپؑ کی پیشانی نورانی سے درخشاں ستارے کی طرح نور انتہائی سکینہ ووقار وحیاء وحسن لقاء میں ساطع تھا، پس آپؑ نے ایک ایک شیعہ کے حالات مجھ سے پوچھے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ حضرات بنی عباس کی حکومت کے ماتحت انتہائی مشقت وذلت وخواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں، فرمایا ایک دن آئے گا جب تم ان کے مالک ہو گے اور یہ لوگ تمہارے ہاتھوں ذلیل ہوں گے، پھر فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے عہد لیا کہ میں زمین کی کسی جگہ میں نہ رہوں مگر وہ جگہ جو زیادہ مخفی اور زیادہ دور ہو تا کہ اہل ضلالی اور متمردین جہاں کے مکائد اور فریب کاریوں سے ایک طرف رہوں جب تک کہ خداوند عالم ظہور کی رفعت واجازت دے، اور مجھ سے فرمایا تھا اے بیٹا خداوند عالم اہل بلاد وطبقات عباد کو کسی حجت وامام سے خالی نہیں رکھتا کہ جس کی لوگ پیروی کریں، اور خدا کی حجت اس کی وجہ سے تمام ہو، اے فرزند گرامی تو وہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے حق کے پھیلانے اور باطل واعداء دین کے گرانے اور گمراہوں کی آگ کے شعلوں کو بجھانے کے لیے پیدا کیا ہے پس زمین کی پوشیدہ جگہوں میں رہائش اختیار کرو اور ظالموں کے شہروں سے دور رہو اور تمہیں تنہائی سے وحشت نہ ہو اور یہ جان لو کہ اہل اطاعت واخلاص کے دل تمہاری طرف مائل ہوں گے جس طرح کہ پرندے اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کرتے ہیں، اور یہ لوگوں کے چند گروہ ہیں کہ جو بظاہر مخالفین کے ہاتھوں ذلیل ہیں لیکن خدا کے نزدیک گرامی اور عزیز ہیں اور وہ اہل قناعت ہیں، اور انہوں نے اہل بیتؑ کے دامن سے تمسک کیا ہوا ہے اور ان کے آثار سے دین کا انتباہ کرتے ہیں اور حجت ودلیل کے ذریعہ اعداء دین کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور خدا نے انہیں مخصوص قرار دیا ہے اس چیز کے ساتھ کہ مخالفین دین سے جو ذلتیں برداشت کرتے ہیں ان پر صبر کریں۔ تا کہ وہ دار قرار میں عزت ابدی کے ساتھ فائز ہوں، اے فرزند اپنے امور کے مصادر وموارد پر صبر کرو، یہاں تک کہ خداوند عالم تمہاری حکومت کے اسباب میسر فرمائے، اور زرد قسم کے علم اور سفید جھنڈے حطیم وزمزم کے درمیان تیرے سر پر لہرائیں اور فوج در فوج صاحب خلوص وصفا حجر اسود کے قریب تمہارے پاس آئیں اور تمہاری بیعت حجر اسود کے گرداگرد کریں، یہ ایسی جماعت ہوگی کہ جن کی طینت نفاق کی آلودگی سے اور جن کے دل نجاست وشقاق واختلاف سے پاک وپاکیزہ ہوں گے، اور ان کی طبائع دین کے قبول کرنے کے لیے نرم ہوں گی اور گمراہ لوگوں کے فتنوں کو دور کرنے کے لیے سخت پتھر ہوں گے، اس وقت ملت ودین کے گلستان آراستہ ہوں گے اور صبح حق درخشاں ہوگی اور خداوند عالم تمہارے ذریعہ سے ظلم وطغیان کو زمین سے دور کرے گا، اور بہجت امن وامان

اطراف جہاں میں ظاہر ہوگی اور شرائع دین مبین کے طیور و مرغ اپنے آشیانوں کی طرف پلٹ آئیں گے اور فتح وظفر کے بادل بساتین ملت کو سرسبز شاداب کریں گے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ اس مجلس ونشست میں گزرا ہے اسے پنہاں رکھنا اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا مگر وہ لوگ جو اہل صدق ووفا وامانت ہوں۔

ابن مہز یار کہتا ہے کہ میں چند دن حضرتؑ کی خدمت میں رہا اور مشکل مسائل حضرتؑ سے پوچھے اس وقت آپؑ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جاؤں، الوداع کے دن پچاس ہزار درہم سے زیادہ جو میرے پاس تھے وہ بطور ہدیہ حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا اور بہت اصرار اور التماس کیا کہ اسے قبول فرمالیں، آپؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اس مال سے اپنے وطن کو واپس جاتے ہوئے اعانت طلب کرنا، کیونکہ سفر دراز تجھے درپیش ہے اور بہت سی دعائیں میرے حق میں فرمائیں اور میں اپنے وطن واپس آ گیا۔

چوتھی فصل

صاحب الزماںؑ سے صادر ہونے والے معجزات باہرات وخوارق عادات

معلوم رہے کہ آپؑ کے وہ معجزات جو زمانہ غیبت صغریٰ میں نقل ہوئے ہیں جب کہ خواص ونواب کا آپؑ کے ہاں جانا تھا تو وہ بہت ہیں، لیکن چونکہ اس کتاب میں بسط کی گنجائش نہیں لہذا ان میں سے قلیل کے ذکر پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

پہلا معجزہ! شیخ کلینی وقطب راوندی اور دوسرے اعلام نے بیان کیا ہے، اہل مدائن کے ایک شخص سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کے لیے گیا اور ہم موقف عرفات میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے قریب ایک جوان بیٹھا تھا کہ جس نے ایک لنگ اور ردا پہن رکھی تھی کہ جن کی ہم نے ایک سو پچاس دینار قیمت لگائی کہ اتنے میں پڑیں گے اور اس کے پاؤں میں زرد رنگ کا جوتا تھا اور اس پر سفر کا اثر ظاہر نہیں تھا پس ایک سائل نے ہم سے سوال کیا کہ جسے ہم نے رد کر دیا وہ اس جوان کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا تو جوان نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر دے دی تو سائل نے اس کو بہت دعا دی، جوان اٹھ کر کھڑا ہوا اور ہماری نظروں سے غائب ہوگیا، ہم سائل کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ اس جوان نے تجھے کیا دیا کہ تو

نے ڈھیر ساری دعائیں دیں تو اس نے ہمیں سونے کے ٹکڑے دکھائے جو ریت کی طرح دانہ دار تھے، جب اس کا وزن کیا تو وہ بیس مثقال تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہمارے امامؑ اور مولا ہمارے پاس تھے اور ہم نہیں جانتے تھے، کیونکہ ان کے اعجاز سے ہی سنگریزے سونا ہوئے ہیں پھر ہم تمام میدان عرفات میں پھرے تو انہیں نہ پایا، اہل مکہ و مدینہ میں سے جو گروہ ان کے گرد تھا ان سے ہم نے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا وہ کہنے لگا یہ علوی جوان ہے جو ہر سال پا پیادہ حج کے لیے آتا ہے۔

دوسرا معجزہ! قطب راوندی نے خرائج میں حسن مسترق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حسن بن عبداللہ حمدان ناصر الدولہ لہ مجلس میں بیٹھا تھا اور وہاں ناحیہ حضرت صاحب الامرؑ اور ان کی غیبت کے متعلق گفتگو ہونے لگی اور ان باتوں کا استہزا اور تمسخر اڑاتا تھا، اسی حالت میں میرا چچا حسین اس مجلس میں آیا اور میں پھر وہی باتیں کرنے لگا تو اس نے کہا اے بیٹا میں بھی اس سلسلہ میں تیرے جیسا اعتقاد رکھتا تھا، یہاں تک کہ حکومت قم مجھے دی گئی، جب کہ اہل قم خلیفہ کے نافرمان ہو چکے تھے اور جو حاکم بھی وہاں جاتا اسے قتل کر دیتے اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے، پس مجھے ایک لشکر دے کر قم کی طرف بھیج دیا گیا جب میں طرز کے علاقہ میں پہنچا تو شکار کے لیے گیا، شکار مجھ سے آگے نکلا میں اس کے پیچھے گیا اور بہت دور چلا گیا یہاں تک کہ میں نہر پر پہنچ گیا اور میں نہر کے درمیان چلنے لگا جتنا بھی جاتا اس کی وسعت بڑھتی جاتی اسی حالت میں ایک سوار نمودار ہوا جو سفید سیاہی مائل گھوڑے پر سوار تھا اس سبز خز کا عمامہ پہنے ہوئے تھا اور سوائے اس کی آنکھوں کے نیچے کا جسم نظر نہیں آتا تھا اس نے پاؤں میں دو موزے پہن رکھے تھے، مجھ سے کہا حسین اور مجھے امیر نہ کہا اور نہ کنیت کے ساتھ یاد کیا، بلکہ حقارت کے ساتھ میرا نام لیا اور فرمایا کہ کیوں ہماری ناحیہ کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے مال کا خمس کیوں ہمارے اصحاب و نواب کو نہیں دیتا میں صاحب وقار اور شجاع و بہادر تھا اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا لیکن ان کی باتوں سے کانپ گیا اور میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے میرے آقا و سید وہ بجا لاؤں گا۔

فرمایا جب وہاں پہنچو تو جس طرح متوجہ ہو آسانی کے ساتھ بغیر مشقت قتال و جدال کے شہر میں داخل ہو جاؤ اور کسب کرو، جو کچھ کسب کرو تو اس کا خمس اس کے مستحق تک پہنچانا۔

میں نے عرض کیا میں نے سنا اور اطاعت کی، پھر فرمایا پس رشد و صلاح کے ساتھ جاؤ پھر اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور چلے گئے اور میری نظروں سے غایب ہو گئے میں نہ جان سکا کہ وہ کہاں گئے، میں نے اپنے دائیں بائیں انہیں تلاش کیا لیکن نہ پایا، مجھ پر خوف طاری ہوا اور اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا اور یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا میں اسے بھول گیا جب میں قم پہنچا تو میرا خیال تھا کہ مجھے ان سے جنگ کرنی پڑے گی، لیکن اہل قم میرے استقبال کے لیے نکل آئے اور کہنے لگے جو شخص مذہب میں ہمارا مخالف ہوتا اور ہماری طرف آتا تو ہم اس سے جنگ کرتے تھے چونکہ تو ہم میں سے ہے اور ہماری طرف آیا ہے تو تیرے اور ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں، شہر میں داخل ہو کر جس طرح چاہو شہر کا انتظام کرو میں ایک مدت تک قم رہا اور بہت سا مال جمع کیا، پس امراء خلیفہ نے مجھ پر اور میرے کثیر مال پر حسد کیا اور خلیفہ کے پاس میری مذمت کی یہاں تک کہ اس نے مجھے معزول کر دیا پھر میں بغداد کی طرف

واپس آ گیا میں سب سے پہلے خلیفہ کے مکان پر گیا اسے سلام کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا اور لوگ میری ملاقات کو آ رہے تھے اس اثناء میں محمد بن عثمان عمروی آئے، وہ تمام لوگوں کے پاس سے گزر کر میری مسند پر آ بیٹھے اور میری پشتی پر تکیہ کیا، میں ان کی اس حرکت سے آگ بگولہ ہو گیا مسلسل لوگ آ جا رہے تھے اور وہ بیٹھے تھے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے تھے لحظہ بہ لحظہ میرا غصہ بڑھتا جاتا تھا جب مجلس ختم ہوئی تو وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرے اور میرے درمیان ایک راز ہے اسے سن لے۔

میں نے کہا کہ بتاؤ، کہنے لگے سفید سیاہی مائل گھوڑے کے سوار اور نہر والے بزرگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔

پس وہ واقعہ مجھے یاد آیا، میں لرزنے لگا میں نے کہا کہ میں نے سنا اور اطاعت کرنے کو تیار ہوں اور اپنے اوپر ان کا احسان سمجھوں گا، پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں اندر لے گیا، اپنے خزینوں کے دروازے کھول دیئے اور سب کا خمس ان کے سپرد کیا اور بعض اموال جو میں بھول گیا تھا وہ انہوں نے مجھے یاد دلائے اور ان کا خمس لیا۔اس کے بعد میں نے حضرت صاحب الامرؑ کے معاملہ میں کبھی شک نہیں کیا پس حسن ناصر الدولہ نے کہا کہ جب میں نے اپنے چچا سے یہ واقعہ سن لیا تو میرے بھی دل سے شک جاتا رہا اور حضرتؑ کے متعلق یقین کر لیا۔

تیسرا معجزہ! شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے علی بن بابویہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور حسین بن روح رضی اللہ عنہ کو دیا۔اس عریضہ میں سوال کیا تھا کہ حضرتؑ ان کے لیے دعا کریں کہ خداوند عالم انہیں فرزند عنایت کرے۔

حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ ہم نے دعا کی ہے خداوند عالم بہت جلد تمہیں دو نیکوکار بیٹے عطا فرمائے گا، پس بہت جلدی ایک کنیز سے دو فرزند عطا کئے ایک محمد اور دوسرے حسین، محمد نے بہت سی کتب تصنیف کیں کہ جن میں سے ایک کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' ہے اور حسین سے بہت سی محدثین کی نسل پیدا ہوئی، اور محمد فخر کیا کرتے تھے کہ میں حضرت قائم علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوا ہوں اس کے اساتذہ اسے شاباش دیتے اور کہتے تھے کہ جو شخص حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہو وہ اس لائق ہے کہ ایسا ہو۔

چوتھا معجزہ! شیخ طوسی نے رشیق سے روایت کی ہے کہ معتمد خلیفہ نے مجھے دو افراد کے ساتھ کسی کو بھیج کر بلوایا اور حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے دو گھوڑے لے لے، ایک پر سوار ہو اور دوسرا اس کے پہلو میں چلائیں یعنی اس کی باگ ہاتھ میں لے لیں، اور سبکباری و آسانی کے ساتھ جلدی سامرہ میں جائیں اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا اتہ پتہ بتایا اور کہنے لگا کہ جب مکان کے دروازے پر پہنچو گے تو وہاں دروازے پر ایک سیاہ رنگ کا غلام بیٹھا ہوگا، پس مکان کے اندر چلے جانا اور مکان کے اندر جو کوئی تمہیں ملے اس کا سر میرے پاس لے آنا۔جب ہم حضرتؑ کے دروازے پر پہنچے تو گھر کی دہلیز پر سیاہ رنگ کا غلام بیٹھا تھا اس کے ہاتھ میں آزار بند تھا کہ جسے وہ بن رہا تھا۔

ہم نے پوچھا اس مکان میں کون ہے کہنے لگا اس کا مالک، اس نے ہماری طرف کسی قسم کی توجہ نہ کی اور ہماری پروانہ کی، جب ہم مکان کے اندر داخل ہوئے تو اسے بڑا عمدہ اور صاف ستھرا پایا، سامنے ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھا کہ جس سے بہتر کبھی نہیں دیکھا تھا گویا ابھی کاریگر کے ہاتھ سے نکلا ہو اور مکان میں کوئی شخص موجود نہیں تھا جب ہم نے پردہ اٹھایا تو ایک بہت بڑا ہال ہمیں نظر آیا گویا کہ پانی کا دریا اس کمرے میں رکا ہوا ہے اور کمرے کے آخر میں ایک چٹائی پانی کے اوپر بچھی ہوئی ہے اور اس چٹائی کے اوپر ایک مرد کھڑا ہے جو ہیبت وشکل کے لحاظ سے بہترین جوان مرد ہے اور نماز میں مشغول ہے اور وہ کسی طرح بھی ہماری طرف ملتفت نہ ہوا، احمد بن عبداللہ نے کمرے میں پاؤں رکھا تا کہ پانی میں داخل ہو تو وہ ڈوب گیا اور وہ تڑپا یہاں تک کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کو باہر نکالا ،وہ بیہوش ہو گیا، کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا تو میرے دوسرے ساتھی نے اندر جانے کا ارادہ کیا، اس کی حالت بھی وہی ہوئی۔ پس میں متحیر ہو گیا اور زبان معذرت کھولی اور میں نے کہا اے مقرب درگاہ خدا سے اور آپ سے عذر چاہتا ہوں خدا کی قسم میں نہیں جانتا تھا کہ کس کے پاس جا رہا ہوں اور حقیقت حال سے مطلع نہیں تھا، اور اب خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں پس وہ بالکل میری گفتگو کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نماز میں مشغول رہے، ہمارے دلوں میں عظیم ہیبت طاری ہوئی اور ہم واپس آ گئے معتمد ہمارا انتظار کر رہا تھا اس نے دربانوں سے کہہ رکھا تھا کہ ہم جس وقت آئیں ہمیں اس کے پاس لے جائیں پس رات کے وقت ہم پہنچے اس کے پاس گئے اور تمام واقعہ اسے کہہ سنایا۔

کہنے لگا مجھ سے پہلے تم نے کسی سے ملاقات کی ہے اور کسی سے کوئی بات کی ہے ہم نے کہا کہ نہیں، پس اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ اگر میں نے اس میں سے ایک لفظ بھی سنا کہ تم نے کسی کے سامنے بیان کیا ہے تو میں تم سب کی گردنیں اڑادوں گا پس ہم یہ حکایت بیان نہ کر سکے مگر اس کے مرنے کے بعد۔

پانچواں معجزہ! جناب محمد بن یعقوب کلینی نے خلیفہ عباسی کے ایک سپاہی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں غلام خلیفہ نسیم کے ساتھ تھا جب وہ سامرہ میں آیا اور اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر کا دروازہ توڑ دیا حضرتؑ کی وفات کے بعد تو حضرت صاحب الامرؑ گھر سے نکلے اور تبرزینی (کلہاڑی) آپؑ کے ہاتھ میں تھی، آپؑ نے نسیم سے کہا کہ تم میرے مکان کے ساتھ کیا کر رہے ہو، نسیم کانپنے لگا اور کہا کہ جعفر کذاب کہتا تھا کہ آپؑ کے والد کا کوئی بیٹا نہیں ہے اب اگر یہ مکان آپؑ کا ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔

علی بن قیس راوی حدیث کہتا ہے کہ حضرتؑ کے مکان کے خادموں میں سے ایک شخص باہر آیا تو میں نے اس سے وہ واقعہ پوچھا جو اس نے نقل کیا تھا، کیا یہ سچ ہے تو وہ کہنے لگا کہ تجھے کس نے بتایا ہے میں نے کہا کہ خلیفہ کے ایک سپاہی نے، وہ کہنے لگا کہ کوئی چیز دنیا میں چھپی نہیں رہتی۔

چھٹا معجزہ! شیخ ابن بابویہ اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ احمد بن اسحاق جو کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکلا میں سے تھا، سعد بن عبداللہ کو جو کہ ثقات اصحاب میں سے ہے اپنے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، کیونکہ وہ حضرت

سے چند مسائل پوچھنا چاہتا تھا، دعد بن عبداللہ کہتا ہے کہ جب ہم حضرتؑ کی خدمت میں دولت سرا کے دروازے پر پہنچے تو احمد نے اپنے اور میرے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کی اور ہم اندر چلے گئے احمد کے ساتھ ایک ہمیانی تھی کہ جسے اس نے عباء کے نیچے چھپا رکھا تھا کہ اس ہمیانی میں سونے اور چاندی کی ایک سو ساٹھ تھیلیاں تھیں ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک شیعہ نے اپنی مہر لگا رکھی تھی اور حضرتؑ کی خدمت میں بھیجی تھی، جب ہم امام کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ کی گود میں ایک بچہ تھا کہ کمال حسن و جمال کی وجہ سے مشتری کی طرح تھا اور اس کے سر پر دو زلفیں تھیں اور حضرتؑ کے قریب سونے کی ایک گیند انار کی شکل کی پڑی تھی جو نگینہ ہائے زیبا اور جواہر گرانبہا سے مرصع تھی اور اکابر بصرہ میں سے کسی نے حضرتؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی تھی اور حضرتؑ کے ہاتھ میں ایک خط تھا کہ جسے آپؑ لکھ رہے تھے جب وہ بچہ مانع ہوتا تو حضرتؑ وہ گیند پھینک دیتے اور بچہ اس کے پیچھے جاتا اور حضرتؑ لکھنے لگتے۔ جب احمد نے ہمیانی کھولی اور آپؑ کے پاس رکھ دی اور حضرتؑ نے اس بچہ سے فرمایا کہ یہ تمہارے شیعوں کے ہدئے اور تحفے ہیں انہیں کھول کر ان میں تصرف کرو، وہ بچہ (صاحب الامرؑ) کہنے لگا اے میرے مولا کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنا طاہر و پاک ہاتھ حرام مال کی طرف دراز کروں، پس حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اے اسحاق کے بیٹے جو کچھ ہمیانی میں ہے باہر نکالو تا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام حلال و حرام کو ایک دوسرے سے الگ کر دیں۔

پس احمد نے ایک تھیلی نکالی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے جو قم کے فلاں محلہ میں رہتا ہے اور اس تھیلی میں باسٹھ اشرفیاں ہیں، پنتالیس اشرفیاں تو اس ملک کی قیمت میں سے ہیں جو اسے باپ کی طرف سے میراث میں ملا ہے اور اس نے اسے بیچا ہے اور چودہ اشرفیاں ان سات کپڑوں کی قیمت ہے جو اس نے بیچے ہیں اور تین دینار مکان کے کرایہ میں سے ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا بیٹا تم نے سچ کہا ہے یہ بتاؤ کہ ان میں حرام کیا چیز ہے تا کہ اس کو باہر نکال دوں۔

فرمایا کہ اس تھیلی میں ایک اشرفی پرری کا سکہ ہے جو فلاں سال کی تاریخ میں لگایا گیا ہے اور وہ تاریخ اس سکہ پر نقش تھی اب اس کا آدھا نقش مٹ چکا ہے اور ایک دینار مقراض شدہ ناقص ہے اور وہ ڈیڑھ وانک ہے اس تھیلی میں یہی دونوں دینار حرام ہیں ان کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مالک کی فلاں سال کے فلاں ماہ میں اس کے ہمسائے جولاہے کے پاس ڈیڑھ من (ایرانی) دھاگوں کی اینٹیاں تھیں کچھ دیر ان کے پاس رہیں تو چور انہیں چوری کر کے لے گئے، جب جولاہے نے کہا کہ انہیں چور لے گئے ہیں تو اس نے اس کی تصدیق نہ کی اور اس سے جرمانہ وصول کیا ایسے دھاگے جو ان سے زیادہ باریک تھے جو چور لے گئے تھے اور اسی وزن پر ان کو بن کر بیچا ہے اور یہ دونوں دینار اس کپڑے کے ہیں اور حرام ہیں۔

جب احمد نے وہ تھیلی کھولی تو دو دینار انہیں علامتوں والے نکلے جو حضرت صاحب الامرؑ نے بیان کی تھیں وہ اس نے اٹھا لیے اور باقی حضرتؑ کے سپرد کر دیئے۔

پس اس نے دوسری تھیلی نکالی تو صاحب الامر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے جو قم کے فلاں محلے میں رہتا

ہے اور اس میں پچاس اشرفیاں ہیں ہم اس مال کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائیں گے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے پوچھا کیوں۔

فرمایا کہ یہ اشرفیاں اس گندم کی قیمت ہے جو اس کے اور زراعت کرنے والوں کے درمیان مشترک تھی اس نے اپنا حصہ زیادہ تول لیا ہے اور اس میں ان کا مال موجود ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا ہے بیٹا، پس آپؑ نے احمد سے فرمایا کہ یہ تھیلیاں اٹھا لو اور وصیت کرو کہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں، اور ہم نہیں چاہتے کیونکہ یہ حرام مال ہے یہاں تک کہ سب کو آپؑ نے اسی طرح جانچا، اور جب سعد بن عبداللہ نے چاہا کہ وہ اپنے مسائل پوچھے تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نور نظر سے جو چاہتے ہو پوچھو اور آپؑ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔

پس اس نے اپنے تمام مشکل مسائل پوچھے اور ان کے شافی و وافی جوابات سنے، بعض سوالات جو اس کے دل سے محو ہو گئے تھے وہ آپؑ نے بطور اعجاز اسے یاد دلائے اور ان کے جوابات دیئے۔ (حدیث طویل ہے کہ جسے میں نے دیگر کتب میں بیان کیا ہے)

ساتواں معجزہ! شیخ کلینی و ابن بابویہ اور دوسرے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے معتبر اسناد کے ساتھ عالم مہندی سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کشمیر میں تھا جو کہ ہندوستان کا ایک شہر ہے (ہوسکتا ہے کہ کشمیر اس زمانہ میں کوئی شہر ہو، مترجم) ہم چالیس افراد تھے جو اس ملک کے بادشاہ کی دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھے تھے ہم سب نے تورات، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم پڑھے ہوئے تھے اور ہم لوگوں کے درمیان حکم کرتے تھے اور انہیں اپنے دین کی تعلیم دیتے تھے ان کے حلال وحرام میں فتویٰ دیا کرتے، تمام لوگ بادشاہ اور اس کے علاوہ ہماری طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہم نے لیا اور ہم نے کہا کہ وہ پیغمبر کہ جس کا نام کتابوں میں مذکور ہے اس کا معاملہ ہم پر مخفی ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے حالات کا تفحص کریں اس کے آثار کے پیچھے جائیں، پس سب کی رائے اس پر برقرار ہوئی کہ میں ملک سے باہر جاؤں اور ان کے لیے آنحضرتؐ کے حالات کی جستجو کروں، پس میں باہر نکلا اور بہت سا مال اپنے ساتھ لیا اور بارہ مہینے گردش کرنے کے بعد کابل پہنچا اور کچھ ترک لوگوں سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے زخمی کر دیا اور میرا مال چھین لیا، کابل کا حاکم جب میرے حالات سے باخبر ہوا تو اس نے مجھے بلخ شہر میں بھیج دیا اور اس وقت داؤد بن عباس بلخ کا والی تھا، جب اس کو یہ خبر ہوئی کہ میں دین حق کی تلاش میں ہندوستان سے نکلا ہوں اور میں نے فارسی زبان سیکھی ہے اور فقہا و متکلمین کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کئے ہیں تو اس نے مجھے اپنے دربار میں بلایا اور فقہا و علماء کو بلایا کہ وہ مجھ سے گفتگو کریں، میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے شہر سے نکل کر آیا ہوں تاکہ تلاش کروں اس پیغمبر کو کہ جس کا نام میں نے اپنی کتب میں پڑھا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ اس کا نام کیا ہے میں نے کہا کہ محمدؐ، وہ کہنے لگے کہ جسے تو تلاش کرتا پھرتا ہے وہ تو ہمارا پیغمبرؐ ہے میں نے

آنحضرتؐ کے شرائع اور دین ان سے پوچھے تو انہوں نے بیان کئے میں نے ان سے کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ محمد پیغمبرؐ ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جس کو تم کہتے ہو یہ وہی ہے کہ جسے میں تلاش کر رہا ہوں، اب بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس سے ان علامات و دلائل کے متعلق سوال کروں، کہ جو میرے پاس ہیں اور جو میں نے کتب میں پڑھے ہیں اگر وہی ہوا کہ جس کو میں تلاش کر رہا ہوں تو میں اس پر ایمان لے آؤں گا وہ کہنے لگے کہ وہ تو دنیا سے چلے گئے ہیں، میں نے کہا تو اس کا وصی اور خلیفہ کون ہے کہنے لگے کہ ابوبکر میں نے کہا اس کا نام بتایئے یہ تو اس کی کنیت ہے کہنے لگے کہ اس کا نام عبداللہ بن عثمان ہے اور اس کا قریش میں جو نسب ہے وہ بیان کیا۔

میں نے کہا کہ اپنے پیغمبرؐ کا نسب بیان کرو تو انہوں نے بتایا میں نے کہا یہ وہ پیغمبر نہیں کہ جسے میں تلاش کرتا ہوں، اس کا خلیفہ تو اس کا دینی بھائی اور نسب میں اس کا چچازاد ہے اور اس کی بیٹی کا شوہر ہے اور اس کی اولاد کا باپ ہے اور روئے زمین پر اس پیغمبرؐ کا کوئی بیٹا نہیں سوائے اس شخص کی اولاد کے جو کہ اس کا خلیفہ ہے جب فقہا نے یہ باتیں مجھ سے سنیں تو وہ اچھلے اور کہنے لگے اے امیر یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا ہے اور اس کا خون حلال ہے۔

میں نے کہا اے قوم میرا ایک دین ہے کہ جس سے میں متمسک ہوں اور میں اس دین سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک اس سے زیادہ قوی اور محکم دین نہ پاؤں کہ جو میں رکھتا ہوں، میں پیغمبرؐ کی صفات ان کتب میں پڑھی ہیں جو خدا نے ان انبیاء پر نازل کی ہیں اور میں ہندوستان کے علاقہ سے باہر نکلا ہوں اور میں اس عزت واحترام سے جو میرے لیے تھا دست بردار ہوا ہوں اس پیغمبرؐ کی تلاش میں جب میں نے تمہارے پیغمبرؐ کے معاملہ کا اس سے تقابل کیا کہ جو تم نے بیان کیا ہے تو وہ اس کے مطابق نہیں جو میں نے کتب میں پڑھا ہے تم مجھ سے دستبردار ہو جاؤ، پس والی بلخ نے کسی کو بھیجا اور حسین بن اسلیکب کو بلایا جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور اس سے کہا کہ اس ہندوستانی شخص سے مباحثہ کرو۔

حسین نے کہا اصلحک اللہ تیرے پاس فقہا اور علماء موجود ہیں اور وہ اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کا زیادہ شعور رکھتے ہیں۔ والی کہنے لگا کہ جس طرح میں کہتا ہوں اس کے ساتھ مناظرہ کرو اور اسے علیحدگی میں لے جاؤ اور اس کے ساتھ مدارت و نرمی سے پیش آؤ اور اچھی طرح اس کی تسلی کراؤ۔

پس حسین مجھے تنہائی میں لے گیا اور بعد اس کے کہ میں نے اسے اپنے حالات بتائے اور وہ میرے مقصد و مطلب پر مطلع ہوا تو کہنے لگا کہ وہ پیغمبر جس کو تم تلاش کر رہے ہو وہی ہے جو انہوں نے بیان کیا ہے، البتہ انہوں نے اس کا خلیفہ غلط بتایا ہے وہ پیغمبر محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور ان کا وصی علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہے اور وہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہ کا شوہر اور حسن وحسین علیہما السلام کا باپ ہے جو کہ پیغمبر محمدؐ کے نواسے ہیں۔

عالم نے کہا کہ یہی ہے وہ کہ جسے میں چاہتا تھا اور تلاش کرتا پھرتا ہوں، پس میں داؤد والی بلخ کے مکان پر گیا اور اس نے کہا کہ میں نے اسے پالیا ہے کہ جسے تلاش کر رہا تھا۔

وانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ

پس والی نے مجھ سے بہت نیکی اور احسان کیا اور حسین سے کہا کہ اس کی دیکھ بھال رکھنا اور اس سے باخبر رہنا، پس میں اس کے مکان پر گیا اور اس سے مانوس ہوگیا اور وہ مسائل کہ جن کا میں محتاج تھا مذہب شیعہ کے موافق نماز وروزہ اور باقی فرائض اس سے اخذ کئے اور میں نے حسین سے کہا کہ ہم نے اپنی کتب میں پڑھا ہے کہ محمدؐ خاتم انبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا امر امامت اس کے بعد اس کے وصی ووارث وخلیفہ سے متعلق ہے اور مسلسل امر خلافت خود ان کی اولاد والقاب میں جاری وساری ہے یہاں تک کہ دنیا ختم ہوگی، پس وصی محمدؐ کا وصی کون ہے اس نے کہا کہ امام حسن اور ان کے بعد امام حسینؑ جو دونوں فرزند ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، پس سب کو حضرت صاحب الامرؑ تک شمار کیا اور بیان کیا جو کچھ کہ حادث وواقع ہوا تھا آپؑ کے غائب ہونے کے متعلق، پس میری ہمت وارادہ اس سے متعلق ہوا کہ میں حضرتؑ کی ناحیہ مقدسہ کو تلاش کروں شاید کہ ان کی خدمت بابرکت میں پہنچ سکوں۔

راوی کہتا ہے کہ پس عالم قم میں آیا اور ہمارے اصحاب کے ساتھ اس کی صحبت وگفتگو ہوئی تھی اور ۲۶۴ھ ہجری میں وہ ہمارے اصحاب کے ساتھ بغداد کی طرف گیا اور اس کا ایک سندھی ساتھی جو مذہب حق کی تحقیق میں اس کا رفیق کار تھا، عالم کہتا ہے کہ مجھے اپنے ساتھی کے کچھ اخلاق پسند نہ آئے، لہذا میں اس سے الگ ہوگیا اور میں بغداد سے نکل کر سامرہ پہنچا اور میں مسجد بنی عباس میں عباسیہ مسجد میں وارد ہوا اور وہاں نماز پڑھی اور میں متفکر اس امر میں تھا کہ جس کی تلاش میں میں نے کوشش کی تھی، اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ تو فلاں شخص ہے اور مجھے اس نام سے پکارا کہ جو ہندوستان میں میرا تھا اور اس کوئی باخبر نہ تھا۔

میں نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا کہ قبول کر اپنے مولا کا پیغام وہ تجھے بلا رہے ہیں، میں اس کے ساتھ روانہ ہوا تو مجھے غیر مانوس راستوں سے لے چلا یہاں تک کہ ہم ایک مکان اور باغ میں داخل ہوئے میں نے دیکھا کہ میرے مولا بیٹھے ہوئے اور آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں فرمایا خوش آمدی اے فلاں تیرا کیا حال ہے، اور فلاں وفلاں کو کن حالات میں چھوڑا ہے یہاں تک کہ آپؑ نے ان چالیس افراد کے نام لیے جو میرے ساتھی تھے اور ہر ایک کے حالات دریافت کئے اور جو کچھ مجھ پر بیتی تھی وہ سب کچھ بیان کیا اور یہ تمام گفتگو آپؑ مجھ سے ہندی زبان میں کرتے رہے اور فرمایا کیا چاہتے ہو کہ اہل قم کے ساتھ حج پر جاؤ۔

میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا۔

فرمایا اس سال ان کے ساتھ نہ جاؤ، اب واپس چلے جاؤ، اگلے سال جانا پس آپؑ نے ایک سونے کی اشرفی میری طرف پھینکی جو آپؑ کے پاس پڑی تھی، فرمایا اس کو اپنے اخراجات میں صرف کرو اور بغداد میں فلاں شخص کے مکان پر جانا اور اسے کسی چیز کی اطلاع نہ دینا۔

راوی کہتا کہ اس کے بعد عالم واپس آ گیا اور حج پر نہ گیا، اس کے بعد قاصد آئے اور خبر لائے کہ اس سال حاجی عقبہ سے واپس آ گئے اور حج پر نہ گئے اور معلوم ہوگیا کہ حضرت نے اسی وجہ سے اس سال حج پر جانے سے منع کیا تھا، پس وہ خراسان کی طرف

گیا دوسرے سال حج پر گیا اور خراسان کی طرف پلٹ گیا اور خراسان سے ہمارے لیے ہدیہ بھیجا اور ایک مدت تک خراسان میں رہا یہاں تک کہ رحمت الٰہی سے جا واصل ہوا۔

آٹھواں معجزہ! قطب راوندی نے جعفر بن قولویہ استاد شیخ مفید سے روایت کی ہے کہ جب قرامطہ یعنی اسماعیلیہ ملاحدہ نے کعبہ کو خراب کیا اور حجر اسود کوفہ میں لے آئے اور اسے مسجد کوفہ میں نصب کر دیا اور ۳۳۷ ہجری میں (جو کہ غیبت کبریٰ کا اوائل تھا) چاہا کہ اسے کعبہ کی طرف پلٹا دیں اور اسے اس کی جگہ پر نصب کریں تو میں نے حضرتؑ سے ملاقات کی امید پر اس سال حج کا ارادہ کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حجر اسود کو سوائے معصوم اور امام زمانہ کے کوئی شخص نسب نہیں کر سکتا، چنانچہ رسول خداؐ کی بعثت سے پہلے جو سیلاب آیا اور اس نے کعبہ کو خراب کیا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نصب کیا تھا اور حجاج کے زمانہ میں جب اس نے عبداللہ بن زبیر پر حملہ کرنے کے سلسلے میں کعبہ کو خراب کیا تو جس وقت اسے بنانے لگے تو جو بھی حجر کو رکھتا تھا تو وہ لرزتا اور قرار نہ پکڑتا یہاں تک کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اسے اس کی جگہ پر رکھا تو وہ برقرار ہو گیا۔

لہٰذا میں اس سال حج کی طرف متوجہ ہوا جب بغداد پہنچا تو سخت قسم کی بیماری نے مجھ پر حملہ کیا کہ جس سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا اور میں حج پر نہ جا سکا تو میں نے ایک شیعہ کو اپنا نائب بنایا کہ جسے ابن ہشام کہتے تھے، اور میں نے آپؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اسے سربمہر کیا اور اس عریضہ میں میں نے سوال کیا تھا کہ میری مدت عمر کتنے سال ہے اور میں اس بیماری سے شفایاب ہوں گا کہ نہیں، اور میں نے ابن ہشام سے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ رقعہ اس شخص کے ہاتھ میں دینا کہ جو حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھے اور اس کا جواب لے آنا اور تجھے میں اسی کام کے لیے بھیج رہا ہوں۔

ابن ہشام کہتا ہے کہ جب میں مکہ معظّمہ پہنچا تو میں نے کچھ رقم کعبہ کے خداموں کو دی تا کہ وہ حجر اسود کے رکھنے کے وقت میری حمایت کریں تا کہ میں صحیح طرح دیکھ سکوں کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر کون رکھتا ہے اور لوگوں کا اژدہام مجھے اس کے دیکھنے سے مانع نہ ہو۔

جب انہوں نے چاہا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھیں تو خدام نے مجھے اپنے درمیان میں لے لیا، اور وہ میری حمایت کرتے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ جو بھی حجر اسود کو رکھتا تو وہ ہلنے لگتا اور لرزتا اور قرار نہ پکڑتا تھا یہاں تک کہ ایک جوان خوشرو خوشبو اور خوش مو گندم گوں نمودار ہوا اور اس نے حجر اسود کو ان کے ہاتھ سے لے کر اسے اس کی جگہ نصب کر دیا، اور وہ درست کھڑا ہو گیا اور اس میں حرکت نہ رہی، پس لوگوں نے آواز بلند کی اور وہ چل پڑے اور مسجد سے باہر جانے لگے، میں اس جوان کے پیچھے بڑی تیزی سے چلا اور لوگوں کی صفوں کو چیرتا اور اپنے دائیں بائیں سے دور ہٹاتا تھا اور دوڑ رہا تھا، لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں اور اپنی آنکھ میں اس جوان سے نہیں ہٹاتا تھا تا کہ کہیں وہ میری نظر سے غائب نہ ہو جائے یہاں تک کہ ہجوم سے باہر نکل آیا، اور وہ شخص انتہائی آہستگی اور اطمینان کے ساتھ جا رہا تھا، میں جتنا بھی دوڑتا ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب وہ ایسی جگہ پہنچا کہ جہاں میرے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا جو تمہارے پاس ہے وہ مجھے دے دو۔

میں نے وہ رقعہ ان کے ہاتھ میں دے دیا، کھولے بغیر فرمایا اس سے کہنا کہ اس بیماری میں تمہارے لیے کوئی خوف وخطر نہیں اور صحت یاب ہو جاؤ گے اور تمہاری اجل تیس سال کے بعد ہے، جب میں نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور آپؑ کا کلام معجزہ نظام سنا تو خوف عظیم اس حد تک مجھ پر چھا گیا کہ میں حرکت نہیں کر سکتا تھا، جب یہ خبر ابن قولویہ کو ملی تو اس کا یقین زیادہ ہو گیا اور وہ ۳۶۳ ہجری تک زندہ رہے، اس سال انہیں تھوڑی سی تکلیف ہوئی تو وصیت کی اور کفن وحنوط مہیا کیا، ضروریات سفر آخرت ساتھ لیں اور ان امور میں بہت اہتمام کرنے لگے لوگ انہیں کہتے کہ آپ کو زیادہ تکلیف نہیں ہے، اس قدر تعجیل واضطراب کیوں کرتے ہیں کہنے لگے کہ میرے مولا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، پس انہوں نے اسی بیماری سے منازل رفیعہ بہشت کی طرف انتقال کیا۔

الحقه الله بموالیه الاطهار فی دار القرار

نواں معجزہ! شیخ ابن بابویہ نے احمد بن فارس ادیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شہر ہمدان میں گیا، تو وہاں سب لوگوں کو سنی المذاہب پایا سوائے ایک محلہ کے جنہیں بن راشد کہتے تھے جو کہ سب شیعہ امامیہ مذہب رکھتے تھے، شیعہ ہونے کا سبب پوچھا تو ایک بوڑھا آدمی کہ جس سے صلاح ودیانت کے آثار ظاہر تھے کہنے لگا کہ ہمارے شیعہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہمارا جداعلیٰ کہ جس کی طرف ہم منسوب ہیں، حج پر گیا اور اس نے بتایا کہ میں واپسی پر با پیادہ آرہا تھا، چند منزل ہم آچکے تو بادیہ روزی میں جب قافلے کا پہلا حصہ پہنچا تو میں سو گیا (اس خیال سے) کہ جب قافلہ کا آخری حصہ پہنچے گا تو بیدار ہو جاؤں گا، جب میں سو گیا تو پھر بیدار نہ ہوا یہاں تک کہ سورج کی گرمی نے مجھے بیدار کیا تو قافلہ گزر چکا تھا اور شاہراہ ظاہر و معلوم نہیں ہوتی تھی، میں توکل کر کے روانہ ہوا تھوڑا سا راستہ میں نے طے کیا تو میں سرسبز وشاداب وادی میں پہنچ گیا جو کہ گل ولالہ سے پر تھی کہ کبھی میں نے ایسی جگہ نہیں دیکھی تھی، جب میں اس باغ میں داخل ہوا تو ایک عالی شان قصر مجھے نظر آیا اور میں اس قصر کی طرف روانہ ہوا، جب میں قصر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دو سفید رنگ کے خادم دیکھے جو بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سلام کیا تو بڑے اچھے طریقہ سے انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ۔ خدا نے تمہارے لیے خیر عظیم چاہی ہے جو وہ تمہیں یہاں لے آیا ہے، پس ان خادموں میں سے ایک اس قصر کے اندر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا اور کہا کہ اٹھو اور اندر چلو۔

جب میں اندر گیا تو میں نے ایسا قصر ومحل دیکھا کہ اس جیسا قصر کبھی نہیں دیکھا تھا، خادم آگے بڑھا اور جو پردہ دروازے پر پڑا ہوا تھا اسے اٹھایا اور کہنے لگا کہ آ جاؤ، جب میں اندر گیا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا جو گھر کے اندر بیٹھا تھا اور ایک لمبی تلوار اس کے سامنے چھت میں لٹکی ہوئی ہے قریب ہے کہ تلوار کا سرا اس کے سر کو چھو لے اور وہ جوان اس چاند کی طرح تھا جو تاریک رات میں چمک رہا ہو، پس میں نے سلام کیا تو بڑی ملاطفت اور خوش زبانی سے جواب دیا اور کہنے لگے تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں، فرمایا میں ہوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں ہوں وہ جو اس تلوار کے ساتھ آخری زمانہ میں خروج کروں گا، اور اس تلوار کی طرف اشارہ کیا کہ میں زمین کو عدل وسچائی سے پر کروں گا بعد اس کے وہ ظلم وجور سے پر ہوگی، پس میں دروازے پر گر پڑا اور اپنا چہرہ زمین پر ملنے لگا۔

فرمایا ایسا نہ کرو اور سر بلند کرو تم جبل کے شہروں میں سے اس شہر میں رہتے ہو کہ جسے ہمدان کہتے ہیں، میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا و مولا، پس فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جائے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں میرے سید وسردار میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل خانہ کی طرف واپس جاؤں اور انہیں اس سعادت کی خبر دوں جو مجھے عنائت ہوئی ہے، پھر آپؑ نے خادم کی طرف اشارہ کیا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک زر نقد کی تھیلی مجھے دی اور مجھے باغ سے باہر لایا اور میرے ساتھ روانہ ہوا، تھوڑا سارا ستہ ہم نے طے کیا تھا کہ عمارتیں درخت اور مسجد کا منارہ ظاہر ہوا۔

وہ کہنے لگا کیا تم اس شہر کو جانتے پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ ہمارے شہر کے قریب ایک شہر ہے کہ جسے اسد آباد کہتے ہیں۔

کہنے لگا کہ ہاں وہی ہے رشد و نیکی کے ساتھ جاؤ، یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور میں اسد آباد میں داخل ہوا اور تھیلی میں چالیس یا پچاس اشرفیاں تھیں، پھر میں ہمدان میں وارد ہوا اور میں نے اپنے اہل خانہ اور رشتہ داروں کو اکٹھا کیا اور انہیں ان سعادتوں کی بشارت دی جو خداوند عالم نے میرے لیے مہیا کی تھیں اور ہم ہمیشہ خیر و نعمت میں رہے، جب تک ان اشرفیوں میں سے کوئی چیز ہمارے پاس باقی رہی۔

دسواں معجزہ! مسعودی و شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے ابو نعیم محمد بن احمد انصاری سے روایت کی ہے کہ مفوضہ و مقصرہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم مدنی کو ابو محمد علیہ السلام کے پاس سامرہ بھیجا تا کہ وہ آنجنابؑ کے ساتھ ان کے امور و مسائل میں مناظرہ کرے۔

کامل کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنجنابؑ سے سوال کروں گا کہ بہشت میں داخل نہیں ہو گا سوائے اس شخص کے کہ جس کی معرفت میری معرفت کی طرح ہو اور جو اس چیز کا قائل ہے کہ جو میں کہتا ہوں، جب میں اپنے سید وسردار ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سفید و نرم و نازک لباس پہن رکھا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ولی خدا اور اس کی حجت نرم و نازک لباس پہنتا ہے اور ہمیں اپنے بھائیوں کے ساتھ مواسات کا حکم دیتا ہے اور اس قسم کے لباس پہننے سے منع کرتا ہے۔

پس آپؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا اے کامل اور اپنا بازو اوپر کیا تو میں نے پلاس سیاہ زبری (موٹا چولہ) آپؑ کے بدن کی کھال سے ملا ہوا دیکھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ خدا کے لیے ہے اور وہ تمہارے لیے ہے، پس میں شرمندہ ہو کر اس دروازے کے قریب بیٹھ گیا کہ جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا، پس ہوا چلی اور اس پردے کو ایک طرف کو اوپر کر دیا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے، چار سال سے زیادہ کا نہ ہو گا، تو اس نے مجھ سے فرمایا اے کامل بن ابراہیم تو میرا بدن کانپنے لگا اور مجھے القاء ہوا کہ کہوں لبیک اے میرے مولا وسردار، پس فرمایا تو ولی خدا اور اس کی حجت کے پاس آیا ہے اور یہ ارادہ کیا ہے کہ اس سے سوال کرے کہ جنت میں داخل نہیں ہو گا، مگر وہ جس کی معرفت تیری معرفت کی طرح ہو اور تیرے قول کا قائل ہو۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، خدا کی قسم فرمایا پس اس حالت میں تو جنت میں بہت کم لوگ جائیں گے، حالانکہ خدا کی قسم جنت میں بہت سے لوگوں کے گروہ داخل ہوں گے کہ جنہیں حقیہ کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار وہ لوگ کون ہیں۔

فرمایا وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کی دوستی امیر المومنینؑ سے بس اتنی ہے کہ وہ ان کے حق کی قسم کھاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کی فضیلت کیا ہے، پھر آپؑ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا تو مفوضہ کے قول کے متعلق آنجنابؑ سے سوال کرنے آیا وہ جھوٹ بکتے ہیں، بلکہ ہمارے دل مثبت خدا کا محل وظرف ہیں، پس خدا جب چاہتا ہے تو ہم چاہتے ہیں اور خداوند عالم فرماتا ہے، وما تشآءون الا آن یشآء اللہ۔

اس وقت وہ پردہ اپنی حالت کی طرف پلٹ گیا، پس مجھ میں یہ قدرت نہ تھی کہ اسے اوپر کروں تو حضرت ابو محمدؑ نے میری طرف دیکھا اور تبسم کیا اور فرمایا اے کامل بن ابراہیم تیرے بیٹھے رہنے کا سبب کیا ہے جب کہ حضرت مہدیؑ اور میرے بعد کی حجت نے تجھے خبر دی ہے اس چیز کے متعلق جو تیرے دل میں تھی اور تو جس کے متعلق سوال کرنے آیا تھا۔

کامل کہتا ہے پس میں کھڑا ہو گیا اور اپنا جواب جو میں نے دل میں چھپا رکھا تھا، امام مہدی علیہ السلام حاصل کر لیا اور اس کے بعد میں آپؑ سے ملاقات نہ کر سکا، ابو نعیم کہتا ہے کہ پس میں نے کامل سے ملاقات کی اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے مجھے آخر تک بغیر کمی وزیادتی کے اس کی خبر دی۔

گیارھواں معجزہ! شیخ محدث فقیہ عماد الدین ابو جعفر بن محمد بن علی بن محمد طوسی مشہدی معاصر ابن شہر آشوب نے کتاب ثاقب المناقب میں جعفر بن احمد سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو جعفر محمد بن عثمان نے بلایا اور مجھے دو کپڑے جن پر نشان بنا ہوا تھا ایک تھیلی سمیت کہ جس میں کچھ درہم تھے دیئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ ہمیں ضرورت ہے کہ تم اس وقت شہر واسط میں جاؤ اور جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے وہ اس شخص کو دے دو کہ جس سے واسط شہر میں کشتی سے اترتے ہوئے سب سے پہلے ملاقات کرو۔

وہ کہتا ہے کہ مجھے اس سے بہت سخت غم وحزن ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ وہ مجھے اس جیسے کام کے لیے بھیج رہے ہیں، اور یہ تھوڑی سی چیز مجھے دی ہے، پس میں واسط کی طرف گیا اور کشتی سے اترا، پس سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات کی تو اس سے حسن بن قطاۃ صیدلانی کے متعلق سوال کیا جو کہ وسط میں وقف کا وکیل تھا، پس وہ کہنے لگا میں وہی ہوں تم کون ہو، پس میں نے اس سے کہا کہ ابو جعفر عمری نے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کپڑے اور یہ تھیلی دی ہے کہ انہیں تیرے سپرد کروں تو وہ کہنے لگا الحمد للہ بتحقیق محمد بن عبداللہ حائری کی وفات ہو گئی ہے اور میں اس کے کفن درست کرنے کے لیے باہر نکلا ہوں۔

پس اس نے کپڑے کو کھول کر دیکھا تو اس میں وہ کچھ تھا کہ جس کی ضرورت تھی حبرہ کافور میں سے اور اس تھیلی میں حمالوں اور قبر کھودنے والوں کا کرایہ اور اجرت تھی وہ کہتا ہے پس ہم نے اس کی تشیع جنازہ کی اور واپس آ گئے۔

بارھواں معجزہ! نیز حسین بن علی بن محمد قمی سے جو ابو علی بغدادی کے نام سے مشہور تھا روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں بخارا میں

تھا، پس ایک شخص نے (جو ابن جاؤ شیر کے نام سے مشہور تھا) سونے کے دس ٹکڑے مجھے دیئے کہ میں انہیں بغداد میں شیخ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کے سپرد کروں، پس میں نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا تو جب میں مغازہ امویہ میں پہنچا تو ان سے ایک ٹکڑا گم ہو گیا اور مجھے اس کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ میں بغداد میں داخل ہوا اور وہ سونے کے ٹکڑے باہر نکالے تا کہ آنجناب کے سپرد کر دوں، پس میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک گم ہو گیا ہے تو میں نے اس کے ہم وزن ایک ٹکڑا خرید کیا اور اسے ان نو ٹکڑوں کے ساتھ ملا دیا، اس وقت میں شیخ ابوالقاسم کے پاس بغداد گیا اور وہ سونے کے ٹکڑے ان کے سامنے رکھ دیئے تو فرمایا کہ یہ ٹکڑا تم لے لو اور جو ٹکڑا گم ہوا تھا وہ ہم تک پہنچ گیا ہے اور وہ یہ ہے اور وہ ٹکڑا باہر نکالا جو مجھ سے امویہ میں گم ہوا تھا، جب میں نے اسے دیکھا تو اسے پہچان لیا۔

تیرہواں معجزہ! حسین بن علی مذکور سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک عورت نے مجھ سے سوال کیا کہ مولاؑ کا وکیل کون ہے تو بعض اہل قم نے اسے بتایا کہ وہ ابوالقاسم بن روح ہے، اور ان کی اس عورت کو رہبری کی، پس وہ عورت جناب شیخ کے پاس آئی اور میں بھی آنجناب کے پاس موجود تھا تو کہنے لگی اے شیخ میرے پاس کیا ہے۔

فرمایا جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اسے دجلہ میں پھینک دے، پس اس نے جا کر پھینک دیا اور واپس ابوالقاسم روحی کے پاس آ گئی اور میں بھی ان کے پاس ہی تھا، پس ابوالقاسم نے اپنے غلام سے کہا کہ ڈبیہ ہمارے پاس لے آؤ، پس وہ غلام ایک ڈبیہ ان کے پاس لے آیا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ یہ وہ ڈبیہ ہے جو تو نے دجلہ میں پھینکی ہے۔

کہنے لگی جی ہاں، فرمایا اب میں تجھے اس چیز کے متعلق خبر دوں جو اس میں ہے، یا تو بتائے گی وہ کہنے لگی آپ ہی بتائیں، فرمایا اس ڈبیہ میں ایک دستنبلہ طلائی اور ایک بڑا کڑا ہے کہ جس میں جوہر ہے اور دو چھوٹے کڑے ہیں کہ جن میں جوہر ہے اور دو انگوٹھیاں ہیں ایک فیروزہ اور دوسری عقیق کی اور معاملہ اسی طرح تھا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا، کوئی چیز اس میں سے نہیں چھوڑی تھی، پس وہ ڈبیہ کھولی اور جو کچھ اس میں تھا مجھے دکھایا اور عورت نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگی بعینہ وہی ہے جو میں لائی تھی اور اسے دجلہ میں پھینکا تھا پس میں اور وہ عورت اس معجزہ کے دیکھنے سے شوق کی وجہ سے بیخود ہو گئی۔

ابو علی بغدادی مذکور نے اس حدیث اور سابقہ حدیث کے بیان کرنے کے بعد کہا کہ میں قیامت کے دن ان چیزوں کے متعلق خداوند عالم کے ہاں گواہی دوں گا کہ جو میں نے بتائی ہیں کہ یہ اسی طرح ہیں، ان میں میں نے نہ زیادتی کی ہے اور نہ کمی اور آئمہ اثناعشریہ کی قسم کھائی کہ میں نے سچ کہا ہے اور اس میں کمی و زیادتی نہیں کی۔

چودھواں معجزہ! علی بن سنان موصلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب حضرت ابو محمد علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اہل قم اور بلاد جبل مین سے کچھ لوگ آئے کہ جن کے پاس کچھ اموال تھے جو وہ لے کر آئے تھے جس طرح کہ ان کا دستور تھا اور انہیں آنحضرتؑ کی خبر نہیں تھی، پس جب وہ سامرہ پہنچے اور آنجنابؑ کے متعلق سوال کیا تو انہیں بتایا کہ آپؑ کی وفات ہو گئی ہے تو وہ کہنے لگے کہ ان کے بعد کون ہے، تو لوگوں نے بتایا کہ ان کا بھائی جعفر تو انہوں نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ سیر و تفریح کے

لیے باہر گیا ہے اور کشتی میں بیٹھ کر دجلہ میں شراب پی رہا ہے اور اس کے ساتھ گانے بجانے کے اسباب ہیں تو اس قوم نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو امام کے صفات نہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ چلو اور یہ اموال ان کے مالکوں کو واپس کر دیں تو ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی کہنے لگا ذرا صبر کرو، یہ شخص واپس آ جائے اور اس کے معاملہ کی چھان بین کر لو۔

راوی کہتا ہے جب وہ واپس آیا تو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور سلام کیا اور کہنے لگے اے ہمارے سردار ہم اہل قم میں سے ہیں اور ہم کچھ لوگ شیعہ اور کچھ غیر شیعہ ہیں پس ہم اپنے آقا ابومحمد علیہ السلام کے لیے کچھ مال لے کر آئے ہیں تو وہ کہنے لگا وہ مال کہاں ہے، ہم نے کہا کہ وہ ہمارے پاس ہے، کہنے لگا کہ وہ میرے پاس لے آؤ، وہ کہنے لگے کہ اس مال کے متعلق ایک دوسری بات ہے کہ جو ہم نے بیان نہیں کی۔

کہنے لگا وہ کیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ اموال عام شیعوں کی طرف سے جمع ہوتا ہے کہ جس میں ایک دینار اور دو دینار ہوتے ہیں اس وقت ان کو اکٹھا کر کے ایک تھیلی میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو سربمہر کر دیتے ہیں، اور ہم جب لے کر آتے تھے تو ہمارے آقا فرماتے کہ تمام مال کی مقدار یہ ہے اور فلاں شخص کا اس میں اتنا ہے اور فلاں کا اتنا ہے اور فلاں کی اتنی مقدار ہے، یہاں تک کہ آپؑ تمام لوگوں کے نام بتاتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مہر پر کیا لکھا ہے۔

جعفر کہنے لگا تم جھوٹ بولتے ہو اور میرے بھائی پر ایسی چیز کا افتراء باندھتے ہو کہ جسے وہ نہیں کرتا تھا، یہ تو علم غیب ہے جب ان لوگوں نے جعفر کی باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پس جعفر کہنے لگا کہ وہ مال میرے پاس لے آؤ۔

وہ کہنے لگے ہم تو اجیر و مزدور ہیں کہ جنہیں مالکوں نے اجارہ پر بھیجا ہے، چونکہ ہم نے یہ چیزیں اپنے سید و سردار ابومحمد علیہ السلام سے دیکھی تھیں، اب تم امام کی تفصیلات بتاؤ ورنہ ہم اسے مالکوں کے پاس واپس لے جائیں تاکہ وہ جس طرح چاہیں وہ اس مال کے متعلق کریں۔

راوی کہتا ہے کہ پس جعفر خلیفہ کے پاس گیا اور اس سے ان کی شکایت کی، جب وہ لوگ خلیفہ کے پاس گئے تو خلیفہ نے کہا کہ یہ مال جعفر کو دے دو، وہ کہنے لگے اصلح اللہ الخلیفة ہم مزدور ہیں اور مال کے مالکوں کے وکیل ہیں اور یہ مال ان لوگوں کا ہے کہ جنہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی کے سپرد نہ کریں مگر اس علامت و دلالت کے ساتھ جو ابومحمد علیہ السلام کے ساتھ جاری تھی۔

خلیفہ کہنے لگا وہ دلالت و علامت کیا تھی جو ابومحمد علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

وہ کہنے لگے کہ وہ ہم سے اشرفیوں کی مقدار اور ان کے مالکوں کے نام اور ان اموال اور ان کی مقدار بیان کرتے تھے جب وہ ایسا کرتے تو ہم وہ مال ان کے سپرد کرتے تھے اور ہم کئی دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ علامت تھی ہماری ان کے ساتھ، اب ان کی وفات ہو چکی ہے، پس اگر یہ شخص اس امر کا مالک ہے تو یہ بھی ہمارے لیے وہ کچھ بیان کرے جو اس کے بھائی بیان کیا کرتے تھے، ورنہ ہم اموال ان کے مالکوں کی طرف واپس لے جائیں گے جنہوں نے ہمارے توسط سے بھیجا ہے۔

جعفر کہنے لگا اے امیر المومنین یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور میرے بھائی پر افتراء باندھتے ہیں اور یہ تو علم غیب ہے، پس

خلیفہ نے کہا کہ یہ لوگ قاصد ہیں اور پیغام رساں ہیں **وما علی الرسول الا البلاغ** رسول کا کام صرف پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔

پس جعفر مبہوت ہوگیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن آیا تو وہ لوگ کہنے لگے اے امیر المومنین ہم پر احسان کیجئے اور کسی شخص کو حکم دیجئے کہ وہ ہماری نگہبانی کرے یہاں تک کہ ہم اس شہر سے باہر چلے جائیں۔

پس خلیفہ نے نقیب کو حکم دیا اور اس نے انہیں شہر سے باہر بحفاظت نکال دیا، جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ایک لڑکا جو بہت خوبصورت تھا ان کے پاس آیا جو گویا غلام کی شکل وصورت میں تھا اور اس نے انہیں آواز دی کہ اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں اپنے مولا کے بلاوے پر آؤ تو وہ اس سے کہنے لگے کہ تو ہمارا مولا ہے، اس نے کہا معاذ اللہ میں تو تمہارے مولا کا غلام ہوں تم آنجنابؑ کی خدمت میں چلو۔

پس وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ہم اپنے مولا امام حسن علیہ السلام کے مکان میں داخل ہوئے پس ہم نے دیکھا کہ ان کے فرزند ارجمند قئم علیہ السلام ایک تخت پر تشریف فرما ہیں کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپؑ کے جسم مبارک پر سبز رنگ کا لباس ہے، پس ہم نے آپؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور اس وقت فرمایا کہ تمام مال کی مقدار اتنی ہے اور فلاں کا مال اتنا ہے، اور مسلسل آپؑ مال کے اوصاف بیان کرتے رہے، یہاں تک کہ تمام مال کا وصف بیان کیا، پھر آپؑ نے ہمارے لباس اور سواریوں کی اور جو چوپائے ہمارے پاس تھے سب کی تفصیلات بتائیں پس ہم خدا کے سجدہ میں گر پڑے اور ہم نے آپؑ کے سامنے زمین کے بوسے لیے پھر ہم جو چاہتے تھے وہ سوالات کئے اور آپؑ نے جواب دیئے۔

ہم نے وہ مال آپؑ کی خدمت میں پیش کیا، آپؑ نے ہمیں حکم دیا کہ اب کوئی چیز سامرہ کی طرف لے کر نہ آئیں اور یہ کہ ہمارے لیے ایک شخص کو بغداد میں مقرر فرمائیں گے تو مال اس کے پاس لے آئیں اور اس سے آپؑ کی توقیعات جاری ہوں گی، وہ کہتے ہیں کہ پس ہم نے حضرتؑ کے پاس سے مراجعت کی اور آپؑ نے ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی کو کچھ مقدار حنوط اور کفن دیا اور اس سے فرمایا کہ خداوند عالم تیرے اجر کو تیرے نفس میں عظیم وبزرگ قرار دے۔

راوی کہتا ہے کہ جب ابوالعباس عقبہ بغداد میں پہنچا تو اسے بخار آیا اور اس کی وفات ہوگئی، اس کے بعد یہ اموال بغداد میں لائے جاتے آپؑ کے مقرر کردہ افراد کی طرف اور ان کے توسط سے آپؑ کی توقیعات ظاہر ہوتی تھیں۔

پندرہواں معجزہ! ابومحمد حسن بن وجنا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں چون ویں حج میں نماز عشاء کے بعد پرنالے کے نیچے سجدے میں پڑا تھا یعنی کعبہ معظّمہ کے پرنالے کے نیچے، اور دعا میں تضرع وزاری کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کسی نے مجھے بلایا اور پھر فرمایا کہ اے حسن بن وجنا۔

وہ کہتا ہے کہ میں کھڑا ہوگیا تو دیکھا کہ ایک زرد چہرے والی لاغر اندام کنیز ہے جو چالیس سال کی یا اس سے اوپر کی ہے، پس وہ میرے آگے چلنے لگی اور میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا، یہاں تک کہ وہ خدیجہ کے مکان کے دروازے پر پہنچی اور وہاں ایک کمرہ تھا کہ جس کے درمیان ایک دیوار تھی، اس میں سیڑھیاں تھیں کہ جن سے اوپر جاتے تھے۔

پس وہ کنیز اوپر گئی اور آواز آئی کہ اے حسن اوپر آجا، میں اوپر جا کر دروازے پر رک گیا، پس صاحب الزمان علیہ السلام نے فرمایا اے حسن کیا تو نے خیال کیا ہے کہ تو ہم سے مخفی و پوشیدہ ہے، خدا کی قسم تو کسی وقت حج نہیں کر رہا تھا مگر یہ کہ میں تیرے ساتھ تھا۔

پس میں سخت بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا، پھر میں کھڑا ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے حسن ہمیشہ مدینہ میں جعفر بن محمد کے مکان سے ملحق رہو اور تمہیں تمہارا کھانا پینا اور وہ چیز کہ جس سے اپنا ننگ ڈھانپ سکو مغموم و مہموم نہ کرے۔ پھر آپؑ نے ایک کاپی عطا فرمائی کہ جس میں دعائے فرج اور آپؑ پر بھیجی جانے والی صلوات تھی، پس آپؑ نے فرمایا کہ اس دعا کے ساتھ دعا مانگا کرو اور اس طرح مجھ پر صلوات بھیجا کرو، اور یہ سوائے میرے اولیاء کے کسی کو نہ دینا پس بیشک خداوند عالم تمہیں توفیق عطاء فرمائے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے مولا کیا آپؑ کو اس کے بعد میں نہیں دیکھ سکوں گا۔

فرمایا اے حسن جب خدا تعالیٰ چاہے گا، حسن کہتا ہے کہ پس میں حج سے واپس آیا اور حضرت جعفرؑ بن محمدؑ کے مکان میں رہنے لگا اور میں اس مکان سے باہر نکل کر واپس نہیں آتا تھا مگر تین حاجتوں کے لیے، تجدید وضو کے لیے سونے کے لیے یا افطار کرنے کے لیے۔

پس جس وقت میں اپنے افطار کے لیے جاتا تو اپنے کوزے کو پانی سے پر دیکھتا اور اس کے اوپر دو روٹیاں اور روٹیوں کے اوپر وہ کچھ ہوتا جو میرا دل چاہتا پس میں وہ کھا لیتا اور وہ میری کفایت کرتا اور سردی کا لباس سردی کے زمانہ اور گرمی کے زمانہ میں اور میں اپنے مکان میں دن کو پانی لے جاتا اور اس سے مکان میں چھڑکاؤ کرتا اور کوزہ خالی رکھ دیتا، لوگ میرے کھانا لے آتے اور مجھے اس کی ضرورت نہ ہوتی، پس میں لے کر صدقہ دیتا، یہ اس لیے کرتا کہ کہیں وہ اس راز کو نہ سمجھ لیں جو میرے ساتھ رہتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ہمارے شیخ نے نجم ثاقب میں فرمایا ہے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے القاب شریف میں سے ایک لقب مہدی الآیات ہے، یعنی آیات خداوندی کو ظاہر کرنے والا یا محل بروز وظہور آیات الٰہیہ، کیونکہ جس دن سے مسند خلافت زمین پر بچھائی گئی ہے اور انبیاء ورسل علیہم السلام نے آیات بیناتؑ اور معجزات باہرات کے ساتھ ہدایت مخلوق کے لیے اس مسند پر پاؤں رکھا ہے اور مقام ارشاد و اعلام کلمہ حق اور باطل کے مٹانے کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں تو خداوند عالم نے کسی کی اس طرح تکریم نہیں کی اور ایسا اعزاز نہیں فرمایا اور اتنے آیات کسی کے لیے نہیں بھیجے جو اپنے مہدی صلوات اللہ علیہ کے لیے بھیجے ہیں اور اتنی طویل عمر گزار رہے ہیں کہ خدا جانتا ہے کہاں تک پہنچے گی، پھر بھی جب ظہور کریں گے تو ہیئت وصورت چالیس سالہ جوان کی ہوگی اور ہمیشہ سفید بادل ان کے سر پر سایہ فگن ہوگا، اور زبان فصیح میں اس سے ندا آئے گی کہ یہ ہیں مہدی آل محمد علیہم السلام آپؑ اپنے شیعوں کے سر پر ہاتھ رکھیں گے تو ان کی عقلیں پختہ وکامل ہو جائیں گی، اور آپؑ کی فوج ظفر موج میں ملائکہ ظاہر بہ ظاہر ہوں گے اور لوگ انہیں دیکھیں گے، جیسا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ انہیں دیکھتے تھے، ایک لشکر جنات سے ہوگا، اور آپؑ کے لشکر میں کھانے پینے کا

سامان نہیں ہوگا، سوائے ایک پتھر کے جس سے ان کا کھانا پینا ہوگا اور آپؑ کے نور جمال سے زمین اس قدر نورانی وروشن ہوگی کہ مہر و ماہ کی ضرورت نہیں پڑے گی اور حشرات الارض اور درندوں سے شر وضرر اٹھ جائے گا اور ان سے خوف و وحشت نہیں ہوگی، زمیں اپنے خزانے اگل دے گی اور فلک دوار کی تیز رفتاری کم ہوجائے گی اور آپؑ کا لشکر پانی کے اوپر چلے گا اور پہاڑ و پتھر اس کافر کی نشاندہی کریں گے کہ جو ان کے پیچھے چھپا ہوگا اور کافر کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے، اور بہت سے مرجانے والے افراد (دوبارہ زندہ ہوکر) آپؑ کے لشکر میں ہوں گے جو زندوں کے سروں پر تلوار لگائیں گے اور ان کے علاوہ اور آیات مجید بھی ہیں اور اسی طرح وہ آیات ونشانیاں جو آپؑ کے ظہور وخروج سے پہلے ظاہر ہونگی کہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا، جن میں سے اکثر غیبت کی کتب میں مندرج ہیں کہ جو سب حضرتؑ کے آنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہیں اور کسی حجت کے آنے کے لیے ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہوگا۔

پانچویں فصل

امام زمان صلوات اللہ علیہ کی خدمت میں غیبت کبریٰ کے زمانہ میں جانے والوں کے واقعات و قصص اور حکایات کا ذکر

چاہے وہ اشخاص کے جنہوں نے شرفیابی کے وقت آپؑ کو پہچان لیا یا جدا ہونے کے بعد قرائن قطعیہ سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ آنجنابؑ تھے اور ہو لوگ جو کہ آنجنابؑ کے کسی معجزہ سے عالم بیداری میں واقف ہوئے یا عالم خواب میں یا جو کسی ایسے اثر سے باخبر ہوئے جو آپؑ کے وجود مقدس پر دلالت کرتا تھا۔

واضح ہو کہ ہمارے شیخ نے نجم ثاقب کے اس باب میں سو حکایات بیان کی ہیں اور ہم اس کتاب میں ان میں سے تیئس حکایات پر اکتفاء کرتے ہیں، اور دو حکایات ایک الحاج علی بغدادی کی اور دوسری سید احمد رشتی کی مفاتیح میں نقل کر چکے ہیں۔

پہلا واقعہ: اسماعیل ہرقلی کا واقعہ ہے۔

عالم فاضل علی بن عیسیٰ اربلی کشف الغمہ میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے قابل وثوق بھائیوں میں سے ایک گروہ نے خبر دی ہے کہ حلہ کے علاقہ میں ایک شخص تھا کہ جسے اسماعیل بن حسن ہرقلی کہتے تھے، وہ اس بستی کا رہنے والا تھا جسے ہرقلی کہتے ہیں، اس کی وفات میرے زمانہ میں ہوئی، لیکن میں اسے دیکھ نہیں سکا، مجھ سے اس کے بیٹے شمس الدین نے یہ واقعہ بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ اس کی جوانی کے زمانہ میں اس کی بائیں ران پر ایک چیز نکل آئی کہ جسے توثہ کہتے ہیں، اس کی مقدار انسان کی بند مٹھی کے برابر تھی اور ہر موسم بہار میں اس میں سے ریشہ نکلتا تھا اور یہ درد و تکلیف اسے ہر کام سے روک دیتی تھی، وہ حلہ میں آیا اور سید رضی الدین علی بن طاؤس کی خدمت میں پہنچا اور اپنی اس تکلیف کی شکایت کی۔

سید نے حلہ کے جراحوں کو بلایا، انہوں نے اسے دیکھ کر کہا یہ توثہ رگ اکحل کے اوپر ہے اور اس کا علاج کاٹنے کے علاوہ کچھ نہیں اور اگر اس کو کاٹنے لگیں تو ہو سکتا ہے اس سے رگ اکحل کٹ جائے، اور جب وہ رگ کٹ گئی تو اسماعیل زندہ نہیں رہ سکتا اور

چونکہ اس کے کاٹنے میں عظیم خطرہ ہے،لہذا ہم اس کا ارتکاب نہیں کرتے۔

سید نے اسماعیل سے کہا کہ چونکہ میں بغداد جانے ولا ہوں تم یہیں رہو تا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں اور اطباء و جراحان بغداد کو دکھاؤں،شاید ان کی معلومات ان سے زیادہ ہوں اور وہ علاج کر سکیں،سید بغداد تشریف لائے اور اطباء کو بلایا تو انہوں نے بھی وہی تشخیص کی اور وہی عذر بیان کیا۔

اسماعیل دلگیر ہوا تو سید مذکور نے اس سے کہا کہ خداوند عالم باوجود اس نجاست کے کہ جس سے تو آلودہ ہے،تیری نماز قبول کرے گا اور اس درد والم پر صبر کرنا اجر سے خالی نہیں۔

اسماعیل کہتا ہے کہ جب معاملہ اس طرح ہے تو میں سامرہ جاتا ہوں اور آئمہ ہدی سے استغاثہ کرتا ہوں،وہ سامرہ کی طرف چلا گیا،صاحب کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بیٹے سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں اس مشہد منور میں پہنچا اور زیارت امامین ہمامین امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کر چکا تو سرداب میں گیا اور رات کو وہاں بارگاہ الٰہی میں میں نے بہت گریہ و نالہ کیا اور صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کیا،صبح کو دجلہ کی طرف گیا اور اپنا لباس دھویا،غسل زیارت کیا اور جو لوٹا میرے پاس تھا اسے پانی سے پر کیا اور مشہد کی طرف متوجہ ہوا تا کہ ایک مرتبہ پھر زیارت کروں،ابھی قلعہ تک نہیں پہنچا تھا کہ میں نے چار سواروں کو آتے ہوئے دیکھا اور چونکہ مشہد کے گرد کچھ اشراف رہتے تھے اور انہوں نے وہاں مکانات بنا لیے تھے،لہذا مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ ان میں سے ہیں،جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے دو جوانوں نے تلواریں باندھی ہوئی ہیں،ان میں سے ایک کے تازہ داڑھی آئی ہوئی تھی،اور ایک بوڑھا پاکیزہ وضع میں تھا،اور نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا دوسرے نے تلوار حمائل کی ہوئی تھی،اور اس کے اوپر قبا پہنے ہوئے تھا اور تحت الحنک کئے ہوئے تھا اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا،پس وہ بوڑھا دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور اس نے نیزہ کی انی زمین پر ٹیک دی اور وہ دو جوان بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور صاحب قبا راستہ کے درمیان رہا،انہوں نے مجھ کو سلام کیا تو میں نے سلام کا جواب دیا،قباپوش نے پوچھا کل جا رہے ہو،میں نے کہا جی ہاں۔

کہنے لگے آؤ تا کہ دیکھوں کہ کس چیز نے تمہیں تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے،میرے دل میں آیا کہ دیہاتی لوگ نجاست سے احتراز و پرہیز نہیں کرتے اور تو غسل کر چکا ہے اور کپڑے بھی دھو لیے ہیں اور تیرے کپڑے ابھی تر ہیں اگر اس کا ہاتھ نہ لگے تو بہتر ہے۔

میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ وہ بزرگوار خم ہوئے اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور اس زخم پر ہاتھ رکھ کر اسے فشار دیا کہ جس سے مجھے درد ہوا اور وہ سیدھے ہو کر زمین پر بیٹھ گئے،اس حالت کے ساتھ ہی وہ بوڑھا شخص کہنے لگا ''افلحت یا اسماعیل'' تو نے اے اسماعیل فلاح و نجات پائی۔

میں نے کہا ''افلحتم'' تم فلاح و نجات پاؤ،اور میں تعجب میں پڑ گیا کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہو گیا،دوبارہ اسی بوڑھے

نے (کہ جس نے مجھ سے کہا تھا کہ تو نے چھٹکارا اور نجات پائی) کہا امامؑ ہے۔

امامؑ، میں نے دوڑتے ہوئے آپؑ کی رکاب کو چوما، امام علیہ السلام چل پڑے، اور میں آپؑ کی رکاب کے ساتھ جارہا تھا اور جزع وفزع کرتا تھا، مجھ سے فرمایا کہ پلٹ جاؤ، میں نے عرض کیا میں کبھی آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا۔

آپؑ نے دوبارہ فرمایا کہ واپس جاؤ، کیونکہ تمہاری مصلحت واپس جانے میں ہے، میں نے اسی بات کا اعادہ کیا، پس اس شیخ نے کہا اے اسماعیل تمہیں شرم نہیں آتی کہ امام علیہ السلام نے دو دفعہ فرمایا ہے کہ واپس جاؤ تم تو ان ارشادات کی مخالفت کر رہے ہو، اس بات نے مجھ پر اثر کیا اور میں کھڑا ہو گیا۔

جب چند قدم دور گئے تو دوبارہ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا جب بغداد میں جاؤ گے، تو مستنصر تمہیں بلائے گا، اور تمہیں عطاء اور بخشش دے گا اسے قبول نہ کرنا اور میرے بیٹے رضی سے کہا کہ وہ تیرے معاملہ میں علی بن عوض کو کچھ لکھ دیں، کیونکہ میں اسے سفارش کروں گا جو کچھ تو چاہے گا وہ تجھے دے گا، میں وہیں کھڑا ہوا تھا کہ وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے اور میں نے بہت تاسف وافسوس کیا اور کچھ دیر وہاں بیٹھ گیا، اس کے بعد میں مشہد کی طرف پلٹ کر گیا تو اہل مشہد نے جب مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ تیری حالت متغیر ہے، کیا تجھے کوئی تکلیف ہے، میں نے کہا نہیں، وہ کہنے لگے کہ کسی سے کوئی جھگڑا کیا ہے، میں نے کہا کہ نہیں، لیکن یہ بتاؤ کہ جو سوار یہاں سے گزرے تھے وہ تم نے دیکھے۔

کہنے لگے کہ وہ شرفاء وسادات میں سے ہوں گے میں نے کہا کہ وہ ان شرفاء میں سے نہیں تھے، بلکہ ان میں سے ایک امامؑ تھے، ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ شیخ یا صاحب قباء میں نے کہا کہ صاحب قباء انہوں نے کہا کہ تو نے اپنا زخم انہیں دکھایا ہے، میں نے کہا کہ ہاں انہوں نے اسے فشار دیا تھا اور اس میں درد ہوا تھا، انہوں نے میری ران کپڑا ہٹا کر دیکھی تو زخم کا کوئی اثر اس پر نہیں تھا، اور میں خود بھی دہشت سے شک میں پڑ گیا، لہذا دوسری ران دیکھی تو کوئی اثر نہ پایا۔ اس حالت میں لوگوں نے مجھ پر ہجوم کیا اور میرا کرتہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اگر اہل مشہد مجھے نجات نہ دلاتے تو میں لوگوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے کچلا جاتا، اور فریاد وفغان کی آواز اس شخص تک پہنچی جو دونوں نہروں کے درمیان ناظر ونگہبان تھا، وہ آیا اس نے واقعہ سنا اور چلا گیا تا کہ وہ اس واقعہ کو لکھ بھیجے اور میں نے رات وہیں گزاری۔

صبح کو کچھ لوگوں نے میری مشایعت کی اور دو آدمی میرے ساتھ گئے اور باقی لوگ واپس لوٹ گئے، دوسری صبح کو میں شہر بغداد کے دروازے پر پہنچا، میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پل پر جمع ہیں اور جو شخص وہاں پہنچتا ہے اس سے اس کا نام ونسب پوچھتے ہیں، جب میں وہاں پہنچا اور انہوں نے میرا نام سنا تو میرے اوپر ہجوم کیا اور جو لباس دوبارہ پہنا تھا وہ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور قریب تھا کہ میری روح میرے بدن سے نکل جائے کہ سید رضی الدین ایک گروہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور لوگوں کو میرے گرد سے دور ہٹایا اور ناظر بین النسہرین نے صورت حال لکھ کر بغداد بھیج دی تھی اور انہیں اطلاع دے دی تھی۔

سید فرمانے لگے وہ شخص تو ہے کہ جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں اس نے شفا پائی ہے، وہ تو ہے کہ جس نے اس شہر میں شور وغل برپا کر رکھا ہے میں نے کہا جی ہاں سید گھوڑے سے اترے اور میری ران کپڑا ہٹا کر دیکھی چونکہ سید نے میرا زخم دیکھا ہوا تھا اور اب اس کا کوئی اثر ونشان نہ دیکھا تو انہیں کچھ دیر کے لیے غش آ گیا، جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ وزیر نے مجھے بلایا تھا اور کہا کہ مشہد سے اس طرح کا واقعہ تحریر ہو کر آیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ شخص آپؑ سے مربوط ہے فوراً اس کی خبر مجھے پہنچاؤ اور مجھے اپنے ساتھ اس وزیر کے ہاں لے گئے جو کہ قمی تھا اور کہا کہ یہ شخص میرا بھائی اور میرے اصحاب میں سے میرا زیادہ دوست و محبوب ہے۔ وزیر کہنے لگا وہ واقعہ اول سے لے کر آخر تک میرے سامنے بیان کرو، میں نے جو کچھ مجھ پر گزرا تھا وہ بیان کیا وزیر نے اسی وقت کچھ لوگ اطباء و جراحوں کے پاس بھیجے، وہ حاضر ہوئے تو وزیر نے کہا تم لوگوں نے اس شخص کا زخم دیکھا ہے۔

کہنے لگے کہ ہاں اس نے پوچھا کہ اس کا کیا علاج ہے، سب نے کہا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے، اور اگر کاٹا جائے تو پھر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

اس نے پوچھا بالفرض اگر نہ مرے کب تک وہ زخم بھر سکتا ہے، وہ کہنے لگے کہ کم از کم دو ماہ تک وہ زخم باقی رہے گا، اور اس کے بعد شاید وہ مندمل ہو جائے، لیکن اس جگہ پر ایک سفید گڑھا پڑ جائے گا اور اس پر بال نہیں اُگیں گے۔

پھر وزیر نے پوچھا کہ کتنے دن ہوئے تم نے اس زخم کو دیکھا تھا، وہ کہنے گے آج دسواں دن ہے، پس وزیر نے انہیں آگے بلایا اور میری ران کو برہنہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ اس کا دوسری ران سے بالکل کوئی فرق نہیں ہے اور اس تکلیف کا کوئی اثر ونشان باقی نہیں ہے، اس وقت طباء میں سے ایک شخص جو عیسائی تھا چیخ اٹھا اور کہنے لگا **واللہ ھذا من عمل المسیح** خدا کی قسم یہ عیسیٰ مسیح کا کام ہے۔

وزیر کہنے لگا چونکہ یہ کام تم میں سے کسی کا نہیں تو میں جانتا ہوں کہ یہ کس کا کام ہے، اور یہ خبر خلیفہ تک پہنچی اس نے وزیر کو بلایا، وزیر مجھے اپنے ساتھ خلیفہ کے پاس لے گیا اور مستنصر نے مجھ سے کہا کہ تو وہ واقعہ بیان کر، اور جب میں نقل کر کے آخر تک پہنچا تو اس نے ایک خادم کو کہا اور وہ ہزار دینار کی ایک تھیلی لے آیا، مستنصر مجھ سے کہنے لگا کہ اسے اپنے مصارف میں صرف کرو۔

میں نے کہا کہ میں اس سے ایک دمڑی بھی نہیں لے سکتا، وہ کہنے لگا کس سے ڈرتے ہو، میں نے کہا کہ اسی سے کہ جس نے یہ کام کیا ہے کیونکہ اس نے حکم دیا تھا کہ ابوجعفر سے کوئی چیز نہ لینا، پس خلیفہ پر اس کا برا اثر ہوا اور وہ رونے لگا۔

صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ بڑے اچھے اتفاقات میں سے یہ ہے کہ ایک دن میں یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جب واقعہ ختم ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان میں ایک شخص شمس الدین اسماعیل کا بیٹا ہے، اور میں اسے نہیں پہچانتا تھا، اس اتفاق سے تعجب کرتے ہوئے مین نے اس سے کہا کہ تو نے اسے اپنے باپ کی ران زخم کے وقت دیکھی تھی، وہ کہنے لگا کہ میں اس وقت بچہ تھا، البتہ میں نے صحت یابی کے وقت دیکھی تھی اس جگہ پر بال اُگ آئے تھے اور اس زخم کا نشان نہیں تھا، میرا باپ ہر سال ایک دفعہ بغداد آتا اور سامرہ جایا کرتا تھا اور مدت تک وہاں رہتا، گریہ کرتا اور افسوس کرتا تھا اور اس امید پر کہ شاید دوبارہ حضرتؑ کو وہاں دیکھے

اس جگہ پھرتا رہتا اور پھر ایک مرتبہ بھی یہ دولت اسے نصیب نہ ہوئی اور جیسا مجھے معلوم ہے کہ وہ چالیس مرتبہ سامرہ کی زیارت کے لیے گیا اور اس زیارت کا شرف تو حاصل کیا لیکن صاحب الامر علیہ السلام کے دیدار کی حسرت میں دنیا سے چل بسا۔

دوسرا واقعہ: کہ جس میں رقعہ استغاثہ کرنے کا ذکر ہے۔

عالم صالح تقی مرحوم سید محمد فرزند جناب سید عباس جو کہ اس وقت زندہ ہیں اور جبل عامل کی بستیوں میں سے جب شیت نامی بستی میں سکونت پذیر ہیں اور جناب سید نبیل عالم متجر جلیل سید صدر الدین عاملی اصفہانی داماد شیخ فقہاء عصرہ شیخ جعفر نجفی اعلی اللہ تعالیٰ مقامہا کے چچازاد بھائیوں میں سے ہیں۔سید محمد مذکور حکام جور کی تعدی وظلم کی وجہ سے (کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انہیں نظام عسکریہ میں داخل کریں)

اپنے وطن بے سروسامانی کے عالم میں اس طرح روپوش ہوئے کہ جس وقت وہ جبل عامل سے نکلے تو سوائے ایک قمری کے جو کہ قرائن کا دسواں حصہ ہوتا ہے، ان کے پاس اور کچھ نہیں تھا، انہوں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اور ایک مدت تک سیاحت کرتے رہے اور سیاحت کے دنوں بیداری اور نیند میں بہت سے عجائبات دیکھے تھے، آخر میں نجف اشرف میں مجاور ہو گئے اور صحن مقدس کے اوپر والے کمروں میں سے قبلہ کی جانب کے ایک کمرے میں رہنے لگے، اور انتہائی پریشانی کی حالت میں وقت گزار رہے تھے، سوائے دو تین افراد کے کوئی شخص ان کے حالات سے باخبر نہیں تھا یہاں تک کہ وفات پا گئے اور ان کے وطن سے نکلنے اور وفات پانے کے درمیان پانچ سال کا عرصہ گزرا اور حقیر کے ساتھ ان کی راہ ورسم تھی، انتہائی پاکدامن باحیا وقانع تھے عزاداری کے زمانہ میں حاضر ہوتے اور کبھی دعاؤں کی کتابیں عاریۃً لیتے اور چونکہ اکثر اوقات سوائے چند دانے کھجور اور صحن شریف کے کنوئیں کے پانی کے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تھے، لہذا وسعت رزق کے لیے ادعیہ ماثورہ پر مواظبت و پابندی تام رکھتے تھے گویا کوئی دعا کم ہی ہو گی جو ان سے چھوٹی ہو اور رات دن مشغول رہتے، ایک دفعہ حضرت حجتؑ کی خدمت میں عریضہ لکھنے میں مشغول ہوئے اور اس پر بنا رکھی کہ چالیس دن تک اسی طرح مواظبت و پابندی کریں کہ روزانہ سورج نکلنے سے پہلے جب کہ شہر کا چھوٹا دروازہ کھلے جو کہ دریا کی طرف تھا دائیں رخ پر گئی میدان قلعہ سے دور جائیں تا کہ انہیں کوئی نہ دیکھے اس وقت عریضہ گیلی مٹی میں بند کر کے حضرتؑ کے کسی ایک نائب کے سپرد کر کے پانی میں ڈال دیں۔

انہوں نے اڑتیس یا انتالیس دن ایسا کیا۔

فرمایا ایک دن میں سر نیچے کئے رقعہ ڈالنے والی جگہ سے واپس آ رہا تھا اور بہت کبیدہ خاطر تھا کہ میں ملتفت وہ گویا کوئی شخص میرے پیچھے عربی لباس میں رومال اور عقال سر پر رکھے مجھ سے آملا اور سلام کیا میں نے افسردگی کے عالم میں مختصرا سا جواب دیا اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوا، چونکہ میرا کسی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا، کچھ راستہ اس نے میرے ساتھ طے کیا اور میں اسی حالت میں تھا، پس اہل جبل کے لہجہ میں فرمایا سید محمد کیا مطلب اور غرض رکھتے ہو کہ آج اڑتیس یا انتالیس دن گزر گئے ہیں کہ تم سورج نکلنے سے

پہلے باہر آتے ہو اور دریا کی فلاں جگہ جا کر عریضہ دریا میں ڈالتے ہو، تمہارا گمان ہے کہ امامؑ تمہاری حاجت پر مطلع نہیں۔

سید محمد کہتا ہے کہ مجھے تعجب ہوا، کیونکہ کوئی شخص میرے اس شغلہ سے باخبر نہیں تھا خصوصا رومال عقال کے ساتھ جو کہ جبل عامل میں مرسوم نہیں ہے، پس مجھے نعمت بزرگ ونیل مقصود اور تشریف بحضور غائب مستور امام عصر علیہ السلام کا احتمال ہوا، چونکہ میں نے جبل عامل میں سن رکھا تھا کہ حضرت کے دست مبارک اتنے نرم ہیں کہ جس طرح کوئی ہاتھ نرم نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ مصافحہ کرتا ہوں، اگر اس مرحلہ کا احساس کیا تو لازم تشرف بحضور مبارک بجالاؤں، پس اسی حالت مین میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے تو آنجنابؑ نے بھی ہاتھ آگے بڑھا دیئے، مصافحہ کیا تو بہت نرمی ولطافت پائی تو نعمت عظمیٰ اور موہیت کبریٰ کے حضول کا مجھے یقین ہوا، پس میں نے اپنا منہ پھیرا اور چاہا کہ آپ کے دست مبارک کا بوسہ لوں تو کسی کو نہ دیکھا۔

تیسرا واقعہ: سید محمد جبل عامل کا حضرات سلام اللہ علیہ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

نیز عالم صفی سید متقی مذکور نقل کرتے ہیں کہ جب میں مشہد مقدس رضوی میں مشرف ہوا تو باوجود نعمت کی فروانی کے مجھ پر سخت وقت گزر رہا تھا جس دن صبح کو بناء تھی کہ زائرین وہاں سے واپس جائیں، چونکہ میرے پاس ایک روٹی بھی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے میں خود کو ان تک پہنچا تا، میں نے ان کی رفاقت نہ کی اور زائرین چلے گئے، ظہر کے وقت میں حرم مطہر میں مشرف ہوا، نماز فریضہ ادا کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اگر خود کو زائرین کے ساتھ نہ ملاؤں تو دوسرا کوئی قافلہ نہیں اور اگر اس حالت میں رہ جاؤں تو جب سردی آئی تو میں تلف ہو جاؤں گا۔

میں اٹھا ضریح کے پاس گیا اور شکایت کی، افسردہ دلی کے ساتھ باہر نکلا اور دل میں کہا کہ اس بھوک کی حالت میں باہر جاؤں گا، اگر مر گیا تو راحت وآرام مل جائے گا ورنہ خود کو قافلہ تک پہنچا دوں گا، شہر کے دروازے سے باہر نکلا راستہ کا متلاشی ہوا مجھے طرفین کی نشاندہی کی گئی ہے، میں بھی غروب تک چلتا رہا، لیکن کہیں نہ پہنچ سکا، میں سمجھ گیا کہ راستہ بھول گیا ہوں اور میں بے پایان، بیابان میں پہنچا کہ جس میں حنظل (کوڑتماں) کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، بھوک وپیاس کی شدت سے تقریباً پانچ سو حنظل میں نے توڑے کہ شاید ان میں سے کوئی تربوز ہو، کوئی بھی نہ تھا، جب تک فضا روشن تھی میں اس بیابان کے اطراف میں گھومتا رہا کہ شاید کوئی پانی یا گھاس مل جائے، جب میں بالکل مایوس ہو گیا تو موت کے لیے تیار ہو گیا، اچانک ایک اونچی جگہ مجھے نظر آئی، وہاں گیا تو مجھے پانی کا چشمہ نظر آیا تو تعجب ہوا کہ بلندی پر یہ پانی کا چشمہ کس طرح ہے، شکر خدا بجالایا اور اپنے آپ سے کہا کہ پانی پی کر وضو کر کے نماز پڑھ لوں تاکہ اگر مر جاؤں تو نماز تو ادا کر چکا ہوگا۔

نماز عشاء کے بعد فضا تاریک ہو گئی اور تمام صحرا جانوروں اور درندوں سے پر ہو گئی اور ہر طرف سے عجیب وغریب آوازیں

سنیں کہ جن میں سے بہت سی آوازیں میں پہچانتا تھا، مثلاً شیر، بھیڑیا، کچھ جانوروں کی آنکھیں دور سے چراغ کی طرح نظر آئیں، مجھے وحشت ہوئی چونکہ مرنے کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور بہت تکلیف جھیلی تھی، میں قضاوقدر پر راضی ہوکر سو گیا، جب بیدار ہوا تو چاند کے نکل آنے کی وجہ سے فضا روشن ہوچکی تھی اور آوازیں بند ہو چکی تھیں، اور میں انتہائی کمزوری اور ضعف کی حالت میں تھا کہ ایک سوار اچانک نمودار ہوا، میں نے دل میں کہا کہ یہ سوار مجھے قتل کر دے گا، کیونکہ وہ لوٹ مار کے در پے ہوگا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں، پس وہ غصہ میں آکر مجھے زخمی کرے گا۔

پس قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا تو میں نے جواب دیا اور مطمئن ہو گیا، فرمایا کیا کر رہے ہو میں نے کمزوری کی حالت میں اپنی کیفیت کی طرف اشارہ کیا۔

فرمایا تیرے پہلو میں تین خربوزے پڑے ہیں کھاتا کیوں نہیں، میں چونکہ تلاش کر چکا تھا اور تربوز سے مایوس ہو گیا تھا، میں نے کہا مجھ سے مزاح و تمسخر کرتے ہو، مجھے اپنی حالت میں رہنے دو۔

فرمایا پیچھے کی طرف دیکھو، میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو ایک ٹوکری دیکھی جس میں تین خربوزے بڑے بڑے تھے ،فرمایا ان میں سے ایک کے ساتھ بھوک مٹاؤ اور ایک میں سے آدھا صبح کو کھا لینا اور ڈیڑھ خربوزہ اپنے ساتھ لے لینا، اور اس راستہ سے سیدھے روانہ ہو جاؤ، کل ظہر کے قریب آدھا خربوزہ کھا لینا، البتہ تیسرے خربوزے کو نہ کھانا اور غروب کے قریب تمہارے کام آئے گا، تم سیاہ خیمے کے پاس پہنچو گے وہ تمہیں قافلہ تک پہنچا دیں گے، پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

میں نے ان میں سے ایک خربوزہ کو توڑ کر کھایا تو بہت عمدہ اور میٹھا تھا کہ شاید ایسا اچھا خربوزہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ میں نے کھا لیا باقی دونوں خربوزے لے کر میں روانہ ہوا اور مسافت طے کرنے لگا، جب دن چڑھے ایک گھنٹہ ہو گیا تو دوسرا خربوزہ توڑ کر اس میں سے آدھا کھا لیا اور باقی آدھا زوال کے وقت جب کہ ہوا بہت گرم ہو چکی تھی کھایا اور باقی ایک خربوزے کے ساتھ روانہ ہوا، غروب کے قریب دور سے مجھے خیمہ نظر آیا جب خیمہ والوں نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف دوڑے اور سختی سے مجھے پکڑ کر خیمے کی طرف لے گئے انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ میں جاسوس ہوں اور چونکہ میں عربی زبان کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا اور وہ سوائے فارسی کے کسی زبان کو نہیں جانتے تھے، لہذا میں جتنا فریاد کرتا کوئی بھی میری بات پر کان نہ دھرتا یہاں تک کہ بزرگ خیمہ کے پاس گئے اس نے پورے غصے سے کہا کہاں سے آرہے ہو سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

میں نے فی الجملہ ہزار مشکل سے اپنے حالات کی کیفیت اور گزشتہ دن مشہد مقدس سے باہر نکلنے اور راستہ گم کرنے کو بیان کیا۔

وہ کہنے لگا اے جھوٹے سید یہ جگہیں جو تو بتاتا ہے یہاں سے کوئی متنفس عبور نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ وہ مارا جاتا ہے اور اسے جانور چیر پھاڑ کھاتے ہیں، علاوہ ازیں اتنی مسافت جو تو بیان کرتا ہے کسی کی قدرت میں نہیں کہ وہ اتنے وقت میں طے کر سکے، کیونکہ

متعارف راستے کی مسافت یہاں سے مشہد تک تین منزل ہے اور جو تو بتا تا ہے یہ تو کئی منزلیں ہو جاتا ہے سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں اس تلوار سے قتل کردوں گا اور اس نے اپنی تلوار میرے سامنے نکال لی، اس حالت میں خربوزہ میری عبا سے ظاہر ہوا۔

وہ کہنے لگا یہ کیا ہے میں نے تفصیل بتائی تو تمام حاضرین کہنے لگے کہ اس صحرا میں تو بالکل خربوزہ نہیں ہے خصوصاً اس قم کا تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا، پس انہوں نے ایک دوسرے کی طرف رجوع کیا اور اپنی زبان میں بہت باتیں کیں گویا وہ مطمئن ہو گئے کہ یہ چیز خارق عادت ہے پس وہ آگے بڑھے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور مجھے صدر مجلس میں بٹھایا اور میری عزت و احترام کیا اور میرے کپڑے بطور تبرک لے گئے اور میرے لیے عمدہ لباس لے آئے اور دو راتیں اور دو دن انہوں نے میری مہمانی نہایت عمدہ طریقہ سے کی، تیسرے دن مجھے دس تومان دیئے اور تین آدمی میرے ساتھ کئے اور مجھے قافلہ تک پہنچایا۔

چوتھا واقعہ: سید عطوہ حسنی کا آنجنابؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

عالم فاضل المعی بن عیسیٰ اربلی صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سید باقی بن عطوہ علوی حسنی نے بیان کیا کہ میرا باپ عطوہ زیدی تھا اور اس کو ایک بیماری لگی تھی کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے اور وہ ہم بیٹوں سے آزردہ تھا اور ہمارے مذہب امامیہ کی طرف میلان کو برا سمجھتا تھا اور بارہا کہتا کہ میں تمہاری تصدیق اور تمہارے مذہب کا قائل نہیں ہوں گا جب تک تمہارا صاحب مہدی علیہ السلام نہ آئے اور مجھے اس بیماری سے نجات نہ دے، اتفاقاً ہم سب ایک رات نماز عشاء کے بعد اکٹھے بیٹھے تھے کہ ہم نے باپ کی فریاد کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا جلدی کرو۔

جب ہم تیزی کے ساتھ اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ دوڑو اور اپنے صاحب سے جا ملو، ابھی ابھی وہ میرے پاس سے گئے ہیں اور ہم جتنا دوڑے، کسی کو نہ دیکھا اور واپس آ کر پوچھا کہ کیا بات ہے، وہ کہنے لگا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے عطوہ، میں نے کہا کہ تو کون ہے، فرمایا میں تیرے بیٹوں کا صاحب ہوں میں آیا ہوں تا کہ تجھے شفا دوں اور اس کے بعد ہاتھ بڑھایا اور میرے درد والی جگہ پر ہاتھ ملا اور میں نے اپنے آپ پر نگاہ کی تو مجھے اس بیماری کا کوئی اثر نظر نہیں آیا وہ کافی مدت تک زندہ رہا قوت و توانائی کے ساتھ، اور میں نے اس کے بیٹوں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے یہ واقعہ پوچھا تو انہوں نے کمی وزیادتی کے بغیر بیان کیا۔

صاحب کتاب اس واقعہ اور اسماعیل ہرقلی کے واقعہ کے بعد جو کہ گزر چکا ہے کہتا ہے کہ لوگوں نے امام علیہ السلام کو حجاز وغیرہ کے راستوں میں بہت دیکھا ہے یا تو انہیں راستہ بھول جاتا تھا اور زیادہ بے بس ہوتے تھے اور حضرتؑ انہیں چھٹکارا دلاتے اور انہیں ان کے مقصد و مطلوب تک پہنچاتے۔

پانچواں واقعہ: دعائے عبرات کا تذکرہ۔

آیۃ اللہ علامہ حلی کتاب منہاج الصلاح میں دعائے عبرات کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ دعا جناب صادق جعفر بن محمد علیہ

السلام سے مروی ہے اوراس دعا کے سلسلہ میں سید سعید رضی الدین محمد بن محمد بن محمد آوی قدس اللہ سرہ کی طرف سے ایک مشہور حکایت ہے،اور بعض فضلاء کے خط سے اس جگہ کے منہاج الصلاح کے حاشیہ پراس حکایت کو یوں نقل کرتے ہیں،مولی السعید فخر الدین محمد فرزند شیخ اجل جمال الدین یعنی علامہ کہ انہوں نے اپنے والد سے اپنے جد شیخ فقیہ سدید الدین یوسف سے سید رضی الدین مذکور سے روایت کی ہے کہ وہ طویل مدت تک انتہائی تنگی وسختی کے ساتھ سلطان جرماغون کے ایک امیر کے پاس قید تھے،پس عالم خواب میں خلف صالح منتظر صلوات اللہ علیہ کو دیکھا تو گریہ کیا اور عرض کیا اے میرے مولا ان ظالموں کے پنجہ سے چھٹکارا حاصل کرنے میں میری مدد کیجئے۔

پس حضرتؑ نے فرمایا کہ دعائے عبرات پڑھو،سید نے عرض کیا کہ دعائے عبرات کون سی ہے،فرمایا وہ دعا تمہاری مصباح میں موجود ہے سید نے عرض کیا اے میرے مولا مصباح میں یہ دعا نہیں ہے فرمایا مصباح میں دیکھو تو تمہیں مل جائے گی،پس خواب سے بیدار ہوئے صبح کی نماز پڑھی اور مصباح کھولی تو اس کے اوراق میں ایک ورقہ دیکھا کہ جس پر دعائے عبرات تحریر تھی،پس چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھی۔

اس امیر کی دو بیویاں تھیں کہ جن میں سے ایک عقلمند اور مدبرہ تھی اور امیر اس پر اعتماد رکھتا تھا،پس امیر اس کی باری کے دن اس کے پاس گیا تو وہ اس سے کہنے لگی کہ تو نے امیر المومنین کی اولاد میں سے ایک شخص کو قید کر رکھا ہے۔

امیر کہنے لگا کہ اس چیز کے متعلق تو نے کیوں سوال کیا ہے وہ کہنے لگی کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے کہ گویا نور آفتاب اس کے رخسار سے چمک رہا ہے،پس اس نے میرا حلق اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے لیا اور اس وقت فرمایا کہ میں تیرے شوہر کو دیکھ لوں گا،کہ جس نے میرے ایک بیٹے کو قید کر رکھا ہے اور کھانے پینے میں اسے تنگی دیتا ہے۔

پس میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار آپؑ کون ہیں،فرمایا میں علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہوں،اس سے کہنا کہ اگر اس نے اسے رہا نہ کیا تو میں اس کو تباہ کردوں گا،پس یہ خواب منتشر ہوا اور بادشاہ تک پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اس بات کی خبر نہیں اور اپنے نواب سے جستجو کی اور کہنے لگا کہ تمہارے پاس کون شخص قید ہے،وہ کہنے لگے کہ ایک بزرگ علوی ہے کہ جس کی گرفتاری کا تو نے حکم دیا تھا ،بادشاہ کہنے لگا کہ اسے رہا کردو اور ایک گھوڑا بھی اسے دو تا کہ وہ اس پر سوار ہو اور اسے راستہ بھی بتا دو تا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے،اور سید اجل علی بن طاؤس نے مہج الدعوت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اسی قسم کی وہ دعا ہے کہ جو مجھے صدیق بھائی اور دوست محمد بن محمد قاضی آدی ضاعف اللہ جلالۃ اسعادتہ وشرف خاتمہتہ نے خبر دی ہے اور اس کے لیے واقعہ عجیب اور سبب غریب نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے لیے ایک حادثہ رونما ہوا،پس اسے یہ دعا ملی ان اوراق میں کہ جن میں اس دعا کو اس نے نہیں رکھا،اس کی اپنی ہی کتابوں میں پس اس نسخہ سے اسے نقل کرلیا،جب اس نے لکھ لیا تو وہ اصل ورقہ کہ جسے اپنی کتب میں پایا تھا مفقود ہوگیا۔

چھٹا واقعہ: امیر اسحاق استر آبادی کا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے بحار میں اپنے والد سے نقل کیا ہے اور حقیر نے ان کے والا اخوند ملا محمد تقی رحمہ اللہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا واقعہ مشہور و عا حرز یمانی کی پشت پر زیادہ تفصیل سے دیکھا ہے بنسبت اس کے جو یہاں بحار میں ہے مع اجازہ کے جو بعض کے لیے ہے، اور ہم اس کی صورت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی اشرف المرسلین محمد وعترتہ الطاھرین وبعد۔

پس بتحقیق مجھ سے التماس کیا ہے، سید نجیب ادیب حسیب زبدہ سادات عظام ونقبائے کرام امیر محمد ہاشم اوام اللہ تعالیٰ تائیدہ بجا محمد وآلہ الاقدسین کہ میں اسے حرز یمانی کا اجازہ دوں جو کہ منسوب ہے، امیر المومنین وامام المتقین وخیر الخلائق بعد سید النبیین صلوات اللہ وسلام علیہما مادامت الجنتہ مادی الصالحین۔ پس میں نے اجازہ دیا ہے اسے دام تائیدہ کو کہ وہ روایت کرے اس دعا کو مجھ سے میرے اسناد کے ساتھ سید عابد زاہد امیر اسحاق استر آبادی سے جو کہ مدفون ہیں سید شباب اہل الجنتہ اجمعین کے قریب کربلا میں ہمارے مولا اور مولیٰ الثقلین خلیفہ اللہ تعالیٰ صاحب العصر والزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آباء الاقدسین سے۔ سید کہتا ہے کہ میں مکہ کے راستہ میں بے یار و مددگار گزر رہا تھا، پس میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور محتضر (جو مرنے لگا ہو) کی طرح چت لیٹ گیا اور کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا کہ اچانک اپنے سرہانے اپنے مولیٰ اور عالمین کے مولیٰ خلیفۃ اللہ علی الناس اجمعین کو دیکھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اے اسحاق تو میں کھڑا ہو گیا اور میں پیاسا تھا، آپؑ نے مجھے سیراب کیا اور اپنے پیچھے سوار کر لیا، پس میں نے وہ حرز پڑھنا شروع کیا اور آنجنابؑ اس کی اصلاح کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا، اچانک میں نے اپنے آپ کو وادی ابطح میں دیکھا، پس میں سواری سے اتر آیا اور حضرتؑ غائب ہو گئے اور قافلہ نو دن بعد پہنچا اور اہل مکہ کے درمیان مشہور ہو گیا کہ میں طی الارض کے ذریعہ آیا ہوں۔

پس میں نے اپنے آپ کو ادائے فریضہ حج کے بعد پوشیدہ رکھا اور اس سید نے چالیس مرتبہ پیادہ پا حج کیا ہے، اور جب اصفہان میں ان کی خدمت سے مشرف ہوا، جب کہ کربلا سے بقصد زیارت مولیٰ الکونین امام علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہما آئے ہوئے تھے اور ان کے ذمہ ان کی بیوی کے حق مہر کے سات تومان تھے، اور اس کے پاس اتنی مقدار تھی کہ وہ مشہد مقدس رضوی کے کسی رہنے والے کے پاس رہتے تھے، پس انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی اجل نزدیک آ گئی ہے، تو کہنے لگے کہ میں پچاس سال کربلا میں مجاور تھا، اس لیے کہ وہاں مروں، اب مجھے خوف ہے کہ میری موت کسی دوسرے مقام پر ہو، پس جب ان کے حالات پر ہمارا یک بھائی مطلع ہوا تو اس نے وہ مبلغ ادا کئے اور انہیں کربلا کی طرف ہمارے بعض اخوان فی اللہ (جو اللہ کے لیے بھائی ہیں) کے ساتھ روانہ کیا۔

پس وہ کہتا ہے کہ جب سید کربلا پہنچا اور اپنا قرض ادا کرلیا تو بیمار ہوگیا اور نویں دن فوت ہوگیا۔اور اپنے مکان میں دفن ہوا اور میں نے اس قسم کی کئی ایک کرامات ان سے اس زمانہ میں دیکھیں جب کہ وہ اصفہان میں رہے، میرے پاس اس دعا کے بہت اجازات ہیں اور میں نے اسی پر اختصار کیا ہے،اس سید دام تائیدہ سے امید ہے کہ وہ مجھے دعا کی قبولیت کے اوقات کے وقت فراموش نہیں کریں گے،اور اس سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس دعا کو نہ پڑھے،مگر خداوند عالم کے لیے اور اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے نہ پڑھے جبکہ وہ شخص مومن ہو اگر چہ فاسق بھی ہو یا ظالم اور یہ کہ دنیا و دنیا کے جمع کرنے کے لیے نہ پڑھے بلکہ سزاوار ہے کہ اسکا پڑھنا خداوند عالم کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہو اور ضرر شیاطین انس وجن کے دفع کرنے کے لیے ہو اپنی ذات سے اور تمام مومنین سے اگر اس کے لیے اس میں قصد قربت ممکن ہے،تو فبہا ورنہ بہتر یہ ہے کہ قرب الٰہی کے علاوہ باقی مطالب کو ترک کرے۔

نمقه بيمناه الا اثره احوج المربوبين الى رحمة ربه الغنى محمد تقى بن المجلسى الا صيحانى حامداللّٰه تعالىٰ مصليا على سيد الانبيآء واوصياء النحبآء الا صفيآء۔انتهى

اور خاتم العلماء المحدثین شیخ ابوالحسن شاگرد علامہ مجلسی کتاب ضیاء العالمین کے آخر میں اس حکایت کو اپنے استاد سے ان کے والد سے نقل کرتا ہے،سید کے مکہ تک وارد ہونے تک اس وقت کہتا ہے کہ میرے استاد کے والد نے کہا ہے کہ میں نے دعا کا یہ نسخہ اس سے امام زمانہ کی تصحیح کے ساتھ لیا ہے،اور مجھے اس نے اجازت دی ہے کہ میں اسے امامؑ سے روایت کروں اور انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو اجازت دی تھی جو کہ میرے استاد تھے طاب ثراہ اور یہ دعا کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس سے خیر کثیر دیکھی ہے،اور اس وقت سید کے خواب کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس سے خواب میں کہا گیا کہ کربلا کی طرف جانے میں جلدی کرو، کیونکہ تمہاری موت نزدیک آ گئی ہے اور یہ دعا مذکور بحارالانوار کی انیسویں جلد میں موجود ہے۔

ساتواں واقعہ: جو دعائے فرج پر مشتمل ہے۔

سید رضی الدین علی بن طاؤس نے کتاب فرج المہموم میں اور علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب دلائل شیخ ابوجعفر محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ مجھے خبر دی،ابوجعفر محمد بن ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے،وہ کہتا ہے کہ مجھے ابوالحسن بن ابوالبغل کاتب نے خبر دی ہے،وہ کہتا کہ میں نے اپنے ذمہ ابومنصور بن ابوصالحان کا ایک کام لیا تھا،پھر ہمارے اور اس کے درمیان کوئی اس قسم کی چیز ہوگئی کہ جو میرے روپوش ہونے کا سبب ہوئی،پس وہ مجھے تلاش کرنے لگا،ایک مدت تک میں روپوش اور خوفزدہ رہا،اس وقت میں نے مقابر قریش کی طرف جانے کا ارادہ کیا،یعنی مرقد منور حضرت کاظم علیہ السلام جمعہ کو،اور میں نے ارادہ کیا کہ میں دعا وسوال کے لیے رات وہیں بسر کروں،اور اس رات بارش اور آندھی تھی،پس میں نے ابوجعفر منتظم وقیم سے خواہش کی کہ وہ حرم کے دروازے بند کر دے اور کوشش کرے کہ وہ مقام شریف لوگوں سے خالی ہو جائے تا کہ مجھے اس چیز کے لیے خلوت حاصل ہو کہ جسے میں چاہتا ہوں دعا و

سوال میں سے اور میں ایسے شخص کے آنے سے مامون رہوں جس کے آنے سے میں مامون نہیں تھا، اور اس کی ملاقات سے خائف تھا، پس اس نے ایسا کیا اور دروازے بند کردیئے، آدھی رات ہوگئی اور بارش و آندھی اتنی آئی کہ جس نے لوگوں کی آمدورفت کو بالکل بند کردیا، اور میں وہاں رہ گیا تھا اور دعا کرتا تھا اور نماز پڑھتا تھا، میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک میں نے کسی کے پاؤں کی آواز امام موسیٰ علیہ السلام کی سمت سے سنی، اور میں نے ایک شخص کو دیکھا جو زیارت پڑھ رہا تھا، پس اس نے آدم علیہ السلام پر سلام بھیجا، اور اولی العزم انبیاؑ کو، اور اس کے بعد ایک ایک امام پر سلام بھیجا یہاں تک کہ صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچا اور ان کا ذکر نہ کیا، پس میں نے اس عمل سے تعجب کیا اور میں نے کہا کہ شاید وہ آپؑ پر سلام کرنا بھول گیا ہو یا وہ انہیں نہ پہچانتا ہو، یا اس شخص کا یہ مذہب ہو۔

پس جب وہ اپنی زیارت سے فارغ ہوا تو دو رکعت نماز پڑھی اور ہمارے مولا ابوجعفر علیہ السلام کے مرقد مبارک کا رخ کیا، پس اس پہلی زیارت کی طرح زیارت کی اور وہ سلام بھیجا اور دو رکعت نماز پڑھی، میں اس سے ڈر رہا تھا چونکہ میں اسے نہیں پہچانتا تھا، میں نے دیکھا کہ وہ کامل و مکمل جوان ہے اور اس کے بدن پر سفید لباس ہے اور اس کے سر پر عمامہ ہے کہ جس کے لیے تحت الحنک اس کی ایک طرف رکھی ہوئی ہے، اور کندھے پر ردا ڈالے ہے۔

پس وہ کہنے لگے اے ابوالحسین بن ابوالبغل دعائے فرج کیا ہے میں نے عرض کیا وہ کون سی دعا ہے، اے میرے سید و سردار و آقا۔ فرمایا دو رکعت نماز پڑھو اور کہو ''یامن اظهر الجميل وستر القبيح يامن لم يواخذ بالجريرة ولم يهتك الستر ياعظيم المن يا كريم الصفح ياحسن التجاوز ياواسع المغفرة ياباسط اليدين بالرحمة يامنتهى كل نجوى ويا غاية كل شكوى ياعون كل مستعين يامبتدئا بالنعم قبل استحقاقها' یا بارہ دس مرتبہ یا ر غبتاہ دس مرتبہ 'اسئلك بحق هذه الاسماء و بحق محمد وآله الطاهرين عليهم السلام الا ما كشفت كربي ونفست همي وفرجت غمي واصلحت حالي'' اور اس کے بعد جو چاہو دعا مونگو اور اپنی حاجت طلب کرو، اس وقت اپنا دایاں رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ سجدہ میں کہو ''يا محمد يا علي ياعلي يا محمد اكفياني فانكما كافياني وانصراني فانكما ناصراي'' اور پھر بائیں رخسار کو زمیں پر رکھ کر سو مرتبہ کہو ادرکنی۔ اور اسے بار بار کہو اور کہو الغوث الغوث الغوث، یہاں تک کہ تمہارا سانس رک جائے، اور اپنا سر اٹھا لو، پس بیشک خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے انشاء اللہ تمہاری حاجت کو پورا کرے گا، پس جب میں نماز و دعا میں مشغول ہوا تو وہ باہر چلے گئے، جب میں فارغ ہوا تو ابوجعفر کے پاس باہر گیا تا کہ اس شخص سے اس کے حالات دریافت کروں کہ وہ کس طرح اندر آ گیا تھا، تو میں نے دیکھا کہ دروازے بدستور مقفل ہیں، پس مجھے اس سے تعجب ہوا، اور میں نے کہا کہ شاید یہاں کوئی دروازہ ہو کہ جسے میں نہیں جانتا، پس میں نے اپنے آپ کو ابوجعفر تک پہنچایا، اور وہ بھی تیل کے کمرے سے باہر آیا، یعنی جس کمرے میں روضہ انور میں چراغ جلانے کے لیے تیل کا ذخیرہ تھا، پس میں نے اس سے شخص مذکور کے حالات اور اندر آنے کی کیفیت پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ دروازے تو بند ہیں جس طرح تم دیکھ رہے ہو، میں نے انہیں نہیں کھولا، پس میں نے اسے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ کہنے لگا کہ یہ ہمارے مولا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ ہیں، اور بتحقیق کہ میں

نے اس قسم کی راتوں میں جب کہ روضہ مقدس لوگوں سے خالی ہو آپ کو بارہا دیکھا ہے۔

پس مجھے افسوس ہوا اس چیز پر جو مجھ سے فوت ہوئی اور طلوع صبح صادق کے قریب میں باہر نکلا اور محلہ کرخ میں وہاں چلا گیا کہ جہاں چھپا ہوا تھا، پس چاشت کا وقت نہیں ہوا تھا کہ اصحاب ابن ابوالصالحان میری ملاقات کے متلاشی ہوئے اور میرے دوستوں سے میرے متعلق سوال کرتے تھے، اور ان کے پاس وزیر کی طرف سے اس کے ہاتھ کا لکھا امان نامہ تھا کہ جس میں ہر قسم کی نیکی اور اچھائی تھی، پس میں اس کے پاس اپنے دوستوں میں سے ایک امین کے ساتھ حاضر ہوا تو وزیر کھڑا ہوا اور مجھے سینہ سے لگایا اور آغوش میں لیا، اس طرح کہ جو اس سے پہلے اس سے معہود نہیں تھا، پس وہ کہنے لگا کہ حالات تجھے یہاں تک کھینچ کر لے گئے ہیں کہ تو نے صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ سے میری شکایت کی ہے۔

میں نے کہا کہ میری طرف سے تو دعا تھی، آنجناب سے سوال کیا تھا وہ کہنے لگا وائے ہو تجھ پر میں نے گزشتہ رات خواب میں اپنے مولا صاحب الزمان صوات اللہ علیہ کو دیکھا ہے یعنی جمعہ کی رات کہ آپؑ نے مجھے کسی قسم کی نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھ سے سختی کی ہے، اتنی کہ میں اس سے ڈر گیا، پس میں نے کہا لا الہ الا اللہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور منتہائے حق۔ میں نے گزشتہ رات اپنے مولا کو بیداری میں دیکھا ہے، اور مجھ سے آپؑ نے اس طرح فرمایا ہے، اور میں نے تفصیل سے بیان کیا جو کچھ کہ میں نے اس مشہد شریف میں دیکھا تھا، پس اس نے تعجب کیا اور اس کی طرف سے میرے لیے اچھے امور اس سلسلہ میں صادر ہوئے اور میں اس کی طرف سے اپنے مولا صلوات اللہ علیہ کی برکت سے اس مقصد تک پہنچا کہ جس کی مجھے امید نہ تھی۔

مولف کہتا ہے کہ چند دعائیں ہیں، جو دعائے فرج کے نام سے موسوم ہیں پہلی یہ دعا جو اس واقعہ میں مذکور ہے، دوسری وہ دعا ہے جو کتاب شریف جعفریات میں امیر المومنینؑ سے ہے، کہ آنجنابؑ جناب رسول خداؐ کے پاس آئے۔ اور کسی حاجت کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تجھے وہ کلمات نہ سکھاؤں کہ جو جبریلؑ بطور ہدیہ میرے پاس لایا ہے، اور وہ انیس حروف ہیں کہ جن میں سے چار جبریل کی پیشانی پر اور چار میکائیل کی اور چار اسرافیل کی پیشانی پر اور چار کرسی کے اردگرد ہیں اور تین حول عرش ہیں، پس جو مصیبت زدہ و بیچارہ و مہموم و مغموم یا جو بادشاہ سے یا شیطان سے ڈرتا ہے۔ دعا کرے تو خداوند عالم اس کی کفایت کرتا ہے اور وہ کلمات یہ ہیں۔

یا عماد من لا عماد له ریا مند عن لا سند له ویا ذخر من ذخر له و یا حرز من لا حرز له و
یا فخر من لا فخر له و یا رکن من لا رکن له یا عظیم الرجاء یا عزا الضعفاء یا منقذ الغرقی یا منجیا
للهکی یا محسن یا منعم یا مفضل اسئل الله الذی لا اله الا انت الذی

سجدلك مسوار رضوء

النهار و شعاع الشمس ونور القمر ودوی الماء و حفیف الشجر یا الله یا

رحمن یاذالجلال والاکرام

امیرالمومنینؑ اس دعا کو دعائے فرج کا نام دیتے تھے، تیسری شیخ ابراہیم کفعمی نے جنۃ الواقیہ میں روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول میں غنی وتونگر تھا اب فقیر ہوگیا ہوں، صحیح تھا اب مریض ہوں، لوگوں کی نگاہ میں مقبول تھا، پس مبغوض ہوگیا ہوں، ان کے دلوں پر خفیف تھا، اب سنگین و بوجھل ہوگیا ہوں، میں خرحناک اورخوش تھا، پس مجھ پر ہموم کا ہجوم ہوگیا اورزمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لیے تنگ ہوگئی ہے، اور وسیع ودراز دن کے اندر میں طلب رزق میں گردش کرتا رہتا ہوں، لیکن مجھے اتنا نہیں ملتا کہ میں اس سے اپنا پیٹ بھر سکوں، گویا میرا نام دفتر رزق سے مٹادیا گیا ہے۔

پس نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا شاید تو میراث ہموم کو کیا کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ میراث ہموم کیا ہے، فرمایا شاید عمامہ بیٹھ کر باندھتا ہے، اور پاجامہ کھڑے ہوکر پہنتا ہے یا اپنے ناخن کو دانتوں سے کاٹتا ہے یا اپنے رخسار کو اپنے دامن سے ملتا ہے یا کھڑے پانی میں پیشاب کرتا ہے یا منہ کے بل سوتا ہے؟

عرض کیا کہ ان میں سے بعض کام کرتا ہوں، حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، اور ضمیر خالص کرو اور اس دعا کو پڑھو کہ یہ دعائے فرج ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم الهی طموح الآمال قد خابت لديك ومعاكف الهمم قد تقطعت الا عليك و هذاهب العقول قد سمت الا اليك فاليك الرجآء واليك الملتجیٰ یا اکرم مقصود ویا اجود مسئول هربت اليك بنفسی یا ملجآء الهاربين باثقال!الذنوب احملها علیٰ ظهری وما اجدلی اليك شافعاً سوىٰ معرفتی بانك اقرب من رجاه الطالبون ولجا اليه المضطرون واهل ما لديه الراغبون یامن فتق العقول بمعرفته واطلق الالسن بحمده وجعل ما امتن به علیٰ عباده کفآر لتادية حقه صلی علی محمد وآله ولا تجعل للهموم علیٰ عقلی سبيلا ولا للباطل علی عملی دليلا وافتح لی بخير الدنيا یاولی الخير۔

چوتھی فاضل متجر سید علی خان مدنی کلمہ الطیب میں اپنے جد بزرگور سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دعائے فرج ہے۔

اللهم يا وحرود يا ودود يا ذالعرش المجيد يا فعا لا لما ير يد اسئلك بنور وجهك الذى ملا اركان عرشك وبقدرتك التى قدرت بها على جميع خلقك وبرحمتك التى وسعت كل شئى لا اله الا انت يا مبدى يا معيد لا اله الا انت يا اله البشر يا عظيم الخطر منك الطلب واليك الهرب وقع بالفرج يا مغيث اغثنى ۔ تین سو مرتبہ کہو

پانچویں دعائے فرج جو کہ محقق سبزداری کی کتب مفاتیح النجاۃ میں مروی ہے اور اس کی ابتدا ہے۔

اللهم انی اسئلك يا الله يا الله يا من علا فقهر ۔ الخ اور وہ طویل ہے۔

آٹھواں واقعہ: شریف عمر بن حمزہ کا حضرت علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

شیخ جلیل وامیر زاہد ورام بن ابوفراس نے کتاب تنبیہ الخاطر کی دوسری جلد کے آخر میں فرمایا ہے کہ مجھے خبر دی سید جلیل شریف ابوالحسن علی بن ابراہیم عریضی، علوی، حسینی نے اس سے کہا کہ مجھے خبر دی علی بن نمانے، وہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن علی بن حمزہ اقاسی نے شریف علی بن جعفر بن علی مدائنی علوی کے گھر میں، وہ کہتا ہے کہ کوفہ میں ایک بوڑھا دھوبی رہتا تھا جو زہد کے نام سے موسوم تھا اور وہ گوشہ نشیوں کی لڑی میں منسلک تھا اور وہ عبادت کے لیے منقطع تھا اور آثار صالحین کی پیروی کرتا تھا۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دن وہ میرے والد کی مجلس میں بیٹھا تھا اور یہ شیخ میرے والد کے لیے نقل حدیث کر رہا تھا، اور اس بوڑھے کی طرف متوجہ تھا پس وہ شیخ کہنے لگا میں ایک رات مسجد جعفی میں تھا اور وہ پشت کوفہ پر قدیم مسجد ہے آدھی رات ہو چکی تھی اور میں عبادت کے لیے علیحدہ جگہ تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ تین افراد آ رہے ہیں، پس وہ مسجد میں داخل ہوئے جب مسجد کے صحن کے درمیان پہنچے تو ان میں سے ایک بیٹھ گیا، پس اس نے زمین پر دائیں بائیں ہاتھ پھیرا تو پانی جوش مارنے لگا اس نے اس پانی سے کامل وضو کیا اس وقت ان دو اشخاص کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بھی وضو کر لیں انہوں نے وضو کیا پھر وہ آگے کھڑا ہو گیا اور انہیں نماز باجماعت پڑھانے لگا تو میں نے بھی ان کے ساتھ نماز باجماعت پڑھی جب اس نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہوا تو مجھے اس کی حالت سے تعجب ہوا اور میں نے اس کام کو پانی کے زمین سے باہر آنے کی وجہ سے عظیم سمجھا، تو میں نے جو کہ میری دائیں طرف تھا اس شخص کے حالات کے متعلق ان دو اشخاص میں سے ایک سے پوچھا اور کہا کہ یہ کون ہے وہ کہنے لگا یہ صاحب الزمان الامر حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔

پس میں آنجنابؑ کے قریب گیا اور ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیا اور آنجنابؑ سے عرض کیا، اے فرزند رسولؐ شریف عمر بن حمزہ کے حق میں آپؑ کیا فرماتے ہیں کیا وہ حق پر ہے،

فرمایانہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ہدایت حاصل کرے مگر یہ کہ مجھے دیکھنے سے پہلے وہ مرے گانہیں۔اور ہم نے شیخ کی یہ بات نئی اور عجیب سمجھی، پس کافی زمانہ گزر گیااور شریف کی وفات ہوگئی لیکن یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ اس کی امام زمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے، پس جب ہم شیخ زاہد کے ساتھ اکٹھے ہوئے تو میرے دل میں وہ واقعہ آیا جواس نے بیان کیا تھااور میں نے اس سے اعتراض کرنے والے شخص کی طرح کہا کہ کیا تم نے بیان نہیں کیا تھا کہ یہ شریف عمراس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ صاحب الامر علیہ السلام کونہ دیکھ لے کہ جس کی طرف تونے اشارہ کیا تھا،تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تجھے کیسے معلوم ہوگیا ہے کہ اس نے آنجناب ؑ کونہیں دیکھا۔

اس کے بعد ہم شریف ابوالمناقب فرزند شریف بن حمزہ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے اور درمیان میں اس کے والد کا ذکر آگیا تو وہ کہنے لگے کہ ایک رات ہم اپنے والد کے پاس تھے اور وہ اس بیماری میں مبتلا تھا کہ جس میں وفات پائی ان کی طاقت ختم ہوگئی اور آواز پست ہوچکی تھی ، ہمارے دروازے بند تھے تو اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ ہمارے پاس اندر آیا ہم اس سے ڈر گئے اور ہم نے اس کے داخل ہونے کو عجیب سمجھا اور ہم اس سے غافل ہو گئے کہ اس سے کوئی سوال کریں، پس وہ ہمارے والد کے پہلو میں بیٹھ گیا اور اس سے آہستہ آہستہ باتیں کرتا رہا اور میرے والد گریہ کر رہے تھے،اس وقت وہ کھڑا ہوگیا اور ہماری نگاہوں سے غائب ہوگیا، ہمارے والد نے اپنے آپ کو مشقت وزحمت میں ڈال کر کہا مجھے بٹھاؤ، پس ہم نے اسے بٹھایا اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اسے بلاؤ، ہم اس کے پیچھے گئے ہم نے دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور اس کا نام ونشان نہ مل سکا، پس اس کی طرف لوٹ کر آئے اور اسے اس شخص کے حالات بتائے کہ وہ ہمیں نہیں ملا اور ہم نے اپنے باپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے اس وقت وہ بیماری کی سختی وسنگینی کی طرف پلٹ گیا اور بے ہوش ہوگیا۔

مولف کہتا ہے ک ابومحمد حسن بن حمزہ اقساسی جوعزالدین اقساسی کے لقب سے مشہور تھا اجلاء سادات شرفاء وعلماء کوفہ میں سے شاعر ماہر تھا، ناصر باللہ عباسی نے اسے نقیب سادات مقرر کیا تھا یہ وہی ہے کہ جب مستنصر باللہ عباسی کے ساتھ جناب سلمان کی زیارت کے لیے گیا تو مستنصر نے اس سے کہا کہ غالی شیعہ جھوٹ بولتے ہیں اور باتوں میں کہ علی ن ابی طالب علیہ السلام ایک ہی رات میں مدینہ سے مدائن آئے اور سلمان کوغسل دیا اوراسی دن واپس پلٹ گئے۔

عزالدین نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

انکرت ليلة اذسار الوصی الیٰ!
ارض المدآئن لمانا لها طلباً
وغسل الطو سلما نا وعاد الیٰ
عرائض يثرب والا صباح ما وجباً
وقلت ذلك من قول الغلاة وما

ذنب الغلاۃ اذالمر یوردوا کذباً
فاصف قبل ردالطرف من سباً
بعرش بلقیس وانی یخرق الحبنا
فانت فی آصف لمرتغل فیہ بلیٰ
فی حیدر انا غال ان ذا عجبا
ان کان احمدخیر المرسلین فذا
خیر الوصین اوکل الحدیث ھبا

توانکار کرتا ہے کہ جب وصی چلے مدائن کی زمین کو جب انہیں بلایا گیا انہوں مسلمان کے میت کو غسل دیااور واپس آگئے یثرب میں جب صبح نہ ہوئی تھی اور تونے کہا کہ یہ غالیوں کی بات ہے اور یہ غالیوں کا جھوٹ ہے۔ اور آصف بن برخیا پک جھپکنے میں تخت بلقیس ملک سبا سے لایا ہے اب آصف کے بارے تجھے غلو نہیں لگتا اور حیدرؑ کے بارے تجھے غلو لگتا ہے یہ تعجب کی بات ہے۔مگر یاد رکھ اگر احمد تمام مرسلین سے افضل ہیں تو حیدر کرار تمام اوصی سے افضل ہیں یا یہ سب باتیں من گھڑت ہیں۔

اور مسجد جعفی کوفہ کی مشہور ومبارک مساجد میں سے ہے،حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس میں چار رکعت نماز زہراعلیہا السلام پڑھی اور طویل مناجات جو کہ کتب مزار میں موجود ہے اور میں نے صحیفہ ثانویہ علویہ میں اسے ذکر کیا ہے اور اس وقت اس مسجد کا کوئی اثر ونشان باقی نہیں ہے۔

نواں واقعہ: ابوراجح حمامی کا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب السلطان المفرج عن اہل الایمان تالیف عالم کامل سید علی بن عبدالحمید نیلی نجفی نے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ مختلف علاقوں میں مشہور ہوا ہے اور اہل زمانہ کے درمیان ابوراجح حمامی کا واقعہ مشہور ہو گیا جو کہ حلہ میں تھا بتحقیق کہ اعیان اماثل اور اہل صدق افاضل کی ایک جماعت نے اس واقعہ کو بیان کرنے والوں میں سے ایک شیخ زاہد عابد محقق شمس الدین محمد بن قارون سلمہ اللہ تعالیٰ ہے۔وہ کہتا ہے کہ حلہ میں ایک حاکم تھا کہ جسے مرجان صغیر کہتے تھے اور وہ ناصبیوں میں سے تھا اس نے لوگوں سے کہا کہ ابوراجح ہمیشہ صحابہ کو سب کرتا رہتا ہے، پس اس خبیث نے حکم دیا کہ اسے حاضر کیا جائے جب وہ حاضر ہوا تو حکم کیا کہ اسے ماریں پیٹیں، اتنا اس کو پیٹا گیا کہ وہ ہلاکت تک پہنچ گیا اور اس کے تمام بدن پر مارتے رہے یہاں تک کہ اس کے چہرہ پر اتنا مارا کہ اس کی شدت سے اس کے دانت گر گئے اور اس کی زبان باہر نکال کر آہنی زنجیر کے ساتھ باندھ دی اور اس کے ناک میں سوراخ

کیا اور بالوں کی بنی ہوئی رسی اس کے ناک کے سوراخ میں داخل کی، اور اس بالوں کی بنی ہوئی رسی کا سرا ایک دوسری رسی سے باندھا اور وہ رسی اپنے اعوان کی ایک جماعت کے ہاتھ میں دے دی اور ان کو حکم دیا کہ اسے ان زخموں کے باوجود اور اسی ہئیت میں حلہ کی گلیوں میں پھرائیں اور زد وکوب کریں، پس وہ اشقیاء اس کو لے گئے اور اتنا زد وکوب کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ پس اس کی اس حالت کی اس لعین کو خبر دی گئی اور اس خبیث نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، حاضرین نے کہا کہ وہ بوڑھا آدمی ہے اور اس کے اتنے زخم لگ چکے ہیں جو اسے قتل کر دیں گے۔ اب اس کے قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، لہٰذا خود کو اس کے قتل کرنے میں شامل نہ کرو اور اتنا اصرار اس کی سفارش کے سلسلہ میں کیا کہ اس نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا اس کی زبان کا گوشت پھٹ گیا اور اس پر ورم آ گیا تھا، بھلے مانس لوگ اسے اس کے گھر چھوڑ آئے اور انہیں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ وہ اسی رات مر جائے گا، جب صبح ہوئی تو لوگ اس کے پاس گئے دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے اور نماز میں مشغول ہے اور وہ صحیح وسالم ہو چکا ہے اس کے گرے ہوئے دانت واپس آ گئے اس کے زخم مندمل ہو چکے ہیں اور اس کے زخموں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ اور اس کے چہرہ کی شکستگی زائل ہو چکی ہے پس لوگوں کو اس کی حالت پر تعجب ہوا اور اس کے متعلق اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اس حالت کو پہنچ گیا تھا کہ میں نے موت کا معائنہ کر لیا اور میری زبان باقی نہیں تھی کہ خدا سے سوال کرتا، پس دل سے خداوند عالم کی بارگاہ میں سوال کیا اور استغاثہ اور دادرسی کی خواہش اپنے مولا حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ سے کی جب رات تاریک ہوگئ تو میں نے دیکھا کہ میرا گھر پرنور ہو گیا ہے اچانک میں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے اپنا دست مبارک میرے چہرہ پر پھرا اور فرمایا کہ باہر جاؤ اور اپنے اہل وعیال کے لیے کام کرو بتحقیق کہ خداوند عالم نے تمہیں شفا بخشی ہے، پس میں نے اس حالت میں صبح کی ہے جو دیکھ رہے ہو اور شیخ شمس الدین محمد بن قارون مذکور راوی حدیث کہتا ہے کہ میں خداوند عالم کی قسم کھاتا ہوں کہ ابو راجح شخص کمزور جسم زرد رنگ بدصورت اور کمزور قسم کا تھا، اور میں ہمیشہ اس کے حمام میں جایا کرتا تھا تو وہ موجود ہوتا اور میں اسے اسی حالت وشکل میں دیکھتا کہ وہ مرد صاحب قوت اور درست قد وقامت ہو گیا ہے اور اس کی داڑھی لمبی اور چہرہ سرخ ہو چکا ہے اور اس جوان کی طرح ہو گیا ہے کہ جس کی عمر بیس سال ہو، وہ اسی ہئیت وجوانی میں رہا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا۔ اور جب اس کی خبر مشہور ہوئی تو حاکم نے اسے بلایا جب وہ حاضر ہوا، کل اسے اس حالت میں دیکھا تھا اور آج اسے اس حالت میں دیکھا کہ جیسے بیان ہو چکا ہے اور زخموں کے آثار اس میں نہیں تھے اور اس کے گر جانے والے دانت دوبارہ درست ہو چکے تھے، پس حاکم لعین پر اس حالت سے رعب عظیم طاری ہوا اور وہ اس سے پہلے جب اپنی مجلس میں بیٹھا تو اپنی پشت حضرتؑ کی طرف کرتا کہ جو حلہ میں ہے، اور اس کی پشت پلید قبلہ اور آنجنابؑ کی طرف ہوتی، اور اس واقعہ کے بعد اپنا منہ آپؑ کے مقام کی طرف کر کے بیٹھا اور اہل محلہ کے ساتھ نیکی و مدارت کرنے لگا اور اس واقعہ کے چند دن بعد مر گیا، لیکن اس معجزہ باہرہ نے اس خبیث کو کوئی فائدہ نہ دیا۔

دسواں واقعہ: اس کاشی بیمار کا ہے کہ جس نے حضرت سلام اللہ علیہ کی برکت سے شفا پائی۔

اور نیز بحار میں ذکر فرمایا ہے کہ اہل نجف کے ایک گروہ نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل کاشان میں سے ایک شخص نجف اشرف میں آیا تھا اور وہ عازم حج بیت اللہ تھا، پس وہ نجف میں سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو کر علیل ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ٹانگیں سوکھ گئیں اور اس میں چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ اس کے ساتھی اسے ایک نیک آدمی کے پاس چھوڑ گئے کہ جس کا حجرہ صحن مقدس میں تھا، اور وہ شخص ہر روز اسے اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر کے صحرا کی طرف سیر و تفریح اور در نجف چننے کے لیے چلا جاتا، پس ایک دن وہ بیمار اس شخص سے کہنے لگا کہ میرا دل تنگ ہو گیا ہے اور اس جگہ سے مجھے وحشت ہوتی ہے مجھے آج اپنے ساتھ لے لو اور مجھے کسی جگہ ڈال دینا۔ اس وقت جہاں چاہو چلے جانا پس وہ بیمار کہتا ہے کہ وہ شخص راضی ہو گیا اور مجھے اپنے ساتھ باہر لے گیا، اور شہر سے باہر ایک مقام تھا اس نے اپنے کپڑے دھوئے اور وہاں ایک درخت پر ڈال کر صحرا کی طرف چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور میں سوچ رہا تھا کہ آخر میرا معاملہ کہاں تک پہنچے گا اچانک میں نے ایک خوبصورت جوان گندم گوں کو دیکھا کہ وہ اس صحن میں داخل ہوا اور مجھ کو سلام کیا اور اس حجرہ میں چلا گیا جو اس مقام میں تھا اور محراب کے پاس چند رکعت نماز خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھی کہ جیسی نماز میں نے اس عمدگی کے ساتھ کبھی نہ دیکھی تھی اور جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میرے پاس آیا اور میرے حالات پوچھے، میں نے کہا کہ میں ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں کہ جس سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے نہ تو خدا مجھے اس سے عافیت دیتا ہے، تاکہ میں صحیح و سالم ہو جاؤں اور نہ مجھے دنیا سے لے جاتا ہے، تا کہ اس سے چھٹکارا پاؤں۔ اس نوجوان نے مجھ سے فرمایا کہ محزون نہ ہو عنقریب خدا تجھے دونوں چیزیں عطاء فرمائے گا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور باہر نکل گیا میں نے دیکھا کہ وہ کپڑا درخت سے زمین پر گر پڑا، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے دھو کر درخت پر ڈال دیا اس کے بعد میں نے غور کیا کہ میں تو اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتا تھا اب یہ کیسے ہوا کہ میں اٹھ کر چلا اور جب میں نے اوپر نگاہ ڈالی تو کسی قسم کی تکلیف اپنے جسم میں نہ دیکھی تو میں نے جان لیا کہ وہ شخص حضرت قائم علیہ السلام تھے کہ خداوند عالم نے ان کی برکت اور اعجاز سے مجھے شفا بخشی ہے، پھر میں اس مقام کے صحن سے باہر نکلا اور صحرا میں نظر دوڑائی تو کسی کو نہ دیکھا تو میں بہت پشیمان اور نادم ہوا کہ کیوں میں حضرتؑ کو نہیں پہچان سکا، پس صاحب حجرہ میرا ساتھی آیا اور اس نے میری حالت کے متعلق سوال کیا اور میں نے جو کچھ گزرا تھا اس کی خبر دی اور وہ بھی بہت متحیر ہوا کہ اسے اس بزرگوار کی ملاقات میسر نہ ہوئی پھر اس کے ساتھ میں حجرے کی طرف گیا اور صحیح و سالم تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھی اور رفیق حج سے واپس آئے اور چند دن ان کے ساتھ رہا اور پھر بیمار ہو گیا اور وفات پائی تو اسے صحن میں دفن کیا گیا اور ان دونوں چیزوں کی صحت ظاہر ہوئی کہ جن کی حضرت قائم صلوات اللہ علیہ نے اسے خبر دی تھی ایک عافیت اور دوسری موت، مولف کہتا ہے کہ مخفی نہ رہے کہ منجملہ امامؑ کے کچھ محل مخصوص ہیں جو آنجنابؑ کے مقام سے مشہور ہیں، مثلاً وادی السلام و مسجد

سہلہ وحلہ وخارج قم وغیرہ کے مقامات اور ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص ان مواضع میں شرف ملاقات سے مشرف ہوا یا یہ کہ آنجنابؑ سے کوئی معجزہ وہاں ظاہر ہوا ہے اور اس بناء پر وہ جگہ اماکن شریفہ ومتبرکہ میں داخل ہوگئی اور محل انس وتر دو ملائکہ اور باعث قلت شیاطین ہوگئی اور یہ چیز بھی اجابت دعا اور قبولیت عبادات کے اسباب قریبہ میں سے ہے اور اخبار میں آیا ہے کہ خداوند عالم کے لیے کچھ جگہیں ہیں کہ وہ پسند کرتا ہے کہ وہاں اس کی عبادت کی جائے اور ان جیسے مقامات کا وجود مساجد مشاہد آئمہ علیہم السلام و مقابر امامزادگان وصلحاء وابرار کی طرح جو کہ اطراف وبلاد میں ہیں، الطاف غیبیہ الٰہیہ میں سے ہے، بیچارے مضطر بیمار مقروض مظلوم خوفزدہ اور محتاج وغیرہ بندگان خدا کے لیے جو کہ صاحبان ہموم مفرق قلوب ومشقت خاطر اور مخل حواس ہیں کہ وہ لوگ وہاں آکر پناہ لیں اور تضرع وزاری کریں اور صاحب وسیلہ کے مقام ومنزلت کے واسطہ سے خداوند عالم سے سوال کریں اور اپنے درد کی دوا طلب کریں اور شفا مانگیں اور رفع شر اشرار کریں۔اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کی دعا فوراً مقرون با اجابت ہوتی ہے، بیماری کے ساتھ جاتے ہیں اور عافیت لے کر پلٹتے ہیں اور مظلوم جاتے اور مغبوط (جس پر رشک کیا جائے) واپس آتے ہیں،اور پریشان حال جاتے ہیں اور آسودہ خاطر لوٹتے ہیں،البتہ جتنا اس جگہ کے آداب واحترام کی کوشش کریں گے وہاں زیادہ خیر وبرکت دیکھیں گے اور احتمال ہے کہ یہ تمام جگہیں ان گھروں کے حکم میں داخل ہوں کہ جن کے متعلق خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ ان کا مقام بلند ہونا چاہیے،اور ان میں خدا کا نام لیا جائے اور مدح فرمائی ہے کہ ان لوگوں کی جو صبح وشام وہاں خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔اور اس جگہ اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

گیارہواں واقعہ: انار اور بحرین کے ناصبی وزیر کا ہے۔

نیز اس کتاب میں فرمایا ہے کہ ثقات کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ ایک مدت تک بحرین کا علاقہ عیسائیوں کے ماتحت تھا اور عیسائیوں نے ایک مسلمان کو وہاں کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا اس خیال سے کہ شاید مسلمان حاکمیت کی وجہ سے وہ علاقہ زیادہ آباد رہے اور یہ چیز ان شہروں کے لیے زیادہ مصلحت کا باعث ہو،اور وہ حاکم ناصبی تھا اور اس کا ایک وزیر تھا جو ناصبیت اور عداوت میں اس حاکم سے شدید تر تھا اور ہمیشہ اہل بحرین سے بسبب اس محبت ودوستی کے جو اہل بحرین کو اہل بیت رسالت سے تھی عداوت ودشمنی کا اظہار کیا کرتا تھا پس وہ وزیر لعین ہمیشہ اس علاقہ کے لوگوں کے قتل کرنے اور ضرر پہچانے کے لیے بہانے تراشتا تھا، پس ایک دن وہ وزیر خبیث حاکم کے دربار میں آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک انار تھا کہ جو لان نے حاکم کو دیا، حاکم نے جب دیکھا تو اس پر تحریر تھا لا الہ اللہ **محمد رسول اللہ و ابو بکر و عمر و عثمان و علی خلفاء رسول اللہ۔**

جب حاکم نے نظر کی تو دیکھا کہ وہ تحریر اصل انار سے ہے،اور وہ مخلوق کی کاریگری نہیں، پس وہ اس چیز سے متعجب ہوا اور وزیر سے کہا کہ یہ علامت ظاہر ہے اور دلیل قوی ہے،رافضیوں کے مذہب کے باطل ہونے کی،اب اہل بحرین کے متعلق تیری کیا رائے ہے۔

وزیر کہنے لگا کہ یہ متعصب لوگ ہیں جو دلیل وبراہین سے انکار کرتے ہیں،لہذا آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ

انہیں بلائیں اور یہ انار دکھائیں، اگر وہ قبول کرلیں اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیں تو آپ کے لیے بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر وہ اپنا مذہب چھوڑنے سے انکار کریں اور اپنی گمراہی پر قائم رہیں تو انہیں تین چیزوں کے درمیان مختار قرار دو، یا تو وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دیں (کفار کی طرح) یا اس دلیل کا جواب لے آئیں، حالانکہ ان کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، یا یہ وہ ان کے مردوں کو قتل کرواوران کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالواوران کے مال واسباب کو غنیمت میں لے لو۔حاکم نے اس لعین کی رائے کو پسند کیا اور کسی کو ان کے علماء وافاضل واخیار لوگوں کے پاس بھیجا اور انہیں دربار میں حاضر کیا اور انہیں خبردار کیا کہ اگر شافی ووافی جواب نہ لائے تو تمہارے مردوں کو قتل اور عورتوں و بچوں کو قید اور تمہارے مال واسباب کو لوٹ لوں گا، یا یہ کہ ذلت کے ساتھ کفار کی طرح جزیہ ادا کرو۔

جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو حیران ہو گئے اور وہ جواب کی قدرت نہیں رکھتے تھے اوران کے رنگ اڑ گئے اور جسم کانپنے لگے، پس ان کے بڑے اور بزرگ لوگ کہنے لگے اے امیر ہمیں تین دن کی مہلت دے دو شاید ہم کوئی ایسا جواب لے آئیں کہ جس پر تو راضی ہو اور اسے پسند کرے۔اور اگر ہم کوئی جواب نہ لا سکے تو پھر جو تیرا دل چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرنا، حاکم نے انہیں تین دن کی مہلت دے دی تو وہ خوف وحیرانگی کے عالم میں اس کے دربار سے باہر نکلے اور وہ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اپنی سوچ و بچار کرنے لگے یہاں تک کہ ان کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ وہ بحرین کے صالحین وزاہدین میں سے دس افراد کو چنیں، جب وہ انتخاب کر چکے تو پھر ان دس افراد میں سے تین کو انتخاب کیا، پھر ان تین میں سے ایک سے کہا کہ تم آج رات صحرا کی طرف جاؤ اور خدا کی عبادت کرو، اور ہمارے زمانہ کے امام صاحب الامرؑ کی بارگاہ میں استغاثہ کرو، کیونکہ وہ ہمارے امام زمانہ اور ہم پر حجت خدا ہیں شاید وہ تمہیں اس عظیم مصیبت سے بچنے کا کوئی چارہ بتائیں، پس وہ شخص باہر نکلا اور ساری رات خضوع وخشوع سے خدا کی عبادت کرتا رہا اور اس نے گریہ وزاری کی اور خدا سے دعا اور امام صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کیا صبح تک دیکھا، لیکن کوئی چیز نہ دیکھی، اوران کے پاس واپس آ گیا اور انہیں بتا دیا۔دوسری رات ایک دوسرے شخص کو انہوں نے بھیجا اور اس نے بھی ساتھی کی طرح دعا وتضرع وزاری کی اور کوئی چیز نہ دیکھی۔

پس ان لوگوں کا قلق واضطراب بڑھ گیا اور تیسرے کو بلایا اور وہ شخص پرہیز گار تھا کہ جس کا نام محمد بن عیسیٰ تھا وہ بزرگوار تیسری رات سروپا برہنہ صحرا کی طرف گئے، وہ رات بہت تاریک تھی وہ دعا وگریہ میں مشغول رہے اور خداوند تعالیٰ سے توسل کیا کہ وہ اس بلا ومصیبت کو مومنین سے دور کردے، اور صاحب الامرؑ سے استغاثہ کیا۔

جب رات کا آخری وقت آیا تو اس نے سنا کہ کوئی شخص اس سے خطاب کررہا ہے کہ اے محمد بن عیسیٰ کیوں میں تمہیں اس حالت میں دیکھ رہا ہوں اور تم اس بیابان کی طرف کس لیے آئے ہو، وہ کہنے لگا اے شخص مجھے میرے حال پر چھوڑ دے، کیونکہ میں ایک امر عظیم کے ماتحت باہر نکلا ہوں اور اسے بیان نہیں کروں گا، مگر اپنے امامؑ کے سامنے، اوراس کی شکایت نہیں کروں گا مگر اس سے جو کہ منکشف اور دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

وہ شخص کہنے لگا اے محمد بن عیسیٰ میں صاحب الامرؑ ہوں، لہذا اپنی حاجت بیان کرو، محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ اگر آپؑ صاحب

الامرؑ ہیں تو آپؑ کو میرا واقعہ اور معاملہ بھی معلوم ہے اور کہنے کی ضرورت نہیں۔

فرمایا ہاں سچ کہتے ہو تم اس مصیبت کی وجہ سے باہر نکلے ہو جو مخصوص اس انار کی وجہ سے تم پر وارد ہوئی ہے، اور اس دھمکی کی وجہ سے جو توعید و تخفویف حاکم نے تم سے کی ہے۔

محمد بن عیسیٰ کہتا ہے کہ جب یہ کلام معجز نظام میں نے سنا تو اس کی طرف متوجہ ہوا کہ جدھر سے یہ آواز آرہی تھی اور عرض کیا ہاں اے میرے مولا آپؑ کو معلوم ہے کہ کیا مصیبت ہم پر آن پڑی ہے اور آپؑ ہی ہمارے امام وملاذ و پناہ ہیں اور آپؑ قادر ہیں اس بلا و مصیبت کو دور کرنے پر۔

پس آنجنابؑ نے فرمایا اے محمد بن عیسیٰ وزیر لعنہ کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے، جب اس درخت پر پھل لگا تو اس نے مٹی سے انار کی شکل کا ایک سانچہ بنایا اور اسے نصف کیا اور ہر ایک نصف میں اس کتابت میں سے کچھ لکھا اور انار ابھی چھوٹا اور ابھی درخت پر ہی تھا کہ اسے اس سانچہ کے درمیان قرار دیا اور اسے باندھ دیا، چونکہ وہ انار اس کے درمیان پڑا ہوا تھا تو اس تحریر کا اثر اس پر رہ گیا اور وہ اس طرح ہو گیا ہے، پس صبح کے وقت جب حاکم کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ میں اس دلیل کا جواب لے آیا ہوں، لیکن اس وزیر کے گھر میں ظاہر کروں گا، پس جب وزیر کے گھر کے اندر جاؤ تو تم اندر جاتے ہوئے اپنی دائیں طرف ایک بلائی کمرہ دیکھو گے، پس اس حاکم سے کہو کہ میں اس اوپر والے کمرے میں ہی جا کر جواب دوں گا، بہت جلدی ہی وہ وزیر اس کمرہ میں داخل ہونے سے پس و پیش کرے گا، لیکن تم اصرار کرنا اور تاکید کرنا اس کمرہ میں جانے پر اور وزیر کو اکیلا اس کمرے میں اپنے سے پہلے نہ جانے دینا اور تم خود پہلے کمرے میں جانا اور اس کمرے میں ایک طاقچہ تمہیں نظر آئے گا کہ جس میں سفید رنگ کی ایک تھیلی ہوگی، اس تھیلی کو لے لینا، کیونکہ وہ مٹی کا سانچہ اسی میں ہے کہ جس میں اس ملعون نے حیلہ و بہانہ کیا ہے، پھر حاکم کی موجودگی میں وہ انار اس سانچے اور قالب کے اندر رکھو تا کہ اس کا مکر و حیلہ معلوم ہو جائے، اور اے محمد بن عیسیٰ ایک دوسری علامت یہ ہے کہ حاکم سے کہنا کہ ہمارا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جب اس انار کو توڑا جائے گا تو اس میں سوائے دھوئیں اور خاکستر کے دوسری کوئی چیز ظاہر نہیں ہوگی، اور کہنا کہ اگر اس بات کی سچائی دیکھنا چاہتے ہو تو وزیر کو حکم دیجئے کہ وہ اسے لوگوں کے سامنے توڑے، جب وہ اسے توڑے گا تو وہ خاکستر اور دھواں وزیر کے منہ اور داڑھی پر پڑے گا۔

خوشی کے ساتھ اپنے گھر واپس لوٹ آیا جب صبح ہوئی تو حاکم کے پاس گیا اور محمد بن عیسیٰ نے وہ سب کچھ کیا جو امام علیہ السلام نے اسے حکم دیا تھا ۔اور وہ سب معجزات ظاہر ہوئے جن کی امامؑ نے خبر دی تھی، پس حاکم محمد بن عیسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ امور تجھے کس نے بتائے ہیں تو اس نے کہا کہ امام زمانہؑ نے اور وہ جو ہم پر خدا کی حجت ہیں۔ والی نے کہا تمہارا امام کون ہے؟

پس محمد نے یکے بعد دیگر تمام آئمہ علیہم السلام کا اسے تعارف کرایا یہاں تک کہ حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ تک پہنچا۔ حاکم کہنے لگا کہ ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں اس مذہب پر بیعت کروں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کے

بندے اور رسول ہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد بلافصل خلیفہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں، پھر یکے بعد دیگرے ان کے آخری امام علیہ السلام تک کا اقرار کیا اور اس کا ایمان اچھا ہو گیا اور وزیر کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل بحرین سے معذرت چاہی۔

یہ واقعہ اہل بحرین کے ہاں مشہور ہے اور محمد بن عیسیٰ کی قبر بھی ان کے نزدیک معروف ہے، اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

بارہواں واقعہ: ایک شیعہ کا ایک سنی سے مناظرہ کرنا ہے۔

عالم فاضل خبیر مرزا عبداللہ اصفہانی شاگرد علامہ مجلسی کتاب ریاض العلماء کی قسم اول کی دوسری فصل میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم بن محمد بن القاسم حاسمی جو کہ فاضل و عالم کامل اور حاسمی کے لقب سے مشہور ہیں اور ہمارے علماء کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ قدماً وہ ہمارے اصحاب میں سے ہیں اور امیر سید حسین عاملی جو مجتہد کے لقب سے معروف اور سلطان شاہ عباس صفوی کے ہمعصر تھے، وہ اپنے رسالہ کے اواخر میں کہ جسے دنیا و آخرت کے اہل خلاف کے حالات میں تالیف کیا ہے، بعض مناظرات کے مقام ذکر میں جو کہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان ہوئے ہیں اس عبارت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ان میں سے وہ حکایت عجیب و غریب ہے جو شہر پاکیزہ ہمدان میں شیعہ اثنا عشری اور ایک شخص سنی کے درمیان واقع ہوئی کہ جسے میں نے ایک پرانی کتاب میں دیکھا ہے کہ حسب عادت جس کے متعلق احتمال ہے کہ اس کی تاریخ کتاب اب سے تین سو سال پہلے کی ہے، اور اس کتاب میں اس طرح تحریر تھا کہ ایک عالم شیعہ اثنا عشری کہ جس کا نام ابوالقاسم محمد بن ابوالقاسم حاسمی اور اہلسنت کے ایک عالم کہ جس کا نام رفیع الدین حسین تھا دونوں کے درمیان دوستی اور مصاحبت قدیم اور اموال میں شرکت اور اکثر حالات میں اور سفروں میں میل جول واقع ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اپنے مذہب کو نہیں چھپاتا تھا اور مزاح کے طور پر ابوالقاسم رفیع الدین کو ناصبی اور رفیع الدین ابوالقاسم کو رافضی کہا کرتا تھا، اور ان کے درمیان اس دوستی اور اکٹھے رہنے کے باوجود مذہب کے سلسلہ میں مباحثہ و مناظرہ نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ اتفاقاً شہر ہمدان کی مسجد میں کہ جسے مسجد عتیق کہتے تھے، ان کے درمیان بحث چھڑ گئی۔گفتگو کے دوران رفیع الدین نے فلاں و فلاں اشخاص کو امیر المومنین علی علیہ السلام پر فضیلت دی اور ابوالقاسم نے رفیع الدین کے قول کو رد کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کو افضل قرار دیا اور اپنے مذہب پر بہت سی آیات و احادیث سے استدلال کیا اور وہ بہت سے مقامات و کرامات و معجزات بیان کئے جو آنجنابؑ سے صادر ہوئے تھے۔

رفیع الدین نے معاملہ کو برعکس قرار دیا اور ابوبکر کی افضلیت پر غار میں رسولؐ کی صحبت میں رہنے اور اس کے صدیق اکبر کے خطاب سے مہاجرین و انصار کے درمیان مخاطب ہونے سے استدلال کیا اور نیز کہا کہ ابوبکر مہاجرین و انصار کے درمیان رسولؐ کا خسر ہونے اور خلافت و امامت کے ساتھ مخصوص تھا اور نیز رفیع الدین نے کہا کہ ابوبکر کی شان میں نبی اکرمؐ سے دو حدیثیں صادر ہوئی ہیں۔ایک یہ کہ تو میرے پیراہن کی طرح ہے۔الخ۔اور دوسری یہ کہ میرے بعد دو افراد کی

پیروی کرنا،ابوبکراورعمرکی۔

ابوالقاسم شیعہ اس کی بات سننے کے بعد کہنے لگا کہ توکس طرح اورکس سبب سے ابوبکرکوافضل قرار دیتا ہے۔سیداوصیاء سنداولیاءحامل لواءامام جن وانس قسیم جنت ونار پر،حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آنجنابؑ صدیق اکبراورفاروق اظہر برادررسول خدا اورزوج بتول زہرا ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آنجنابؑ رسول خداؐ کے غار کے طرف ظالم وفاجر وکفار کے ڈر سے جانے کے وقت حضرتؐ کے بستر پرسوئے اورعسرت وفقروفاقہ کی حالت میں آنحضرتؐ کے شریک کارر ہے،اوررسول خداؐ نے اول اسلام میں مسجد کی طرف کے سب صحابہ کے دروازے بندکرادیئے سوائے آنجنابؑ کے دروازے کے اورعلیؑ کواپنے دوش مبارک پر بتوں کوتوڑنے کے لیے سوارکیااورخداوندعلی واعلیٰ نے جناب فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے ملااعلیٰ میں کی۔اورآپ نے عمروبن عبدود کے ساتھ جنگ کی اورخیبر فتح کیااورچشم زون جتنا بھی خدا سے شرک نہ کیا بخلاف ان تین اشخاص کےاوررسول خدا نے انہیں چار انبیاء کے مشابہ قرار دیا جہاں فرمایا کہ جوآدمؑ کےعلم نوحؑ کےفہم موسیٰ کی شدت وہیبت اورعیسیٰؑ کے زہدکودیکھنا چاہتا ہوتو وہ علی علیہ السلام کے چہرہ کی طرف دیکھے اوران فضائل وکمالات ظاہرہ وباہرہ اوررسول خداؐ کی قرابت قریبہ اوران کے لیے سورج کے پلٹ آنے کے باوجودکس طرح جائزاورمعقول ہے کہ ابوبکرؓ کوعلیؑ پرفضیلت دی جائے۔

جب رفیع الدین نے ابوالقاسم کی یہ بات سنی کہ وہ علی علیہ السلام کوابوبکر پرفضیلت دے رہا ہےتو ان کا پایہ مصادقت ابوالقاسم کے ساتھ منہدم ہوگیااورکچھ باتیں کرنے کے بعدرفیع الدین نے ابوالقاسم سے کہا کہ جوشخص مسجد میں پہلے آیاتو جوکچھ وہ حکم کرے گامیرے مذہب کےحق میں یاتیرے مذہب کےحق میں اس کی اطاعت کریں گے۔اورچونکہ ابوالقاسم کے سامنے اہل ہمدان کاعقیدہ واضح تھایعنی یہ کہ وہ اہلسنت ہیں تووہ اس شرط سے خوفزدہ تھاجواس کےاوررفیع الدین کے درمیان واقع ہوئی تھی،لیکن زیادہ مجادلہ ومباحثہ کی وجہ سے اسے قبول کرنی پڑی۔ابوالقاسم مجبوراًاورناپسندکرنے کے باوجودراضی ہوگیااورشرمذکورپرقرارہونے کےفورا بعدایک نوجوان واردہواکہ جس کے چہرہ سے جلالت ونجابت کےآثارظاہرتھے،اوراس کی حالت سے ہویداتھاکہ وہ سفرسے آرہاہے ،وہ مسجد میں داخل ہوااس نےمسجد کے اندرطواف کیااورطواف وگردش کرنے کے بعدان کے پاس آیا۔رفیع الدین انتہائی اضطراب و تیزی میں کھڑاہوااورسلام کے ساتھ اس جوان سے اس چیز کےمتعلق عرض کیاجواس کےاورابوالقاسم کے درمیان مقررتھی،اورزیادہ اصرارکیاجوان سے اپناعقیدہ ظاہرکرنے کےمتعلق اورتاکیدی قسم کھائی اوراسے قسم دی کہ وہ اپنےعقیدہ کواسی طرح ظاہرکرے کہ جس طرح وہ واقعہ میں ہے،تواس جوان نےتوقف کئےبغیردواشعارفرمائے۔

متی اقل مولای افضل منهما!
اکن للذی فضلته منتقصا!
الم تری ان السیف یزری بحده
مقالك هذا السیف اهدی من العصا

میں نے کب کہا ہے کہ میرے مولا ان دونوں سے افضل ہیں (اگر ایسا کہوں) تو جس کو میں نے فضیلت دی ہے میں اس کی تنقیص کرنے والا ہوں گا، کیا دیکھتا نہیں کہ تلوار کی تیزی اور دھار کے لیے عیب ہے، تیرا یہ کہنا کہ یہ تلوار عصا اور لاٹھی سے زیادہ تیز ہے۔

جب ان دو اشعار کے پڑھنے سے فارغ ہوا تو ابوالقاسم اور رفیع الدین اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ اس کے حالات کا تفحص کریں کہ وہ جوان ان کی نظروں سے غائب ہو گیا، اور کوئی اس کا اثر و نشان ظاہر نہ ہوا اور رفیع الدین نے جب اس امر عجیب و غریب کو دیکھا تو اپنا باطل مذہب ترک کر کے مذہب حقہ اثناء عشریہ کا اعتقاد رکھ لیا۔

صاحب ریاض نے یہ واقعہ کتاب مذکور سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ظاہرا وہ جوان حضرت قائم علیہ السلام تھے اور اس کلام کی وہ بات مؤید ہے کہ جس کو ہم نویں باب میں بیان کریں گے، باقی رہے یہ دو اشعار تو یہ کچھ تغیر و زیادتی کے ساتھ کتب علماء میں اس طرح موجود ہیں۔

یقولون لی فضل علیا علیہم
فلست اقول التبر اعلی من الحصا
اذا انا فضلت الامام علیہم
اکن بالذی فضلتہ منتقصا
الم تری ان السیف یزری بحدہ
مقالۃ ھذا السیف اعلی من العصا

ترجمہ: مجھ سے کہتے ہیں کہ علیؑ کو ان پر فضیلت دو تو میں نہیں کہتا کہ سونا کنکر سے بہتر ہے، اگر میں امامؑ کو ان پر فضیلت دوں تو جس کو میں فضیلت دے رہا ہوں، میری طرف سے اس کی تنقیص ہوگی، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تلوار کی دھار کے لیے عیب ہے یہ کہنا کہ یہ تلوار لاٹھی سے بہتر ہے، اور ریاض میں فرمایا ہے کہ وہ پہلے اشعار ان ابیات کا مادہ ہیں، یعنی ان کے انشاء کرنے والے نے ان سے اخذ کیا ہے۔

تیرہواں واقعہ: شیخ حر عاملی کا آنجناب سلام اللہ علیہ کی برکت سے اپنی بیماری سے شفا پانا۔

محدث جلیل شیخ حر عاملی نے کتاب اثبات الہداہ میں فرمایا ہے کہ میں بچپن کے زمانہ میں جب کہ دس سال کا تھا سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اس طرح کہ میرے عزیز و اقارب جمع ہو کر مجھ پر گریہ وزاری کرنے لگے اور میری عزاداری کے لیے تیار

ہو گئے،اور انہیں یقین ہو گیا کہ میں اس رات مر جاؤں گا پس میں نے پیغمبر اکرمؐ اور بارہ اماموں علیہم السلام کو دیکھا اور میں خواب و بیداری کے درمیان تھا،پس میں نے سب کو سلام کیا اور ایک ایک سے مصافحہ کیا اور میرے اور حضرت صادق علیہ السلام کے درمیان گفتگو ہوئی جو مجھے یاد نہیں رہی،سوائے اس کے کہ آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی،پس میں نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کو سلام کیا اور آنجنابؑ سے مصافحہ کیا اور میں رونے لگا۔

میں نے عرض کیا کہ اے میرے مولا مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس بیماری میں مر نہ جاؤں،اور اپنا مقصد علم و عمل کا ہاتھ میں نہ لے سکوں،آپؑ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں،کیونکہ تم اس بیماری میں نہیں مرو گے،بلکہ خداوند تبارک و تعالیٰ تمہیں اس بیماری سے شفا دے گا اور تمہاری عمر طویل ہوگی،پھر آپؑ نے ایک پیالہ میرے ہاتھ میں دیا جو کہ آپؑ کے دست مبارک میں تھا میں نے اس میں سے کچھ پیا اور فوراً شفایاب ہو گیا بیماری بالکل مجھ سے دور ہو گئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔میرے اہل و عیال کو تعجب ہوا میں نے انہیں یہ بات چند باتوں کے بعد بتائی۔

چودہواں واقعہ:حضرتؑ نے مقدس اردبیلی کی ملاقات کا واقعہ۔

سید محدث جزائری سید نعمت اللہ نے انوار النعمانیہ میں فرمایا ہے کہ میرے مشائخ میں سے علم و عمل میں زیادہ قابل وثوق بزرگ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے مولا اردبیلی کا اہل تفرش میں سے ایک شاگرد تھا کہ جس کا نام میر علام تھا،اور وہ انتہائی فضل و ورع میں تھا،وہ نقل کرتا ہے کہ میرا کمرہ اس مدرسہ میں تھا جو قبہ شریفہ پر محیط ہے،پس یوں اتفاق ہوا کہ میں اپنے مطالعہ سے فارغ ہوا۔رات کافی گزر چکی تھی میں اپنے کمرے سے باہر نکلا اور حضرت شریفہ کے اطراف میں دیکھ رہا تھا اور وہ رات انتہائی تاریک تھی پس میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ حضرت شریفہ (روضہ حضرت امیرؑ) کی طرف رخ کئے آرہا تھا تو میں نے دل میں کہا کہ شاید یہ چور ہے اور وہ قندیلیوں میں سے کسی چیز کی چوری کرنے کے لیے آیا ہے میں اپنی رہائش گاہ سے نیچے اترا اور اس کے قریب گیا،وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا پس وہ حرم مطہر کے دروازے کے قریب پہنچا اور کھڑا ہو گیا میں نے دیکھا کہ قفل گر پڑا ہے اور اس کے لیے دروازہ کھل گیا اور اس طرح دوسرا اور تیسرا دروازہ،اور وہ قبر شریف سے مشرف ہوا اور اس نے سلام کیا قبر کی طرف سے اس کا جواب آیا پس میں نے اس کی آواز کو پہچانا کہ وہ امام علیہ السلام سے کسی مسئلہ علمیہ میں بات کر رہا تھا،اس وقت وہ شہر سے باہر نکلا اور مسجد کوفہ کی طرف متوجہ ہوا۔

پس میں اس کے پیچھے ہو لیا اور وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا،جب وہ اس محراب میں پہنچا کہ جس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہید ہوئے تھے،میں نے سنا کہ وہ اسی مسئلہ میں کسی دوسرے شخص سے گفتگو کر رہا ہے پھر وہ واپس لوٹا اور میں بھی اس کے پیچھے لوٹا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکا،پس جب وہ ولایت کے دروازہ (نجف اشرف) پر پہنچا تو صبح روشن ہو چکی تھی اور میں نے اپنے آپ کو اس پر ظاہر کیا اور میں نے عرض کیا اے مولا میں اول سے لے کر آخر تک آپؑ کے ساتھ تھا،پس مجھے بتائیے کہ وہ پہلا شخص کون تھا کہ جس کے ساتھ کوفہ میں گفتگو کی ہے پس آپؑ نے مجھ سے عہد و پیمان لیے کہ جب تک ان کی وفات نہ ہو یہ راز کسی کو نہ بتاؤں اس کے بعد مجھ سے

فرمایا اے میرے بیٹے بعض مسائل مجھ پر مشتبہ ہو جاتے ہیں، تو بسا اوقات میں رات کے وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور اس مسئلہ میں آنجنابؑ سے گفتگو کرتا ہوں اور جواب سنتا ہوں اور اس رات مجھے صاحب الزمان علیہ السلام کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میرا بیٹا مہدیؑ آج رات مسجد کوفہ میں ہے، پس اس کے پاس جاؤ اور یہ مسئلہ ان سے جا کر پوچھو اور یہ بزرگوار حضرت مہدی علیہ السلام تھے۔

پندرہواں واقعہ: آخوند ملا محمد تقی مجلسی کا واقعہ۔

اور وہ اس طرح ہے کہ شرح من لایحضرہ الفقیہ میں متوکل بن عمیر کے حالات کے ضمن میں جو کہ صحیفہ کاملہ سجادیہ کا راوی ہے ذکر کیا ہے کہ میں اوائل بلوغ کے وقت مرضات خداوندی کا طالب اور رضائے الٰہی کی طلب میں کوشاں تھا اور مجھے آنجناب کے ذکر سے قرار نہیں تھا، یہاں تک کہ میں نے خواب و بیداری کے درمیان دیکھا کہ صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ اصفہان کی جامع مسجد کے طنابی دروازے کے قریب کھڑے ہیں جو کہ آج کل میری درسگاہ ہے، پس میں نے آنجنابؑ کو سلام کیا اور ارادہ کیا کہ آپؑ کے پاہائے مبارک کا بوسہ لوں، پس آپؑ نے ایسا نہ کرنے دیا اور مجھے پکڑ لیا تو میں نے آپؑ کا دست مبارک کا بوسہ لیا اور آپؑ سے وہ مسائل پوچھے جو مجھ پر مشکل تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ میں اپنی نماز میں وسوسہ کرتا تھا اور میں کہتا تھا کہ یہ نماز اس طرح نہیں کہ جس طرح مجھ سے مطلوب ہے اور میں قضا نمازیں پڑھنے میں مشغول تھا اور میرے لیے تہجد میسر نہیں تھی میں نے اپنے استاد شیخ بہائی رحمۃ اللہ سے اس کا حکم پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نماز تہجد کے قصد سے ایک نماز ظہر و عصر و مغرب بجالاؤ اور اسی طرح میں کیا کرتا تھا تو میں نے حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ میں نماز تہجد پڑھا کروں، فرمایا ہاں اسے پڑھو اور وہ مصنوعی نماز نہ پڑھو جو پڑھا کرتے ہو، اور اس کے علاوہ بھی میں نے مسائل پوچھے جو کہ مجھے یاد نہیں رہے۔

اس وقت میں نے عرض کیا کہ میرے مولا میرے لیے یہ میسر نہیں ہے کہ میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں پہنچ سکوں، پس مجھے کوئی ایسی کتاب عطا فرمائیں کہ جس پر میں ہمیشہ عمل کروں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے مولا محمد تاج کو تیرے لیے کتاب عطا کر دی ہے۔ اور میں خواب میں اسے پہچان رہا تھا، پس فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے وہ کتاب لے لو، پس میں مسجد کے دروازے سے باہر نکلا جو آپ کے روبرو تھا دار بطیخ کی طرف گیا جو کہ اصفہان کا ایک محلہ ہے جب میں اس شخص کے پاس گیا اور اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ تجھے صاحب الامر علیہ السلام نے میرے پاس بھیجا ہے میں نے کہا کہ ہاں پس اس نے اپنی بغل سے ایک پرانی کتاب نکالی، جب میں نے کھول کر دیکھی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ دعا کی کتاب ہے، پس میں نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور اس کے ہاں سے واپس آ گیا، اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا تو میں بیدار ہو گیا اور وہ کتاب میرے پاس نہیں تھی، پس میں نے اس کتاب کے فوت ہونے پر طلوع صبح تک تضرع وزاری و گریہ و نالہ کیا، پس جب میں نماز و تعقیبات سے فارغ ہوا تو میرے دل میں یوں آیا کہ مولا محمد وہی بہائی ہیں اور حضرت نے انہیں تاج کا لقب اس لیے دیا ہے، چونکہ وہ علماء کے نزدیک مشہور ہیں جب میں

ان کے مدرسہ گیا جو کہ مسجد جامع کے پہلو میں تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ صحیفہ کاملہ کے تقابل کرنے میں مشغول ہیں (یعنی مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر دیکھنا) اور پڑھنے والے سید صالح میرزو الفقار گلپا لگانی تھے، پس کچھ دیر میں وہاں بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ اس کام سے فارغ ہوئے اور ظاہراً ان کی گفتگو صحیفہ کی سند میں ہو رہی تھی، لیکن بسبب اس غم کے جو مجھ پر چھایا ہوا تھا میں شیخ اور سید کی گفتگو کو نہ سمجھ سکا اور میں گریہ کرتا رہا پھر میں شیخ کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا اور میں کتاب کے فوت ہونے پر گریہ کر رہا تھا۔

پس شیخ نے مجھ سے کہا کہ تجھے علوم الٰہیہ اور معارف یقنیہ کی بشارت ہو اور تمام ان چیزوں کی کہ جن کی تو ہمیشہ خواہش کیا کرتا تھا اور زیادہ تر میری حجت و گفتگو شیخ کے ساتھ تصوف میں ہوتی تھی اور وہ اس کی طرف مائل تھے، پس میرا دل سکون پذیر نہ ہوا اور میں گریہ وفکر کرتے ہوئے باہر آ گیا، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ میں اس طرف کیوں نہ جاؤں کہ جہاں عالم خواب میں گیا تھا، پس جب میں محلہ دار بطیخ میں پہنچا تو میں نے ایک مرد صالح کو دیکھا کہ جس کا نام حسن اور لقب تاج تھا جب میں اس کے پاس گیا تو سلام کیا وہ کہنے لگے اے فلاں میرے پاس وقف کی کتابیں ہیں جو طالب علم بھی ان میں سے کوئی کتاب لیتا ہے وہ شرائط وقف پر عمل نہیں کرتا اور تم اس پر عمل کرو گے، آؤ دیکھو ان کتابوں کو اور جس کتاب کی تمہیں ضرورت ہے وہ لے جاؤ، پس میں اس کے ساتھ اس کے کتب خانے میں گیا تو پہلی کتاب جو اس نے مجھے دی وہی کتاب تھی، پس میں نے گریہ و نالہ شروع کر دیا اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔اب مجھے یاد نہیں کہ اس نے بھی خواب بیان کیا تھا کہ نہیں، اور میں شیخ کے پاس آیا اور اس نسخے سے مقابلہ کرنا شروع کیا جو ان کے باپ کے دادا نے شہید کے نسخہ سے کیا تھا بغیر واسطہ کے یا ایک واسطہ کے ساتھ اور جو نسخہ مجھے حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے دیا تھا وہ شہید کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور وہ زیادہ موافق تھا اس نسخہ کے ساتھ، حتی کہ ان نسخوں سے بھی زیادہ جو اس کے حاشیہ پر لکھے تھے اور بعد اس کے کہ میں تقابل سے فارغ ہوا تو لوگ مجھ سے اپنے نسخوں کا تقابل کرنے لگے اور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی عطاء و برکت سے صحیفہ کاملہ تمام شہروں کے ہر گھر میں خصوصاً اصفہان میں آفتاب کی طرح طالع ہوا، کیونکہ اکثر لوگوں کے پاس متعدد صحیفے ہیں، اور ان میں سے اکثر صلحاء اور صاحب دعا ہو گئے ہیں، ان میں سے بہت سے مستجاب الدعوۃ ہیں اور یہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے معجزہ کے آثار ہیں، جو کچھ خداوند عالم نے مجھے صحیفہ کے سبب عطاء فرمایا ہے اسے میں احصاء نہیں کر سکتا۔

مولف کہتا ہے کہ علامہ مجلسی نے کتاب بحار میں مختصر صورت اجازہ صحیفہ کاملہ کی اپنے والد سے ذکر فرمائی ہے اور وہاں صحیفہ کاملہ کو جو کہ زبور آل محمد انجیل اہل بیتؑ اور دعائے کامل کے لقب سے مقلب ہے، بہت سے اسانید اور مختلف طریق سے روایت کرتا ہوں کہ جن میں سے ایک وہ ہے کہ جسے میں نجو منادلہ (براہ راست) اپنے مولا صاحب الزمان و خلیفۃ الرحمن صلوات اللہ علیہ سے ایک طویل خواب کے ذریعہ روایت کرتا ہوں۔الخ

سولہواں واقعہ: گل وخرابات کا واقعہ۔

علامہ مجلسی نے بحار میں فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہے سید سند فاضل میرزا محمد استرآبادی نور اللہ مرقدہ

سے وہ کہتا ہے کہ ایک رات میں بیت اللہ الحرام کے گرد طواف میں مشغول تھا، اچانک میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا کہ وہ بھی مشغول طواف ہے، جب میرے قریب پہنچا تو اس نے مجھے ایک سرخ پھول دیا، حالانکہ وہ پھولوں کا موسم نہ تھا میں نے وہ پھول لے کر سونگھا اور عرض کیا اے میرے سید وسردار یہ کہاں کا ہے، فرمایا یہ خرابات سے میرے لیے لائے ہیں، پھر وہ میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

مولف کہتا ہے کہ شیخ اجل اکمل شیخ علی عالم نحریر شیخ محمد بن محقق مدقق شیخ حسن صاحب معالم ابن عالم ربانی شہید ثانی رحمہم اللہ نے کتاب درالمنشور میں اپنے والد شیخ محمد کے حالات میں جو کہ صاحب شرح استبصار وغیرہ تھے اور حیات وممات میں مجاور مکہ معظمہ رہے، نقل کرتے ہیں کہ مجھے ان کی زوجہ سید محمد بن ابوالحسن کی بیٹی اور ان کی اولاد کی ماں نے خبر دی ہے کہ جب اس مرحوم کی وفات ہوئی تو میں ساری رات ان کے قریب تلاوت قرآن کی آواز سنتی رہی اور منجملہ ان چیزوں کے جو مشہور ہیں یہ ہے کہ طواف کر رہے تھے، پس ایک شخص آیا اور انہیں سردیوں کا ایک پھول دیا جو کہ نہ اس علاقہ میں ہوتا ہے اور نہ اس کا موسم تھا، پس انہوں نے اس جوان سے پوچھا کہ آپؑ یہ کہاں سے لائے ہیں تو اس نے کہا کہ ان خرابات (غیر آباد جگہیں) سے، پس اس نے ارادہ کیا کہ اسے دیکھے اور اس سے کچھ پوچھے تو اسے نہ دیکھا اور مخفی نہ رہے کہ سید جلیل میرزا محمد استر آبادی سابق الذکر صاحب کتب رجالیہ معروفہ اور آیات الاحکام مکہ معظمہ میں جا کر رہے اور شیخ محمد مذکور کے استاد تھے اور بارہا شرح استبصار میں ان کا نام عزت وتوقیر سے لیتے ہیں اور دونوں جلیل القدر ہیں اور دارائے مقامات عالیہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ دونوں کے لیے رونما ہوا ہو یا راوی ے نام وشہر کی یگانگت کی وجہ سے اشتباہ کیا ہو، اگرچہ دوسری بات نظر کے زیادہ قریب ہے۔

سترہواں واقعہ: شیخ قاسم کا آنحضرتؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

سید فاضل متبحر سید علی خان حویزی نے نقل کیا ہے کہ ہمارے علاقہ کے ایک صاحب ایمان شخص نے خبر دی ہے کہ جسے شیخ قاسم کہتے ہیں اور وہ حج پر زیادہ جایا کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن راستہ چلنے سے تھک گیا، پس میں سو گیا ایک درخت کے نیچے اور حاجی مجھ سے بہت دور آگے نکل گئے، جب میں بیدار ہوا تو وقت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میں زیادہ دیر سویا ہوں اور یہ کہ حاجی حضرات مجھ سے دور نکل گئے ہیں اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ کدھر جاؤں، پس میں ایک طرف روانہ ہوا اور بلند آواز میں پکارتا تھا یا ابا صالح، اور اس سے میری مراد صاحب الامر علیہ السلام تھی، جیسا کہ سید ابن طاؤس نے کتاب آمان میں بیان کیا ہے کہ راستہ گم ہونے کے وقت یہ کہا جائے، پس اس حالت میں کہ میں آواز دے رہا تھا کہ ایک ناقہ سوار کو دیکھا جو کہ بدوی عربوں کے لباس میں تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ تو حاجیوں سے پیچھے رہ گیا ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تا کہ تجھے ان لوگوں تک پہنچا دوں، پس میں ان کے پیچھے سوار ہو گیا، ایک لحظہ نہیں گزرا ہوگا میں قافلہ کے پاس پہنچ گیا جب ہم قریب پہنچے تو مجھے اتار دیا اور فرمایا اپنے کام پر جاؤ، پس میں نے ان

سے کہا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے، تو انہوں نے اپنے اونٹ کے پالان سے مشک نکالی کہ جس میں پانی تھا اور مجھے اس سے سیراب کیا خدا کی قسم وہ زیادہ لذیز وخوشگوار پانی تھا جو میں نے پیا تھا اس وقت میں حاجیوں سے مل گیا، ان کی طرف ملتفت ہوا تو انہیں نہ دیکھا اور میں نے حاجیوں میں نہ انہیں اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ واپسی تک دوبارہ دیکھا۔

اٹھارہواں واقعہ: ایک سنی مذہب شخص کا آنحضرتؑ سے استغاثہ کرنا اور آپؑ کا اس کی فریاد کو پہنچنا۔

مجھے عالم جلیل ومجمع فضائل وفواضل شیخ علی رشتی نے خبر دی اور وہ عالم تقی وزاہد تھے جو کہ مختلف علوم پر حاوی با بصیرت اور باخبر اور خاتم المحققین شیخ مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ اور سید سند استاد اعظم دام ظلہ کے شاگردوں میں سے تھے، چونکہ علاقہ لار اور اس کے اطراف نے شکایت کی کہ ہمارے پاس کوئی عالم جامع نافذ الحکم نہیں ہے تو اس مرحوم کو اس طرف بھیجا گیا اور سالہا سال ان کی مصاحبت میں سفر وحضر میں رہا، میں نے فضل وخلق وتقویٰ میں ان جیسے کم اشخاص دیکھے ہیں۔

انہوں نے نقل کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام کی زیارت سے واپس لوٹا اور دریا فرات کے راستہ سے نجف اشرف کی طرف آرہا تھا تو میں چھوٹی کشتی میں بیٹھا جو کربلا اور طویرج کے درمیان تھی اور اس کشتی والے سب اہل حلہ تھے اور طویرج سے حلہ اور نجف کا راستہ الگ ہوتا تھا، پس میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب لہو ولعب اور مزاح میں مشغول ہیں سوائے ایک شخص کے کہ وہ اگرچہ ان میں تھا، لیکن ان کے اس عمل میں شریک نہیں تھا، آثار سکینہ ووقار اس سے ظاہر تھے، نہ وہ ہنستا تھا اور نہ مزاح کرتا تھا اور وہ لوگ اس کے مذہب پر طنز وقدح وعیب جوئی کرتے تھے باوجود اس کے کھانے پینے میں وہ سب شریک تھے، مجھے بہت تعجب ہوا لیکن پوچھنے کا موقع نہ تھا، پس ایسا اتفاق ہوا کہ میرا اس شخص کے ساتھ ہو گیا تو میں نے اس کے ساتھیوں سے اس کے طریق کار سے اجتناب کیا اور ان کا اس کے مذہب پر ردوقدح کرنے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ لوگ میرے رشتہ دار ہیں، اہل سنت میں سے اور میرا باپ انہیں میں سے تھا، لیکن میری ماں اہل ایمان میں سے تھی اور میں بھی ان کی طرح تھا، اور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی برکت سے شیعہ ہو گیا ہوں میں نے اس کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا کہ میرا نام یاقوت ہے اور میرا مشغلہ حلہ پُل کے کنارے پر گھی بیچنا ہے، پس میں ایک سال گھی خریدنے کے لیے حلہ سے اطراف ونواح کی طرف بادیہ نشین اعراب کے ہاں گیا، پس میں چند منزل دور نکل گیا یہاں تک کہ جتنا میں نے چاہا خرید کیا، اور اہل حلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ واپس آرہا تھا جب ایک منزل میں اترے تو وہیں سو گئے، جب میں بیدار ہوا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا سب جا چکے تھے اور ہمارا راستہ ایک صحرائے بے آب وگیاہ تھا کہ جس میں بہت درندے رہتے تھے اور اس کے قریب دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی، پس میں کھڑا ہو گیا اور سامان لادا اور ان کے پیچھے روانہ ہوا تو میں راستہ بھول گیا اور حیران وپریشان ہوا۔ درندوں سے بھی خوفزدہ تھا، پس میں نے خلفاء ومشائخ سے استغاثہ کیا اور

انہیں بارگاہ خدا میں شفیع قرار دیا اور تضرع وزاری کی، لیکن فرج وکشائش نہ ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے اپنی والدہ سے سنا تھا وہ کہتی تھی کہ ہمارا امام زندہ ہے کہ جس کی کنیت ابو صالح ہے، جو کہ راستہ گم کرنے والوں کو راستہ دکھاتا ہے اور بیکسوں کی فریاد رسی اور ضعیف وکمزور لوگوں کی اعانت کرتا ہے، پس میں نے خدا سے عہد کیا کہ میں اس سے استغاثہ کرتا ہوں، اگر اس نے مجھے نجات دی تو میں اپنی ماں کے مذہب میں شامل ہو جاؤں گا، پس میں نے اس کو پکارا اور اس سے استغاثہ کیا تو اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میرے ساتھ راستہ پر چل رہا ہے اور اس کے سر پر سبز عمامہ ہے جس کا رنگ ان کی طرح تھا اور اس نے سبزہ کی طرف اشارہ کیا جو کہ نہر کے کنارے اگا ہوا تھا اس وقت اس نے مجھے راستہ دکھایا اور حکم دیا کہ میں ماں کے مذہب میں شامل ہو جاؤں اور کچھ کلمات کہے جو کہ میں یعنی مولف کتاب بھول گیا، اور فرمایا کہ بہت جلدی ایسی بستی میں پہنچ جاؤ گے کہ جس کے رہنے والے شیعہ ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا اے میرے سید وسردار کیا آپؑ اس بستی تک میرے ساتھ نہیں چلیں گے۔

فرمایا نہیں کیونکہ ہزار افراد نے مجھ سے اطراف بلاد میں استغاثہ کیا ہے کہ جنہیں مجھے نجات دینی ہے یہ آنجنابؑ کے کلام کا خلاصہ ہے جو مجھے یاد رہا ہے پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے، پس میں تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ اس بستی میں پہنچ گیا حالانکہ وہاں تک کافی مسافت تھی اور وہ لوگ دوسرے دن وہاں پہنچے، پس جب میں حلہ میں پہنچا تو فقہا کاملین کے پاس گیا اور سید مہدی قزوینی ساکن حلہ قدس اللہ روحہ سے یہ واقعہ بیان کیا اور ان سے معالم واحکام دین سیکھے اور ان سے کسی ایسے عمل کا سوال کیا کہ جو میرے لیے وسیلہ ہو کہ میں دوبارہ آنجنابؑ کی ملاقات کروں تو انہوں نے فرمایا کہ چالیس شب جمعہ ابا عبداللہ علیہ السلام کی زیارت کرو تو میں اس میں مشغول ہو گیا اور حلہ سے شب جمعہ وہاں کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات باقی رہ گئی جمعرات کا دن تھا کہ میں حلہ سے کربلا کی طرف گیا، جب میں شہر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایوان دیوان آنے والوں سے تذکرہ (پاسپورٹ) کا مطالبہ کرتے ہیں اور میرے پاس نہ تذکرہ تھا اور نہ اس کی قیمت تو میں حیران رہ گیا، اور لوگ دروازے کے پاس ایک دوسرے سے مزاحم تھے، پس چند مرتبہ میں نے چاہا کہ ان سے چھپ کر گزر جاؤں، لیکن ایسا نہ ہوا، اس اثنا میں اپنے صاحب حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا کہ طلاب عجم کی ہیئت میں سر پر سفید عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور شہر کے اندر ہیں جب میں نے آپؑ کو دیکھا تو استغاثہ کیا اور آپؑ باہر آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے اندر لے گئے اور ہمیں کسی نے نہ دیکھا، جب اندر آ گیا تو پھر آنجنابؑ کو نہ دیکھا اور حسرت زدہ رہ گیا۔

انیسواں واقعہ: سید علامہ بحر العلوم کا مکہ میں حضرت سے ملاقات کرنا۔

عالم جلیل آخوند ملا زین العابدین سلماسی مکہ معظمہ کی مجاورت کے زمانہ میں علامہ بحر العلوم کے ناظر امور نے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ آنجناب باوجودیکہ مسافرت میں اور اپنے اہل وعیال اور عزیزوں سے کٹے ہوئے تھے بذل وعطا میں قوی القلب تھے اور کثرت مخاورج اور زیادتی مصارف کی پرواہ نہیں کرتے تھے، پس ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو میں نے

کیفیت حال سید سے عرض کی کہ اخراجات زیادہ ہیں اور ہاتھ میں کوئی چیز نہیں۔

پس آپؑ نے کچھ نہ فرمایا اور سید کی یہ عادت تھی کہ صبح کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور گھر واپس آجاتے اور اس کمرے میں چلے جاتے جو ان کے لیے مخصوص تھا اور ہم آپؑ کے لیے حقہ لے جاتے، اسے پینے کے بعد باہر تشریف لاتے اور دوسرے کمرے میں آکر بیٹھ جاتے، پس اس دن کہ جس سے گزشتہ دن میں نے تنگدستی کے متعلق شکایت کی تھی جب آپ طواف سے واپس آئے اور حسب عادت میں نے حقہ حاضر کیا، اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو سید انتہائی مضطرب ہوئے اور کہنے لگے حقہ یہاں سے باہر لے جاؤ، اور خود جلدی سے اٹھے اور دروازے کے قریب جاکر دروازہ کھولا، ایک شخص جلیل بہ ہیئت اعراب داخل ہوا۔ اور سید کے کمرے میں بیٹھ گئے اور سید انتہائی ذلت ومسکت وادب کے ساتھ دروازے کے پاس بیٹھ گئے اور مجھ سے اشارہ کیا کہ حقہ قریب نہ لے آؤں۔

پس کچھ دیر تک بیٹھے رہے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے اس وقت وہ بزرگ کھڑے ہوگئے تو سید جلدی سے اٹھے اور دروازہ کھولا اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور انہیں اس ناقہ پر جو دروازہ کے پاس بیٹھا تھا سوار کیا اور وہ چلے گئے اور سید کا رنگ متغیر تھا، جب وہ واپس آئے تو ایک برات (حوالہ) میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ حوالہ ہے اس صراف کے نام کا جو کوہ صفا میں رہتا ہے اس کے پاس جاکر لے آؤ جو کچھ حوالہ دیا گیا ہے، پس میں نے برات لے لی اور اس شخص کے پاس گیا جب اس نے برات لے کر دیکھی تو اس کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جاکر چند حمال (مزدور) لے آؤ، میں جاکر چار حمال لے آیا، پس جتنی مقدار وہ چار حمال اٹھا سکتے تھے، اتنے فرانسیسی ریال لے آیا اور انہوں نے اٹھا لئے، اور فرانسیسی ریال ایرانی پانچ قران اور کچھ زیادہ ہوتا ہے، پس وہ حمال ان ریالوں کو ہمارے گھر لے آئے پھر ایک دن میں اس صراف کی طرف گیا تا کہ اس کے حالات معلوم کروں اور یہ کہ یہ حوالہ کس کی طرف سے تھا، نہ صراف کو دیکھا اور نہ دکان تھی میں نے ایک شخص سے اس صراف کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہاں تو ہم نے کبھی کوئی صراف نہیں دیکھا اور یہاں تو فلاں شخص بیٹھتا ہے پس میں نے سمجھا کہ یہ اسرار ملک علام میں سے تھا اور مجھے اس واقعہ کی خبر شیخ محمد حسین کاظمی ساکن نجف اشرف نے بعض ثقہ توسط سے شخص مذکور سے دی ہے۔

بیسواں واقعہ: سرداب مطہر میں سید بحر العلوم کا واقعہ۔

مجھے سید سند وعالم محقق معتمد سید علی نے (جناب بحر العلوم اعلی اللہ مقامہ کے نواسہ مصنف برہان قاطع درشرح نافع (چند جلدوں میں) نے خبر دی ہے صفی متقی وثقہ زکی سید مرتضیٰ سے جو کہ سید کی بھانجی کا شوہر اور سفر وحضر میں آنجناب کا مصاحب اور ان کی خدمات داخلی وخارجی پر تھا وہ کہتا ہے کہ میں زیارت سامرہ کے سفر میں آنجنابؑ کے ساتھ تھا آپؑ کا وہاں ایک کمرہ تھا کہ جس میں تنہا سویا کرتے تھے اور میرا کمرہ ان کے کمرے سے متصل تھا اور میں رات دن آپؑ کی خدمت میں رہتا تھا رات کے وقت لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر جاتا، پس ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ آپ حسب عادت تشریف فرماتے تھے اور

لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے پس میں نے دیکھا گویا وہ اجتماع کو ناپسند کر رہے ہیں اور خلوت چاہتے ہیں اور ہر شخص سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں جس میں اشارہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے پاس سے جلدی سے چلا جائے، پس لوگ منتشر ہو گئے اور میرے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، مجھے بھی حکم دیا کہ باہر چلا جاؤں، پس مین اپنے کمرے میں چلا گیا اور سید کی اس رات کی کیفیت و حالت پر غور و فکر کرنے لگا اور میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی پس تھوڑی دیر میں نے صبر کیا، اس وقت چپکے سے باہر آیا تا کہ سید کے حالات کی جستجو کروں پس میں نے دیکھا کہ کمرے کا دروازہ بند ہے، میں نے سوراخ در سے دیکھا تو چراغ اپنی حالت کے مطابق روشن ہے لیکن وہاں کمرے میں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

پس میں حجرے کے اندر گیا اور اس کی وضع سے سمجھا کہ سید آج نہیں سوئے، پھر پابرہنہ اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے سید کی تلاش میں نکلا، میں صحن شریف میں داخل ہوا تو دیکھا کہ قبہ عسکرین کے دروازے بند ہیں، اطراف خارج حرم میں ڈھونڈا تو ان کا اثر و نشان نہ پایا، میں سرداب کے صحن میں گیا تو دیکھا کہ دروازے کھلے ہوئے ہیں میں اس کی سیڑھیوں سے آہستہ آہستہ اس طرح نیچے اترا کہ میرے لیے کوئی حس و حرکت ظاہر نہیں تھی، میں نے صفہ سرداب سے ہمہمہ سنا گویا کوئی شخص دوسرے کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا لیکن میں کلمات میں تمیز نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ تین چار سیڑھیاں باقی رہ گئیں اور میں انتہائی آہستگی کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک سید کی آواز اس مقام سے بلند ہوئی کہ اے سید مرتضیٰ کیا کر رہے ہو اور مکان سے باہر کیوں آئے ہو۔

پس میں اپنی جگہ متحیر و ساکن ہو کر رہ گیا مثل خشک لکڑی کے، پس جواب دینے سے پہلے ارادہ کیا کہ واپس چلا جاؤں، پھر میں نے دل میں کہا کہ کس طرح تیری حالت اس شخص سے پوشیدہ رہے گی جس نے حواس ظاہری کے بغیر تجھے پہچان لیا ہے، پس میں نے معذرت و پشیمانی کے ساتھ جواب دیا اور عذر خواہی کے دوران نیچے کی سیڑھیوں کی طرف گیا اس جگہ تک کہ جہاں سے میں صفہ کو دیکھ رہا تھا، میں نے سید کو دیکھا کہ وہ تنہا قبلہ رخ کھڑے ہیں اور کسی دوسرے شخص کا کوئی اثر و نشان نہیں، میں نے جانا کہ وہ اس ذات سے باتیں کر رہے ہیں کہ جو آنکھوں سے غائب ہے۔ صلوات اللہ علیہ

اکیسواں واقعہ: حضرت کا بوڑھے باپ کی خدمت کی تاکید کرنا۔

جناب عالم عامل و فاضل و کامل قدوۃ الصلحاء آقا سید محمد موسوی رضوی نجفی معروف بہ ہندی نے (جو کہ متقی علماء اور حرم امیر المومنین کے پیشنمازوں میں سے ہیں) نقل کیا ہے، جناب عالم ثقہ شیخ باقر بن شیخ ہادی کاظمی مجاور نجف اشرف سے ایک سچے شخص سے جو دلاک (حمام میں غسل کے لیے جانے والے اشخاص کے بدن سے میل کچیل صاف کرنے والا) تھا اور اس کا باپ بوڑھا تھا کہ جس کی خدمت مین یہ شخص کوتاہی نہیں کرتا تھا، یہاں تک کہ بیت الخلاء میں اس کے لیے پانی لے جاتا اور کھڑا ہوا اس کا انتظار کرتا رہتا تا کہ وہ آئے تو اسے اس کی جگہ پر پہنچائے اور ہمیشہ اس کی خدمت میں حاضر رہتا سوائے بدھ کی رات کے کہ جس میں وہ مسجد سہلہ جایا کرتا تھا، اس وقت اس نے مسجد سہلہ میں جانا چھوڑ دیا تو میں نے مسجد سہلہ کے جانے کو ترک کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ

بدھ کی چالیس راتیں وہاں جاتا رہا ہوں، جب آخری بدھ کی رات آئی تو میرے لیے جانا ممکن نہ ہوا، مگر مغرب کی نزدیک پس میں تنہا گیا اور رات ہو چکی تھی میں جا رہا تھا یہاں تک کہ تیسرا حصہ باقی رہ گیا اور وہ چاندنی رات تھی، پس میں نے ایک شخص اعرابی کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہے اور میری طرف آ رہا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ عنقریب یہ میرے کپڑے اتار لے گا، جب میرے قریب پہنچا تو عرب کی دیہاتی زبان میں مجھ سے باتیں کرنے لگا اور اس نے میرا مقصد پوچھا۔

میں نے کہا کہ مسجد سہلہ، مجھ سے فرمایا تیرے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے میں نے کہا کہ نہیں، وہ فرمانے لگے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کر، میں نے کہا کہ اس میں کچھ نہیں دوبارہ انہوں نے اس بات کا سختی سے اعادہ کیا، پس میں نے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کیا اور اس میں کچھ کشمس کے دانے تھے جو میں نے اپنے بچے کے لیے خرید کئے تھے اور اسے دینا بھول گیا تھا، لہذا وہ میری جیب میں رہ گئے اس وقت مجھ سے فرمایا او حیک بالعود تین مرتبہ یہ فرمایا اور دیہاتی زبان میں عود کا معنی بوڑھا آدمی ہے، یعنی میں تجھے تیرے بوڑھے باپ کے متعلق وصیت کرتا ہوں، اس وقت میری نظر سے غائب ہو گئے تو میں نے سمجھا کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ کہ آنجنابؑ بوڑھے باپ سے میرے جدا ہونے پر راضی نہیں ہیں، لہذا پھر میں کبھی مسجد سہلہ نہیں گیا اور یہ واقعہ مجھ سے علماء نجف اشرف میں سے ایک مشہور عالم نے بھی نقل کیا۔

مولف (عباس) کہتا ہے کہ آیات و اخبار والدین کے متعلق وصیت کے سلسلہ میں اور ان سے نیکی و احسان کا حکم دینے والی بہت ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ یہ چند احادیث ذکر کرنے سے برکت حاصل کروں، شیخ کلینی نے منصور بن حازم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کون سا عمل تمام اعمال سے افضل ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا اور والدین سے نیکی کرنا اور راہ خدا میں جہاد کرنا، اگر قتل ہو جائے تو خدا کے ہاں زندہ رہ کر روزی کھائے اور اگر مر جائے تو تیرا اجر وثواب خدا کے ذمہ ہے، اور اگر جہاد سے واپس لوٹ آئے تو اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح خارج ہو جائے کہ جس دن شکم مادر سے پیدا ہوا تھا، عرض کیا کہ میرے ماں باپ دونوں موجود ہیں اور بوڑھے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اُنس رکھتے ہیں اور میرے جہاد پر جانے کو ناپسند کرتے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ پس ماں باپ کے پاس رہو، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ان کا تجھ سے ایک شب و روز مانوس رہنا ایک سال کے جہاد سے بہتر ہے، اور نیز شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زکریا بن ابراہیم عیسائی تھا وہ مسلمان ہو گیا اور حج کر کے حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ اور اہل خانہ عیسائی ہیں اور میری ماں نابینا ہے اور میں ان کے ساتھ رہتا ہوں اور ان کے ظروف میں کھانا کھاتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ نہیں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں اس وقت حضرت نے اسے اس کی ماں سے نیکی کرنے کے متعلق تاکید کی۔

زکریا کہتا ہے کہ جب میں کوفہ میں واپس گیا تو میں نے اپنی والدہ کے ساتھ بنائے لطف و مہربانی رکھی، اسے کھانا کھلاتا اس

کے لباس اور سر سے جوئیں دیکھتا اور اس کی خدمت کرتا، میری ماں مجھ سے کہنے لگی اے بیٹا تو میرے دین پر تھا تو میرے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتا تھا اور جب سے دین حنیف (اسلام) میں داخل ہوا ہے تو مجھ سے اس قسم کی نیکی و احسان کرتا ہے، میں نے کہا کہ ہمارے پیغمبرؐ کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھے حکم دیا ہے، میری ماں کہنے لگی کہ یہ شخص پیغمبر ہے، میں نے کہا کہ پیغمبر تو نہیں لیکن فرزند پیغمبرؐ ہے، کہنے لگی اے بیٹا یہ پیغمبر ہے کیونکہ یہ وصیت جو تجھے اس نے کی ہے یہ انبیاء کی وصیتوں میں سے ہے میں نے کہا اے مادر گرامی ہمارے پیغمبرؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے وہ پیغمبرؐ کا بیٹا ہے۔

میری ماں کہنے لگی اے میرے بیٹے تیرا دین بہترین ادیان میں سے ہے، اسے میرے سامنے پیش کرو میں نے اسلام کے اصول اور فروع اس کے سامنے پیش کئے تو وہ اسلام میں داخل ہوگئی اور میں نے اسے نماز سکھائی، پس اس نے ظہر و عصر و مغرب و عشاء کی نماز پڑھی، پس اس رات کو تکلیف عارض ہوئی، دوبارہ کہنے لگی بیٹا اس کا اعادہ کر جو تو نے مجھے بتایا تھا، پس اس نے اس کا اقرار کیا اور وفات پا گئی، جب صبح ہوئی تو اسے مسلمانوں نے غسل دیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر خود اسے دفن کیا۔

روایت کی ہے عمار بن حیان نے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کو بتایا کہ میرا بیٹا اسماعیل مجھ سے نیکی و احسان کرتا ہے، حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اسے پہلے بھی دوست رکھتا تھا، اب مجھے اس سے زیادہ محبت ہوگئی ہے، حضرت رسول خداؐ کی ایک رضاعی بہن تھی، ایک دفعہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب آپؐ کی نگاہ اس پر پڑی تو آپؐ خوش ہوئے اور اپنی ملحفہ (جس کا معنی چادر ہے) اس کے لیے بچھائی اور اسے اس پر بٹھا دیا، پھر اس کی طرف رخ کر کے اس باتیں فرماتے اور اس کے سامنے ہنستے رہے وہ چلی گئی تو اس کا بھائی آیا حضرتؐ نے اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جو کہ اس کی بہن سے کیا تھا۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے اس کے بہن کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو خود اس کے ساتھ نہیں کیا حالانکہ وہ مرد ہے، مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بہن کی نسبت اس قسم کی محبت والتفات کا زیادہ مستحق ہے، فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے زیادہ نیکی کرتی تھی۔

اور ابراہیم بن شعیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارا والد بوڑھا ہوگیا ہے اور اس میں کمزوری آگئی ہے جب اس کو حاجت بول و براز ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ فرمایا اگر ہو سکے تو یہ کام تو کیا کر، یعنی اس کو حاجت کے وقت اٹھا کر لے جا، اور اپنے ہاتھ سے اسے لقمہ کھلا، کیونکہ یہ چیز تیرے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔

اور شیخ صدوق نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ خداوند عالم اس کے لیے سکرات موت کو آسان کر دے اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، پس جب ایسا کرے گا تو خداوند عالم اس کے لیے سکرات موت کو آسان کر دے گا، اور وہ کبھی دنیا میں پریشان نہیں ہوگا۔

بائیسواں واقعہ: شیخ حسین آل رحیم کا آنحضرت کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

شیخ عالم فاضل شیخ باقر نجفی فرزند عالم عابد شیخ ہادی کاظمی معروف بآل طالب نے نقل کیا ہے کہ نجف اشرف میں ایک مرد مومن تھا اس خانوادہ سے جو آل رحیم کے نام سے مشہور تھا کہ جسے شیخ حسین رحیم کہتے تھے، نیز ہمیں خبر دی ہے، عالم فاضل و عابد کامل مصباح الاتقیاء شیخ طٰہٰ نے جو کہ جناب عالم جلیل و زاہد و عابد بے عدیل شیخ حسین نجف کی آل میں سے ہیں اور اس وقت مسجد ہندی میں پیش نماز ہیں اور تقویٰ و صلاح اور فضل میں مقبول خاص و عام ہیں کہ شیخ حسین مذبور شخص پاک طینت و فطرت اور مقدسین مشتغلین میں سے تھا اور وہ سینہ کی بیماری و کھانسی میں مبتلا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کے سینہ سے بلغم کے ساتھ خون آتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انتہائی فقر و فاقہ اور پریشانی میں مبتلا تھا اور زیادہ تر وہ اعراب بادیہ نشین کے ساتھ تحصیل قوت کے لیے جانا چاہیے وہ جو ہی کیوں نہ ہوتے جو کہ نجف کے اطراف میں ساکن تھے اور اس بیماری اور فقر کے باوجود اس کا دل اہل نجف میں سے ایک عورت کی طرف مائل تھا اور جتنی اس نے اس کی خواستگاری کی اس کے رشتہ دار اس کے فقر کی وجہ سے اسے نہیں دیتے تھے اور اس وجہ سے بھی اس کا غم شدید تھا اور جب بیماری فقر و فاقہ اور اس عورت سے شادی کرنے کی مایوسی نے اس کا معاملہ سخت کر دیا تو اس نے ارادہ کیا اس عمل کو کرنے کا جو کہ اہل نجف کے ہاں مشہور ہے کہ جس کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو تو وہ چالیس بدھ رات کو اس عمل کی پابندی کرے تو لامحالہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ انہیں نہیں پہچان سکے گا اور اس کا مقصد پورا ہوگا۔

مرحوم شیخ باقر نجفی نقل کرتے ہیں کہ شیخ حسین نے کہا کہ میں نے چالیس بدھ رات کو اس عمل پر مواظبت کی اور اسے لگاتار کرتا رہا، جب آخری بدھ رات آئی اور وہ سردیوں کی تاریک رات تھی اور تیز آندھی چل رہی تھی کہ جس کے ساتھ کچھ بوندا باندی بھی تھی اور میں اس چبوترے پر بیٹھا تھا جو مسجد کے دروازے کے اندر ہے اور وہ مشرقی چبوترہ ہے جو پہلے دروازے کے مدمقابل ہے جو اس شخص کی بائیں طرف کو پڑتا ہے جو مسجد میں داخل ہو، بسبب اس خون کے جو میرے سینہ سے نکلتا تھا مسجد میں داخل ہونے پر قادر نہیں تھا اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی کہ جس میں سینہ کا بلغم جمع کرتا اور اس کو مسجد میں ڈالنا بھی درست نہیں تھا اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی کہ جو مجھ سے دردی کو روکتی، لہذا میرا دل تنگ اور غم واندوہ بڑھ گیا اور دنیا میری آنکھوں کے سامنے تیرہ و تاریک ہوگئی، اور میں سوچتا کہ راتیں پوری ہوگئیں اور یہ آخری رات ہے نہ میں نے کسی کو دیکھا اور نہ میرے لیے کوئی چیز ظاہر ہوئی اور یہ سب مشقت اور رنج عظیم میں نے جھیلا اور بار زحمت و خوف اپنے کندھے پر ڈالا کہ چالیس راتیں میں نجف سے کوفہ آتا رہا اور اس حالت میں سوائے یاس و حسرت کے میرے لیے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، میں اس معاملہ میں متفکر تھا اور مسجد میں کوئی بھی نہیں تھا میں نے کافی گرم کرنے کے لیے آگ جلائی جو کافی میں نجف سے لے کر آیا تھا اور مجھے اس کی عادت تھی، وہ بہت کم تھی، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے پہلے دروازے کی طرف سے میری طرف آرہا ہے جب میں نے اسے دور سے دیکھا تو میری طبیعت بگڑ گئی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ عرب اطراف مسجد کے رہنے والوں میں سے ہے، میرے پاس اس لیے آرہا

ہے کہ وہ کافی پیئے اور میں آج رات اس کے بغیر رہ جاؤں گا اور اس تاریک رات میں میرا ہم وغم زیادہ ہوجائے گا، میں اسی فکر میں تھا کہ وہ میرے قریب پہنچ گیا مجھے سلام کیا میرا نام لیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا مجھے تعجب ہوا اس پر کہ وہ میرا نام جانتا ہے میں نے گمان کیا کہ شاید یہ ان لوگوں میں سے ہے جو نجف کے اطراف میں رہتے ہیں اور جن کے پاس میں کبھی کبھار جایا کرتا تھا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ وہ عرب کے کس طائفہ اور گروہ میں سے ہے، اس نے کہا کہ میں ان میں سے بعض میں سے ہوں، پس میں نے ان طوائف میں سے ہر ایک کا نام لیا جو کہ اطراف نجف میں ہیں تو اس نے کہا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں تو مجھے غصہ آ گیا اور مذاق کے طور پر کہا ہاں تو طریطرہ میں سے ہے، اور اس لفظ کا کوئی معنی نہیں، پس اس نے میری اس بات پر تبسم کیا اور کہا کہ تیرے لیے کوئی حرج نہیں میں جہاں بھی ہوں تجھے کون سی چیز محرک بنی ہے کہ تو یہاں آیا ہے، میں نے کہا کہ تیرے لیے بھی ان امور کے متعلق سوال کرنا نفع بخش نہیں ہے، فرمایا تو اس میں کون سا ضرر ہے کہ مجھے بتا دے، پس مجھے اس کے حسن و اخلاق اور شیرینی زبان سے تعجب ہوا اور میرا دل اس کی طرف مائل ہوا اور یہ حالت ہوگی کہ جتنی وہ باتیں کرتا میری محبت اس سے بڑھتی جاتی، پس میں نے پائپ میں تمباکو رکھ کر اس کے لیے تیار کیا وہ کہنے لگا کہ تم پیو میں نہیں پیتا، میں نے اس کے لیے پیالی میں کافی ڈالی اور اسے دی وہ لے لی۔ اور اس میں سے تھوڑی سی پی کر باقی مجھے دے کر کہا تم پی لو، میں نے وہ پی لی اور اس طرف متوجہ نہ ہوا کہ اس نے ساری نہیں پی ہے اور مجھے رفتہ رفتہ اس سے زیادہ محبت ہوتی جارہی تھی۔ پس میں نے کہا اے بھائی خداوند عالم نے تجھے آج رات میرے پاس بھیجا ہے تاکہ میرا مونس ہو، کیا میرے ساتھ چلتا نہیں کہ ہم جناب مسلم کے مقبرہ میں جا بیٹھیں، کہا کہ تمہارے ساتھ میں آؤں گا، اب اپنی بات بتاؤ۔

میں نے کہا کہ بھائی تجھے میں اپنی حقیقت واقعہ بتاتا ہوں کہ میں نے جب سے اپنے آپ کو پہچانا ہے میں انتہائی فقیر و محتاج ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ چند سال سے میرے سینہ سے خون آتا ہے اور اس کا علاج مجھے معلوم نہیں اور میری بیوی بھی نہیں ہے اور میرا دل نجف اشرف میں میرے محلہ کی ایک عورت کی طرف مائل ہے اور چونکہ میرے پاس کچھ نہیں لہذا اس کا حاصل کرنا بھی میرے بس میں نہیں، اور مجھے ان ملاعین نے دھوکہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے حوائج کے لیے جناب صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو اور چالیس بدھ کی راتیں مسجد کوفہ میں گزار آنحضرتؑ کو دیکھے گا اور وہ تیری حاجت کو پورا کریں گے اور یہ آخری بدھ رات ہے اور میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور یہ سب زحمت و تکلیف ان راتوں میں برداشت کی ہے، یہ سبب ہے میرے یہاں آنے کی زحمت کرنے کا اور یہ ہیں میرے حوائج، پس آپؑ نے فرمایا تیرا سینہ تو درست و عافیت پذیر ہوگیا ہے اور وہ عورت بھی تجھے مل جائے گی، باقی رہا تیرا فقر و فاقہ تو وہ مرتے دم تک تیرے ساتھ رہے گا، اور میں اس بیان و تفصیل کی طرف ملتفت نہ ہوا۔

پس میں نے کہا کہ جناب مسلم کی طرف نہیں جائیں گے، فرمایا اٹھ کھڑا ہو پس میں کھڑا ہوگیا اور وہ میرے آگے چلنے لگے جب مسجد میں وارد ہوئے تو کہنے لگے کیا دو رکعت نماز تحیۃ مسجد نہ پڑھ لیں میں نے کہا کہ پڑھ لیتے ہیں، پس آپؑ شاخص کے پاس کھڑے ہوگئے جو کہ مسجد کے درمیان میں ایک پتھر ہے اور میں کچھ فاصلہ پر ان کے پیچھے کھڑا ہوا، پس میں نے تکبیر الاحرام کہی اور

سورۃ فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوا کہ اچانک میں نے ان کی قرائت فاتحہ سنی، اور میں نے کبھی اس قسم کی قرائت کسی سے نہیں سنی تھی، پس میں نے ان کے حسن قرائت سے اپنے دل میں کہا کہ شاید وہ صاحب الزمان علیہ السلام ہی ہیں اور میں نے کچھ ان کلمات بھی سنے جو اس پر دلالت کرتے ہیں، اس وقت میں نے ان کی طرف نگاہ کی، اس احتمال کے میرے دل میں خطور کرنے کے بعد جب کہ آپؑ نماز میں تھے میں نے دیکھا کہ ایک نور عظیم نے آپ کا احاطہ کیا ہوا ہے اس طرح کہ وہ مانع ہو گیا آنحضرتؑ کے شخص شریف کی تشخیص سے اور وہ اس حالت میں مشغول نماز تھے اور میں آپؑ کی قرائت سن رہا تھا اور میرا بدن کانپ رہا تھا اور آنحضرتؑ کی وجہ سے نماز کو بھی نہیں توڑ سکتا تھا، پس جس طرح ہوا میں نے نماز کو ختم کیا اور وہ نور زمین سے اوپر کی طرف جا رہا تھا، پس میں گریہ وزاری میں اس بے ادبی سے جو کہ میں نے مسجد میں آنجنابؑ سے کی تھی عذر خواہی میں مشغول تھا، اور عرض کیا اے میرے آقا آپؑ کا وعدہ سچا ہے کہ آپؑ نے مجھ سے کہا تھا کہ جناب مسلم کی قبر کی طرف مل کر جائیں گے، میں یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ وہ نور قبر مسلم کی طرف متوجہ ہوا، پس میں نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ نور جناب مسلم کے گنبد میں داخل ہو گیا اور گنبد کی فضا میں برقرار ہوا اور وہ اس طرح رہا اور میں گریہ وندبہ میں مشغول تھا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور وہ نور آسمان کی طرف عروج کر گیا، جب صبح ہوئی تو میں آپؑ کے کلام کی طرف ملتفت ہوا کہ تیرا سینہ شفایاب ہو گیا ہے میں نے دیکھا کہ میرا سینہ صحیح ہے اور بالکل کھانسی نہیں آتی، اور ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ میری شادی کے اسباب مہیا ہو گئے، ایسے ذریعہ سے کہ جس کا مجھے وہم وگمان ہی نہ تھا اور فقر و فاقہ اپنی حالت پر باقی ہے جس طرح کہ آنحضرتؑ نے فرمایا تھا۔ والحمدللہ

تیئسواں واقعہ: آنحضرتؑ کا عنیزہ کے عربوں کو زائرین کے راستہ سے ہٹانا۔

مجھے مشافہۃً اور آمنے سامنے خبر دی ہے سید الفقہا واستاد العلماء عالم ربانی جناب آقا سید مہدی قزوینی ساکن حلہ نے فرمایا کہ میں چودہ شعبان کے دن حلہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے پندرہویں شعبان کی رات کے لیے روانہ ہوا، پس جب ہم شط ہندیہ کے پاس پہنچے اور اس کی مغربی جانب کو عبور کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ زوار جو حلہ اور اطراف حلہ ونجف اشرف سے آئے ہوئے تھے وہ سب محصور ہیں قبائل ہندیہ میں سے بنی طرف کے گھروں میں اور ان کے لیے کربلا جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیونکہ قبیلہ عنیزہ راستہ میں اترا ہوا تھا اور انہوں نے آنے جانے والوں کا راستہ بند کر دیا تھا اور وہ نہ کسی کو کربلا جانے دیتے اور نہ آنے دیتے تھے، مگر یہ کہ اسے لوٹ لیتے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرب کے ہاں اترا اور ظہر وعصر کی نماز ادا کی اور میں بیٹھ کر اس انتظار میں تھا کہ زائرین کا کیا بنے گا اور آسمان بھی ابر آلود تھا اور تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی، پس اسی حالت میں کہ ہم بیٹھے تھے اچانک دیکھا کہ تمام زائرین گھروں سے نکل آئے ہیں اور کربلا کی طرف متوجہ ہوئے، پس ایک شخص سے میں نے کہا جو کہ میرے ساتھ تھا جا کر پتہ کرو، کیا بات ہے وہ باہر گیا اور واپس آ کر کہا کہ قبیلہ بنی طرف آتشیں اسلحہ لے کر باہر نکل آئے ہیں اور انہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ وہ زائرین کو کربلا پہنچائیں چاہے معاملہ قبیلہ عنیزہ سے جنگ تک کیوں نہ پہنچ جائے پس جب میں نے یہ

گفتگو سنی تو ان لوگوں سے کہا جو میرے ساتھ تھے کہ یہ بات بے بنیاد ہے کیونکہ قبیلہ بنی طرف میں قبیلہ عنیزہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ ان کی طرف سے زائرین کو اپنے گھروں سے نکال دینے کا بہانہ ہے، چونکہ ان کے لیے زائرین کا ان کے پاس رہنا بوجھ ہے، کیونکہ انہیں مہمانداری کرنی پڑتی ہے، پس ہم اسی حالت میں تھے کہ زائرین ان کے گھروں کی طرف پلٹ آئے اور معلوم ہوا کہ حقیقت حال وہی تھی جو میں نے بیان کی تھی، پس زائرین ان کے گھروں میں نہ گئے بلکہ ان کے گھروں کے سائے میں بیٹھ گئے اور آسمان بھی ابر آلود تھا، پس مجھے ان کی حالت پر سخت رقت طاری ہوئی اور انکسار عظیم مجھ پر طاری ہوا، لہٰذا میں خداوند عالم کی طرف دعا اور توسل محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم کے ساتھ متوجہ ہوا اور میں نے خدا سے زائرین کے لیے اس مصیبت و بلا کے سلسلہ میں فریاد کی کہ جس میں وہ مبتلا تھے، پس ہم اس حالت میں تھے کہ ہم نے ایک گھڑسوار کو دیکھا کہ وہ ایک بہترین گھوڑے پر آ رہا ہے جو کہ مثل ہرن کے ہے، اور اس کے ہاتھ میں طویل نیزہ ہے اور اس نے آستین الٹی ہوئی ہیں اور گھوڑا دوڑا رہا ہے، یہاں تک کہ وہ آ کر اس گھر کے پاس کہ جس میں میں ٹھہرا ہوا تھا کھڑا ہو گیا۔ اور وہ گھر بالوں سے بنا ہوا تھا کہ جس کے اطراف اوپر کو کئے ہوئے تھے پس اس نے سلام کیا اور ہم نے سلام کا جواب دیا پھر میرا نام لے کر فرمایا:

مولانا مجھے اس نے بھیجا ہے جو کہ آپ کی طرف سلام بھیجتا ہے اور وہ ہے کنج محمد آغا اور صفر آغا اور وہ دونوں افواج عثمانیہ کے صاحب منصب افسر ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ زائرین آ جائیں ہم نے عنیزہ قبیلہ کو راستہ سے ہٹا دیا ہے اور ہم سلیمانیہ کے بن پر سڑک کے اوپر لشکر سمیت زائرین کے منتظر ہیں، پس میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ پشتہ سلیمانیہ تک ہمارے ساتھ رہیں گے۔

فرمایا کہ ہاں، پس میں نے گھڑی جیب سے نکالی دیکھا کہ تقریباً اڑھائی گھنٹے دن باقی ہے، پس میں نے کہا کہ میرا گھوڑا لایا جائے تو وہ عرب بدوی کہ جس کے مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے مجھ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا اے میرے مولا و سردار اپنے آپ کو اور ان زائرین کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ آج رات ہمارے پاس رہو یہاں تک کہ معاملہ واضح ہو جائے میں نے ان سے کہا کہ سوار ہونے کے علاوہ زیارت مخصوصہ کے حاصل کرنے کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، جب زائرین نے دیکھا کہ ہم سوار ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی پیادہ و سوار ہمارے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا، پس ہم چل پڑے اور وہ سوار مثل شیر بیشہ کے ہمارے آگے آگے تھا اور ہم اس کے پیچھے جا رہے تھے یہاں تک کہ ہم پشتہ سلیمانیہ تک پہنچے، وہ سوار اوپر چڑھا تو ہم بھی اس پر چڑھ گئے اس وقت وہ نیچے اترا اور ہم نے بھی پشتہ کے اوپر جانے تک اس کی متابعت کی، پھر ہم نے دیکھا تو سوار کا کوئی اثر و نشان نہیں گویا وہ آسمان کے اوپر چلا گیا یا زمین میں اتر گیا اور وہ وہاں رئیس لشکر کو دیکھا اور نہ لشکر نظر آیا۔

پس میں نے ان اشخاص سے کہا کہ جو میرے ساتھ تھے کہ تمہیں شک ہے کہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے، کہنے لگے نہیں خدا کی قسم اور میں نے اس وقت اس بزرگوار میں بہت تامل اور غور کیا، جب وہ ہمارے سامنے جا رہے تھے کہ گویا میں نے اس سے پہلے بھی آپؑ کو دیکھا ہوا ہے، لیکن میرے دل میں نہیں آتا تھا کہ انہیں کب دیکھا تھا، پس جب وہ ہم سے الگ ہو گئے تو مجھے یاد آیا کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جو حلہ میں میرے مکان پر آئے تھے اور مجھے سلیمانیہ کا واقعہ بتایا تھا، اور باقی رہا عنیزہ تو ہمیں ان کے مکانوں میں

ان کا اثر ونشان نظر نہ آیا اور نہ کوئی آدمی نظر آیا کہ جس سے ہم ان کے حالات پوچھتے،سوائے اس کے کہ ہم نے بیابان کے وسط میں سخت قسم کا غبار اڑتے ہوئے دیکھا،پس ہم کربلا پہنچے اور ہمیں ہمارے گھوڑے بڑی تیزی سے لئے جا رہے تھے اور جب ہم شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لشکر قلعہ کے اوپر کھڑا ہے،پس وہ ہم سے کہنے لگے کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس طرح پہنچے ہو،اس وقت ان کی نگاہ زائرین پر پڑی وہ کہنے لگے سبحان اللہ یہ صحرا زائرین سے پُر ہو گیا ہے،عنیزہ قبیلے کہاں گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم شہر میں بیٹھے رہو اور اپنی خوراک اور تنخواہ لیتے رہو۔''ولمکۃ رب یرعاھا'' اور مکہ و کعبہ کا رب اس کی حفاظت کرے گا اور یہ جناب عبدالمطلب کی گفتگو کا مضمون ہے کہ جب آپؑ حبشہ کے بادشاہ کے پاس اپنے اونٹ لینے کے لیے گئے جنہیں اس کا لشکر لے گیا تھا تو بادشاہ کہنے لگا تو نے کعبہ کی خلاصی کا سوال مجھ سے کیوں نہیں کیا کہ میں لشکر واپس لے جاؤں،فرمایا میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور مکہ کا مالک اس کی حفاظت کرے گا۔الخ

اس وقت ہم شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کنج آغا تخت پر دروازے کے قریب بیٹھا ہے،پس میں نے سلام کیا تو وہ میرے سامنے کھڑے ہو گیا،میں نے اس سے کہا کہ تیرے لیے یہی فخر کافی ہے کہ تو اس زبان مبارک پر مذکور ہوا ہے،وہ کہنے لگا واقعہ کیا ہے تو میں نے اس کے لیے پورا واقعہ بیان کیا۔

وہ کہنے لگا کہ اے میرے آقا مجھے کیسے معلوم تھا کہ آپؑ زیارت کے لیے آرہے ہیں ورنہ آپ کے پاس قاصد بھیجتا کہ میں اور میرا لشکر پندرہ دن سے اس شہر میں محصور ہے اور عنیزہ قبیلہ کے خوف سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتے،اس وقت کہنے لگا کہ قبیلہ عنیزہ کہاں گیا ہے۔

میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں سوائے اس کے کہ سخت قسم کا غبار ہم نے صحرا کے وسط میں دیکھا ہے کہ گویا ان کے کوچ کرنے کا غبار ہے،اس وقت میں نے گھڑی نکال کر دیکھی تو ڈیڑھ گھنٹہ دن رہتا تھا گو ہم نے سارا سفر ایک گھنٹہ میں طے کیا تھا،حالانکہ قبیلہ بنی طرف کے گھروں سے لے کر کربلا تک تین فرسخ تھے،پس ہم نے رات کربلا میں بسر کی۔جب صبح ہوئی تو ہم نے قبیلہ عنیزہ کے متعلق پوچھ گچھ کی،ایک زمیندار نے خبر دی جو کہ کربلا کے باغوں میں رہتا تھا کہ اس اثناء میں کہ عنیزہ اپنے گھروں اور خیموں میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک سوار ان کے سامنے ظاہر ہوا جو موٹے تازہ عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں طویل نیزہ تھا،پس اس نے بلند آواز سے انہیں پکار کر کہا کہ بتحقیق موت تمہارے سروں پر پہنچ گئی،حکومت عثمانیہ کی فوج پیادہ و سوار نے تمہاری طرف رخ کیا ہوا ہے اور وہ ابھی میرے پیچھے آرہے ہیں،پس کوچ کر جاؤ اور مجھے امید نہیں کہ ان سے نجات حاصل کرسکو گے،پس خداوند عالم نے خوف و ذلت ان پر مسلط کردی،یہاں تک کہ ایک شخص اپنا کچھ سامان چلنے میں جلدی کی وجہ سے چھوڑ دیتا تھا،پس ایک گھنٹہ نہیں گزرا ہو گا کہ وہ تمام کے تمام کوچ کر گئے اور وہ بیابان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ،پس میں نے اس سے کہا کہ اس سوار کے اوصاف میرے لیے نقل کرو،جب اس نے اوصاف بیان کئے تو میں نے دیکھا کہ بعینہ وہی سوار ہے جو کہ ہمارے ساتھ تھا۔والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی محمد وآلہ لاطاہرین۔

مولف کہتا ہے یہ کرامات و مقامات اس سید مرحوم سے بعید نہ تھے، کیونکہ انہوں نے علم و عمل میراث میں پایا تھا اپنے عم اجل جناب سید باقر سابق الذکر سے جو کہ اپنے ماموں جناب بحرالعلوم اعلی اللہ مقامہ کے رازدان اور ان کے چچا محترم نے ان کی تربیت فرمائی اور مخفی امور اور اسرار پر مطلع کیا، یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچے کہ جس کے گرد افکار نہیں پہنچ سکتے تھے، اور ان میں فضائل و مناقب کی اتنی مقدار جمع ہوگئی کہ جو ان کے علاوہ دوسرے علماء ابرار میں جمع نہیں ہوئی، پہلی فضلیت یہ ہے کہ وہ مرحوم بعد اس کے کہ نجف اشرف سے حلہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں رہائش پذیر ہوئے اور لوگوں کو ہدایت اور اظہار حق اور ازھاق باطل شروع کیا تو آپ کی دعوت کی برکت سے داخل و خارج حلہ سے ایک لاکھ سے زیادہ عرب شیعہ مخلص اثناعشری ہوگئے اور انہوں نے خود اس حقیر سے فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو وہاں کے شیعہ علائم امامیہ اور شعار شیعہ مخلص اثناءعشری ہوگئے اور انہوں نے خود اس حقیر سے فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو وہاں کے شیعہ علائم امامیہ اور شعار شیعہ میں سے سوائے اس کے کہ اپنے مردوں کو نجف اشرف لے جاتے تھے اور کچھ نہیں رکھتے تھے اور باقی احکام و آثار سے عاری و خالی تھے یہاں تک کہ اعداء خدا پر تبراء کرنے سے ان کی ہدایت کی وجہ سے صلحاء و ابرار ہوگئے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جو کہ ان کے خصائص میں سے ہے۔

دوسری چیز کمالات نفسانیہ اور صفات انسانیہ جو کہ آنجنابؒ میں تھے صبر و تقویٰ و رضا و تحمل مشقت عبادت و سکون نفس اور ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رہتا اور کبھی بھی اپنے گھر میں اپنے اہل و عیال و خدمت گاروں سے حاجات میں سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے، مثلاً صبح و شام کا کھانا کافی اور چائے اور حقہ ان چیزوں کے اوقات میں باوجود یکہ انہیں اس کی عادت نہیں حالانکہ تمکن و ثروت و سلطنت ظاہری و غلام اور کنیزیں سب ہی موجود تھیں، اگر وہ ان چیزوں کی مواظبت و مراقبت اور دیکھ بھال نہ کرتے اور ہر چیز وقت پر نہ پہنچاتے تو بسا اوقات دن و رات ان چیزوں کے استعمال کئے بغیر گزر جاتے دعوت قبول کرتے اور ولیموں اور مہمانوں میں حاضر ہوتے لیکن کتابیں اپنے ساتھ لے جاتے اور مجلس کے ایک کونے میں اپنی تالیف میں مشغول رہتے اور مجلس کی باتوں کی انہیں کچھ خبر نہ ہوتی، مگر یہ کہ کوئی مسئلہ پوچھیں تو اس کا جواب دیتے اور اس مرحوم کا طریقہ ماہ رمضان میں یہ ہوتا تھا کہ نماز مغرب جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھاتے اور اس وقت نوافل مقررہ مغرب جو کہ ماہ رمضان کی ہزار رکعت میں سے پورے مہینہ پر تقسیم شدہ ہیں ان کی اس مقدار کو ادا کرتے جو اس کے حصہ میں آتی اور پھر گھر جا کر افطار کرتے اور مسجد میں واپس جاتے اور اسی طریقہ پر نماز عشاء پڑھتے اور گھر آجاتے اور لوگ جمع ہوجاتے تو پہلے قاری حسن صوت اور حسن قرأت کے ساتھ قرآن کی کچھ آیات (جو وعظ و نصیحت و زجر و تہدید و تخویف سے تعلق رکھتیں) اس طرح پڑھتے جو سخت دلوں کو نرم اور خشک آنکھوں کو تر کر دیتیں، پھر کوئی دوسرا اسی نہج پر نہج البلاغہ کا کوئی خطبہ پڑھتا، پھر تیسرا مصائب ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام پڑھتا، اس وقت صالحین میں سے کوئی شخص ماہ مبارک رمضان کی دعائیں پڑھنے لگتا اور دوسرے اس کے ساتھ سحری کھانے کے وقت تک پڑھتے رہتے، پھر ہر ایک اپنے گھر چلا جاتا، خلاصہ یہ کہ مواظبت و مراقبت اوقات اور تمام نوافل و سنن و قرائت میں وہ اپنے زمانہ میں آیت اور حجت تھے، حالانکہ وہ بڑھاپے کے انتہائی سن کے پہنچے ہوئے تھے، اور میں سفر حج میں جاتے اور آتے وقت اس مرحوم کے ساتھ تھا اور مسجد غدیر و جحفہ میں ہم نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی

اور واپسی پر سماوہ سے تقریباً پانچ فرسخ باقی تھے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۰ ہجری داعی حق کو لبیک کہا اور نجف اشرف میں اپنے عم مکرم کے پہلو میں دفن ہوئے اور ان کی قبر کے اوپر قبہ عالیہ بنایا گیا اور ان کی وفات کے وقت بہت سے موالف ومخالف لوگوں کی موجوگی میں ان کی قوت ایمانیہ وطمانینہ واقبال وصدق یقین کا وہ مقام ظاہر ہوا کہ جس سے سب کو تعجب ہوا اور کرامت باہرہ جو سب پر ظاہر ہوئی۔

اور تیسری چیز ان کی بہت سی فقہ واصول وتوحید وامامت وکلام وغیرہ میں عمدہ تصانیف ہیں جن میں ایک کتاب ہے کہ جس میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ ہی فرقہ ناجیہ ہے جو کہ کتب نفسیہ میں سے ہے۔

طوبی لہ، وحسن مآب، طوبی ہے اس کے لیے اور بہترین برگشت

چھٹی فصل

چند وظائف وتکالیف کا تذکرہ کہ جو بندگان خدا امام عصر صلوات اللہ علیہ کی نسبت رکھتے ہیں

آداب بندگی اور رسوم فرمانبرداری کہ جنہوں نے زیر فرمان واطاعت آنجناب اپنا سر نیچا کیا ہے اور جو خود کو عبد اطاعت اور ان کے وجود مبارک کے خوان احسان کا ریزہ چیں سمجھتے ہیں اور اسی ذات والا صفات ومعظم کو اپنا امام اور فیضات الہیہ نعمات غیر متناہیہ دینوی واخروی کے پہنچنے کا واسطہ وذریعہ قرار دیتے ہیں اور ان میں سے چند چیزیں بیان ہوں گی۔

پہلی خبر! غیبت کے دنوں میں آنجنابؑ کے لیے مہموم ومغموم رہنا، اس کے متعدد اسباب ہیں ایک تو آپؑ کا محجوب وپوشیدہ ہونا اور ان کے دامان وصال تک دسترس کا نہ ہونا اور اس کے نور جمال سے آنکھوں کا روشن نہ ہونا، کتاب عیون میں امام رضاؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے آپؑ کے متعلق ایک خبر کے ضمن میں فرمایا، کتنی مومن عورتیں اور مومن مرد متاسف وحیران ومحزون ہوں گے مامعین (جاری پانی) کے مفقود ہونے کے وقت یعنی حضرت حجتہ علیہ السلام اور دعائے ندبہ میں ہے کہ مجھ پر گراں ہے کہ مخلوق کو دیکھتا ہوں اور آپؑ نظر نہیں آتے اور آپؑ کی آواز اور راز کو میں نہیں سن سکتا اور میرے لیے گراں ہے کہ مجھے چھوڑ کر بلا آپؑ کا احاطہ کرے اور میرا نالہ وشکایت آپؑ تک نہ پہنچے میری جان قربان ہو آپؑ پر اے وہ غائب جو ہم سے کنارہ کش نہیں ہے اور میری جان فدا ہو آپؑ پر اے دور کئے ہوئے جبکہ آپ نے ہم سے دوری اختیار نہیں کی میری جان قربان ہو آپؑ پر کہ جو ہر مشتاق وآرزومند مرد وعورت کی آرزو ہے جو آپؑ کو یاد کرتے اور آپ پر گریہ ونالہ کرتے ہیں اور میرے لیے گراں ہے کہ میں آپؑ پر گریہ کروں اور باقی لوگ آپ سے

دست بردار ہوں آخر دعا تک جو کہ نمونہ ہے اس شخص کے درد دل کا کہ جس نے آپ کا صہبائے محبت کا جام پیا ہے اور دوسرا اس سلطان عظیم الشان کا رتق وفتق (نظم ونسق) احکام جاری کرنے اور حقوق وحدود کے نفوذ سے ممنوع ہونا اور اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھنا۔ حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے عبداللہ بن ظبیان سے فرمایا کہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں نہ عید قربان اور نہ فطر، مگر یہ کہ خداوند عالم آل محمد علیہم السلام کے حزن کو تازہ کر دیتا ہے، راوی نے پوچھا کس لیے فرمایا چونکہ یہ حضرات اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں اور دوسرے دین مبین کے داخلی چوروں کا کمین گاہ سے باہر آ جانا اور عوام کے دلوں میں شکوک وشبہات کا ڈالنا، بلکہ خواص کے تا کہ وہ گروہ در گروہ ہو کر دین خدا سے نکل جائیں اور سچے علماء کا اپنے علم کے اظہار سے عاجز ہونا اور صادقین علیہم السلام کا وعدہ سچا نکلا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ مومن کے لیے اپنے دین کی نگہداشت آگ کے انگارے کو ہاتھ میں رکھنے سے زیادہ مشکل ہوگی۔

شیخ نعمانی نے عمیرہ بن نفیل سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حسین بن علی علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ وہ امر نہیں ہوگا کہ جس کے تم منتظر ہو جب تک کہ تم میں سے بعض دوسرے بعض سے بیزاری اختیار نہ کریں اور ایک دوسرے کے منہ پر نہ تھوکے اور ایک دوسرے کے خلاف کفر کی گواہی نہ دیں اور بعض دوسرے بعض کو لعنت نہ کریں۔ پس میں نے آنجنابؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس زمانہ میں کوئی اچھائی نہیں، حسین علیہ السلام نے فرمایا تمام خیر وخوبی اسی زمانہ میں ہے ہمارا قائم خروج کرے گا اور ان تمام کو دفع کرے گا اور نیز جناب صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے مالک بن حمزہ سے فرمایا اے مالک تیرا کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ شیعہ اختلاف کریں گے، اس طرح آپؑ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر دیں۔ پس میں نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام اس زمانہ میں خیر نہیں ہے، فرمایا ساری اچھائی اس وقت ہے ہمارا قائم خروج کریں گے، پس اس سے آگے ہو جائیں گے اور ستر افراد جو خدا اور رسولؐ پر جھوٹ بولیں گے، اس پر تقدم حاصل کریں گے، پس وہ سب کو قتل کر دے گا، پھر سب لوگوں کو ایک امر پر اکٹھا کر دے گا، اور نیز جناب باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک اے آل محمدؐ کے شیعہ تمہاری آزمائش ہوگی جس طرح سرمہ کی آزمائش ہوتی ہے آنکھ میں کہ صاحب سرمہ کو معلوم ہوتا ہے جب سرمہ اس کی آنکھ میں ڈالا جا رہا ہوتا ہے، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت اس کی آنکھ سے خارج ہوا ہے اور اس طرح ہے کہ ایک شخص صبح کرے گا تو ہمارے امر کی شاہراہ پر ہوگا اور شام کرے گا تو اس سے خارج ہو چکا ہوگا اور شام کرے گا ہمارے امر کی شاہراہ پر اور صبح کرے گا در آنحالیکہ اس سے نکلا ہوا ہوگا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم تم شیشہ کی طرح ٹوٹ جاؤ گے اور بے شک ٹوٹا ہوا شیشہ جب دے دیا جائے تو وہ لوٹ آتا ہے اور بے شک تمہیں کوزا کی طرح توڑا جائے گا، لیکن ٹوٹا ہوا کوزہ تو دوبارہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جیسے پہلے تھا اور خدا کی قسم تمہاری بیخ کنی ہوگی اور خدا کی قسم تم جدا وعلیحدہ ہو جاؤ گے۔ اور خدا کی قسم تمہارا امتحان لیا جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے تھوڑے سے باقی رہ جائیں گے اور آپ نے اپنی ہتھیلی خالی کر دی اور اس مضمون کی بہت سی روایات روایت کی

ہیں۔اور شیخ صدوق نے کمال الدین میں امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اونٹ کی طرح چراگاہ کی تلاش میں گردش کر رہے ہو، پس اسے نہ پاسکو گے اے گروہ شیعہ۔نیز آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے عبد الرحمن بن سیابہ سے فرمایا تم کیسے ہوگے اس زمانے میں جب کہ بغیر امام وہادی اور نشان کے ہوگے اور تم میں سے ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کرے گا تو اس وقت تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تم ایک دوسرے سے جدا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے۔اور نیز صدیر صیرفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور مفضل بن عمر و ابو بصیر و ابان بن تغلب اپنے مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؑ کو دیکھا کہ آپؑ زمین پر خیبری کرتا پہنے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ جس کی آستین چھوٹی تھیں۔اور شدت اندوہ وغم میں اس عورت کی طرح کہ جس کا فرزند عزیز مرجائے گریہ کر رہے تھے جگر سوختہ کی طرح آثار حزن وملال ومحنت وتکلیف آپ کے چہرہ حق جو سے ظاہر وہویدا تھے اور آپؑ کی حق بین آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے اے میرے سید تیری غیبت نے میری نیند غائب کر دی اور میری راحت وآرام کو زائل کر دیا ہے۔اور میرے دل کا چین اور سرور چھین لیا ہے، اے میرے سید تیری غیبت نے میری مصیبت کو دائمی بنا دیا ہے اور تکالیف ومصائب کو مجھ پر بے در پے کر دیا ہے اور میرے آنسو نکلوائے اور نالہ وفغان اور حزن وملال کو میرے سینہ سے باہر نکالا ہے اور بلائیں مجھ سے متصل کر دی ہیں، سدیر کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرتؑ کو اس حالت میں دیکھا تو ہم حیران و پریشان ہو گئے، اور ہمارے دل آپؑ کی جزع وفزع سے قریب تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، ہم نے گمان کیا کہ آنحضرتؑ کو زہر دے دیا گیا ہے یا زمانہ کی مصیبتوں میں سے کوئی بڑی مصیبت آپؑ پر حادث ہوئی ہے، پس میں نے عرض کیا اے بہترین خلق خدا کبھی بھی آپؑ کی آنکھوں کو نہ رلائے کس حادثہ نے آپؑ کو رلایا ہے اور کون سی حالت رونما ہوئی ہے کہ اس طرح آپؑ ماتم نشین ہیں۔پس آپؑ نے شدت غم وغصہ وگریہ سے آہ سوزناک دل غمناک سے نکالی اور فرمایا کہ میں نے آج صبح کتاب جفر کو دیکھا اور وہ کتاب علم منایا وبلایا (موتیں اور مصیبتیں) پر مشتمل ہے اور اس میں وہ مصیبتیں بھی مذکور ہیں جو ہمیں پہنچیں گی اور اس میں گزشتہ اور آئندہ قیامت تک کا علم ہے، اور خداوند عالم نے اس علم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے میں نے اس میں حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی ولادت وغیبت اور غیبت کی طوالت اور آپؑ کی عمر کے دراز ہونے اور زمانہ غیبت میں مومنین کا مبتلا ہونے اور لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ کے زیادہ پیدا ہونے، آپؑ کی غیبت کے طول کی وجہ سے اور لوگوں کے اپنے دین میں مرتد ہو جانے اور اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال پھینکنے کو دیکھ رہا تھا، پس مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور مجھ پر حزن و ملال کا غلبہ ہوگیا ہے۔الخ

اس مقام کے لیے یہی خبر شریف کافی ہے، کیونکہ اگر تحیر وتفریق اور غیبت کے دنوں میں شیعوں کا مبتلا ہونا اور ان کے دلوں میں شکوک کا پیدا ہونا، حضرت صادق علیہ السلام کے گریہ کا سبب بنے۔اس واقعہ کے وقوع سے سالہا سال پہلے اور وہ آپؑ کی آنکھوں سے نیند کو اڑا دے تو وہ مومن جو اس حادثہ عظیم میں مبتلا ہے اور جو اس بے پایاں گرداب تاریک ومواج میں غرق ہے وہ گریہ وزاری اور نالہ وبےقراری اور حزن واندوہ دائمی اور بارگاہ باری جل وعلا میں تضرع وزاری کا زیادہ مستحق ہے۔

دوسری چیز! جو غیبت کے دنوں میں بندوں کا وظیفہ اور تکلیف شرعی ہے وہ ہر وقت انتظار فرج آل محمدؐ اور ترقب بروز وظہور حکومت قاصرہ اور سلطنت ظاہرہ مہدی آل محمد علیہ السلام اور زمین کا عدل وانصاف سے پر ہونا اور دین مبین کا باقی ادیان پر غالب آنا کہ جس کی خداوند عالم نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور وعدہ فرمایا ہے، بلکہ اس کی بشارت تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو دی ہے کہ ایک ایسا دن آئے گا کہ جب خدا کے علاوہ کسی کی پرستش وعبادت نہیں کریں گے اور دین کی کوئی ایسی چیز اور حکم نہیں ہوگا جو کسی کے خوف سے پردہ خفا اور ستر وحجاب میں رہ جائے اور مصیبت وشدت حق پرستوں سے دور ہو جائے گی، جیسا کہ مہدی آل محمد علیہم السلام کی زیارت میں ہے۔

السلام علی المهدی الذی وعد الله به الامم ان یجمع به الکلم ویلم به الشعث ویملا به الارض عدلا وقسطا ویخبر به وعد المومنین

سلام اس مہدی پر کہ خداوند عالم نے جس کا وعدہ تمام امتوں سے کیا ہے، کہ اس کے وجوہ سے وہ کلمات کو جمع کرے گا، یعنی اختلاف درمیان سے اٹھ جائے گا اور ایک دین ہو جائے گا اور وہ زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا اور اس کی وجہ سے اس فرج کو نافذ فرمائے گا جس کا مومنین سے وعدہ کیا ہے اور اس فرج عظیم کا ۷۰ ہجری میں وعدہ کیا گیا تھا جس طرح کہ شیخ راوندی نے حرائج میں ابی اسحاق سمیعی سے روایت کی ہے اور اس نے عمرو بن حمق سے جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے صاحبان اسرار میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں کہ میں علی بن ابی طالبؑ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ جب آپؑ کو کوفہ میں ضرب لگی تھی، پس میں نے عرض کیا آپؑ کو اس ضربت سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں تم سے جدا ہونے والا ہوں۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ ۷۰ ہجری تک بلا ومصیبت ہے اور یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

پس میں نے عرض کیا کہ بلا کے بعد رخاء (آسائش) ہے تو آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور بے ہوش ہو گئے یہاں تک کہ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپؑ نے فرمایا ہے کہ ستر ہجری تک بلاء ہے تو کیا بلا کے بعد رخاء وآسائش ہے۔ فرمایا ہاں بے شک بلاء کے بعد رخا ہے اور خداوند عالم جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور ثابت کر دیتا ہے اور اس کے پاس اُم الکتاب ہے (یہ روایت ظاہرا روایات متواترہ کے خلاف ہے ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ کے مظالم سے فی الجملہ آسائش کا حصول ہو، کیونکہ معاویہ اور یزید کے زمانہ میں شیعوں پر سختی اور ان کا قتل وبربادی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ پھر مختار کے زمانہ میں خون امام حسین علیہ السلام کا بدلہ لیا گیا، پھر معصب کا کوفہ پر تسلط ہوا، اس کے بعد عبد الملک نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات پر وہ مظالم بند ہو گئے جو کہ معاویہ ویزید کے زمانہ میں تھے۔ واللہ اعلم بالصواب مترجم)

شیخ طوسی نے غیبت میں، کلینی نے کافی میں ابی حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ ۷۰ ہجری تک بلا ہے اور فرماتے تھے کہ بلا کے بعد رخاء ہے اور بتحقیق کہ ۷۰ ہجری

گزر گیا اور ہم نے آسائش وکشائش نہ دیکھی۔ پس ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ثابت خداوند عالم نے اس امر کا وقت ۷۰ ہجری قرار دیا تھا، پس چونکہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو غضب الٰہی اہل زمین پر سخت ہو گیا تو فرج وکشائش کو تاخیر میں ڈال دیا ۱۴۰ ہجری تک، پس ہم نے تمہیں خبر دی اور تم نے اس خبر کو منتشر کر دیا اور پردہ راز کو منکشف کیا تو پھر خداوند عالم نے اسے تاخیر میں ڈال دیا۔ پھر اس کا وقت ہمارے لیے مقرر نہیں ہوا ''**ولمحو الله ما یشاء ویثبت وعنده ام الکتاب**''۔

خدا جسے چاہتا ہے محو کرتا اور ثابت کرتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔ ابوحمزہ کہتا ہے کہ میں نے یہ خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہے۔ (یہ روایت بھی سابق کی طرح ہماری فکر ونظر سے بالا ہے۔ مترجم)

اور شیخ نعمانی نے کتاب غیبت میں علاء بن سیابہ سے، اس نے ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص تم میں سے مرجائے اور اس امر کا منتظر ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو حضرت قائم علیہ السلام کے خیمہ میں ہو۔

ابوبصیر نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک دن فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جس کے بغیر خداوند عالم بندوں کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا، ہم نے فرمایا جی ہاں، پس فرمایا ''**شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ رسولہ**'' اور اس چیز کا اقرار کرنا کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے وہ ہے ہماری دوستی اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری، یعنی مخصوصاً ائمہ اور ان کا مطیع ومنقاد ہونا اور ورع واجتہاد وآرام وانتظار کرنا قائم علیہ السلام کے لیے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ہماری حکومت ہے کہ جسے خدا جب چاہے گا لے آئے گا، پھر فرمایا جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ اصحاب قائم علیہ السلام میں سے ہے تو اسے آپؑ کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور ورع ومحاسن اخلاق کے ساتھ عمل کرے درانحالیکہ انتظار رکھتا ہو، پس اگر وہ مرجائے اور آپؑ کا خروج اس کے بعد ہو تو اس کے لیے اتنا اجر وثواب ہے کہ جتنا آپؑ کو حاصل کرنے والے کو ملے گا، پس کوشش کرو اور انتظار میں رہو ''ھیناًھیناً'' (خوشگوار ہو خوشگوار)

اور شیخ صدوق نے کمال الدین میں آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا دین آئمہ میں سے ہے ورع عفت وصلاح وفرج آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنا۔ نیز حضرت رضاء علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اعمال میں سے افضل عمل خداوند عالم کی طرف سے انتظار فرج کرنا ہے۔ نیز امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہمارے امر حکومت کا منتظر مثل اس شخص کے ہے جو راہ خدا میں اپنے خون میں غلطان ہو۔ اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے ایک توقیع محمد بن عثمان کو ملی جس کے آخر میں تھا کہ تعجیل فرج کے لیے زیادہ دعا کرو، کیونکہ تمہاری فرج وکشائش اسی میں ہے، اور طوسیؒ نے کتاب غیبت میں مفضل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے حضرت قائم علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور وہ شخص کہ جو ہمارے اصحاب میں سے انتظار کرتے وقت فوت ہو جائے کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صادق علیہ السلام نے ہم سے فرمایا کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو کوئی شخص مومن کی قبر پر جائے گا اور اس سے کہے گا اے فلاں بے شک تیرے صاحب کا ظہور ہو گیا ہے، پس اگر ان سے ملحق ہونا چاہتے ہو تو ملحق ہو جاؤ، اگر نعمت پروردگار میں قیام کرنا

چاہتے ہو تو پھر قیام کرو۔

شیخ برقی نے کتاب محاسن میں آنجناب سے روایت کی ہے کہ آپ ؑ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اہل بیت کی دوستی کے ساتھ مرجائے اور فرج آل محمدؐ کا انتظار کرتے ہوئے تو مثل اس شخص کے ہے جو قائم علیہ السلام کے خیمہ میں ہو اور دوسری روایت میں ہے، بلکہ وہ اس شخص اس کی مانند ہے کہ جو رسول خداؐ کے ساتھ ہو اور تیسری روایت میں ہے کہ اس شخص کی طرح ہے جو رسول اکرمؐ کے سامنے شہید ہو جائے اور نیز محمد بن فضیل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے فرج و کشائش کے متعلق امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا تو آپ ؑ نے فرمایا کیا انتظار فرج فرج کی طرح نہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے "**فانتظروا انی معکم من المنتظرین**"۔ تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی میری کشائش کی انتظار کرو اور میں انتظار کرتا ہوں اس وقت کا کہ جس میں میں اس کی مصلحت سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہونی چاہیے۔

نیز آنجناب ؑ سے روایت ہے کہ آپ ؑ نے فرمایا کتنی اچھی چیز ہے صبر وانتظار فرج۔ کیا تم نے خداوند عالم کا ارشاد نہیں سنا" **فارتقبوا انی معکم رقیب وانتظروا انی معکم من المنتظرین**"۔

یعنی تم پر صبر کرنا ضروری ہے، کیونکہ فرج و کشائش ناامیدی کے بعد آتی ہے، اور بتحقیق تم سے پہلے کچھ ایسے لوگ تھے جو تم سے زیادہ صبر کرتے تھے۔

تیسری چیز! وظائف و تکالیف عباد میں سے شرور شیاطین انس و جن سے وجود مبارک امام عصر علیہ السلام کے حفظ کی دعا کرنا۔ اور جلدی نصرت و ظفر و غلبہ پر کفار و ملحدین و منافقین آنجناب ؑ کے لیے طلب کرنا، کیونکہ یہ ایک اظہار بندگی اور اظہار شوق و زیادتی محبت ہے اور اس مقام میں بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ دعا ہے کہ جس کے ساتھ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے لیے دعا کرنے کا حکم امام رضا علیہ السلام دیا کرتے تھے جو کہ یونس بن عبدالرحمن سے مروی ہے اور دعا یہ ہے۔ **اللھم ادفع عن ولیك و خلیفتك رحمتك**۔ الخ

اور میں نے اس دعا کو کتاب مفاتیح کے باب زیارت حضرت صاحب الامرؑ میں نقل کیا ہے اور دوسری وہ صلوات ہے جو ابو الحسن ضرآب اصفہانی کی طرف منسوب ہے اور اسے بھی مفاتیح میں روز جمعہ کے اعمال کے آخر میں نقل کر چکے ہیں۔ اور ایک یہ دعا شریف ہے **اللھم کن لولیك** (فلاں بن فلاں) اور فلاں بن فلاں کی جگہ کہو **حجۃ بن الحسن صلواتك علیه وعلی ابآئه فی ھذہ الساعة وفی کل ساعة ولیا و حافظا وقائداً وناصراً و دلیلا وعینا حتی تسکنه ارضك طوعا وتمتعه فیھا طویلاً** اور بار بار اس دعا کو پڑھیں تیئسویں ماہ مبارک رمضان کی رات کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور جس حالت میں بھی ہو اس پورے مہینے میں اور جس طرح بھی ممکن ہو خدا کی تمجید و بزرگی اور نبیؐ و آل نبیؐ پر صلوات بھیجنے کے بعد یہ دعا پڑھیں اور ان کے علاوہ دوسری دعائیں بھی وارد ہوئی ہیں کہ جن کے نقل کی یہاں گنجائش نہیں جو طالب ہو وہ نجم ثاقب کی طرف رجوع کرے۔

چوتھی چیز! حفظ وجود مبارک امام عصرؑ کے لیے صدقہ دینا جتنا ممکن ہو ہر وقت دیا جائے چونکہ کوئی نفس عزیز و گرامی تر نہیں ہے

اور نہ ہونا چاہیے وجود مقدس امام عصر روحنا لہ الفداء سے، بلکہ وہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اگر ایسا نہ مانا جائے تو ایمان میں ضعف ونقصان اور اعتقاد میں خلل وسستی ہے جیسا کہ اسانید معتبرہ کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے صاحب ایمان نہیں جب تک کہ میں اور میرے اہل بیتؑ اس کے نزدیک اس کی جان اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، اور کیونکر ایسا نہ ہو حالانکہ وجود وحیات ودین وعقل وصحت وعافیت اور باقی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تمام موجودات کی اس وجود مقدس اور ان کے اوصیاء صلوات اللہ علیہم کا پرتو اور عکس ہیں اور چونکہ ناموس عصر ومدار دہر آفتاب وماہ اور صاحب قصر وبارگاہ سبب سکون زمین اور سیر افلاک ورونق دنیا از سمک (مچھلی) تا سماک (فلک) حاضر در قلوب اخیار وغائب از مردمک اغیار ان اعصار میں حضرت حجۃ ابن الحسن صلوات اللہ علیہما ہیں اور جامہ صحت وعافیت اس نفس مقدس کے باندازہ قامت موزون ہے اور شائستہ قد معتدل اس ذات اقدس کے ہے، پس تمام خود پرستوں پر (کہ جن کا سب اہتمام) اپنے نفس کی حفظ وحراست وسلامتی ہے چہ جائیکہ وہ لوگ کہ جو سوائے اس وجود مقدس کے کسی کو لائق ہستی اور سزاوار عافیت وتندرستی نہیں سمجھتے) لازم وحتمی ہے کہ ان کا مقصود اولیٰ اور غرض اصلی اور مطلوب اہم ہر وسیلہ وسبب کے دامن سے وابستہ ہونے سے جو کہ بقاء صحت وجلب عافیت وقضائے حاجت وبلیت کے لیے مقرر ہوا ہے مثل دعا وتضرع وتعدق وتوسل کے اس وجود مقدس کا حفظ وسلامتی ہو۔

پانچویں چیز! نیابت امام علیہ السلام میں حج کرنا اور حج کرانا، جیسا کہ قدیم شیعوں میں تھا۔ اور آنحضرتؑ نے اس کی تقریر فرمائی (تقریر کا معنی ہے کہ کوئی کام نبی یا امام کے سامنے ہو رہا ہو اور وہ اس سے منع نہ کریں تو وہ حجت ہے جس طرح کہ ان کا قول وفعل، جیسا کہ قطب راوندی نے کتاب خرائج میں روایت کی ہے کہ ابو محمد دعلجی کے دو بیٹے تھے، ان میں سے ایک نیک وصالح تھا کہ جسے ابوالحسن کہتے تھے اور وہ مردوں کو غسل دیا کرتا تھا اور اس کا دوسرا بیٹا محرمات کا ارتکاب کرتا تھا۔ شیعوں میں سے ایک شخص نے ابو محمد مذکور کو کچھ رقم دی کہ وہ آنحضرتؑ کی نیابت میں حج کرے جیسا کہ اس زمانہ کے شیعوں کی یہ عادت تھی اور ابو محمد نے اس رقم میں سے کچھ اپنے اس فاسق لڑکے کو دی اور اسے اپنے ساتھ لے گیا تا کہ وہ آنحضرتؑ کی طرف سے حج کرے۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو اس نے نقل کیا کہ موقف عرفات میں میں نے ایک جوان گندم گوں اچھی ہیئت والے کو دیکھا جو تضرع وابتہال ودعا میں مشغول تھا اور جب میں اس کے قریب پہنچا تو میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ اے شیخ تجھے شرم وحیا نہیں آتی، میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار کس چیز سے حیا کروں، فرمایا تجھے (نیابتی) حج دیتے ہیں اس شخص کے لیے کہ جسے تم جانتے ہو اور جسے تم ایک فاسق کو دے دیتے ہو جو کہ شراب پیتا ہے، قریب ہے کہ تیری آنکھ اندھی ہو جائے۔

اس کے واپس آنے کے چالیس دن نہیں گزرے تھے کہ اسی آنکھ سے کہ جس کی طرف اشارہ ہوا تھا، ایک زخم پھوٹا اور اس زخم سے وہ آنکھ ضائع ہوگئی۔

چھٹی چیز! آنحضرتؑ کا اسم مبارک سن کر تعظیم کے لیے کھڑا ہونا خصوصاً اگر اسم قائم علیہ السلام ہو، جیسا کہ تمام افراد امامیہ کثیر ہم اللہ تعالیٰ کی سیرت تمام شہروں میں مثلاً عرب وعجم ترک ہندو دیلم میں یہی ہے اور یہ خود کاشف ہے اس عمل کے لیے واخذ واصل کے

وجود پر اگر چہ اب تک نظر سے نہیں گزرا،لیکن چند نفر علماء اور اہل اطلاع سے سنا گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں روایت دیکھی ہے،بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ عالم متبحر جلیل سید عبداللہ سبط محدث جزائری سے سوال کیا گیا تو وہ مرحوم حضرت کی تعظیم و احترام میں کھڑے ہو گئے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ تو ہمارے شیخ کا نجم ثاقب میں کلام تھا،لیکن عالم محدث جلیل و فاضل ماہر متبحر نبیل سیدنا الاجل آقا سید حسن موسوی کاظمی ادام اللہ بقاءہ نے تکملہ امل الآمل میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء امامیہ میں سے ایک شخص عبدالرضاء بن محمد نے کہ جو متوکل کی اولاد میں سے ہے،ایک کتاب حضرت امام رضاء علیہ السلام کی وفات پر لکھی ہے جس کا نام ہے تاجیج نیران الاحزان فی وفات سلطان خراسان اور اس کتاب کے متفردات میں سے یہ ہے فرمایا ہے روایت ہے کہ دعبل خزاعی نے جب قصیدہ تائیہ اپنا امام رضاء علیہ السلام کے لیے پڑھا تو جب اس پر پہنچا کہ **خروج امام لا محالة قائمه** "**یقوم علی اسم اللہ بالبرکات**" اور خروج کرنا امام کا جو لا محالہ خروج کرے گا جو اللہ کے نام پر برکتوں کے ساتھ کھڑا ہوگا تو حضرت رضاء علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنا سر زمین کی طرف جھکا لیا،بعد اس کے کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی دائیں ہتھیلی اپنے سر پر رکھی ہوئی تھی اور فرمایا **اللهم عجل فرجه ومخرجه وانصرنا به نصرا عزيزا** خدایا اس کی فرج و خروج کو جلدی قرار دے اور اس کے ذریعہ ہماری باعزت طور پر مدد و نصرت فرما۔انتھی

ساتویں چیز! منجملہ وظائف و تکالیف عباد کے ظلمات غیبت میں تضرع وزاری کرنا اور خدا سے سوال کرنا ہے۔ایمان و دین کے محفوظ رہنے کے لیے شیاطین اور زنادقہ مسلمین کے شبہات کے تطرق سے اور اس مقصد کے لیے دعاؤں کا پڑھنا کہ جن میں سے ایک وہ دعا ہے جسے شیخ نعمانی اور کلینی نے متعدد اسانید کے ساتھ زرارہ سے روایت کیا ہے،وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ ابا عبداللہ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ بے شک قائم علیہ السلام کے لیے غیبت ہے،اس سے پہلے کہ وہ خروج کریں۔

میں نے عرض کیا کہ کس لیے،فرمایا اسے خوف ہوگا اور اپنے ہاتھ سے شکم مبارک کی طرف اشارہ کیا،اس وقت فرمایا اے زرارہ وہ ہے منتظر ہے اور وہ ہے وہ شخص کہ جس کی ولادت میں شک ہوگا،بعض کہیں گے کہ اس کا باپ فوت ہو گیا اور کوئی جانشین نہ چھوڑ گیا اور ان میں سے کچھ کہیں گے کہ وہ حمل تھا اور ان میں سے بعض کہیں گے کہ غائب ہے اور کچھ کہیں گے کہ باپ کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوا اور وہ ہے منتظر مگر یہ کہ خداوند عالم چاہتا ہے کہ شیعوں کے دلوں کا امتحان کرے،پس اس زمانہ میں باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں،اگر اس زمانہ کو پالوں تو کونسا عمل کروں،فرمایا اے زرارہ اگر اس زمانہ کو پاؤ تو یہ دعا پڑھو۔

اللهم عرفني نفسك فانك ان لم تعرفني نفسك لم اعرف نبيك اللهم

عرفنی رسولك فانك ان لم تعرفنی رسولك لم اعرف حجتك اللهم عرفنی حجتك میته فانك ان الم تعرفنی حجتك ضللت عن وینی۔

اور ایک دوسری طول دعا ہے کہ جس ابتدائی حصہ تو ہی ہے، پھر اس کے بعد ہے ”اللهم لا تمتنی عیة جاهلیة ولا تزع قلبی بعداز هدیتنی“ اخیر دعا اور ہم نے اس ملحقات کتاب مفاتیح میں بیان کیا ہے اور سید ابن طاؤس نے جمال الاسبوع میں اور جمعہ کی نماز کے بعد ادعیہ ماثورہ کے بعد نقل کیا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اگر تجھے کوئی عذر ہو ان تمام سے جو کچھ ہم نے عصر روز جمعہ کے تعقیبات میں ذکر کیا ہے تو اس سے بچو کہ اسے مہمل چھوڑ دو، یعنی اس دعا کے پڑھنے کو کیونکہ ہم نے اسے خداوند عالم کے اس فضل میں سے پہچانا ہے کہ جس کے ساتھ اس نے ہمیں مخصوص فرمایا ہے، پس اس پر اعتماد کرو۔

فقیر کہتا ہے کہ اس کلام کے قریب سید ابن طاؤس اس صلوات کے ذیل میں کہتے ہیں جو کہ ابوالحسن ضراب اصفہانی کی طرف منسوب ہے اور اس کلام شریف سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے کوئی چیز ان کے ہاتھ اس سلسلہ میں آئی ہے اور ان کے مقام و مرتبہ سے بعید بھی نہیں اور ایک وہ دعا ہے کہ جسے شیخ صدوق نے عبداللہ بن سنان سے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ تمہیں شبہ عارض ہو اور بغیر نشانہ راہنما و پیشوائے ہدائت کنندہ کے رہ جاؤ اور اس شبہ میں نجات نہیں پائے گا سوائے اس شخص کے کہ جو دعائے غریق کو پڑھے، میں نے عرض کیا دعائے غریق کس طرح ہے، فرمایا کہو گے ”یا الله یا رحمن یا رحیم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك“ تو میں نے کہا ”یامقلب القلوب والا ابصار ثبت قلبی علی دینك“ فرمایا یہ درست ہے، خدا مقلب القلوب و ابصار ہے لیکن تم اسی طرح کہو جیسے میں کہہ رہا ہوں ”یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك“۔

آٹھویں چیز! استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا آنجنابؑ سے شدائد و اہوال بلا و امراض اور شبہات و فتن کے اطراف و جوانب سے رونما ہونے اور چارہ کار نہ ہونے کے وقت اور آپ سے حل شبہ و رفع کربہ و دفع بلیہ کی خواہش کرنا، کیونکہ آنجناب بحسب قدرت الٰہیہ و علوم لدنیہ ربانیہ ہر شخص کے ہر جگہ کے حالات سے دانا اور اس کے مسئول کی اجابت پر توانا ہیں اور آپ کا فیض عام ہے اپنی رعایا کے امور کی دیکھ بھال سے نہ غفلت کی ہے اور نہ کریں گے اور خود آنجناب نے اس توقیع میں جو شیخ مفید کو بھیجی تھی تحریری فرمایا کہ ہمارا علم تمہارے اخبار و حالات پر محیط ہے، اور تمہاری خبروں میں سے کسی چیز کا علم اور تمہاری مصیبتوں اور ابتلاآت کی معرفت ہم سے غائب نہیں رہتی۔

شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے، جناب ابوالقاسم حسین بن روح تیسرے نائب رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے تفویض وغیرہ میں اختلاف کیا تو میں اس کے استقامت کے زمانہ میں ابوطاہر بن بلال کے پاس گیا، یعنی اس سے پہلے کہ وہ بعض مذاہب باطلہ کو اختیار کرتا، پس میں نے وہ اختلاف اس کو بتایا تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے

کچھ مہلت دو، پس میں نے اسے چند دن کی مہلت دی، پھر میں دوبارہ اس کے پاس گیا تو اس نے ایک حدیث اپنی اسناد کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے نکالی تو آپؑ نے فرمایا کہ جس وقت خداوند عالم کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام اور ایک ایک امام پر یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور پھر وہ دنیا کی طرف آتا ہے، اور جب ملائکہ ارادہ کرتے ہیں کہ کسی عمل کو اوپر لے جائیں خداوند عالم کی بارگاہ میں تو وہ امام صاحب الزمانؑ کے سامنے پیش ہوتا ہے یہاں تک کہ رسول خدا کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اس کے بعد بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتا ہے پس جو کچھ خداوند عالم کی طرف سے اترتا ہے وہ ان کے ہاتھ پر آتا ہے اور جو کچھ خدا کی طرف جاتا ہے تو وہ اُن کی طرف سے ہے، اور یہ حضرات خداوند عالم سے چشم زون کی مقدار بے نیاز نہیں ہیں اور سید حسین مفتی کرکی سبط محقق ثانی کتاب دفع المنادات میں کتاب براہین سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے ابوحمزہ سے حضرت کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا آنجناب فرمارہے تھے کہ کوئی ایسا فرشتہ نہیں کہ جسے خداوند عالم کسی کام کے لیے زمین پر بھیجے، مگر یہ کہ ابتدا امام سے کرتا ہے، پس اس چیز کو امام کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور بے شک ملائکہ کے آنے جانے کا محل ومقام خداوند عالم کی طرف سے صاحب امر ہے۔اور ابو الوفائے شیرازی کی روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا جب تو درماندہ وبیچارہ وگرفتار مصیبت ہوجائے تو حضرت حجۃ علیہ السلام سے استغاثہ کر، کیونکہ وہ تیری مدد کو پہنچیں گے اور وہ جناب فریادرس ہیں اور پناہ میں ہر اس شخص کے لیے جو اُن سے استغاثہ کرے۔

اور شیخ کشی اور شیخ صفا نے بصائر میں رمیلہ سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں مجھے سخت بخار ہوا، پس میں نے جمعہ کے دن اپنے نفس میں کچھ خفت پائی تو میں نے کہا کہ میں اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتی کہ اپنے اوپر پانی ڈال لوں یعنی غسل کروں اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھوں، پس میں نے ایسا ہی کیا، اس وقت مسجد میں آئی اور جب امیر المومنین علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے تو میرا بخار عود کر آیا، پس جب امیر المومنین علیہ السلام نے نماز سے مراجعت کی اور قصر میں داخل ہوئے تو میں آنجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ میں نے دیکھا کہ تیرا بعض اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اے رمیلہ تجھے کیا ہوگیا تھا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تیرے بعض اعضاء دوسرے اعضاء میں پیچ وتاب کھا رہے تھے۔

پس میں نے آپؑ سے اپنی حالت بیان کی کہ جس میں میں مبتلا تھی اور وہ چیز بتائی کہ جس نے مجھے آنحضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنے پر وادار کیا، پس آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ جو مومن بھی بیمار ہوتا ہے اس کے ساتھ ہم بھی بیمار ہوتے ہیں، اس کی بیماری کی وجہ سے اور جو مومن محزون ہوتا ہے، اس کے حزن کی وجہ سے ہم محزون ہوتے ہیں اور جو مومن دعا کرتا ہے تو ہم آمین کہتے ہیں اور جو خاموش رہتا ہے اس کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔

پس میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپ پر فدا ہوجاؤں، یہ لطف مرحمت صرف ان کے لیے

ہے جو آپ کے ساتھ اس قصر میں ہیں تو پھر مجھے ان کی حالت بتایئے کہ جو اطراف زمین میں ہیں، آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ غائب نہیں ہے یا نہیں ہوتا ہم سے وہ مومن جو زمین کے مشرق میں ہے اور نہ وہ جو مغرب میں ہے۔

اور نیز شیخ صدوق وصفار وشیخ مفید و دوسرے اعلام بہت سے اسناد کے ساتھ جناب باقر وصادق علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں بزرگواروں نے فرمایا بے شک خداوند عالم زمین کو کسی ایسے عالم کے بغیر نہیں چھوڑتا، مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ہوتا ہے جو کہ زمین کی زیادتی و کمی کو جانتا ہے، پس اگر مومنین کسی چیز کو زیادہ کریں تو ان کو پلٹا دیتا ہے اور ایک روایت ہے کہ اسے پھینک دیتا ہے اور اگر کم کردیں تو ان کے لیے مکمل کردیتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں پر ان کے امور خلط ملط ہوجاتے اور ایک روایت ہے کہ حق و باطل سے پہچانا نہ جاتا، اور تحفۃ الزائر مجلسی اور مفاتیح النجاۃ سبزواری میں مروی ہے کہ جس کو کوئی حاجت ہو تو جو کچھ آگے ذکر ہوگا اسے ایک رقعہ پر لکھے اور آئمہ کی قبور میں سے کسی قبر میں ڈال دے یا اس کو بند کرکے اس کو سر بمہر کرکے پاک مٹی کو گیلا کرکے اس کے اندر رکھ کر کسی نہر یا گہرے کنویں یا پانی کے گھڑے میں پھینک دے تو وہ امام زمان علیہ السلام تک پہنچ جائے گا اور وہ بنفس نفیس اس کی حاجت روائی کے متولی ہوں گے، رقعہ مذکور کا نسخہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم يا مولاى صلوات الله عليك مستغيثا و شكوت ما نزل بى مستجيرا بالله عزوجل ثم بك من امر قد دهمنى واشغل قلبى واطال فكرى وسلبنى بعض لبى و غير خطير نعمة الله عندى اسلمنى عند تخيل درودہ الخليل و تبر دمنى عند ترآئى اقباله الى الحميم وعجزت عن دفاعه حيلتى وخاننى فى تحمله صبرى وقوتى فلجات فيه اليك وتوكلت فى المسئلة لله جل تنا ئه عليه وعليك فى دفاعه عنى علما بمكانك من الله رب العالمين ولتد بير دمال الامور واثقابك فى المسارعة فى الشفاعة اليه جل ثنائه فى امرى متيقنا لاجابته تبارك و تعالىٰ اياك باعطآئى سولى وانت يا مولاى جدير بتحقيق ظنى و تصديق املى فيك فى امر كذاو كذار اور كذاد كذا (کی جگہ اپنی حاجات کا نام لے)فيما لا طاقة لى بحمله ولا صبر لى عليه وان كنت مستحقاله ولا ضعافه بقبيح اعمالى و تفريطى فى الواجبات التى لله عزوجل فا غثنى يا مولاى صلوات الله عليك عند اللهف وقدم المسئلة لله عزوجل فى امرى قبل حلول التلف وشماتة الا

عدآء فیك بسطت النعمة علی واسئل الله جل جلاله لی نصرا عزیزا وفتحا قریبا فیه بلوغ الامال و خیر المبادی و خواتیم الا عمال والا من من المخارف کلها فی کل حال انه جل ثنائه لما یشاء فقال وهو حسبی ونعم الوکیل فی المبدء والمال۔

پھراس نہر یا تالاب کے پاس جائے اور آپؑ کے کسی وکیل عثمان بن سعید عمروی یا ان کے فرزند محمد بن عثمان یا حسین بن روح یا علی بن محمد سمری پر اعتماد کرے اوران میں سے کسی ایک کو پکارے اور کہے کہ یافلاں بن فلاں سلام علیك اشهد ان وفاتك فی سبیل الله وانك حیی عند الله مرزوق وقد خاطبتك فی حیوتك التی لك عند الله عزوجل وهذه رقعتی وحاجتی الیٰ مولانا علیه السلام سلمها الیه وانت الثقة الآمین۔

پس اس تحریر کونہر کنوئیں یا تالاب میں پھینک دے تو اس کی حاجت پوری ہوگی اوراس خبر شریف سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ یہ چاروں بزرگوار جس طرح غیبت صغریٰ میں رعایا اور آنحضرت کے درمیان حاجات وخطوط کے پیش کرنے اوران کے غیبت کبریٰ میں بھی آنجنابؑ کے ہم رکاب ہیں اوراس منصب بزرگ سے مفتخر اور سرفراز ہیں، پس معلوم ہوا کہ خوان احسان وجود وکرم وفضل ونعم امام زمان علیہ السلام زمین کے ہر ٹکڑے پر ہر پریشان درماندہ اورگم گشتہ دواماندہ اور متحیر ونادان وسرگشتہ وحیران کے لیے بچھا ہوا ہے اوراس کا دروازہ کھلا ہے اوراس کا راستہ شارع عام ہے،لیکن سچے اضطرار اور حاجت اورعزم کے ساتھ بشرط صفائے طویت و طبیعت واخلاص سریرت اگر کوئی جاہل ونادان ہے تو شربت علم اسے بخشتے ہیں،اوراگر بھولا بھٹکا ہے تو اس کو راستہ پر لگاتے ہیں،اگر وہ بیمار ہے تو لباس عافیت اسے پہناتے ہیں جیسا کہ سیر وحکایات وقصص وواقعات گزشتہ سے اس مقام پر مقصود ومدام کا نتیجہ ظاہر وہویدا ہوجاتا ہے اور یہ کہ حضرت الامرصلوات اللہ حاضر درمیان عباد اور ناظر برحال رعایا اور قادر برکشف بلایا اور عالم با اسرار وخفایا ہیں غیبت اورلوگوں سے پوشیدہ رہنے کی وجہ سے اپنے منصب خلافت سے معزول اور اپنی ریاست الٰہیہ کے لوازم وآداب سے دستبردار نہیں ہوئے اوراپنی قدرت ربانیہ سے ان میں عجز نہیں آیا اوراگر چاہیں کہ اس مشکل کو حل کریں جو سائل کے دل میں ہے تو بغیر دیکھے ہوئے راستہ کے اورکسی کوشش کے وہاں اس کے حل کو پہنچا دیتے ہیں اوراگر چاہیں تو اس کے دل کو اس کتاب یا اس عالم کی طرف کہ جس کتاب میں یا جس عالم کے پاس اس کے درد کی دعا ہے مائل وشائق کردیتے ہیں اورکبھی اسے دعا تعلیم کرتے اورکبھی عالم خواب میں اس بیماری کا علاج اسے سکھا دیتے ہیں اور یہ جو دیکھا اورسنا گیا ہے کہ باوجود صدق ولاء اوراقرار امامت کے اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صاحبان حاجت واضطرار مقام عجز ونیاز وشکایت میں آتے ہیں،لیکن اثر اجابت وکشف مصیبت نہیں دیکھتے تو علاوہ اس کے کہ اس مضطر میں دعا وقبولیت کے موانع پائے جاتے ہیں،غالباً یا تو اسے اضطرار میں اشتباہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مضطر سمجھتا ہے،حالانکہ وہ مضطر نہیں ہوتا یا خود کو بھولا بھٹکا اور متحیر سمجھتا ہے،حالانکہ اسے راستہ دکھا چکے ہوتے ہیں،مثلاً جو شخص احکام فرعیہ علمیہ سے

جاہل ہے، اس کو ان کے احکام کے عالم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے چکے ہیں، جیسا کہ توقیع مبارک میں ہے کہ اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا اور باقی رہے وہ حوادث جو تمہارا رخ کرتے ہیں تو ان میں ہمارے راویان احادیث کی طرف رجوع کرو، بے شک وہ میری حجت ہیں تم پر اور میں ان پر حجت خدا ہوں، پس جاہل کا ہاتھ جب کہ عالم کے ہاتھ تک پہنچ سکتا ہے چاہے ہجرت و مسافرت کر کے اس کی کتاب فتویٰ تک تو وہ مضطر نہیں ہے، اسی طرح وہ عالم جو حل مشکل اور دفع شبہ ظواہر و نصوص کتاب وسنت اور اجماع سے کر سکتا ہے وہ عاجز اور مجبور نہیں ہے اور وہ اشخاص کہ جو اپنے اسباب زندگی و معاش حدود الہیہ اور موازین شرعیہ سے باہر نکال لے گئے ہیں، اور جتنی مقدار شریعت میں ممدوح ہے اس پر اقتصار اور قناعت نہیں کرتے تو بعض ایسی چیزیں کہ جن پر قوام و دارومدار معیشت معلق نہ ہونے کی وجہ سے وہ مضطر نہیں ہیں اور اسی طرح کے اور موارد کہ انسان جن میں اپنے آپ کو عاجز اور مضطر سمجھتا ہے تو صحیح غور و تأمل کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر واقعی مضطر بھی ہو تو شاید اس کی مصلحت یا نظام کل کے مصالح اس کے قبول کرنے کے متقاضی نہ ہوں، کیونکہ ہر مضطر کے لیے وعدہ قبولیت دعا نہیں کیا گیا، البتہ مضطر کی دعا قبول کرتے ہیں، اور ان کے حضور و ظہور کے زمانہ میں مکہ و مدینہ و کوفہ وغیرہ میں تمام اصناف مضطرین و عاجزین آپ کے محبوں اور موالیوں میں سے غالب اشخاص تھے اور بہت دفعہ سوال کرتے لیکن قبول نہ ہوتا، ایسا نہیں تھا کہ ہر عاجز ہر وقت جو چاہتا اسے دے دیتے اور اس کا اضطرار دور کر دیتے تھے، کیونکہ یہ چیز اختلال نظام اور اصحاب بلا و مصائب کے اجروں اور عظیم و جزیل ثوابوں کے اٹھ جانے کا سبب ہے جو کہ ان اجور اور ثوابوں کو قیامت کے دن مشاہدہ کرنے کے بعد آرزو و تمنا کریں گے کہ کاش ان کے بدنوں کے گوشت دنیا میں مقراضوں کے ساتھ کاٹے جاتے اور خداوند عالم نے باوجود قدرت کاملہ اور غنائے مطلق اور ذرات و جزئیات پر علم محیط رکھنے کے اپنے بندوں کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔

ساتویں فصل

حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ و اعلیٰ آباء الطاہرین کے بعض علامات ظہور کا بیان

اور ہم ان میں سے مختصر پر اکتفا کرتے ہیں کہ جنہیں سید سند فقیہ محدث جلیل القدر مرحوم آقا سید اسماعیل عقیلی نوری نور اللہ مرقدہ نے کتاب کفایہ المعو حدین میں تحریر کیا ہے اور وہ علامات دو قسم کی ہیں، علامات حتمیہ و علامات غیر حتمیہ اور علامات

حتمیہ (جو ہر حالت میں ظاہر ہو کے رہیں گی) بطور اجمال یہ ہیں اور مقصود ترتیب ذکری ہے۔

پہلی علامت! خروج دجال اور وہ ملعون الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے منحوس وجود سے عالم میں خونریزی اور فتنہ واقع ہوگا اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ مالیدہ وممسوح یعنی بیکار ہو چکی ہوگی، اور اس کی دوسری آنکھ پیشانی کے درمیان ہوگی اور ستارہ کی طرح چمکے گی اور اس کی آنکھ کے درمیان خون کا ایک لوتھڑہ ہے، وہ بہت بڑا ہے اس کی شکل عجیب وہیئت غریب ہوگی اور وہ جادوگری میں ماہر ہوگا اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کا پہاڑ ہے، جو لوگوں کی نگاہوں میں روئی کا پہاڑ نظر آئے گا اور اس کے پیچھے ایک سفید رنگ کا پہاڑ ہوگا جسے لوگوں کی نگاہ میں سفید پانی دکھلائے گا اور وہ چیخ چلائے گا۔اولیآئی انا ربکم الاعلیٰ

میرے اولیاء اور دوستوں میں تمہارا بلندترین رب ہوں، شیاطین اور ان میں سے سرکش ظالمین ومنافقین جادوگر اور کافر واولادزنا اس پر اتفاق کرلیں گے۔اور شیاطین اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے، اور تمام نغموں کے آلات لہوولعب اور گانا ازقسم عودومزمار ودف وقسم وقسم کے سازوں اور بربطوں سے مشغول ہوں گے کہ جن سے اس کی پیروی کرنے والوں کے دلوں کو نعمتوں اور الحان سے مشغول رکھیں گے اور کمزور عقل کے مردوزن کی نظروں میں اس طرح آئے گا کہ گویا اس سے وہ رقص کررہے ہیں اور تمام لوگ اس کے پیچھے جارہے ہیں تاکہ ان نغموں اور دلربا آوازوں کو سنیں گویا تمام لوگ نشہ اور مستی میں ہوں گے۔اور ابوامام کی روایت میں ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص دجال کو دیکھے وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور اس ملعون کے جادو کو دور کرنے کے لیے سورہ فاتحہ پڑھے، تاکہ وہ اس میں اثر نہ کرے جب وہ ملعون ظاہر ہوگا تو وہ دنیا جہان کو فتنہ وفساد سے پر کردے گا۔اس کے اور حضرت قائم علیہ السلام کے لشکر کے درمیان جنگ ہوگی اور بالآخر وہ ملعون حضرت حجت الٰہی یا عیسیٰ بن مریمؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

دوسری علامت! صیحہ (پکار) اور ندائے آسمانی ہے کہ بہت سے اخبار وروایات دلالت کرتے ہیں کہ وہ حتمیات میں سے ہے اور حدیث مفضل بن عمر میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت قائم مکہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کی ایک جانب سے ظہور کریں گے اور جب سورج بلند ہوگا تو سورج کے سامنے ایک منادی ندا کرے گا کہ جسے تمام اہل زمین وآسمان سنیں گے اور وہ کہے گا اے گروہ خلائق آگاہ رہو کہ یہ مہدی آل محمد علیہ السلام ہے اور ان کو ان کے جد رسول خداؐ کے نام اور کنیت سے یاد کرے گا اور ان کا نسب مبارک ان کے والد بزرگوار امام حسن عسکری علیہ السلام بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم اجمعین تک پہنچائے گا اور اس طرح وہ اس بزرگوار کا نسب ان کے آباطاہرین کے اسماء کے ساتھ بیان کرے گا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام افراد اسے سنیں گے، پھر کہے گا کہ ان کی بیعت کرو تاکہ ہدایت حاصل کرو اور ان کے حکم کی مخالفت نہ کرنا ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے، پس ملائکہ ونقبائے انس ونجبائے جن کہیں گے، لبیک اے خدا کی طرف بلانے والے ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

پس وہ مخلوق جب اس ندا کو سن لے گی تو شہروں، بستیوں، صحراؤں اور دریاؤں سے مشرق سے لے کر مغرب تک کے لوگ

مکہ معظمہ کا رخ کریں گے اور آنحضرتؑ کی خدمت میں پہنچیں گے اور جب غروب آفتاب کا وقت قریب ہوگا تو مغرب کی طرف سے شیطان نداوفریاد کرے گا اے گروہ مردم تمہارا خداوادی یابس میں اترہوا ہے پس تم عثمان بن عنبہ جو کہ یزید من معاویہ بن ابوسفیان کی اولاد میں سے ہے، اس کی بیعت کروتو ہدایت پاؤ گے اور اس کی مخالفت نہ کروورنہ گمراہ ہوجاؤ گے، پس ملائکہ نقبائے انس اور نجبائے جن اس کی تکذیب کریں گے اور منافق اہل شک وضلال اور گمراہ لوگ اس ندا کی وجہ سے گمراہ ہوجائیں گے۔ نیز ایک اور ندا بھی آسمان سے ظاہر ہوگی اور وہ ندا ظہور حجۃ اللہ سے پہلے ہے کہ جس کا شمار حتمی علامات میں سے ہے جو کہ ضرور واقع ہوگی، جو ندا تئیس ماہ مبارک رمضان کی رات کو آئے گی کہ جسے سب زمین کے رہنے والے مشرق عالم سے لے کر مغرب تک سنیں گے اور اس کا منادی جبرئیل ہوگا جو کہ بلند آواز سے ندا دے گا کہ **الحق مع العلی و شیعته** حق علیؑ اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے، اور شیطان بھی دن کے وسط میں زمین وآسمان کے درمیان ندا کرے گا کہ جسے سب لوگ سنیں گے کہ ''**الحق مع عثمان و شیعته**'' کہ حق عثمان اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے۔

تیسری علامت! وادی یابس سے سفیانی کا خروج یعنی بے آب وگیاہ بیابان جو کہ مکہ اور شام کے درمیان ہے اور وہ شخص بد صورت جس کے منہ پر چیچک کے داغ اور چارشانے زرد آنکھوں والا ہے کہ جس کا نام عثمان بن عنبہ ہے اور وہ یزید بن معاویہ کی اولاد میں سے ہے، اور اس ملعون کا پانچ بڑے شہروں پر تصرف ہوگا جو کہ دمشق، حمص، فلسطین، اُردن اور قنسرین ہیں۔ پھر وہ بہت سا لشکر اطراف وجوانب کی طرف بھیجے گا اور اس کا بہت سا لشکر بغداد کوفہ کی طرف آئے گا، اور وہ بہت قتل وغارت اور بے حیائی ان میں کرے گا اور کوفہ ونجف اشرف میں بہت سے آدمی قتل ہوں گے اور اس کے بعد اپنے لشکر کے ایک حصہ کو شام کی طرف روانہ کرے گا، اور ایک حصہ کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجے گا اور جب وہ لشکر مدینہ میں پہنچے گا تو تین دن تک قتل کرے گا اور بہت سی خرابیاں کرے گا اور اس کے بعد مکہ کی سمت روانہ ہوگا، لیکن وہ مکہ نہیں پہنچ سکے گا اور جو حصہ شام کی طرف جائے گا اور راستہ ہی میں حضرت حجۃ اللہ کا لشکر اس پر ظفر و کامیابی حاصل کرے گا اور ان تمام کو ہلاک کردے گا اور ان کے اموال غنیمت میں مکمل تصرف کرے گا اور اس ملعون کا فتنہ اطراف بلاد میں بہت زیادہ ہوگا خصوصاً دوستان وشیعان علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسبت یہاں تک کہ اس کا منادی ندا کرے گا کہ جو شخص ایک محب علیؑ کا سر لائے وہ ہزار درہم لے جائے، پس لوگ مال دنیا کی طمع میں ایک دوسرے کے حالات بتائیں گے اور ایک ہمسایہ دوسرے کے متعلق بتائے گا کہ یہ علی بن ابی طالب کا دوست ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ لشکر کا حصہ جو مکہ کی طرف جائیگا جب زمین بیداء میں پہنچے گا جو مکہ ومدینہ کے درمیان ہے تو اس زمین میں خداوند عالم ایک فرشتے کو بھیجے گا اور وہ چیخ کر کہے گا کہ اے زمین ان ملاعین کو اپنے اندر جذب کرلے، پس وہ سارا لشکر جو تین لاکھ کے قریب ہوگا وہ اپنے گھوڑوں اور ہتھیاروں سمیت زمین میں دھنس جائے گا سوائے دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے کے بھائی اور گروہ جہنیہ میں سے ہوں گے کہ ملائکہ جن کے منہ پشت کی طرف پھیر دیں گے اور ایک سے کہیں گے تم بشیر ہو مکہ کی طرف جاؤ اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو لشکر سفیانی کے ہلاک ہونے کی خبر دو اور دوسرا جو نذیر ہے اسے کہیں گے کہ شام کی طرف جاؤ اور

سفیانی کوخبر دواور ڈراؤ۔

پس وہ دونوں آدمی مکہ اور شام کی طرف چلے جائیں گے، جب سفیانی یہ خبر سنے گا تو شام سے کوفہ کی طرف چل کھڑا ہوگا اور وہاں بہت خرابیاں کرے گا، اور حضرت قائم علیہ السلام جب کوفہ پہنچیں گے تو وہ ملعون شام کی طرف واپس بھاگ جائے گا، پس حضرتؑ اس کے پیچھے لشکر بھیجیں گے جو اسے صخرہ بیت المقدس میں قتل کردے گا اور اس کا نحس سرکاٹ کر اس کے روح پلید کو جہنم رسید کردے گا۔

چوتھی علامت! سفیانی کے لشکر کا بیداء میں زمین میں دھنس جانا جو کہ ذکر ہو چکا ہے۔

پانچویں علامت! نفس ذکیہ کا قتل ہونا اور وہ آل محمد علیہم السلام کا ایک فرزند ہوگا جو کہ رکن ومقام کے درمیان قتل ہوگا۔

چھٹی علامت! سید حسنی کا خروج اور وہ خوبصورت نوجوان ہے جو دیلم وقزوین کی طرف خروج کرے گا اور وہ بلند آواز سے پکارے گا کہ آل محمد علیہم السلام کی فریادرسی کرو جوتم سے مدد طلب کر رہے ہیں، اور یہ سید حسنی ظاہراً امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے اور باطل کا دعویٰ نہیں کریں گے اور اپنے نفس کی طرف دعوت نہیں دیں گے، بلکہ آئمہ اثناءعشر کے مخلص شیعوں اور دین حق کی متابعت کرنے والوں میں سے ہوں گے اور وہ دعویٰ نبوت ومہدویت نہیں کریں گے۔ البتہ وہ مطاع وبزرگ ورئیس ہوں گے اور گفتار ورفتار میں حضرت خاتم النبیینؐ کی شریعت مطہرہ کے موافق ہوں گے اور اس کے زمانہ خروج میں کفر وظلم نے عالم کو گھیرا ہوا ہوگا اور لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہاتھ سے اذیت میں ہوں گے اور مومنین کی ایک جماعت بھی ظالموں کے ظلم کو دفع کرنے کے لیے تیار ہوگی، اس وقت سید حسنی دین آل محمدؐ کی نصرت کے لیے استغاثہ کریں گے، پس لوگ ان کی اعانت کریں گے، خصوصاً طالقان کے خزانے جو کہ سونا چاندی کے نہیں ہوں گے، بلکہ شجاع قوی دل مسلح ومکمل مرد ہوں گے جو عمدہ گھوڑوں پر سوار ان کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس کی جمعیت کافی ہو جائے گی اور سید سلطان عادل کی طرح ان کے درمیان حکم ورفتار کریں گے اور آہستہ آہستہ اہل ظلم وطغیان پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور اپنے مقام سے لے کر کوفہ تک زمین کو ظالموں اور کافروں کے وجود کی پلیدگی سے پاک کردیں گے، اور جب وہ اپنے اصحاب کے ساتھ کوفہ میں پہنچیں گے تو خبر دیں گے کہ حضرت حجتہ اللہ مہدی آل محمد علیہم السلام نے ظہور کیا ہے اور مدینہ سے کوفہ تشریف لا چکے ہیں۔

پس سید حسنی اپنے اصحاب کے ساتھ آنحضرتؑ کی خدمت میں مشرف ہوں گے اور آنحضرتؑ سے دلائل امامت اور مواریث انبیاء کا مطالبہ کریں گے۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ جوان آنحضرتؑ کو پہچانتا اور یہ جانتا ہوگا کہ آپؑ حق پر ہیں، لیکن اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپؑ کی حقانیت لوگوں اور اپنے اصحاب پر ظاہر کرے، پس آنحضرتؑ دلائل امامت اور مواریث انبیاء اس کے لیے ظاہر کریں گے، اس وقت سید حسنی اور اس کے اصحاب آپؑ کی بیعت کریں گے سوائے اس کے اصحاب میں سے تھوڑے لوگوں کے جو چار ہزار زیدی ہوں گے کہ جنہوں نے قرآن اپنے گلے میں حمائل کئے ہوں گے اور جو کچھ دلائل ومعجزات دیکھیں گے انہیں وہ جادو پر حمل کریں گے اور کہیں گے یہ بہت بڑی باتیں ہیں اور یہ سب جادو ہے جو انہوں نے ہم کو دکھایا ہے۔

پس حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام جتنا وعظ و نصیحت انہیں کریں گے اور جتنا اظہار اعجاز فرمائیں گے، ان میں وہ اثر نہیں کرے گا تو آپ تین دن تک انہیں مہلت دیں گے، اور جب آپؑ کا وعظ و نصیحت اور جو کچھ حق ہے اسے قبول نہیں کریں گے تو حکم دیں گے کہ ان کی گردنیں اڑا دو، اوران کی حالت بہت مشابہ ہے خوارج نہروان کے ساتھ جو کہ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔

ساتویں علامت! ہاتھ کی ہتھیلی کا ظاہر ہونا جو کہ آسمان میں طلوع کرے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ چہرہ وسینہ اور ہاتھ کی ہتھیلی چشمہ خورشید کے نزدیک ظاہر ہوگی۔

آٹھویں علامت! پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور اس ماہ کے آخر میں چاند گرہن کا لگنا۔

نویں علامت! وہ آیات و علامات ہیں جو کہ ماہ رجب میں ظاہر ہوں گی، شیخ صدوق نے امام رضاء علیہ السلام سے روایت کی ہے، آنحضرتؑ نے فرمایا کہ شیعوں کے لیے فتنۂ عظیم ہونا کا ہونا ناگزیر ہے اور وہ اس وقت ہوگا جب ان کا امام غائب ہوگا اور اہل آسمان و زمین اس پر گریہ کریں گے، اور جب اس کا ظہور قریب ہوگا تو آسمان کی طرف سے لوگوں کے کانوں میں تین ندائیں پہنچیں گی کہ جنہیں تمام مخلوق سنے گی۔

پہلی ندا: الا لعنة الله علی الظالمین یاد رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

دوسری ندا: ازفت الآزفة یعنی نزدیک ہوا وہ امر جو روز بروز اور وقت بوقت پہنچتا ہے۔

اور تیسری آواز یہ ہوگی کہ ایک بدن سورج کی ٹکیہ میں سامنے سے ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ یہ ندا آئے گی کہ یہ امیر المومنین علیہ السلام دنیا کی طرف پلٹ کر آ گئے ہیں ستم گاروں کو ہلاک کرنے کے لیے پس اس وقت مومنین کو فرج و کشائش آ پہنچے گی۔

دسویں علامت! بنی عباس کا اختلاف اور ان کی حکومت کا خاتمہ کہ جس کے متعلق اخبار میں اعلام کیا گیا۔

علامات غیر حتمی: (جن کا ہونا لازمی نہیں) تو وہ بہت سی ہیں جن میں سے کچھ تو ظاہر ہو چکی ہیں اور کچھ ابھی تک واقع نہیں ہوئیں، اور ہم ان میں سے بعض کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کریں گے۔

پہلی علامت! مسجد کوفہ کی دیوار کا خراب ہونا۔

دوسری! شط فرات سے کوفہ کی گلیوں میں نہر کا جاری ہونا۔

تیسری! خراب ہونے کے بعد دوبارہ کوفہ کا آباد ہونا۔

چوتھی! دریائے نجف میں پانی کا آجانا۔

پانچویں! فرات سے غری جو کہ نجف اشرف ہے اس کی طرف نہر کا جاری ہونا۔

چھٹی! ستارہ جدی کے قریب دُمدار ستارہ کا نمودار ہونا۔

ساتویں! آنحضرتؑ کے ظہور سے پہلے قحط سالی کا مظاہر ہونا۔

آٹھویں! زلزلہ اور سخت طاعون کی بیماری کا اکثر شہروں میں واقع ہونا۔

نویں! قتل بیوح یعنی اتنا زیادہ قتل وخون کہ جوڑ کے گا نہیں۔

دسویں! تحلیہ مصاحف اور زخرف مساجد یعنی قرآن کو زیور پہنانا، اور مسجدوں کو سونے سے مزین کرنا اور ان کے میناروں کو طویل اور اونچا بنانا۔

گیارہویں! مسجد براثا کا خراب ہونا۔

بارہویں! زمین کی مشرق کی طرف آگ کا ظاہر ہونا جو تین یا سات دن زمین وآسمان کے درمیان بھڑکتی رہے گی جو کہ باعث تعجب ومحل خوف ہوگی۔

تیرہویں! سخت قسم کی سرخی کا آسمان میں ظہور جو پھیل کر سارے آسمان کو گھیر لے گی۔

چودھویں! مختلف جھنڈوں کی وجہ سے کوفہ میں زیادہ قتل وخونریزی۔

پندرہویں! ایک گروہ کا بندر وخنزیر کی شکل میں مسخ ہوجانا۔

سولہویں! خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں اور علموں کا حرکت میں آنا۔

سترہویں! ماہ جمادی الثانی اور رجب میں ایسی سخت بارشیں ہونا کہ جیسی بارش کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

اٹھارہویں! عربوں کا مطلق العنان ہوجانا کہ جہاں چاہیں گے جائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے۔

انیسویں! سلاطین عجم کا شان ووقار سے خارج ہوجانا۔

بیسویں! مشرق کی طرف سے ایسے ستارے کا نمودار ہونا جو درخشندہ چاند کی طرح روشنی دے گا اور پہلی کے چاند کی طرح ہوگا اور اس کے دونوں طرفیں اس طرح ٹیڑھی ہوں گے کہ ٹیڑھے پن کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جائیں، اس قدر چمکدار ہوگا کہ آنکھوں کو خیرہ کردے گا۔

اکیسویں! ظلمت کفر وفسق ومعاصی کا تمام عالم کو گھیر لینا اور شاید اس علامت کا مقصد غلبہ کفر وفسق وفجور ہو اور دنیا میں ان امور کا منتشر ہونا ہے تمام شہروں میں اور لوگوں کا زیادہ میلان ورجان اطوار وحالات کفار ومشرکین کی طرف گفتار کردار، عیش عشرت اور اوضاع دینویہ میں اور ان سے مشابہت اختیار کرنی، حرکات وسکنات ومساکن ولباس میں اور کمزوری اور سستی کرنا امر دین اور آثار شریعت میں اور آداب شرعیہ کا پابند نہ رہنا خصوصاً اس زمانہ میں کہ لوگوں کے حالات دن بدن بڑھتے اور سخت ہوتے جارہے ہیں اہل کفر کے ساتھ تمام جہات دینوی میں مشابہت کے لحاظ سے بلکہ قواعد وقوانین کفر کے اخذ کرنے اور ان پر امور ظاہریہ میں عمل کرنے میں اور زیادہ تر اعتقاد اور اعتماد کامل ان کے اقوال واعمال پر رکھتے ہیں اور تمام امور میں انہیں پر وثوق واطمینان رکھتے ہیں اور بسا اوقات تو بہت سے عقائد میں یہ چیز سرایت کر جاتی ہے اور سرے سے اصل عقائد دینی سے دستبردار ہوجاتے ہیں، بلکہ اپنے چھوٹے بچوں کو ان کے آداب وقواعد کی تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ آج کل مرسوم ہے کہ ابتدائے امر میں آداب وقواعد دین اسلام ان کے اذہان

میں راسخ نہیں ہونے دیتے اوران میں سے بہت سوں کی حالت بلوغ کے بعدعقیدہ کے فاسد ہونے اور دین اسلام سے متدین نہ رہنے تک پہنچ جائے گی اوراس طریقہ پروہ زندگی گزاریں گے اوریہی حالت ہےان لوگوں کی جوان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ان کے اہل وعیال جوکہ ان کے تابع ہیں، بلکہ اگر پورے طور پرغوروتامل کروتو دیکھو گے کہ کفر پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے،مگر بہت ہی کم لوگ اورتھوڑی مقدار اللہ کے بندوں کی اوران میں سے بھی زیادہ ترضعیف الایمان اوران کا اسلام ناقص ہے، کیونکہ اکثر آباد علاقے کفارومشرکین ومنافقین کے تصرف میں ہیں اوران میں زیادہ تر رہنے والے اہل کفروشرک ونفاق ہیں،مگر شاذ ونادر اوراہل ایمان جو اثناعشری ہیں،ان میں بھی بسبب اختلاف عقائد اصولیہ دینیہ ومذہبیہ کے جیسا کہ وہ متفرق و پراگندہ ہیں،ان میں سے اہل حق نادر اور تھوڑے سے ہیں اوراہل ایمان میں سے یہ تھوڑے سے بھی خواص وعوام میں سے زیادہ تر اعمال قبیحہ اورافعال شنیعہ محرکہ کے ارتکاب کی وجہ سے ازقسم معاصی ومحرمات وحرام کھانے اور ہرایک دوسرے پرظلم وتعدی کرنا امور دینیہ ودینویہ میں اس قدر اپنے نفوس پرظلم کرتے ہیں کہ ایمان واسلام میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہیں رہ جاتی سوائے اسم کے جوکہ مسمی سے مطابقت نہیں رکھتا اورسوائے رسم کے جوکہ آثار شریعت کے مخالف ہے، پس روئے زمین پراس وقت اسلام کا کوئی اثر باقی نہیں رہا،مگر بہت کم اوروہ بھی مغلوب اور منکوب ہے اوران کے وجود سے ظاہر شریعت ترویج دین میں کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا اورلوگوں کی نگاہ میں کلیۃً معروف منکر اور منکر معروف ہوچکا ہے۔اوراسلام میں سے صرف نام اورظاہری رسم باقی رہ گئی ہے اورگویا طریقہ امیرالمومنینؑ وسیجہ وعادت آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین ہاتھ سے بالکل نکل گئے ہیں اورقریب ہے کہ العیاذ باللہ طومار شریعت بالکل لپیٹ دیا جائے اورسب لوگ دیکھ اور سن رہے ہیں کہ دن بدن یہ چیز شدت اختیار کررہی ہے اوروہ جورسول خداؐ نے خبردی تھی کہ اسلام ابتدائے ظہور میں غریب وبیوطن تھا اوراس کے بعد غربت کی طرف پلٹ جائے گا اورغریب ہوجائے گا وہ اس زمانے میں ظاہر اور ہویدا ہے اورقریب ہے کہ تمام دنیا ظلم و جور سے پرہوجائے بلکہ حقیقت میں عین ظلم وجور ہے، پس ضروری ہے کہ یہ تھوڑے مومنین عباد خدا ہمیشہ رات دن تضرع وزاری و ابتہال کے ساتھ خداوند عالم سے سوال ودعا کریں کہ وہ فرج آل محمد علیہم السلام میں تعجیل کرے اورحضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے بعض خطبوں میں نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا۔

اذا صاح الناقوس و کبس القابوس وتکلم الجاموس فعند ذلك عجائب وای عجائب انار النار بنصیبین و ظهرت رائة عثمانية بواد سود و اضطربت البصرة و غلب بعضهم بعضاً وحبا کل قوم الی قوم الیٰ ان قال علیه السلام واذغن هر قل بقسطنطنیه بطارقته سفیانی فعند ذلك توقعو اظهور متکلم موسی من الشجرة علی طور۔

جب ناقوس چلائے گا اوراچانک حملہ کرنے والا دبانے والا آئے گا اور مبینہ بولے گا تواس وقت بڑے عجائبات کا ظہور ہوگا

اور کیسے ہی عجائبات ہوں گے نصیبین کے مقام پر آگ روشن ہوگی اور عثمانی جھنڈا سیاہ وادی میں ظاہر ہوگا اور بصرہ ملنے لگے گا اور بعض کا بعض پر غلبہ ہوگا اور ہر قوم دوسری قوم کا رخ کرے گی، یہاں تکلکہ فرمایا اور ہرقل (بادشاہ روم) قسطنطنیہ میں سفیانی کے جرنیلوں کی اطاعت کریگا تو اس وقت کوہ طور پر درخت سے موسیٰ کے ساتھ کلام کرنے والے ظہور کی توقع رکھو، نیز آپؑ اپنے بعض کمالات دربار میں علامات ظہور حضرت قائم علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں، جب لوگ نماز کو بالکل چھوڑ دیں گے اور امانت کو ضائع کردیں گے اور جھوٹ کو حلال سمجھیں گے اور سود کھائیں گے اور رشوت لیں گے اور پختہ مکان وعمارتیں بنائیں گے اور دین کو دنیا کے ساتھ بیچیں گے اور بیوقوفوں کو عامل وحاکم بنائیں گے اور عورتوں سے مشورے کریں گے، قطع رحمی کریں گے، خواہشات کی پیروی کریں گے، خون بہانا آسان سمجھیں گے، حلم کمزوری ہوگا، ظلم فخر ہوگا، امیر فاجر وزیر ظالم لوگ اور بڑے لوگ خائن اور قاری قرآن فاسق ہوں گے اور جھوٹی شہادتیں ظاہر ہوں گی، فسق وفجور، بہتان تراشی اور گناہ وسرکشی علی الاعلان ہوں گے اور قرآن کو زیور پہنائے جائیں گے اور مسجدیں سونے سے تزئین کی جائیں گی اور منارے اونچے بنائے جائیں گے اور برے لوگوں کو مکرم ومعزز سمجھا جائے گا اور صفوف میں بھیڑ ہوگی اور خواہشات مختلف ہوں گی اور مقد ومعاہدے توڑ دیئے جائیں گے اور وعدہ میں ہوئی چیز قریب ہوجائے گی اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی، دنیا پر حریص ہونے کی وجہ سے اور فاسقوں کی آوازیں بلند ہوں گی اور ان کی بات کان دھر کے سنی جائے گی اور قوم کا رئیس ان میں پست ترین ہوگا اور فاجر سے اس کے شر کے خوف سے بچا جائے گا اور جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی، اور گانے بجانے اور عیش وعشرت کی محفلیں ہوں گی اور اس امت کے آخری پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی اور گواہی دینے والا گواہ بنائے جانے کے بغیر گواہی دے گا اور علم دین وفقہ غیر دین کے لیے سیکھنے والا حاصل کرے گا اور دنیا کے عمل کو آخرت کے عمل پر ترجیح دیں گے اور بھیڑ کے چمڑے بھیڑیوں کو پہنائیں گے، ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور صبر سے زیادہ کڑوے ہوں گے تو اس وقت جلدی کرنا جلدی اور تعجیل ہی تعجیل۔ ان دنوں بہترین جگہ بیت المقدس ہوگی، البتہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ اس کے رہنے والوں میں سے ہوتا۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوا ہے کہ یہاں اپنے شیخ واستاد مرحوم ثقۃ الاسلام نوری طاب ثراہ کے کلمہ طیبہ کے کلام کا خلاصہ نقل کردوں بعد اس کے کہ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ تہتر فرقوں میں فرقہ اثنا عشریہ ہی اہل نجات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس جماعت کی نجات اس زمانہ میں انتہائی کمزور پست تھوڑی اور سست ہے چند امور کی وجہ سے کہ جن میں سے عمدہ ایران کے مقدس شہروں میں کفار کی زیادہ آمد ورفت ہے اور زیادہ میل جول اور دوستی مسلمانوں کی ان کے ساتھ اور مال و اسباب وسامان وآلات واثاث البیت اہل کفر وشرک کا ہر شہر ودیہات کو ڈھانپ لینا ہے، یہاں تک کہ ضروریات زندگی و اسباب راحت بدن وآسودگی میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں ان کا نام ونشان یادگار ورسم نہ ہو، اس کام کے نتائج اور اس رفتار کے آثار ایسے مفاسد اور مضرات بے شمار ہیں جو کہ دین اسلام میں پیدا ہوگئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولی بعض کفار وملحدین کا جو کہ ارکان دین اور اجزاء ایمان میں سے ہے وہ دل سے نکال دیا ہے اور ان کی دوستی ومحبت جو کہ دوستی

خدا و اولیاء خدا کی ضد ہے جس طرح کہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں وہ لے آیا ہے، بلکہ ان سے میل جول اور آمیزش مایہ افتخار اور سبب فخر ومباہات ہو گیا ہے، حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ نہیں پائے گا تو ان لوگوں کو جو کہ خدا اور روز جزاء پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوست رکھیں ان اشخاص کو جو دشمن اور مخالف ہے خدا اور اس کے رسولؐ کے چاہے وہ ان کے باپ اولاد بھائی اور اہل قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں ۔ چہ جائیکہ بے گانے ہوں، پس جو ان کا دوست ہے، اس کا ایمان میں کوئی حصہ نہیں ہے، نیز فرماتا ہے اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا ولی و دوست نہ بناؤ۔ الایۃ اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے اپنے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ مومنین سے کہو کہ وہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں اور نہ میرے دشمن کا کھانا کھائیں ورنہ میرے دشمن ہو جاؤ گے جس طرح کہ وہ میرے دشمن ہیں اور کتاب جعفریات میں اسی مضمون کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے، اور اس کے آخر میں فرمایا ہے میرے دشمنوں کی اشکال سے متشکل نہ ہو جاؤ۔

امالی صدوق میں مروی ہے کہ جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو دوست رکھتا ہے تو وہ خدا کا دشمن ہے اور جو کسی کافر کو دشمن رکھتا ہے وہ خدا کا دوست ہے، پھر آپؑ نے فرمایا کہ دشمن خدا کا دوست خدا کا دشمن ہے اور کتاب صفات الشیعہ میں جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں سے کہ جو ہم اہلبیت کی دوستی کا دم بھرتے ہیں ایسے اشخاص بھی ہیں کہ جن کا فتنہ دجال کے فتنہ سے زیادہ ہے ہمارے شیعوں کے لیے۔ راوی نے عرض کیا کہ کس بناء پر، فرمایا ہمارے دشمنوں کو دوست رکھنے اور ہمارے دوستوں کو دشمن رکھنے کی وجہ سے، کیونکہ جب یہ صورت ہو جائے تو حق باطل سے خلط ملط ہو جاتا ہے اور مشتبہ ہو جاتا ہے، پس مومن منافق سے پہچانا اور الگ نہیں ہو سکتا، نیز آنجنابؑ نے اہل جبر و تشبیہ اور غلات کے بارے میں فرمایا جیسا کہ خصال میں مروی ہے کہ جو شخص ان کو دوست رکھے تو وہ ہمیں دشمن رکھتا ہے اور جو انہیں دشمن رکھے وہ ہمیں دوست رکھتا ہے اور جو ان سے مواخات رکھے، اس نے ہم سے رشتہ توڑ لیا اور جو ان سے اپنا رشتہ توڑے اس نے ہم سے مواصلت کی اور رشتہ جوڑا اور جو انہیں آزردہ کرے اس نے ہم سے نیکی کی ہے اور جو ان سے نیکی کرے اس نے ہمیں آزردہ کیا اور جو ان کی عزت کرے اس نے ہماری توہین کی ہے اور جو شخص ان کی بات کی تردید کردے اس نے ہماری بات کو مانا اور ہماری پذیرائی کی ہے، اور جو ان کی بات مان لے اس نے ہمارے قول کی تردید کی ہے اور جو ان سے احسان کرے اس نے ہم سے بدی کی، اور جو ان سے بدی کرے اس نے ہم سے نیکی کی اور جو ان کی تصدیق کرے اس نے ہماری تکذیب کی ہے اور جو ان کی تکذیب کرے اس نے ہماری تصدیق کی ہے، اور جو ان کو عطیہ دے اس نے ہمیں محروم کیا ہے اور جس نے انہیں محروم کیا اس نے ہمیں عطیہ دیا ہے۔

اے خالد کے بیٹے جو ہمارا شیعہ ہے وہ ان میں سے کسی کو دوست و مددگار نہ بنائے اور جب ایسے کافروں کا حال یہ ہے تو باقی کفار کا حال اگر ان سے بدتر نہیں تو کمتر بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا امر یہ ہے کہ دل میں بغض دین وطریقہ مسلمین و عداوت

متدینین وصالحین (جو کہ متآدب ہیں آداب شریعت کے ساتھ اور دل وزبان سے منکر ہیں اس جماعت کی معاشرت ومشابہت سے) آہستہ آہستہ ثابت وبرقرار ہوجاتا ہے، کیونکہ فطری طور پر ہر شخص اپنے طریقہ کے مخالف اوراس کی رسوم کے منکر سے نفرت کرتا ہے کہ جن کو اس نے از روئے محبت وخیال ولذت ومنفعت کے اختیار کررکھا ہے، خصوصاً اگر وہ مخالف بقدر امکان اس کو اس طریقہ کی پیروی سے منع کرے اور روکے اوراس مفسدہ کا شیوع وبروز وظہور اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ لوگ ارباب علم ودیانت کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو بے چارے یہودی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جن کے دیکھنے سے دل گھٹتا ہے اور ترش روائی پیدا ہوجاتی ہے اور جو شخص اس کو تکلیف واذیت دینے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ اس کے درپے ہوجاتا ہے، بلکہ صاحب عمامہ کو دیکھنے سے جو کہ عیش کو ناخوشگور بنا دیتا ہے اور مانع لہو وطرب ہے۔زیادہ نفرت گھٹن واستہزاء وتمسخر اور آنکھوں اور ہاتھ سے بطور استخفاف اشارہ کرنا دوسروں کی نسبت زیادہ ہے، بلکہ اہل علم کی حرکات وسکنات کی نقالی کرنا اوقات تحصیل وتدریس وعبادت میں مجالس لہوولعب میں ہنسانے اوراپنے محافل طرب کی زینت کا سبب قرار دیتے ہیں،اور کبھی ان چیزوں کو شعر ونظم کے لباس میں پیش کرتے ہیں اور وہی کام جو کفار مومنین کو دیکھنے کے وقت کرتے تھے کہ زبان سے ستہزاء کرنا اور چشم وابرو سے اشارہ کرنا اور جتنا ہو سکے استحقار واستخفاف کرنا اور خداوند عالم نے متعدد مقامات پر حکایت فرمائی ہے۔اور انہیں عذاب دینا وآخرت کی اطلاع دی ہے اور اسی روش وطریقہ فساق وفجار کے مطابق جوان لوگوں کے ساتھ کرتے تھے،اس زمانہ میں بھی اس طرح کرتے ہیں اور یہ بغض ومنافرت باوجود ان کے احترام وتعظیم کے انتہائی تناقض اور کمال مباینت رکھتا ہے اور بالکل ایک دوسرے سے جمع نہیں ہو سکتے اور بہت سے روایات میں ایمان صف حب الٰہی میں ہے اور وہ چیزیں کہ جنہیں وہ پسند کرتا اور انہیں دوست رکھتا ہے انہیں دوست رکھنے میں ہے،اور خدا کے دشمنوں سے بغض رکھنا اوران چیزوں سے کہ جنہیں وہ دوست رکھتے ہیں۔

اور نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم میں اور کچھ نہ ہوسوائے اس کے کہ ہم دوست رکھتے ہیں ان چیزوں کو کہ جن سے خدا دشمنی رکھتے ہیں اور ہم تعظیم کرتے ہیں ان چیزوں کی کہ جنہیں خدا حقیر سمجھتا ہے تو یہی ہمارے لیے خدا کی مخالفت ہے اوراس کے حکم سے روگردانی کرنے کے لیے کافی ہے۔خلاصہ یہ کہ امت پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ کار اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اکثر عوام ضروری مسائل سے بے خبر ہیں، بلکہ نصاریٰ زنادقہ اور دہریوں سے میل جول رکھنے ان کے پاس بیٹھنے اوراس کی وجہ سے اتنے کلمات کفر اور منکر اور بری باتیں جو کہ سبب ارتداد ہیں لوگوں کے درمیان عام ہوچکی ہیں کہ دستہ دین سے خارج ہوجائیں گے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور اگر معلوم ہو بھی جائے تو بھی اسے اپنے مقصد میں شمار نہ کریں گے۔اور اکابر عیان بڑے گناہوں کو مثلاً لوگوں کے سامنے ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانے اور روزہ چھوڑ دینے کو فخر سمجھتے ہیں اور دین کی پیروی کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اوران کا تمسخر واستہزاء کرتے ہیں اور انہیں بیشعور وبے باک سمجھتے ہیں اور بیخبر اور بے ذوق لوگوں میں انہیں شمار کرتے ہیں اور کبھی انہیں خشک مقدس کا نام دیتے ہیں اور ہمیشہ افعال خداوندی پر اعتراض کرتے ہیں اور کیڑے نکالتے ہیں اور مدح وتوصیف حکماء اہل صنعت فرنگ اوران کی زیادہ عقلمندی وہوشیاری کو وردزبان اور زینت مجالس قرار دیتے ہیں اوران کے صنعتی

کاموں کو جو کہ فی الجملہ علم طبعی اور ریاضی کی تکمیل کا نتیجہ ہیں، قوت بشری سے خارج اور معجزات وخوارق عادات انبیاء واوصیاء کے ہم پلہ سمجھتے ہیں، مجالس علماء سے گریز اور صحبت علم دین وذکر معاد وقیامت سے ملول ومنزجر ہوجاتے ہیں اور اگر کسی محفل میں پھنس جائیں تو یا سوجاتے ہیں اور یا دل کسی دوسری طرف بھیج دیتے ہیں، فقراء واہل دیانت کی رورعائت کو بیفائدہ سمجھتے ہیں اور نجی اموال کی بناء پر کہ جو حرام کی راہ سے یتیم اور بیوہ عورتوں کے خون سے جمع کیے ہیں کہ جنہیں مصارف حرام ومعاصی عظام میں صرف کرتے ہیں، خود کو غنی و تونگر اور معظم ومکرم اور لازم الاحترام شمار کرتے ہیں اور علماء واتقیاء کو لوگوں کا مال کھانے والے حلوا خوار گداگر اور ذلیل سمجھتے ہیں، سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے، مردوں کے لباس زری ودیباج کے ہیں، داڑھیاں منڈا کر بنی مروان و بنی امیہ کی ہیئت بنائے ہوئے سخن محبوب اور زبان مرغوب فرانسیسی وانگریزی بولتے اور کتاب خداوند عالم اور آثار آئمہ علیہم السلام کے بدلے کتب ضلالی تالیفات کفار ویہود کے انیس وجلیس بنے ہوئے ہیں، وہ یہودی جو کہ سالہا سال سے انگریزوں کے شہروں میں رہتے ہیں، انہوں نے اپنے مذہب کی رسوم نہیں چھوڑیں اور مسلمانوں نے وہاں کے چند سفر کرنے کے بعد مسلمانی سے دل کھینچ لیے ہیں، بہت کم ایسے گناہ ہیں کہ جو شائع وعام نہ ہوئے ہوں اور بہت کم ایسی اطاعتیں اور عبادتیں باقی ہیں کہ جن کی صورت ونام موجود ہو اور ان میں کئی راستوں سے خلل وفساد نے راستہ نہ پایا ہو، اہل حق معروف کے قائم رکھنے اور منکر سے روکنے سے عاجز ہیں اور اس کی تاثیر کی قدرت کے باوجود اس سے مایوس اور تنہائیوں میں صعف ایمان وغربت اسلام ومنکر کے عام ہونے پر گریان ومغموم ہیں۔

الحمدللہ کہ اخبار حضرت ختمی مرتبتؐ کی سچائی ظاہر ہوگئی ان مفاسد اور ان کے علاوہ دیگر فسادات کے ان کی امت میں واقع ہونے کے متعلق جیسا کہ شیخ جلیل علی ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خداؐ کے ساتھ حج ادا کیا، پس آپ نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اپنا رخ انور ہماری طرف کر کے فرمایا، کیا تمہیں قیامت کی علامات نہ بتاؤں۔

اور اس دن سب سے زیادہ آپؐ کے نزدیک سلمان رضی اللہ عنہ تھے، تو انہوں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسولؐ تو آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے علامات میں سے ہے نماز کا ضائع کرنا اور شہوت کی پیروی کرنا اور آراء باطلہ کی طرف مائل ہونا اور صاحبان مال کی تعظیم کرنا اور دین کو دنیا کے عوض بیچ دینا، پس اس وقت مومن کا دل اس کے شکم میں پانی پانی ہوجائے گا جس طرح نمک پانی میں گر کر نمک ہوجاتا ہے، یہ ان منکرات کی وجہ سے ہوگا جو وہ دیکھیں گے، لیکن ان کے بدلے اور متغیر کرنے کی ان میں قدرت نہیں ہوگی۔

سلمان نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا واقعاً یہ چیزیں ہوں گی، فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان، پس اس وقت منکر معروف ہوجائے گا اور معروف منکر اور خائن امین ہوجائے گا اور خیانت کرے گا امین، اور جھوٹے کی تصدیق اور سچے کی تکذیب کی جائے گی۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ، فرمایا ہاں قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس زمانہ میں عورتوں کی سرداری ہوگی اور کنیزیں شریک کار ہوں گی اور بچے منبروں پر بیٹھیں گے اور جھوٹ خوش طبعی ہوگا اور زکوۃ

غرامت (چٹی) ہوگی ،یعنی زکوۃ دینے کو مالی ضرر سمجھیں گے،اور مال کفار جو غلبہ سے لیں گے انہیں اپنے لیے غنیمت قرار دیں گے،یعنی اسے مسلمانوں کے مصارف میں صرف نہیں کریں گے اور آدمی اپنے ماں باپ پر جفا کرے گا،اور اپنے دوست صدیق و دوست سے بیزاری چاہے گا اور دمدار ستارہ طلوع کرے گا۔

سلمان نے عرض کیا یہ چیزیں کب ہوں گی اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایا ہاں قسم ہے اس کی کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے،اے سلمان ان پر ایسے لوگ اس زمانہ میں حاکم و والی ہوں گے کہ اگر یہ بات کریں گے تو وہ انہیں قتل کر دیں گے اور اگر خاموش رہے تو انہیں جڑ سے نکال دیں گے،بیشک ان کے مال غنیمت کو وہ اپنے لیے انتخاب کریں گے اور ان کی حرمت کو پامال کر دیں گے اور ان کے خون بہائیں گے،بیشک ان کے دل فساد اور خوف سے پر ہوں گے،پس انہیں نہیں دیکھو گے،مگر ترسان و ہراساں سلمان نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک اس زمانے میں کچھ چیزیں مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائی جائیں گی اور لوگ مختلف رنگوں اور زینتوں میں باہر نکلیں گے،پس وائے اور ہلاکت ہے میری امت کے کمزور لوگوں پر ایسے اشخاص سے اور ان پر خداوند عالم کی طرف سے وائے و ہلاکت ہے وہ چھوٹے پر رحم اور بڑے کی عزت و توقیر نہیں کریں گے اور وہ بدکاروں سے آگے نہیں بڑھیں گے،ان کے جسم آدمیوں جیسے اور ان کے دل شیاطین کے دلوں کی طرح ہوں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اللہ کے رسولؐ۔فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،اے سلمان اس وقت مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفاء کریں گے اور مردوں پر اس طرح رشک کریں گے کہ جس طرح لڑکیوں پر رشک کرتے ہیں مرد عورتوں کے مشابہ اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہوں گی اور عورتیں زین پر سوار ہوں گی پس میری امت کی ان عورتوں پر خدا کی لعنت ہو۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ باتیں ہوں گی اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایا ہاں خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،بیشک اس وقت مسجدوں کی نقش نگاری اور طلاکاری کریں گے جس طرح کہ یہود و نصاریٰ گرجے و عبادت خانوں کی نقش نگاری وطلاکاری کرتے تھے اور قرآنوں کو مزین کیا جائے گا،اور مینارے اونچے اونچے ہوں گے اور صفیں لمبی لمبی ہوں گی،لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے کینہ اور عداوت رکھتے ہوں گے اور ان کی زبانیں مختلف ہوں گی۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ کچھ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایا ہاں قسم ہے اس کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس وقت میری امت کے مرد سونے سے اپنی آرائش کریں گے اور غریر و دیباج کے لباس پہنیں گے اور چیتے کا چمڑا زرہ کے نیچے پہننے کے لیے حاصل کریں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایا ہاں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،اے سلمان اس وقت سود ظاہر ہوگا اور معاملہ عینہ کریں گے،یعنی ایک مال کو قیمت معین پر وعدہ کے ساتھ بیچے گا،اس کے بعد بیچنے والا اس

مال کوخریدنے والے سے کمتر پرخرید لے،اور یہ ایک قسم ہے سود کے حیلہ سے حلال کرنے کی اور رشوت حق وانصاف ہوجائے گی اور دین پست اور دنیا بلند ہوگی۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایاہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس وقت گانے والی کنیزیں ظاہر ہوں گی اور آلات لہو جو آواز کے مقامات کو بتائیں گے مثلاً عود وطنبورہ اور ان کے والی وحاکم میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایاہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان اس وقت اغنیاء وتونگر سیر وتفریح کے لیے حج کریں گے اور درمیانہ طبقہ تجارت کے لیے اور فقراء ریاکاری اور شہرت کے لیے،پس اس وقت ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو غیر خدا کے لیے قرآن یاد کریں گے اور اسے اپنے لیے گانے کی چیز سمجھیں گے اور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم دین غیر خدا کے لیے سیکھیں گے اور پڑھیں گے اور زنا کی اولاد زیادہ ہوگی اور قرآن کو گائیں گے اور ایک دوسرے پر دنیا کے لیے حملہ کریں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایاہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان یہ اس وقت ہوگا جب حرمتیں چاک کردی جائیں گی اور گناہوں کو کسب کیا جائے گا اور برے لوگ اچھے لوگوں پر مسلط ہوجائیں گے اور جھوٹ منتشر ہوگا اور لجاجت اور لیچڑ پن ظاہر ہوگا اور فقراء احتیاج عام ہوں گے اور لباس کی وجہ سے فخر کریں گے اور بارش اوقات بارش کے علاوہ برسے گی،اور نزدوشطرنج وطبل وآلات لہو ولعب کو پورے طور پر جانتے،اسے اچھا سمجھتے اور انہیں اپناتے ہوں گے اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کو برا سمجھیں گے یہاں تک کہ اس وقت مومن ایک کنیز سے بھی زیادہ ہوگا قاریوں اور عبادت گذاروں میں ملامت عام ہوگی،پس انہیں ملکوت آسمان میں ارجاس وانجاس (پلید ونجس) کے نام سے پکارا جائے گا۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایاہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے،اے سلمان اس وقت غنی فقیر پر رحم نہیں کرے گا،یہاں تک کہ سائل ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک سوال کرے گا تو اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس کی ہتھیلی پر کوئی چیز رکھ دے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔فرمایاہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔انتھی الخبر۔

خلاصہ یہ کہ دینی غیرت اور مذہبی عصبیت اس طرح مخلوق سے اٹھ گئی ہے کہ اگر کافر یا مخالف سے ضرر کلی اس کے دین کو پہنچے تو وہ اتنی مقدار بھی اندوہناک اور غمگین نہ ہو جتنا اس کو تھوڑے سے مالی ضرر پر غم واندوہ ہوتا ہے جو اسے کسی مسلمان بھائی کی طرف سے پہنچے اور اگر دستہ دستہ لوگ دین سے برگشتہ ہوجائیں تو وہ بالکل غمگین واندوہناک نہ ہوں۔

آٹھویں فصل

حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے چار نُواب کا ذکر

اور ہم یہاں اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو کتاب کفایۃ الموحدین میں لکھا گیا ہے، فرماتے ہیں۔

پہلے بزرگواران میں سے جناب عثمان بن سعید عمروی ہیں کہ آنجناب ؑ کو مکمل وثوق واطمینان تھا ان کی امانت داری پر اور وہ امام علی نقی وامام حسن عسکری علیہما السلام کے نزدیک معتمد علیہ تھے اور ان کی زندگی میں ان کے امور کے وکیل تھے، اور طائفہ اسدی میں سے جعفر عمروی ان کے جد کی طرف منسوب تھا اور انہیں سمان یعنی گھی بیچنے والا بھی کہتے تھے اور مشغلہ بعض مصالح کی بناء پر تھا، کیونکہ تقیہ اور دشمنان خدا سے امر سفارت و نیابت کو مخفی رکھنے کے لیے وہ گھی بیچا کرتے تھے اور شیعہ حضرات جو مال حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے لے آتے تھے ان کے سپرد کرتے تھے اور وہ ان اموال کو اپنے مال تجارت میں رکھ دیتے اور پھر آنحضرت ؑ کی خدمت میں بھیج دیتے۔

اور احمد بن اسحاق قمی جو کہ اجلاء علماء شیعہ میں سے ہیں کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ میں ایک دن جناب امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا اور عرض کیا اے میرے سید ومولا میرے لیے ہمیشہ ممکن نہیں کہ میں آپ ؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو پھر میں کس کی بات قبول کروں اور کس کے حکم کی اطاعت کروں۔

فرمایا یہ شخص ابوعمرو مرد ثقہ اور میرا امین ہے جو کچھ یہ تم سے کہے میری طرف سے کہتا ہے اور جو کچھ تمہیں پہنچائے وہ میری طرف سے پہنچاتا ہے اور جب امام علی نقی علیہ السلام دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے تو ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت ؑ کی خدمت میں بھی اسی طرح عرض کیا کہ جس طرح ان کے والد بزرگوار سے عرض کیا تھا تو فرمایا کہ ابوعمرو مرد ثقہ وامین ہے، گزشتہ امام ؑ کے نزدیک بھی ثقہ تھا اور میرے نزدیک بھی ثقہ ہے۔ میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی، جو کچھ تم سے کہے میری طرف سے کہتا ہے اور جو کچھ تم تک پہنچائے میری طرف سے پہنچاتا ہے۔

اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نقل کیا ہے کہ اہل حدیث میں سے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ اہل یمن کا ایک گروہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوا اور وہ امام العالمین ؑ کے لیے کچھ مال لے کر آئے تھے تو آپ ؑ نے

فرمایا اے عثمان بیشک تم مال خدا کے وکیل وامین ہو، جاؤ اور اہل یمن جو مال لے کرآئے ہیں اسے اپنے قبضہ میں لے لو۔

اہل یمن نے عرض کیا اے ہمارے مولاؑ خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ عثمان آپؑ کی منتخب شیعوں میں سے تھا اور ہمارے نزدیک اور ہمارے تصور میں جو آپؑ کے ہاں اس کی قدرومنزلت تھی آپؑ نے اسے اور زیادہ کردیا کیونکہ وہ آپؑ کے نزدیک خصوصی طور پر مال خدا میں قابل اعتماد ہے۔

فرمایا ہاں تم گواہ ہو کہ عثمان بن سعید عمروی میرا وکیل ہے اور اس کا بیٹا محمد بن عثمان میرے بیٹے مہدی کا وکیل ہے نیز بحار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد بحسب ظاہر تو عثمان بن سعد آنجناب کے تجہیز میں مشغول ہوئے تھے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد انہیں منصب جلالت ووکالت ونیابت پر برقرار رکھا اور شیعوں کے مسائل کے جوابات ان کی وساطت سے ان تک پہنچے تھے اور جو اموال سہم امام علیہ السلام ہوتے تھے وہ ان کے سپرد ہوتے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے وجود مبارک کی برکت سے لوگ ان سے امور غریبہ اور اخبار مغیبات کا مشاہدہ کرتے، جو مال مومنین ان کے سپرد کرتے تو وہ لینے سے پہلے ان کی حلیت وحرمت ومقدار کی خبر دیتے اور یہ کہ کن لوگوں کے مال ہیں اور یہ سب چیزیں حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے انہیں بتائی جاتیں اور اس طرح باقی وکلاء وسفراء آنحضرتؑ کا حال تھا جو کہ دلائل و کرامات کی بناء پر آنحضرتؑ کی طرف سے سفارت ونیابت کے عہدہ پر فائز تھے۔

دوسرے بزرگوار آنحضرتؑ کے وکلاء وسفراء میں سے عثمان کے بیٹے عثمان بن دسعید عمروی تھے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ان کی اور ان کے والد کی توثیق فرمائی تھی اور آپؑ نے اپنے شیعوں کو یہ بتایا تھا کہ یہ میرے مہدیؑ کے وکلاء میں سے ہے اور جب ان کے والد عثمان بن عمروی کی وفات کا وقت پہنچا تو حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے توقیع خارج ہوئی کہ جو خصوصی طور پر ان کے والد کی وفات کی تعزیت پر مشتمل تھی، اور یہ کہ محمد امر سفارت میں نائب ومنصوب ہیں ولی خدا کی طرف سے اور وہ اپنے باپ کے مقام پر برقرار ہیں، اور توقیع کی عبارت صدوق اور دوسرے اعلام کی روایت کی بناء پر جو انہوں نے نقل کی ہے اس طرح ہے۔

انا للہ وانا لیہ راجعون تسلیماً لامرہ ورضاً بقضآتہ وبفعلہ عاش ابوک سعیدا ومات حمیدا فرحمہ اللہ والحقہ وبااولیائہ موالیہ علیہم السلام فلم یزل فی امرھم ساعیا فیما یقربہ الی اللہ عزوجل والیھم نضرا اللہ وجھہ واقالہ عثرتہ واجزل اللہ لک الثواب واحسن لک الغزا ورزیا واوحشک فراقۃ واوحشنا فسرہ اللہ جی منقلبہ وکان من کمال سعادتہ ان رزقہ اللہ ولدا منک یخلفہ وکان من کمال سعادتہ ان رزقہ اللہ والدا مثلک یخلفہ من بعدہ ویقوم مقامہ بامرہ ویترھم علیہ واقوال الحمد للہ فان الانفس

طيبة بمكانك وما جعله الله عزوجل فيك وعندك اعاذك وقواك و عضدك ووفقك وكان لك وليا وحافظا وراعياً

ترجمہ: بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری اسی کی طرف بازگشت ہے، اس کے حکم و امر کو تسلیم کرتے ہوئے، اس کی قضاء اور فعل پر راضی ہوتے ہوئے تیرے باپ نے سعادت مندانہ زندگی بسر کی ہے اور قابل تعریف مرا ہے، پس خدا اس پر رحم کرے اور اسے اس کے اولیاء اور موالی علیہم السلام سے ملحق کرے، پس وہ ہمیشہ ان کے معاملہ میں کوشاں رہا اس چیز میں جو کہ اسے اللہ تعالیٰ اور ان کے قریب کرتی تھی، خداوند عالم اس کے چہرہ کو رونق بخشے اور اس کی لغزش کو معاف فرمائے اور خدا تجھے ثواب جزیل دے اور تجھے اچھا صبر عزا دے اور تجھے مصیبت پہنچی ہے اور ہمیں بھی مصیبت پہنچی ہے، اور اس کے فراق نے تجھے اور ہمیں وحشت زدہ کیا ہے۔ پس خدا اسے خوشی و سرور بخشے اس کی بازگشت کی جگہ میں۔

اس کی انتہائے سعادت یہ تھی کہ خداوند عالم نے اسے تجھ جیسا بیٹا عطا فرمایا ہے جو اس کے بعد اس کا جانشین ہوگا، اور اس کے کام میں اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کے لیے رحمت کی دعا کرے گا۔ اور میں کہتا ہوں الحمد للہ پس بیشک نفوس تیرے مقام سے پاکیزہ و خوش ہیں اور اس پر کہ جس کو خداوند عالم نے تجھ میں اور تیرے پاس قرار دیا ہے خدا تیری اعانت کرے، تجھے قوت دے اور تیرا کندھا مضبوط کرے اور تجھے توفیق دے اور وہ تیرا ولی و حافظ و نگہبان رہے، اور اس توقیع شریف کی دلالت ان دو بزرگواروں کی جلالت قدر و بزرگی مرتبہ پر انتہائی طور پر دلالت کرتی ہے۔

نیز علامہ مجلسی نے بحار میں شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب غیبت سے اصحاب کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ جب عثمان بن سعید کی وفات ہوئی تو حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی جانب سے ان کے فرزند محمد بن عثمان بن سعید عمروی کی طرف ان الفاظ میں توقیع خارج ہوئی، والا بن وقاه الله لم يزل ثقتنا في حيوة الاب رضى الله عنه وارضاه ونضر وجهه يجرى عندنا مجراه ولیسد حسده عن امرنا يامر الابن وبه يعمل تو اليه الله۔

یعنی عثمان بن سعید کی وفات کے بعد خداوند عالم اس کے فرزند کی نگاہداری کرے جو ہمیشہ ہمارا ثقہ اور معتمد تھا اپنے باپ کی زندگی میں ''رضى الله عنه وارحناه ونضر وجهه'' خدا اس سے راضی ہو اور اسے راضی رکھے، اور اس کے چہرہ کو نور و رونق بخشے۔ بیٹا ہمارے نزدیک باپ کی طرح ہے اور اس کا قائم مقام ہے اور جو کچھ کہتا ہے ہمارے حکم سے کہتا ہے اور ہمارے حکم و فرمان پر عمل کرتا ہے، خداوند عالم اس کا یار و مددگار ہو۔

نیز دوسری روایت میں کلینی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک توقیع حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے خط سے خارج

ہوئی، آپؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ محمد بن سعید (خدا اس سے اور اس کے باپ سے خوشنود ہو) میرا معتمد ہے اور اس کا لکھا ہوا خط میرا مکتوب ہے اور بہت سے دلائل ومعجزات امام علیہ السلام کے شیعوں کے لیے اس کے ہاتھ پر جاری ہوئے تھے جو کہ نیابت و سفارت کے زمانہ میں تمام شیعوں کے لیے حجتہ اللہ علیہ السلام کی طرف سے مرجع تھے۔

اور ان کی بیٹی ام کلثوم سے روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن سعید نے چند جلدیں کتب تصنیف کی تھیں جو کہ تمام کی تمام امام حسن عسکری وصاحب الامر علیہما السلام اور اپنے باپ سے اخذ کی تھیں اور وہ کتابیں اپنی وفات کے قریب حسین بن روح کے سپرد کی تھیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عثمان بن سعید سے وہ مشہور روایت کی ہے کہ خدا کی قسم ضرور حضرت حجتہ اللہ علیہ السلام ہر سال موسم حج میں تشریف لاتے ہیں، اور مخلوقات کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور وہ بھی آنجنابؑ کو دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آیا آپ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں اور میرا آخری دیدار بیت اللہ میں تھا جب کہ آپؑ کہہ رہے تھے کہ اللھم انجزلی ما دعدتنی خدایا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا کرو۔

اور میں نے متجار میں آنحضرتؑ کو دیکھا کہ کہہ رہے تھے اللھم انتقم بی اعدائی خدایا میرے ذریعہ سے میرے دشمنوں سے انتقام لے۔

تیسرے بزرگوار آنحضرتؑ کے وکلا وسفراء میں سے جناب حسین بن روح تھے جو کہ محمد بن عثمان کے زمانہ سفارت میں ان کی طرف سے اور ان کے حکم سے ان کے بعض امور کو انجام دیتے تھے اور محمد بن عثمان کے ہاں چند افراد ثقات ومومنین معتمدین میں سے تھے کہ جن میں سے ایک حسین بن روح تھے، بلکہ لوگوں کی نگاہ میں باقیوں کی خصوصیت محمد بن عثمان کے ساتھ حسین بن روح کی نسبت زیادہ تھی، اور ایک گروہ کا گمان تھا کہ امر وکالت وسفارت محمد بن عثمان کے بعد جعفر بن احمد کی طرف منتقل ہوگا محمد بن عثمان سے اس کے زیادہ اختصاص کی وجہ سے، بلکہ محمد بن عثمان کی عمر کے آخری دنوں میں ان کا مکمل کھانے کا انتظام جعفر بن احمد کے گھر تھا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب غیبت شیخ طوسی سے روایت کی ہے کہ محمد بن عثمان بن سعید کے احتضار کے وقت جعفر بن احمد اس کے سرہانے اور حسین بن روح پائنتی کی طرف بیٹھا تھا، اس وقت محمد نے جعفر بن احمد کی طرف رخ کیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابوالقاسم حسین بن روح کو وصی قرار دوں، اور معاملات اس کے سپرد کروں۔

جب جعفر بن احمد نے سنا کہ امر وصیت کو حسین بن روح کی طرف ہی منتقل ہونا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور حسین بن روح کا ہاتھ پکڑ کر اسے محمد کے سرہانے بٹھا دیا اور خود جا کر پائنتی کی طرف بیٹھ گیا اور نیز روایت معتبر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ محمد بن عثمان نے بزرگان شیعہ اور مشائخ کو جمع کیا اور کہا کہ جب موت کا حادثہ میری طرف رخ کرے تو امر وکالت ابوالقاسم بن روح

کے متعلق ہوگا، کیونکہ میں مامور ہوا ہوں کہ میں اسے اپنی وفات کے بعد اپنی جگہ پر مقرر کروں، پس اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرنا۔

اور ایک دوسری معتبر روایت میں ہے جیسا کہ بحار میں نقل کیا ہے کہ شیعوں کی ایک جماعت محمد بن عثمان کے پاس جمع ہوئی اور ان سے کہنے لگے کہ اگر حادثہ موت کا رخ کرے تو آپؑ کی جگہ پر کون ہوگا تو فرمایا کہ ابوالقاسم حسین بن روح میرا قائم مقائم اور تمہارے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے درمیان واسطہ اور آپؑ کا وکیل وامین وثقہ ہے، پس اپنے کاموں میں اس سے رجوع کرنا اور اپنے مہمات میں اس پر اعتماد رکھنا میں مامور تھا کہ یہ بات تم لوگوں تک پہنچا دوں اور بعض نسخوں میں جو توقیع (خط) حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے شیخ ابوالقاسم بن روح کی طرف خارج ہوئی جیسا کہ بحار میں حاملین اخبار وثقات کی ایک جماعت سے نقل ہوئی ہے وہ ان الفاظ میں تھی۔

نعرفه عرفه الله الخير كله ورضوانه واسعده بالتوفيق وقفنا على كتابه ووثقنا بما هو عليه وانه عندنا! با المنزلة والمحل الذين يسر انه زاد الله فى احسانه اليه انه ولى قدير والحمد لله الذى لاشريك له وصلى الله على رسوله محمد وآله وسلم تسليما كثيراً۔

خلاصہ مضمون فقرات بلاغت آیات کا یہ ہے کہ ہم اسے پہچانتے ہیں یعنی حسین بن روح کو خداوند عالم اسے تمام خیر اور اپنی رضا کا رستہ پہنچوائے اور اپنی توفیق سے اس کی مدد کرے، ہم اس کے خط پر مطلع ہوئے ہیں اور ہم اس کی امانت ودیانت داری سے باخبر ہوئے ہیں اور ہمیں اس پر وثوق واعتماد ہے، اور بیشک وہ ہمارے نزدیک اس مقام ومنزلت بلند پر ہے کہ جو مقام ومنزلت اسے صدور کرتا ہے ،خداوند عالم اپنے احسان کو اس پر زیادہ کرے، بیشک وہ سب نعمتوں کا مالک ہے اور تمام چیزوں پر قادر ہے اور حمد وثنا مخصوص ہے اس خدا کے لیے کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور خدا کی صلوات وسلام ہو اس کے رسول محمدؐ اور ان کی آل پر اور اس بزرگوار کے حالت میں اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ یہ بغداد میں اتنا تقیہ کرتے تھے، اور مخالفین کے ساتھ ایسا ان کا حسن سلوک تھا کہ چار مذاہب میں سے ہر ایک مدعی تھا کہ یہ ہم میں سے ہیں اور ان میں سے ہر گروہ فخر کرتا تھا کہ آنحضرتؐ ہم میں سے ہیں۔

چوتھے بزرگوار حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے وکلا وسفراء میں سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری تھے اور جب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کی وفات آپہنچی تو حضرت حجۃ امام عصر علیہ السلام کے حکم سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کو اپنا قائم

مقام قرار دیا اور کرامات و معجزات اور شیعوں کے مسائل کے جواب حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ نے ان کے ہاتھ پر جاری فرمائے اور شیعہ حضرات آنحضرتؑ کے حکم سے اموال ان کے سپرد کرتے تھے اور وہ ان بزرگوار کی خدمت میں پہنچاتے تھے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیعہ حضرات ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے یہ خواہش کی کہ کسی کو اپنی جگہ پر بٹھاتے جائیں اور امر نیابت اس کے سپرد کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کا ایک امر ہے کہ جسے اس کو پورا کرنا ہے یعنی غیبت کبریٰ کو واقعہ ہونا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے ہے کہ جب شیخ ابوالحسن سمری کی وفات کا وقت آیا تو شیعہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا کہ آپؒ کے بعد وکیل کون ہوگا اور آپؒ کی جگہ پر کون بیٹھے گا تو انہوں نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا کہ میں مامور نہیں ہوا کہ اس سلسلہ میں کسی سے وصیت کروں۔

اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں اور شیخ صدوق سے کمال الدین میں روایت ہوئی ہے کہ جب شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی وفات کا وقت ہوا تو توقیع خارج ہوئی اور انہوں نے وہ لوگوں کو دکھائی کہ جس کے نسخہ کا یہ مضمون تھا۔

بسم الله الرحمن الرحیم یا علی بن محمد الشمری اعظم الله اجر اخوانك فیك!فانك میت ما بینك وبین ستة ایام فاجمع امرك ولا توص الی احد فیقوم مقامك بعد وفا تك فقد وقعت الغیبة التامة فلا ظهور الا بعد اذن الله تعالیٰ ذکره و ذلك بعد طول الا مد وقسوة القلوب وامتلآء الارض جورا وسیآتی من شیعتی من ید عی المشاهدة الا فمن ادعی المشاهدة قبل خروج السفیانی والصیحه فهو کذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی لا العظیم۔

آنجنابؑ کے فرمان کا خلاصہ اس توقیع شریف میں یہ ہے کہ اے علی بن محمد سمری خداوند عالم تیرے دینی بھائیوں کو تیری مصیبت میں اجر عظیم کرامت فرمائے، بیشک تم چھ دن کے اندر وفات پا جاؤ گے، پس اپنے امر کو جمع کرو اور اپنے معاملہ میں آمادہ رہو اور کسی کی نیابت کی وصیت نہ کرو جو تمہاری وفات کے بعد تمہارا نائب ہو، کیونکہ غیبت کبریٰ واقع ہو چکی ہے اور میرا ظہور نہیں ہوگا، مگر اذن خدا سے اور یہ ظہور اس کے بعد ہوگا کہ زمان غیبت طویل ہو جائے اور دل سخت ہو جائیں اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے اور قریب ہے کہ میرے کچھ شیعہ میرے مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے، آگاہ رہو کہ جو شخص سفیانی کے خروج اور

آسمانی صیحہ (پکار) کے آنے سے پہلے دعویٰ مشاہد کرے وہ بہت جھوٹا اور مفتری ہے، طاقت وقوت صرف خدائے علی وعظیم کی طرف سے ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کے نسخہ کو لکھ لیا اور اس کے ہاں سے باہر چلا آیا، جب چھٹا دن ہوا اور ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ حالت احتضار میں ہیں اس وقت ان سے کہا گیا کہ آپؑ کے بعد آپؑ کا وصی کون ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا ایک امر ہے کہ جسے پورا ہونا ہے، یہ کہہ کر وفات پائی رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہ۔

نیز شیخ صدوق سے کتاب کمال الدین میں نقل ہوا ہے کہ علی بن محمد سمری کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی تو اس پر غیبت صغریٰ کی مدت (کہ جس میں سفراء ووکلاء ونواب مخصوص حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کے جو کہ آپؑ کے طرف سے سفارت و نیابت پر مامور تھے) تقریباً چھہتر ۷۶ سال ہوگی کہ جن میں سے تقریبا اڑتالیس سال جناب عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد بن عثمان کی سفارت کے ہیں اور تقریبا چھبیس سال شیخ ابوالقاسم حسین بن روح اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی سفارت و نیابت کے تھے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد سفارت منقطع اور غیبت کبریٰ واقع ہوگی، پس جو شخص سفارت و نیابت خاصہ کا دعویٰ کرے یا اس کے مطابق مشاہدہ کا دعویٰ کرے اور کذاب ومفتری ہوگا۔

حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ پر، بلکہ مرجع دین واحکام شریعت آنجنابؑ کے حکم سے علماء وفقہاو مجتہدین ہیں کہ جن کے لیے بطور عموم نیابت ثابت ہے، جیسا کہ وہ توقیع شریف جو اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جواب میں ہے، جو کہ اجلاء واخیار علماء شیعہ اور حاملین اخبار میں سے ہے کہ جس نے محمد بن عثمان بن سعید عمروی کے توسط سے ایک عریضہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا کہ جس میں چند مسائل کے متعلق سوال کیا تھا، تو آنحضرتؑ نے اس توقیع میں اس کے مسائل کا جواب دیا تھا اس میں فرمایا۔

واما الحوادث الواقعه فار جعو ا فیها الی رواة حدیثنا! فانهم حجتی علیکم وانا حجة الله علیهم۔

اور باقی رہے ہونے والے حوادث و واقعات تو ان میں رجوع کرو ہماری حدیث کے راویوں کی طرف، پس بیشک وہ میری حجت ہیں تم پر اور میں اللہ کی حجت ہوں اُن پر۔

اور ایک دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے اس طرح امر ہوا۔

انظر وا الیٰ من کان منکم قدروٰی حدیثنا ونظر فی حلالنا وحرامنا وعرف احکامنا فارضوابه حکماً فانی قدجعلته علیکم حاکما فاذا حکم بحکمنا فلم یقبل منه فانما بحکم الله استخف وعلینا رادوالراد علینا

راد علی اللہ وھو فی حد الشرك باللہ۔

ترجمہ: دیکھواس شخص کی طرف جوتم میں سے ہماری حدیث کوروایت کرے اور ہمارے حلال وحرام میں فکر ونظر کرے اور ہمارے احکام کو پہچانے تو اس کو اپنا فیصلہ کرنے والا حکم مان لو۔ کیونکہ بے شبہ میں نے اسے تم پر حاکم قرار دیا ہے، پس جب وہ ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور اس سے وہ قبول نہ کیا جائے تو سوائے اس کے نہیں کہ حکم خدا کو خفیف سمجھا اور ہمارے حکم کو رد کیا اور جو ہمارے حکم کو رد کرے وہ اللہ کے حکم کی تردید کرنے والا ہوا۔

حصہ دوم

تاریخ الخلفاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کلما وقب لیل و غسق و صلی اللہ علی محمد و الہ مالاح بحمد و خفق

وبعد اس کے کہتا ہے کہ یہ بندہ بے بضاعت اور متمسک بدامن احادیث اہل بیت رسالت عباس بن محمد رضا قمی (خداوند عالم دونوں کا خاتمہ نیکی اور سعادت کے ساتھ کرے) کہ جب توفیق الہی اس شکستہ احوال اور گرفتار دام امانی ومال کے شامل ہوئی اور کتاب منتہیٰ الآمال فی مصائب النبی وآلاں لکھی تو جس وقت رشتہ کلام سبط اکبر پیغمبر خدا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے حالات کے ذکر تک پہنچا تو میں نے چاہا کہ مختصر طور پر اولاد امام حسن علیہ السلام کا ذکر کروں اور ان کے قتل وشہادت کے حالت کی تشریح کروں جب کچھ مقدار لکھ چکا تو میں نے دیکھا کہ میں رسالہ کی وضع سے خارج ہورہا ہوں تو میں نے دل میں سوچا کہ بہتر یہ ہوگا کہ مستقل کتاب مقاتل بنی حسن اور باقی آل ابوطالبؑ کے متعلق تحریر کروں اور اسے کتاب منتہیٰ الآمال کا تتمہ اور تکملہ قرار دوں۔

پس میں نے خداوند عالم سے مدد چاہی اور یہ رسالہ لکھا اور اس کا نام تتمۃ المنتہیٰ وقائع ایام الخلفاء رکھا اور اس کا عنوان خلفاء کے زمانہ کے حالات کو قرار دیا اور طالبین کے مقاتل (اور ان پر جو مظالم ہوئے) انہیں ان کے زمانہ تاریخ میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اس کے علاوہ خلفاء کے زمانہ کے حالات میں اصحاب آئمہ (جو مشہور ومعروف ہیں) اور علماء فریقین کے مشاہیر اور زمانہ کے بڑے بڑے لوگوں کی تاریخ وفات اور ان کی خصوصیات اور نادر آثار کو دیگر واقعات واتفاقات کے ساتھ خلفاء بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں واقع ہوئے، پختگی اور اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، کیونکہ گزرے ہوئے لوگوں کے حالات اور انکے زمانہ کے واقعات کی سیر کرنے میں بہت سے فوائد اور بیشمار منافع ہیں، اور اس سلسلہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا وہ ارشاد کافی ہے جو آپؑ کی اس وصیت میں ہے جو اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو فرمائی ہے، بیشک میں نے اگرچہ ان لوگوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں، تاہم میں نے ان کی زندگیوں میں نظر کی ہے اور ان کی اخبار میں غور وفکر کی ہے اور ان کے آثار ونشانات میں چلا پھرا ہوں، یہاں تک کہ میں ان میں ایک شمار ہوتا ہوں، بلکہ چونکہ ان کے معاملات مجھ تک پہنچے ہیں۔ اور وہ خدا کے ساتھ شرک کرنے کی حد میں داخل ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے مجاری الامور بید العلماً باللہ الامناء علی حلالہ وحرامہ

یعنی امور ومعاملات کا اجراء اور باگ ڈور اللہ والے علماء کے ہاتھ میں ہے جو کہ اس کے حلال وحرام کے امیں ہیں، ان دو حج خداوندی کے فرمان سے یہ متفاد ہوتا ہے کہ وہ علماء ومحافظین ان کے علوم اور اخبار وآثار کے جو کہ صاحب نظر اور اہل استنباط ہوں (جو کہ معرفت ودانش کی وجہ سے ان کے احکام کو جانتے اور ان کے عارف ہوں جو کہ ان بزرگواروں سے صادر ہوئے ہیں) ان کی طرف مکلفین کو اخذ مسائل حلال وحرام اور جھگڑے ختم کرنے کے لیے رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ جو کچھ یہ علماء فرمائیں گے یہ عام

مکلفین کے لیے حجت ہے بشرطیکہ شرائط فتوی (جوکہ قوت استنباط وعدالت وبلوغ وعقل اور باقی شرائط اجتہاد ہیں) موجود ہوں،اور ان کے لیے نیابت عامہ ہے کہ لوگ من باب الجاؤ اضطرار مکلف ہیں کہ ان کی طرف رجوع کریں،اس کے علاوہ کسی نائب خاص کو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں انہوں نے مقرر نہیں فرمایا، بلکہ حکم دیا ہے کہ نیابت وسعادت خاصہ منقطع ہے۔انتھی

گویا کہ میں نے ان کے پہلے شخص سے لے کر آخری فرد تک کے ساتھ زندگی بسر کی ہے،پس میں نے اس کے صاف کو گندے سے اور نفع مند کو مضر سے علیحدہ کر کے پہچانا ہے۔

اوراس میں شک وشبہ کہ گزشتہ لوگوں کے آثار کی سیر کرنا بعد والوں کے لیے باعث عبرت وآگاہی اور دنیا سے پرہیز کرنے اور آخرت کی طرف رغبت کرنے کا سبب ہے۔

اسی لیے خداوند عالم نے اپنی کتاب مقدس میں گزشتہ لوگوں کے حالات وآثار کی طرف اشارہ کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم ان کے انجام کار میں غور کریں اور ان سے نصیحت وعبرت حاصل کریں اور امیرالمومنین علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات میں بھی اس مطلب کی طرف بہت اشارہ کیا گیا ہے۔

لیجئے ہم اس رسالہ کی ابتداء آپؑ کے دو خطبوں سے تیمن وتبرک حاصل کرتے ہیں،اور ان کے بعد اپنے مقصد کو شروع کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا''بے شک خدا کی قسم یہ پکی بات ہے کوئی کھیل تماشہ نہیں اور یہ حق سچ ہے جھوٹ نہیں ہے اور نہیں ہے،وہ مگر موت اس کے پکارنے والے کی بات سنو اور اس کی حدیٰ خوانی کرنے والے کی طرف جلدی کرو،پس تجھے لوگوں کی کثرت اپنے نفس کے متعلق دھوکہ نہ دے،پس میں نے دیکھا ہے اس کو جو تجھ سے پہلے تھا،ان میں سے کہ جنہوں نے مال کو جمع کیا اور جو فقر وفاقہ سے ڈرتا تھا اور وہ انجام سے طویل امید اور اجل کو دور سمجھتے ہوئے مامون تھا کس طرح اس پر موت نازل ہوگئی،پس وہ اسے زبردستی اس کے وطن سے نکال کرلے گئی اور اس نے اسے چاہے امن سے گرفتار کرلیا،اسے موت کے تختوں پر اٹھایا اسے کچھ مرد دوسروں سے لے کر کندھوں پر اٹھاتے اور انگلیوں کے پوروں پر روکتے تھے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دور کی امیدیں رکھتے تھے اور پختہ مکانات بناتے تھے اور زیادہ مال جمع کرتے تھے،کس طرح ان کے گھر ان کی قبریں بن گئے اور جو انہوں نے جمع کیا تھا وہ تباہ ہوگیا اور ان کے مال وارثوں کے ہوگئے اور ان کی بیویاں دوسرے لوگوں کی ہوگئیں۔اب نہ وہ نیکی میں زیادتی کرسکتے ہیں اور نہ برائی سے رضامندی طلب کرسکتے ہیں جس نے اپنے دل کو تقویٰ کا لباس پہنایا وہ اپنی مہلت کے وقت میں آگے نکل گیا اور اس کا عمل کامیابی سے ہمکنار رہا۔

پس اس کے لیے کمائی کرلو اور جنت کے لیے عمل کرو،کیونکہ دنیا تمہارے لیے اقامت کا گھر نہیں بنایا گیا،بلکہ تمہارے لیے گزرگاہ بنائی گئی ہے تاکہ اس سے اعمال وکردار کا زادراہ ہمیشہ رہنے والے گھر کے لیے تیار کرلو اور اس سے تیار رہو اور اپنی پشتوں کو بوجھ اتارنے کے لیے قریب کرلو۔

اور نیز آپؑ نے فرمایا (یہ دنیا) ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح وسالم رہ سکتے ہیں ،اس کے حالات مختلف اور اطوار بدلنے والے ہیں، خوش گزارنی کی صورت اس میں قابل مذمت اور امن وسلامتی کا اس میں پتہ نہیں ہے، اس کے رہنے والے تیراندازی کے ایسے نشانے ہیں کہ جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔

اے خدا کے بندو اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اور دنیا کی ان چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہیں لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائیدار نشانوں والے تھے ان کی آوازیں خاموش ہوگئیں، بندھی ہوائیں اکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سنسان ہو گئے اور نام کے نام ونشان مٹ گئے، انہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی داور لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی وویرانی پر ہے اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں، ان کی قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مسافر ہیں، ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دنیا کے کاموں سے) فارغ ہو کر (آخرت کے فکروں میں) مشغول ہیں، وہ اپنے وطن سے انس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قرب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہوسکتا ہے، جب کہ بوسیدگی وتباہی نے اپنے سینہ سے انہیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے تمہیں کھالیا ہے تم بھی یہی سمجھو گے کہ (گویا) وہاں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر نے تمہیں جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چمٹا لیا ہے اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی، جب تمہارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، وہاں ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے (نفع ونقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افتراء پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

اب یہ مقصد میں شروع ہونے کا وقت ہے تو میں خدائے مہربان اور زیادہ محبت کرنے والے سے مدد چاہتے ہوئے کہتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ بن ابوقحافہ کی خلافت کا ذکر

پہلا شخص کہ جس نے رسولؐ خدا کے بعد خود سے لباس خلافت پہن لیا وہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ہے جو کہ ابوبکر بن ابوقحافہ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی خلافت کا زمانہ دو سال اور چند دن کم چار مہینہ رہا ہے، اور اس نے منگل کی رات مغرب وعشاء کی نماز کے درمیان جمادی الثانیہ کی آٹھ راتیں باقی تھی، اور تیرہ (۱۳) ہجری تھا کہ دنیا سے کوچ کیا اور اس کی عمر تریسٹھ سال تھی، اور مورخ امین ومعتمد بین الفریقین علی بن الحسین مسعودی نے اس کی موت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کھانے میں زہر ملایا کہ جسے ابوبکر اور حارث بن کلیدہ نے کھایا، حارث تو زہر کے اثر سے نابینا ہوگیا اور ابوبکر میں یہ اثر ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اس نے پندرہ روز بیمار رہ کر وفات پائی اور اس نے حالت جانکنی میں کہا کہ میں نے دنیا میں تین کام ایسے کیے ہیں، کاش کہ میں انہیں نہ کرتا، یہاں تک وہ کہتا ہے کہ ان تین میں سے ایک یہ ہے کہ کاش میں نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کی تفتیش وتلاشی نہ لی ہوتی۔ الخ

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص ابوبکر کے علاوہ اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ نہیں ہوا تھا، اس کا باپ اس کے زمانہ خلافت میں زندہ تھا اور عمر کی خلافت کے زمانے میں تیرہ (۱۳) ہجری یا چودہ (۱۴) ہجری میں فوت ہوا اور اس کی عمر نناوے سال تھی، اور ابو بکر کے لڑکے عبداللہ وعبدالرحمن اور محمد تھے اور محمد کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں اور محمد کو اس کی عبادت زہد وتقویٰ کی وجہ سے عابد قریش کہتے تھے اور وہ امیر المومنینؑ کا تربیت یافتہ تھا اور معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں معاویہ بن خدیج نے عمرو بن عاص کے حکم سے فتح مصر کے موقع پر اسے شہید کیا اور اس کا جسد مبارک گدھے کے چمڑے میں رکھ کر اسے جلا دیا، اور ابوبکر کی دو بیٹیاں تھیں ایک عائشہ اور دوسری اسماء ذات النطاقین جو عبداللہ بن زبیر کی ماں تھی، اور ۱۲ ہجری ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں زید برادر عمر وابوحذیفہ وسالم مولیٰ حذیفہ وثابت بن قیس خطیب انصار وابودجانہ سماک بن خرشہ اور ابوالعاص بن ربیع قریشی زینب بنت (ربیبہ) رسول خداؐ کے شوہر نے وفات پائی اور ۱۳ ہجری میں ابان بن سعید بن عاص اموی نے وفات پائی۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کا ذکر

جب ابوبکر نے دنیا سے کوچ کیا تو اس کی وصیت کے مطابق عمر بن خطاب اس کا جانشین ہوا اور اس نے دس سال چھ ماہ اور چار دن حکومت وخلافت کی اور تواریخ کے مطابق اس کا قتل بدھ کے دن چھبیس (۲۶) ذی الحج ۲۳ھ ہجری فیروز نامی شخص کے ہاتھ سے ہوا جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام اور ابولولو مشہور تھا اور عمر کو ابوبکر کے پہلو میں دفن کر دیا، اور اس کی عمر ابوبکر کے عمر کے مطابق تھی اور عمر وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنا لقب امیر المومنین رکھا اور جس نے سب سے پہلے اسے اس لقب سے پکارا وہ ابوموسیٰ اشعری تھا۔

عمر کی اولاد عبداللہ وحفصہ و عاصم و فاطمہ و زید وعبدالرحمن اور کچھ لڑکیاں تھیں، اور عبدالرحمن سب سے چھوٹا تھا اور یہ عبدالرحمن وہی ہے کہ جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوئی اور عاصم عمر بن عبدالعزیز مروانی کا نانا ہے اور عمر کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴ ہجری مختار کے باپ ابوعبیدہ اور ابوبکر کے باپ ابوقحافہ نے وفات پائی اور اسی سال عمر نے نماز تراویح کا حکم دیا اور شام بھی اسی سال فتح ہوا، اور پندرہ ہجری میں عکرمہ بن ابوجہل وفضل بن عباس وخالد بن ولید وعمرو بن ام مکتوم (نابینا) وابوزید انصاری وسعد بن عبادہ نے وفات پائی، اور ۱۶ ہجری میں اہواز اور جلولا کا علاقہ فتح ہوا اور ۱۸ ر ہجری میں معاذ بن جبل وابوعبیدہ جراح نے وفات پائی اور اسی سال بہت بڑا قحط پڑا، اور شام میں سخت طاعون کی بیماری پھیلی کہ جس سے پچیس ہزار افراد ہلاک ہوئے کہ جن میں سے بلال موذن رسول خداؐ بھی تھے۔

روایت ہے کہ بلال نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کردیا، عمر نے اس کا گریبان پکڑلیا اور بلال سے کہنے لگا کیا تیرے نزدیک ابوبکر کے اس احسان کا بدلہ کہ اس نے تجھے آزاد کیا یہی ہے کہ تو اس کی بیعت نہیں کرتا، تو بلال نے کہا اگر ابوبکر نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کے لیے چھوڑ دے اور اگر مجھے اس کے علاوہ کسی مقصد کے لیے آزاد کیا ہے تو یہ لو میں حاضر ہوں۔(مجھے دوبارہ غلام بنالے)

باقی رہا اس کی بیعت کا معاملہ تو میں اس شخص کی بیعت نہیں کرتا کہ جسے رسول اللہ نے خلیفہ نہیں بنایا اور جس کو آنحضرتؐ نے خلیفہ بنایا اس کی بیعت قیامت کے دن تک ہماری گردنوں پر موجود ہے تو عمر نے بلال سے کہا تیرا باپ نہ ہو تو ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

پس بلال نے شام کی طرف کوچ کیا اور دمشق کے باب الصغیر میں وفات پائی، اور بلال کے اس مضمون پر اشعار بھی ہیں، اور ایک کتاب دیہ سے منقول ہے کہ ابوبصیر نے امام باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک بلال عبد صالح تھا اور اس نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا، پس اسی دن سے **حی علی خیر العمل** متروک ہوگیا۔

اور انیس ہجری میں ابی بن کعب و زینب بنت جحش و ابوالہیثم بن الیتہان واسید بن خضیر وابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب نے وفات پائی، اور اسی سال مقام حرہ میں آگ برسی اور عمر نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اسی سال عمر حج پر گیا، اور ۲۰ ر ہجری میں عمرو بن عاص کے ہاتھ پر مصر فتح ہوا، اور اسکندریہ فتح ہوا اور ۲۱ ر ہجری میں نہاوند کا واقعہ پیش آیا اور وہ ابوموسیٰ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور دینور وہمدان کے علاقے فتح ہوئے اور یزدجرد کی حکومت کے زمانہ سے ایران کے علاقوں کی فتح کا آغاز ہوا اور اصفہان بھی فتح ہوا اور حسن بصری اور شعبی اسی سال پیدا ہوئے اور ۲۲ ر ہجری میں آذربائیجان فتح ہوا اور بعض مورخین نے ۱۸ ر ہجری میں فتح ہمدان وری وجرجان کے بعد بیان کیا ہے اور قزوین وزنجان وقومس وخراسان وبلخ وغیرہ بھی اسی سال فتح ہوئے۔ واللہ العالم

حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت اور اس کے قتل کا ذکر

جس وقت کہ عمر بن الخطاب سفر آخرت کے لیے تیار تھا تو اس نے امر خلافت کو چھ افراد شوریٰ پر ڈال دیا اور اس کے تین دن مدت مقرر کی اور وہ چھ افراد امیر المومنین علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمن تھے۔

جب حضرت عمر کی وفات ہوگئی تو تین دن تک خلافت کا مسئلہ شوریٰ کی وجہ سے تاخیر میں پڑا رہا، چوتھے دن جو کہ ماہ محرم کی ابتدا اور چوبیس ہجری تھی عثمان نے قمیص خلافت زیب تن کیا اور کچھ دن کم بارہ سال تک اس کی خلافت کی مدت نے طول کھینچا اور پنتیس (۳۵) ہجری کے آخر میں وہ بدھ کے دن عصر کے بعد قتل ہوا۔

اور منقول ہے کہ جس دن اس کی وفات ہوئی تو اس کے خزانچی کے پاس اس کے مال میں سے ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم تھے، اور اس کی جو جاگیریں وادی القریٰ اور حنین میں تھیں ان کی قیمت ایک لاکھ دینار تھیں اور بہت سے گھوڑے اور بیشمار اونٹ اس نے چھوڑے، اور اس کے زمانہ خلافت میں کئی ایک صحابی اس کے عطیات کی وجہ سے مالدار ہو گئے، مثلاً زبیر بن عوام کہ جس نے قیمتی مکانات تعمیر کرائے اور اس کی وفات کے بعد پانچ ہزار دینار ایک ہزار گھوڑے ایک ہزار غلام اور ایک ہزار کنیزیں اور کئی دوسری چیزیں اس نے ترکہ میں چھوڑیں۔

اور مثلاً طلحہ کہ جس کی دولت اس حد کو پہنچ گئی کہ اس کا سفری غلہ ہر روز ایک ہزار دینار کا ہوتا اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور ان میں سے ایک عبدالرحمن بن عوف تھا کہ جس کے سو گھوڑے ہزار اونٹ اور دس ہزار گوسفند تھے اور اس کی وفات کے بعد اس کے مال کے آٹھویں حصہ کی چوتھائی چوراسی ہزار تھی اور اسی طرح سعد بن ابی وقاص و زید بن ثابت وغیرہ بھی تھے اور عثمان نے اپنے اعزاء و اقارب کو بھی بہت سے اموال بخشے، واقدی نے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ سے بہت زیادہ مال عثمان کے پاس بھیجا تو عثمان نے وہ سارا مال اپنے اہل خانہ اور اولاد میں پیالہ کے ساتھ تقسیم کیا جسے دیکھ کر زیاد رونے لگا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ تین سو دینار حکم بن العاص کو اور ایک لاکھ درہم سعید بن العاص کو دیا، کہ جس پر لوگوں نے اسے ملامت کی اور اس پر طنز و تشنیع کی، اور زکوٰۃ کے اونٹ حارث بن الحکم کو بخش دیئے اور مروان بن الحکم اور اپنے دوسرے دامادوں اور باقی لوگوں کو جو عطیات اس نے دیئے ان کے واقعات مشہور ہیں، اور صاحب استیعاب سے منقول ہے کہ عثمان کے مارے جانے کے بعد تین یا چار بیویاں اس کی رہ گئی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک کو اس کے ترکہ کے آٹھویں حصہ تراسی ہزار دینار ملے۔

اور عثمان کے گورنر مصر میں عبداللہ بن ابی سرح اور شام میں معاویہ اور بصرہ میں عبداللہ بن عامر اور کوفہ میں ولید بن عقبہ بن ابی معیط (عثمان کا مادری بھائی) تھے، اور یہ فسق و فجور میں زیادہ مشہور تھا، اور کوفہ میں اس کا فسق و فجور اور شراب خوری لوگوں پر ظاہر ہوگئی، یہاں تک کہ وہ نشے کی حالت میں صبح کی نماز کے لیے مسجد میں آیا اور اس نے صبح کی واجب نماز چار رکعت پڑھائی اور کہنے لگا کہ

اگر تم کہو تو اس سے زیادہ پڑھا دوں۔

اور ایک قول ہے کہ اس نے نماز میں سجدہ کو طول دیا اور اس میں وہ کہتا تھا ''خود پی اور مجھے پلا'' اور اس قسم کی اس کی دوسری حرکتیں لوگوں میں مشہور ہوئیں، پس کوفہ کے لوگ مدینہ گئے اور ولید کے شراب پینے اور اس کے فسق و فجور کی گواہی دی تو عثمان نے اسے بلا بھیجا، لیکن اس پر حد جاری نہ کی، اور سعید بن العاص کو اس کی جگہ پر بھیج دیا۔

جب سعید کوفہ میں وارد ہوا تو اس وقت تک منبر پر نہ گیا جب تک اس نے یہ حکم نہ دے دیا کہ اس منبر کو پاک کیا جائے اور سعید سے بھی کوفہ کی گورنری کے زمانہ میں کئی منکرات اور قبیح امور ظاہر ہوئے، یہاں تک کہ مالک اشتر نخعی اس کی معزولی کے لیے مدینہ گئے، اور اس کی داستان طویل ہے، بالآخر سعید کوفہ کی گورنری سے معزول ہوا اور ابو موسیٰ اشعری کوفہ کا حاکم بنا۔

اور عثمان سے اس کی خلافت کے زمانہ میں کئی ایک ایسی چیزیں ظہور میں آئیں کہ جو لوگوں پر گراں گزریں، ان میں سے عبداللہ بن مسعود اور عمار یاسر کے ساتھ اس کا کردار، اور ابوذر کو مدینہ سے باہر نکالنا اور زبذہ کی طرف بھیجنا تھا۔

منجملہ ان امور کے یہ تھا کہ مصر کے لوگ مدینہ میں آئے اور اس کے گورنر عبداللہ بن ابی شرح کی شکایت اور اس کے مظالم بیان کئے، عثمان نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور مصریوں کے ساتھ اسے مصر کی طرف روانہ کیا، انہوں نے راستہ میں عثمان کا قاصد دیکھا جو مصر جا رہا تھا اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے ایک خط نکلا جو عبداللہ (والی مصر) کو لکھا گیا تھا کہ محمد کو قتل کر دینا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں ان کے سر اور داڑھیاں منڈوا کر انہیں قید کر دو اور ان میں سے بعض کو پھانسی پر لٹکا دو۔

دو مصری مدینہ کی طرف واپس آئے، اور بنو زہرہ و ہذیل و بنو مخزوم و غفار کے قبائل اور جو ان کے ہم قسم تھے اور ابن مسعود و عمار اور ابوذر کے ہمنوا تھے ان سے ہمدست ہو گئے اور عثمان کے گھر کے دروازے کا محاصرہ کر لیا اور پانی بند کر دیا۔

جب یہ خبر امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے تین مشکیں پانی کی عثمان کے پاس بھجوا دیں اور انچاس دن تک عثمان کا محاصرہ رہا اور بالآخر محمد بن ابوبکر دوسرے دو افراد کے ساتھ انصار کے گھروں کی چھتوں سے گزر کر عثمان کے گھر داخل ہو گئے اور محمد عثمان کی داڑھی ہاتھ سے پکڑ لی اور چاہا کہ اسے ضرب لگائے لیکن یہ اقدام نہ کیا اور واپس پلٹ گیا، البتہ وہ دونوں شخص عثمان پر پل پڑے اور اس کا خون بہا دیا۔

جب اس کی بیوی نے یہ ماجرہ دیکھا تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ گئی اور فریاد کرنے لگی کہ امیر المومنین مارا گیا، لوگ گھر میں گھس آئے، جب وہ پہنچے تو عثمان دنیا کو الوداع کہہ چکا تھا یہ واقعہ اس وقت ہوا جب ۳۵ ہجری کے ماہ ذی الحج کے آخری تین ایام رہ گئے تھے، اور اس وقت جو اشخاص عثمان کے پاس تھے وہ مروان اور سترہ افراد دیگر تھے اور تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی یہاں تک کہ ہفتہ کے دن ظہر سے پہلے مدینہ میں حش کوکب کے نام سے مشہور مقام پر اسے دفن کیا گیا۔

عثمان کی عمر میں بہت اختلاف ہے، باسٹھ سال سے لے کر نوے سال تک منقول ہے اور اس کی اولاد اس طرح شمار کی گئی ہے عبداللہ اکبر، عبداللہ اصغر، ابان، خالد، سعید، ولید، مغیرہ، عبدالملک، ام ابان، ام سعید، ام عمر، اور عائشہ، اور ابان بھینگا اور

مبروص تھا، ولید شرابخور اور بیباک تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ باپ کے قتل ہونے کے وقت نشہ میں تھا۔

عثمان کی خلافت کے زمانہ میں ۲۵ ہجری میں اسکندریہ وافریقہ وغیرہ فتح ہوئے اور ۲۶ ہجری میں عثمان عمرہ کے ارادہ سے مکہ گیا اور مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا، اور ۲۹ رہجری میں عثمان نے حج کیا اور دو رکعت نماز کو چار رکعت قرار دیا اور بدعت کی، اسی سال مسجد نبوی کی توسیع کی گئی اور ۳۰ رہجری میں عثمان نے حکم دیا کہ مصاحف وقرآن جمع کریں اور چند مصحف لکھے گئے اور کوفہ وبصرہ وشام ومکہ ویمن وبحرین میں سے ہر ایک کے لیے ایک نسخہ بھیجا گیا، اور ۳۱ رہجری میں اوسفیان بن حرب اور حکم بن ابوالعاص فوت ہوئے اور اسی سال میں یزدجرد جو کہ ایران کا آخری بادشاہ تھا مارا گیا اور آل دارا کی حکومت اڑھائی سوسال یا چار سوسال بعد ختم ہوگئی، اور ماہ رمضان ۳۲ رہجری میں جناب عباس رسول خداؐ کی چچا نے وفات پائی اور ان کی قبر بقیع میں اسی گنبد میں ہے کہ جس میں آئمہ بقیع علیہم السلام دفن ہیں اور اسی سال جناب ابوذر غفاریؓ، عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود نے وفات پائی۔

اور ۳۳ رہجری میں مقداد بن اسود کندی رضوان اللہ علیہ نے مقام جرف میں جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ دور ہے وفات پائی ان کا جنازہ وہاں سے اٹھا کر لے آئے اور انہیں بقیع میں دفن کیا اور جس قبر کی شہروان میں ان کی طرف نسبت دی جاتی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، ہاں البتہ احتمال ہے کہ وہ فاضل مقداد سیوری یا مشائخ عرب میں سے کسی کی قبر ہو اور مقداد ان چار ارکان میں سے ایک ہیں کہ جن کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ان سے مجھے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور چار افراد میں سے ایک ہیں کہ جنت جن کی مشتاق ہے اور ضباعۃ بنت زبیر بن عبدالمطلب ان کی زوجہ تھیں، اور تمام غزوات میں رسول خدا کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا اور ان کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں اور اس باب میں وہ حدیث کافی ہے کہ جسے کشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ تمام لوگ پلٹ گئے مگر تین اشخاص سلمان ابوذر ومقداد۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ عمار فرمایا وہ ادھر اُدھر ہوا پھر پلٹ آیا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ایسے شخص کو چاہتے ہو کہ جس نے شک نہیں کیا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی چیز داخل ہوئی ہے تو وہ مقداد ہے اور مقداد کی وفات سلمان کی وفات سے تین سال پہلے ہوئی ہے، کیونکہ جناب سلمان نے چھتیس (۳۶) ہجری میں مدائن میں وفات پائی ہے جیسا کہ قاضی نوراللہ نے مجالس المومنین میں فرمایا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کی خلافت اور آپ کے ناکثین وقاسطین ومارقین سے جہاد کرنے کا ذکر

جس دن عثمان قتل ہوا لوگوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی بیعت پر اتفاق کر لیا، پس آپ بعد کئی ناخوشگواریوں کے مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے، اور آپ کی خلافت (ظاہری) کی مدت چار سال نو ماہ اور کچھ دن تھی اور اس مدت کا اکثر حصہ ناکثین (بیعت توڑنے والوں) وقاسطین (حق سے منحرف ہونے والوں) اور مارقین (حق سے نکل جانے والوں) سے جہاد کرنے میں گزرا۔ ان واقعات کی تشریح طولانی ہے، البتہ مناسب ہے کہ اس کتاب مستطاب میں ان واقعات میں سے ہر ایک کی طرف مختصر اشارہ ہو جائے۔

جنگ جمل کا اجمالی ذکر

۳۶ ہجری میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل کے دفاع کے لیے بصرہ کی طرف کوچ فرمایا اور اسی سال دس جمادی الاول کو جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا اور اس میں حضرت عائشہ کے لشکر سے تیرہ ہزار افراد مارے گئے، اور آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے پانچ ہزار۔

اس جنگ کی ابتدا طلحہ وزبیر سے ہوئی کہ جنہوں نے بیعت توڑ دی اور عمرہ کے بہانے مدینہ سے نکلے اور مکہ کی طرف چل پڑے اور اس وقت حضرت عائشہ مکہ میں تھی اور عبداللہ بن عامہ بھی جو کہ بصرہ میں عثمان کا گورنر تھا، عثمان کے قتل اور لوگوں کے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کر لینے اور آنحضرت کے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا گورنر بنانے کے بعد بصرہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس نے مکہ میں پہنچ کر طلحہ وزبیر اور عائشہ کی مدد کی، اور عسکر نامی اونٹ جو اس نے یمن سے دوسو دینار میں خریدا تھا عائشہ کے لیے لے آیا اور انہیں بصرہ کی طرف لے چلا، جب وہ مقام حواب پر پہنچے تو حواب کے کتے بھونکنے لگے اور انہوں نے عائشہ کے اونٹ پر حملہ کر دیا، عائشہ نے اس جگہ کا نام پوچھا تو اس کے اونٹ کو ہانکنے والے نے کہا یہ حواب ہے۔

عائشہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اسے آنحضرتؐ کی فرمائش یاد آئی کہ آپؐ نے اسے اس واقعہ کی خبر دی تھی اور عائشہ کو اس سے ڈرایا تھا، اور کہنے لگی مجھے مدینہ کی طرف واپس لے چلو، ابن زبیر اور طلحہ نے پچاس افراد کے ساتھ جھوٹی گواہی دی کہ یہ جگہ حواب نہیں ہے اور اس شخص نے اس جگہ کا نام بتانے میں غلطی کی ہے اور وہاں سے چل کر بصرہ میں پہنچ گئے اور جاحظ نے کے حق میں کیا

خوب کہا ہے۔

جاءت مع الا شقین فی هووج
ترجی الی البصرة اخبارها
کانها فی فعلها هرة
ترید ان تاکل اولادها

بدبخت لوگوں کے ساتھ محمل میں سوار ہو کر آئی، اس کے لشکر بصرہ کی امید لگائے ہوئے تھے گویا کہ وہ اپنے اس کارنامے میں بلی ہے کہ جو اپنی اولاد کو کھا جانا چاہتی ہے۔

اور جب بصرہ میں پہنچے تو ایک رات عثمان بن حنیف گورنر حضرت امیر المومنین کے گھر پر حملہ کر دیا اور اسے قید کر کے بہت کچھ زدوکوب کیا اور اس کی داڑھی کے بال اکھاڑ لیے، پھر بیت المال کی طرف گئے تو خزانچی اور محافظین مانع ہوئے انہوں نے بعض کو تو زخمی اور بے بس اور ستر افراد کو شہید کر دیا کہ جن میں سے پچاس افراد بند کر کے قتل کئے گئے اور حکیم بن جبلہ عبدی کو بھی جو کہ قبیلہ عبدالقیس کا سردار تھا مظلومی کے عالم میں قتل کر دیا۔

جب طلحہ وزبیر کے خروج کو چار مہینے گزر گئے تو جناب امیر المومنین علیہ السلام سات سو شاہ سواروں کے ساتھ کہ جن میں اہل بدر وانصار بھی تھے ان کے دفاع کے لیے مدینہ سے چلے اور پے در پے مدینہ اور قبیلہ طے کا لشکر آ کر آپؑ کی کمک کے لیے ملحق ہوتا رہا، اور جب آپ ربذہ کے علاقہ میں پہنچے تو ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا جو کہ اس وقت کوفہ کا گورنر تھا کہ لوگوں کو جہاد کے لیے روانہ کرے لیکن ابوموسیٰ نے لوگوں کو جہاد سے منع کر دیا۔

جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے قرظۃ بن کعب انصاری کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میں نے تجھے کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا ہے اے جولا ہے کہ بیٹے یہ پہلی اذیت وتکلیف ہے جو تیری طرف سے مجھے ہوئی، بلکہ ہمیں تجھ سے کئی مصیبتیں جھیلنا ہوں گی، اور ظاہراً یہ اشارہ ہے اس چیز کی طرف جو ابوموسیٰ سے نصب حکمین (جو کہ ابوموسیٰ اور عمروعاص تھے) کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔

اور جب آپ مقام ذیقار میں پہنچے تو امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ کوفہ کے لوگوں کو اہل بصرہ کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ کریں، پس وہ دونوں بزرگوار کوفہ میں پہنچے اور تقریباً سات ہزار افراد اہل کوفہ نے ان کی موافقت کی، اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب کے ساتھ جا ملے، پھر حضرت اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپؑ کے ساتھ ابوایوب انصاری، خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین، ابوقتادہ، عمار یاسر، قیس بن سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عباس، قثم بن عباس، حسنین، محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن جعفر، اولاد عقیل اور کچھ بنی ہاشم کے نوجوان اور مہاجرین وانصار سے مشائخ بدر تھے۔

پس جب جنگ کی صفیں تیار ہو گئیں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مسلم مجاشعی کو قرآن مجید دے کر میدان کی طرف

بھیجا تا کہ لوگوں کو حکم قرآن کی طرف دعوت دے، بصریوں نے مسلم کو تیروں کا نشانہ بنایا اور اسے شہید کر دیا تو لوگ مسلم کا جنازہ اٹھا کر حضرت کی خدمت میں لے آئے، اس کی والدہ اس واقعہ کے وقت موجود تھی اور اس نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں یہ اشعار کہے۔

یارب ان مسلماً اتا هم بمصحف ارسله مولا هم:

یتلو کتاب الله لا یخشا هم

وامه قائمة تراهم

فخضبو ابرمة ظباهم

اے پروردگار مسلم ان کے پاس قرآن لے کر آیا اُسے ان کی طرف ان کے مولا نے بھیجا تھا، اور وہ ان سے خوف کھائے بغیر کتاب خدا کی تلاوت کرتا تھا اور اس کی ماں کھڑے ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی، پس انہوں نے اس کے خون سے اپنی تلواروں کی دھاروں سے رنگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ تم میں سے کوئی شخص جنگ کی ابتداء نہ کرے، اور تیر و نیزہ نہ چلائے، مجبوراً آپ کے اصحاب منتظر تھے کہ کیا ہوتا ہے، اچانک عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی میمنہ لشکر سے اپنے بھائی کا جنازہ لے کر آیا جسے بصریوں نے قتل کر دیا تھا اور میسرہ لشکر سے بھی ایک شخص کو اٹھا لائے کہ جو بصریوں کے تیر سے مارا گیا تھا اور عمار یاسر بھی دونوں صفوں کے درمیان تشریف لے گئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تا کہ وہ شاید گمراہیوں سے منہ پھیر لیں تو ان پر بھی انہوں نے تیر برسائے۔

پس عمار واپس گئے اور کہنے لگے اے علیؑ آپ کس چیز کے منتظر ہیں، یہ لشکر جنگ وجدال کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں رکھتا، امیر المومنین علیہ السلام بغیر ہتھیار لگائے اپنی صف لشکر سے باہر نکلے اور اس وقت آپؑ سرکار رسالتؐ کے دلدل پر سوار تھے، آپؑ نے زبیر کو پکارا، زبیر ہتھیاروں میں غرق حضرت کے پاس آیا، عائشہ زبیر کے حضرت امیرؑ کے پاس جانے سے خوفزدہ ہوئی اور کہنے لگی میری بہن اسماء بیوہ ہوگئی، تو لوگوں نے اس کو بتایا کہ گھبراؤ نہیں امیر المومنینؑ ہتھیار کے بغیر ہیں، تب عائشہ کو اطمینان ہوا۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؑ نے زبیر سے فرمایا کہ تو کس لیے مجھ سے جنگ کرنے آیا ہے، کہنے لگا عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے، آپؑ نے فرمایا ہم میں سے خدا اس کو قتل کرے جو خون عثمان میں شریک تھا، ہاں اے زبیر تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے رسول خداؐ سے ملاقات کی اور آپؐ گدھے پر سوار تھے، جب آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا اور مجھ کو سلام کیا، اور تو بھی ہنسا، اور کہا اے رسول خداؐ علی اپنے تکبر سے دستبردار نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا علی میں تکبر نہیں ہے، کیا تو اس سے محبت کرتا ہے، تو نے کہا خدا کی قسم میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تو از روئے ظلم اس سے جنگ کرے گا۔

زبیر نے جب یہ حدیث سنی تو کہنے لگا استغفر اللہ میں اس حدیث کو بھول چکا تھا، اگر مجھے یاد ہوتی تو آپؑ سے جنگ کرنے

کے لیے نہ آتا۔ اب میں کیا کروں، کام ہو چکا ہے دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف بستہ ہیں اور اب میدان جنگ سے میرا نکل جانا میرے لیے ننگ و عار ہے، آپؑ نے فرمایا ننگ و عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے پس زبیر واپس چلا گیا اور اپنے بیٹے عبداللہ سے کہنے لگا مجھے علی نے ایسی بات یاد دلائی ہے کہ جسے میں بھول چکا تھا، لہذا میں اس سے جنگ کرنے سے دست بردار ہو گیا ہوں، اس کا بیٹا کہنے لگا خدا کی قسم یہ بات نہیں، بلکہ تو اولاد عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گیا ہے، اور اس میں تو حق بجانب ہے، چونکہ وہ بڑی بھی ہیں اور تیز بھی کہ جنہیں بہادر نوجوان نے اٹھا رکھا ہے۔

زبیر کہنے لگا خدا کی قسم یہ بات نہیں، مجھے کوئی خوف نہیں، بلکہ میں نے ننگ و عار کو جہنم کی آگ پر ترجیح دی ہے، تب کہنے لگا اے بیٹا کیا بزدل انسان یہ کام کر سکتا ہے جو میں نے کیا ہے، پس اس وقت وہ جنگ سے منہ پھیر کر وادی السباع کی طرف چل دیا، اور اس وادی میں احنف بن قیس بنی تمیم کے ایک گروہ کے ساتھ علیحدگی اختیار کئے ہوئے موجود تھا، اس کو ایک شخص نے بتایا کہ یہ زبیر ہے وہ کہنے لگا مجھے زبیر سے کیا سروکار، حالانکہ اس نے دو عظیم گروہوں کو آپس میں لڑا دیا اور خود سلامتی کا راستہ اختیار کر لیا۔

پس بنی تمیم کا ایک گروہ زبیر کی طرف گیا اور عمرو بن جزموز ہان سے پہلے زبیر کے قریب پہنچ گیا، اس نے دیکھا کہ زبیر نماز پڑھنا چاہتا ہے جب زبیر نماز میں مشغول ہوا تو عمرو نے اس پر تلوار چلائی اور اسے قتل کر دیا اور ایک قول ہے کہ اسے سوتے میں قتل کر دیا۔ اور پھر زبیر کی انگوٹھی اور تلوار لے کر اور ایک قول ہے کہ اس کا سر نیزہ پر سوار کر کے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس لے آیا ،آپ نے زبیر کی تلوار ہاتھ پر اٹھائی اور فرمایا "سیف طالما فلی الکرب عن وجہ رسول" اللہ یہ تلوار ہے کہ جس نے کئی ضربتیں رسول خداؐ کے چہرے سے دور کیں، زبیر کوئی کمزور شخص نہیں تھا، لیکن یہ موت ہے اور برا بچھڑنا ہے، اور صفیہ کے بیٹے کا قاتل جہنم کی آگ میں جائے گا، عمرو بن جرموز نے جب جہنم کی آگ کی بشارت سنی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

اتیت علیا براس الزبیر
وقد کنت ارجوبه الزلفة۔
بالنار قبل العیان
وبئس بشارة ذی التحفة لسیان
عندی قتل الزبیر
وضرطته بذی الحجفة

میں علیؑ کے پاس زبیر کا سر لے کر آیا اور اس کے لانے سے مجھے قرب کی امید تھی تو علیؑ نے دیکھنے سے پہلے آگ کی بشارت دی اور تحفہ لانے والے کے لیے بری بشارت ہے، میرے نزدیک یہ دونوں چیزیں برابر ہیں، زبیر کا قتل کرنا یا وادی ذی الحجفہ میں بکری کا پادنا۔ زبیر کی عمر قتل کے وقت پچھتر سال تھی، اور اس کی قبر وادی السباع میں ہے۔

اور طلحہ کو مروان بن الحکم نے اس کی رگ اکحل (بازو کی ایک رگ ہے) پر تیر مارا، اس سے اتنا خون نکلا کہ وہ مر گیا اور بصرہ

میں دفن ہوا۔

بہر حال امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر کا علم جنگ جمل میں آپؑ کے فرزند محمد کے پاس تھا اور محمد کو آپؑ نے حکم دیا کہ لشکر پر حملہ کرو، چونکہ محمد کے مدمقابل بصری تیر برسا رہے تھے تو محمد نے تاخیر کی اور منتظر تھے کہ تیروں کی بارش کم ہو تو حملہ کریں، حضرتؑ نے محمد سے فرمایا کہ تیروں کی بارش کے درمیان ہی حملہ کرو، کیونکہ موت کی ڈھال تیرے اوپر ہے، پس جناب محمد نے حملہ کیا لیکن تیروں کے درمیان جا کر رک گیا، حضرتؑ ان کے پاس گئے اور تلوار کا دستہ انہیں مارا اور فرمایا تیری ماں کی کمزوری تجھے لاحق ہوئی ہے، پس آپؑ نے محمد سے علم لے کر زبردست حملہ کیا اور آپؑ کے لشکر نے بھی سخت حملہ کر دیا اور جس طرح تیز آندھی خس وخاشاک کو اڑاتی ہے وہ لشکر بصرہ کو اسی طرح اپنے آگے ہانک رہے تھے، اور کعب بن سور قاضی اس دن قرآن کو حمائل کئے ہوئے بنوضبہ کے قبیلہ کے ساتھ عائشہ کے اونٹ کو گھیرے ہوئے تھا اور بنوضبہ یہ رجز پڑھتے تھے۔

ہم بنوضبہ ہیں اصحاب جمل، ہم موت کا مقابلہ کرتے ہیں، جب موت پڑاؤ ڈال دے اور موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھی ہے، اور ستر ہاتھ بنوضبہ کے اس جنگ میں اونٹ کی مہار کی وجہ سے کٹے اور جس کا ہاتھ کٹ جاتا اور وہ مہار کو چھوڑ دیتا تو دوسرا شخص مہار کو تھام لیتا اور جتنا بھی اس اونٹ کے پاؤں کاٹتے پھر بھی وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا، یہاں تک کہ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، پھر کہیں وہ جا کر گرا، اس وقت بصریوں کو شکست ہوئی اور جنگ ختم ہوگئی۔

امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور حمیرا کے محمل پر سوٹی مار کر فرمایا، کیا تجھے پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ مجھ سے جنگ کرنے کے بعد باہر آجانا، آیا تجھے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ گھر میں بیٹھنا اور باہر نہ نکلنا خدا کی قسم ان لوگوں نے انصاف نہیں کیا، اپنی عورتوں کو تو پردہ کے پیچھے چھپا رکھا ہے تجھے گھر سے باہر لے آئے ہیں۔

پس محمد عائشہ کے بھائی نے اپنی بہن کو محمل سے باہر نکالا، امیر المومنین علیہ السلام کے حکم سے عائشہ کو صفیہ بنت حارث بن ابوطلحہ کے گھر لے گئے اور یہ واقعہ جمعرات کے دن دس جمادی الثانی ۳۶ھ ہجری بصرہ میں حربیہ نامی مقام پر رونما ہوا، اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں سے پانچ ہزار اور اہل بصرہ واصحاب جمل میں سے ۱۳ تیرہ ہزار افراد مارے گئے، اور زید بن صوحان بھی جو ابدال میں شمار ہوتے تھے جنگ جمل میں شہید ہوئے، جب زمین پر گرے تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے، اے زید تیرا دنیاوی خرچ کم اور دینی مدد زیادہ تھی۔

اور کتاب رجال کبیر میں ہے کہ زید اور ان کے دونوں بھائی سجان خطیب اور صعصعہ جنگ جمل میں موجود تھے اور حضرت امیرؑ کا علم سحبان کے ہاتھ میں تھا، جب وہ شہید ہوا تو علم زید نے اٹھا لیا اور جب زید شہید ہوئے تو صعصعہ نے علم اٹھایا، اور صعصعہ نے معاویہ کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

پس حضرتؑ بصرہ میں داخل ہوئے اور خطبہ پڑھا کہ جس کے بعض فقرے یہ تھے۔

''اے عورت کا لشکر، اے چوپائے پیروی کرنے والے وہ بلبلایا اور چیخا تو تم نے لبیک کہا، اس کے پاؤں کٹ گئے تو تم

بھاگ کھڑے ہوئے، تمہارے اخلاق پتلے ہیں اور تمہارے اعمال و کردار منافقانہ ہیں، اور تمہارا دین ٹیڑھا پن اور پھوٹ ڈالنا ہے اور تمہارا پانی بہت نمکین اور کھاری ہے''۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دوسرے خطبوں میں بھی کئی دفعہ اہل بصرہ کی مذمت کی ہے، خلاصہ یہ کہ آپؑ نے جنگ کے بعد عفو وصلح سے کام لیا اور حکم دیا کہ عائشہ کو راحت و آرام سے مدینہ کی طرف واپس کیا جائے اور عبداللہ بن زبیر و ولید بن عقبہ و اولاد عثمان اور دوسرے بنی امیہ کو معاف کر دیا اور ان سے درگزر فرمایا، اور حسنین علیہم السلام نے مروان بن الحکم کی سفارش کی تو آپ نے اس سے بھی درگزر فرمایا اور انہیں قتل ہونے سے محفوظ رکھا اور جنگ کا واقعہ طویل ہے یہ مختصر تو اس کا اجمالی خاکہ تھا۔ واللہ العالم

جنگ صفین اور شہادت عمار وغیرہ کا اجمالی ذکر

جمعرات کے دن ماہ شوال ۳۶ رہجری میں امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کے دفاع کے لیے صفین میں جانے کا ارادہ فرمایا، اور ابومسعود عقبہ بن عامر انصاری کو کوفہ میں اپنی جگہ پر چھوڑا اور مدائن و انبار کے راستہ سے کوچ کر کے مقام رقہ میں پہنچے ،حضرتؑ کے لیے ایک پل بنایا گیا کہ جسے آپؑ نے عبور فرمایا اور آپؑ کے لشکر کی تعداد نوے ہزار تھی، اور ادھر سے معاویہ پچاسی ہزار کو آپؑ سے لڑانے کے لیے لے کر صفین میں آیا اور اس سے پہلے کہ امیر المومنین علیہ السلام وہاں پہنچتے معاویہ نے پیش دستی کی اور فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور ابوالاعور سلمی کو چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ گھاٹ پر موکل کر دیا۔

جب امیر المومنین علیہ السلام صفین میں پہنچے تو پانی آپؑ پر بند کر دیا گیا، آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا غلبہ ہوا عمرو عاص نے معاویہ سے کہا چھوڑ و علی اور ان کے اصحاب کو پانی لینے دو، ورنہ اہل عراق اپنی تیز دھار تلواروں کے ساتھ ہمارا قصد کر دیں گے، وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم انہیں پیاس میں مرنا ہوگا جس طرح عثمان پیاسا دنیا سے گیا ہے۔ اور جب آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا زیادہ اثر ہوا تو اشعث چار ہزار کے ساتھ گھاٹ کی طرف چلا اور مالک اشتر بھی چار ہزار افراد کے ساتھ اس کے پیچھے چلے اور امیر المومنین علیہ السلام باقی لشکر کے ساتھ مالک اشتر کے پیچھے ہوئے، اشعث نے معاویہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور آخر کار اسے گھاٹ سے دور کر دیا اور ان میں سے بہت سے افراد کو ہلاک و غرق کر دیا۔

چونکہ امیر المومنین علیہ السلام کا پورا لشکر حرکت میں آ گیا تھا کہ جس کے مقابلہ کی ہمت معاویہ میں نہ تھی، لہٰذا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا، اور امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر معاویہ کے لشکر والی جگہ پر جا پہنچا اور پانی پر ان کا قبضہ ہو گیا، معاویہ کو پیاس کا ڈر لگا اور حضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا اور پانی لینے کی اجازت چاہی، آپؑ نے ان کے لیے پانی کو مباح قرار دیا، اور حکم جاری کیا کہ کوئی شخص انہیں پانی لینے سے مانع نہ ہو۔

پہلا دن جب میدان صفین میں ورود کو دو دن گزر گئے تو محرم الحرام کا چاند نظر آیا تو امیر المومنین نے معاویہ کے پاس پیغام

بھیجا اور اسے اتحاد کلمہ اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے کی دعوت دی اور بہت سے خطوط کا ردو بدل ہوا اور آخر کار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ محرم الحرام کے ختم ہونے کے بعد جنگ ہوگی، جب محرم کے دن ختم ہوئے اور ۷ ۳۷ ہجری صفر کی پہلی بدھوار کی صبح نمودار ہوئی تو لشکر عراق شام کے لشکر کے مدمقابل صف آراء ہوا اور امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر سے مالک اشتر باہر نکلے اور معاویہ کی طرف سے حبیب بن مسلم (سلمہ خ ل) فہری، اور اس دن بہت جنگ ہوئی اور طرفین سے کافی لوگ مارے گئے اور زخمی ہوئے۔

دوسرا دن! ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مرقال سعد بن ابی وقاص کا بھتیجا لشکر عراق کی طرف سے مبارزت کے لیے نکلا اور لشکر شام کی طرف سے سفیان بن عوف معروف بہ ابوالاعور اسلمی اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اس دن جنگ ان دو افراد اور ان کے ساتھیوں کے درمیان ہوئی یہاں تک کہ دن ختم ہوا اور طرفین سے بہت سے لوگ مارے گئے۔

تیسرا دن! ابوالیقضان عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ اہل بدر میں سے مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے، اور معاویہ کے لشکر سے عمرو عاص اہل شام میں سے اپنے آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور ظہر تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، پھر جناب یاسر عمار نے سخت حملہ کیا اور عمرو کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا اور معاویہ کے لشکر تک پہنچ گئے، اور اہل شام کے لشکر کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

چوتھا دن! محمد حنفیہ قبیلہ ہمدان کے جوانمردوں کے ساتھ باہر نکلے اور شامیوں کی طرف سے عبیداللہ بن عمر حمیر ولخم وخدام کے گروہ کے ساتھ محمد کے مقابلہ میں آیا اور عبیداللہ بن عمر کے معاویہ سے مل جانے کا سبب یہ تھا کہ جس وقت ابولولو نے عمر کو قتل کر دیا اور ابو لولو ایران کے علاقہ میں ہرمزان کا غلام تھا، تو عبیداللہ نے بلا وجہ ہی ہرمزان کو قتل کر دیا، اور کہنے لگا کہ مدینہ اور مدینہ کے علاوہ کسی جگہ کوئی ایرانی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا، جب خلافت (ظاہری) امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو عبیداللہ اس ڈر کے مارے کہ کہیں حضرت علی علیہ السلام اسے ہرمزان کی وجہ سے قتل نہ کر دیں بھاگ کھڑا ہوا اور شام میں معاویہ سے جاملا، یہاں تک کہ اس دن وہ محمد سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اس کے اور محمد کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، عراقیوں کو فتح ہوئی اور عبیداللہ اس دن کے آخر میں بچ نکلا۔

پانچواں دن! عبداللہ بن عباس عازم جنگ ہوئے، معاویہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور سخت لڑائی ہوئی اور ولید نے اولاد عبدالمطلب کو سب وشتم کیا، اور وہ سخت دن تھا تاہم ابن عباس غالب رہے۔

چھٹا دن! سعید بن قیس ہمدانی ہمدان کے سردار نکلے اور معاویہ نے ذوالکلاع کو ان سے جنگ کے لیے بھیجا اور طرفین میں سخت جنگ ہوئی۔

ساتواں دن! قرعہ جنگ مالک اشتر نخعی کے نام نکلا، اور معاویہ کے لشکر سے حبیب بن سلمہ فہری عازم جنگ ہوا اور اس دن بھی سخت جنگ ہوئی۔

آٹھواں دن! حضرت امیر المومنین علیہ السلام عازم جنگ ہوئے جب کہ سفید عمامہ سر پر باندھے رسول خدا کے دلدل پر

سوار تھے اور لوگوں کو جہاد پر اکسار ہے تھے اور انہیں آداب جنگ کی تعلیم فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ بیشک تم اللہ کی نظر رحمت اور رسول خداؐ کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو، بار بار حملہ کرنے کے عادی بنو اور بھاگ جانے کو قبیح سمجھو، کیونکہ یہ صدیوں تک کے لیے (یا آئندہ نسلوں کے لیے) ننگ و عار اور قیامت کے دن کے لیے جہنم کی آگ ہے اور اس سواد اعظم (کثرت لشکر) اور تنے ہوئے خیمے کو نظر میں رکھو، اس کے وسط میں مارو، کیونکہ شیطان اپنے راستہ پر بیٹھا ہے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے، اگلا پاؤں کود جانے کے لیے آگے کئے ہوئے اور پچھلا پاؤں پیچھے ہٹنے کے لیے پیچھے کئے ہوئے ہے۔

پس صبر جمیل اختیار کرو یہاں تک کہ حق کے چہرہ سے پردہ ہٹ جائے اور تم ہی بلند تر ہو اور اللہ تمہارا ساتھی ہے اور تمہارے کردار تمہیں گھبراہٹ میں نہ ڈالیں۔

نواں دن! دوبارہ امیر المومنین علیہ السلام مبارزہ کے لیے نکلے اور سخت جنگ ہوئی اور اس دن عمار یاسر داد شجاعت و مردانگی دیتے اور فرماتے تھے بیشک میں ایسی قوم کے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لگا تار جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ باطل کاروں کو شک ہونے لگے گا کہ خدا کی قسم اگر وہ ہمیں شکست دے دیں، یہاں تک کہ وہ ہمیں ہجر شہر کی کھجوروں کی شاخوں تک پہنچا دیں، تب بھی ہم حق پر اور وہ باطل پر ہوں گے، پس عمار یاسر نے حملہ کیا اور نمایاں جنگ کی اور اپنی جگہ کی طرف پلٹ آئے اور پانی مانگا، بنی شیبان کی ایک عورت آپؓ کے لیے دودھ کا ایک پیالہ لے آئی، جب عمار نے دودھ کا پیالہ دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور کہا آج کا دن وہ ہے کہ جس میں میں شہید ہوں گا اور اپنے دوستوں سے اس (آخرت کے) گھر میں ملاقات کروں گا۔

پس رجز پڑھا اور جنگ کی یہاں تک کہ ابوالہاویہ (ابوالعاویہ خ ل) عاملی اور ابوحواسکسکی نے انہیں آخر دن میں شہید کر دیا، اور اس وقت آپ کی عمر ۹۳ سال تھی، عمار کی شہادت نے جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بڑا اثر کیا اور خود آپؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ صفین ہی میں دفن ہوئے۔ رضوان اللہ علیہ

اور کتاب مجالس المومنین میں ہے کہ جب عمار نے شربت شہادت نوش فرمایا تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کا سر اپنے زانوے مبارک پر رکھا اور فرمایا،

ایها الموت الذی لست تارکی ارحنی فقد افنیت کل خلیل
وراك بصیرا اجهم کانك تنحونحوهم بدلیل

اے موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے، مجھے راحت پہنچا، تو نے تو میرے سارے دوست فنا و برباد کر دیئے ہیں، میں تجھے ان کے متعلق بابصیرت سمجھتا ہوں کہ جن سے مجھے محبت ہے گویا تو کسی رہبر کے ذریعہ انہیں کا قصد کرتی ہے، پھر آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کے کلمہ کے ساتھ زبان مبارک کھولی اور فرمایا جو شخص عمار کی وفات پر دل تنگ نہ ہو، اس کا مسلمانی میں کوئی حصہ نہیں، خداوند

عالم اس وقت عمار پر رحمت کرے جس وقت نیک و بد کے متعلق سوال کرے، جب کبھی میں نے رسول خداؐ کی خدمت میں تین اشخاص دیکھے تو چوتھے عمار ہوتے تھے اور اگر چار دیکھے تو پانچویں عمار ہوتے، عمار پر ایک مرتبہ بہشت واجب نہیں ہوئی، بلکہ وہ کئی مرتبہ اس کے مستحق قرار پائے ہیں، جنت عدن ان کے لیے تیار، مہیا اور خوشگور ہیں۔

جب انہوں نے عمار کو شہید کیا ہے تو حق عمار کے ساتھ تھا اور وہ حق کے مددگار تھے، جیسا کہ رسول خداؐ نے عمار کے متعلق فرمایا ''کہ حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے جدھر عمار گردش کرے''۔

اس کے بعد جناب علی علیہ السلام نے فرمایا عمار کو شہید کرنے ولا، ان کو گالیاں دینے والا اور ان کے اسباب جنگ کو لوٹنے والا جہنم کی آگ میں معذب ہوگا، پھر آپ آگے بڑھے اور عمار کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ

خلاصہ یہ کہ جب عمار کی شہادت ہوئی تو جناب امیر المومنینؑ کے لشکر میں شورش واضطراب پیدا ہوا، پس سعید بن قیس ہمدانی قبیلہ ہمدان کے ساتھ اور قیس بن سعید بن عبادہ انصاری قبیلہ انصار کے ساتھ اور ربیعہ وعدی بن حاتم قبیلہ طے کے ساتھ آگے بڑھے اور ان سب نے لشکر شام پر حملہ کر دیا اور قبیلہ ہمدان ان میں سے زیادہ تھے اور انہوں نے لشکر شام کے قدم اکھاڑ دیئے، یہاں تک کہ اسے معاویہ کی قیام گاہ تک پہنچا دیا۔

اور ایک روایت ہے کہ جب عمار شہید ہو گئے تو خزیمۃ بن ثابت نے (جو ذوالشہادتین کے لقب سے مشہور تھے) ہتھیار اپنے بدن سے اتار ڈالے اور خیمہ کے اندر جا کر غسل کیا، پھر تلوار نیام سے نکالی اور کہنے لگے کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ شہید کرے گا، پس وہ بزرگوار بھی جنگ کر کے شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ علیہ

اور جنگ صفین کے موقعہ پر امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر سے فرمایا کہ قاریان قرآن کے ساتھ مل کر اہل حمص و قنسرین سے جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھو، مالک اشتر آگے بڑھے اور ان کے بہت سے لوگ قتل کئے اور مرقال نے بھی اس گیرودار میں لشکر معاویہ کے ساتھ سخت جنگ کی اور ذوالکلاع اور طائفہ حمیر سے جنگ کے لیے تیار ہوئے اور ان کے علمبردار کو سترہ افراد سمیت قتل کیا اور اچانک ذوالکلاع کے لشکر پر حملہ کر دیا اور بہت سوں کو خاک ہلاکت میں پھینکا اور آخر کار شربت شہادت نوش فرمایا، اور ادھر سے ذوالکلاع بھی مارا گیا اور مرقال کا علم ان کے بیٹے نے ہاتھ میں لیا اور وہ جنگ میں مشغول ہو گیا اور عمار و مرقال کی شہادت کے بعد صفوان وسعد خذیفہ بن الیمان کے بیٹے شہید ہوئے۔

اور عبداللہ بن حارث مالک اشتر کے بھائی بھی عبداللہ وعبدالرحمن بدیل بن ورقاء خزاعی کے بیٹوں اور قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوئے اور معاویہ کے لشکر کے بہادروں میں سے ذوالکلاغ کے علاوہ بھی بہت سے لوگ مارے گئے کہ جن میں سے عبیداللہ بن عمر بھی تھا، وہ حریث بن جاب جعفی یا ایک قول کی بناء پر مالک اشتر نخعی کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی اور ایک فوجی نے اپنے خیمہ کی طناب میخ کے بجائے اس کے پاؤں سے باندھ رکھی تھی، اور عبیداللہ کی بیوی جو ہانی بن قبیصہ

شیبانی کی بیٹی تھی، اس کی لاش کی خواہاں ہوئی تو وہ اسے دے دی گئی۔

اور منقول ہے کہ جب ہاشم مرقال زخمی ہو کر زمین پر گرے تو جانکنی کے عالم میں ان کی نگاہ عبید اللہ بن عمر پر پڑی کہ وہ زمین پر پڑا تھا تو مرقال اسی حالت میں بڑی مشکل سے عبید اللہ کی طرف اپنے آپ کو کھینچ لائے اور اپنے آپ کو اس پر گرا لیا اور اس کا پستان دانتوں سے پکڑ لیا، یہاں تک کہ اسے تکلیف و درد محسوس ہوا اور وہ دنیا سے چل بسا۔

خلاصہ یہ کہ جب عمار و مرقال اور دوسرے کچھ امراء لشکر امیر المومنین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ نے لوگوں کو جنگ کے لیے ابھارا اور قبیلہ ربیعہ سے فرمایا تم میری زرہ اور نیزہ ہو، پس جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تو دس ہزار یا اس سے زیادہ بہادروں نے اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام خچر پر سوار تھے اور ان سے آگے آگے جا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ میں موت سے کس دن بھاگوں وہ دن جو مقدر نہیں کیا گیا یا وہ جو مقدر ہو چکا ہے، پس آپؑ نے حملہ کر دیا اور اس جماعت نے بھی ایک ہی دفعہ مل کر حملہ کیا اور معاویہ کے لشکر کی کوئی ہی صف ایسی ہو گی کہ جسے انہوں نے نہ الٹ دیا ہو، اور امیر المومنین علیہ السلام جس کسی کے قریب سے گزرتے اس پر ضرب کاری لگاتے اور اسے ہلاک کر دیتے، اسی طرح جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کے خیمہ تک پہنچ گئے، امیر المومنینؑ نے پکار کر کہا،

''اے معاویہ کیوں لوگوں کو مروا رہا ہے، میرے مقابلہ میں نکل آ تا کہ ہم جنگ کر لیں اور ہم دونوں میں سے جو بھی مارا جائے حکومت دوسرے کے لیے مخصوص ہو جائے''۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ نے تجھ سے انصاف کی بات کی ہے، معاویہ کہنے لگا، لیکن تو نے اس مشورہ میں انصاف نہیں کیا، کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ علیؑ وہ شخص ہے کہ جو کوئی بھی اس کے مقابلہ میں آیا وہ پھر سلامتی کا منہ نہیں دیکھ سکتا، اس قسم کی باتیں ان دونوں کے درمیان ہوئیں، بالآخر معاویہ نے عمرو عاص کو قسم دی کہ وہ علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے جائے، مجبوراً عمرو عاص بڑی ناپسندیدگی کے ساتھ آپ کے مقابلہ میں آیا۔

جیسے ہی امیر المومنین علیہ السلام نے اسے پہچانا تو تلوار بلند کی تا کہ اسے ضرب لگائیں، عمرو نے مکاری کی اور اپنی شرمگاہ کھول دی، آنحضرتؑ نے اس بے حیا سے منہ پھیر لیا، عمر نے اسے غنیمت سمجھا اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر میں جا پہنچا اور امیر المومنین علیہ السلام کی تلوار سے بچ گیا۔

مورخین نے اس سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ عمرو کے آپؑ کے مقابلہ میں آنے اور بھاگ جانے کو نقل کیا ہے اور معاویہ و عمرو کے درمیان اس موقع پر کلمات لطیفہ رد و بدل ہوئے ہیں کہ جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جنگ صفین کی داستان طویل ہے اور اس جنگ میں لیلۃ الہریر میں حوشب ذوظلیم کا معاویہ کے لشکر سے مارا جانا وقوع پذیر ہوا، اور لیلۃ الہریر جمعہ کی رات تھی اور جنگ کے ہتھیار ختم ہو گئے، بالآخر دونوں لشکر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اور ایک دوسرے کو مکے اور تھپڑ مارتے تھے اور

امیر المومنینؑ نے پانچ سوتیئس (۵۲۳) افراد کو بہادر لوگوں میں سے قتل کیا اور جس کو قتل کرتے نعرہ تکبیر بلند فرماتے اور اس رات آنے والے دن تک جنگ جاری رہی اور زیادہ گرد وغبار کی وجہ سے فضا تاریک ہوچکی تھی اور نماز کے اوقات کا بھی پتہ نہیں چلتا تھا اور مالک اشتر نے نمایاں جنگ کی اور اس دن جو کہ جمعہ کا دن تھا قریب تھا کہ لشکر امیر المومنین علیہ السلام فتح حاصل کرلے کہ اہل شام کے بڑے بوڑھے فریاد اور چیخ وپکار کرنے لگے۔

"تمہیں خدا کی قسم عورتوں اور لڑکیوں کا خیال کرو وہ سب بیوہ اور یتیم ہوجائیں گی"۔ اور معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ اب جو حیلہ و بہانہ تجھ سے ہوسکتا ہے، اسے بروئے کار لا، کیونکہ ہم تو تباہ ہوگئے ہیں اور اسے مصر کی حکومت اور گورنری کی خوشخبری دی۔

عمرو عاص نے جو کہ مکر وفریب کے خمیر سے گندھا ہوا تھا لشکر کو پکار کر کہا کہ اے لوگو جس کے پاس قرآن ہو وہ اسے نیزہ پر بلند کردے، پس تقریباً پانچ سو قرآن نیزوں پر آگئے اور معاویہ کے لشکر سے فریاد بلند ہوئی کہ کتاب خدا ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔

نجاشی بن حارث نے اس واقعہ کے متعلق شعر کہے۔

فاصبح اهل الشام قد رفعوا القنا
عليها كتاب الله خير قرآن
ونادوا علياً يا بن عم محمد
اما تتقي ان تهلك الثقلان

پس اہل شام نے صبح کے وقت اللہ کی کتاب نیزوں پر بلند کی جو کہ بہترین قرآن ہے اور انہوں نے علیؑ کو پکار کر کہا اے محمدؐ کے چچازاد بھائی کیا آپ کو اس کا ڈر نہیں کہ دونوں گروہ ہلاک ہوجائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر نے جب یہ مکاری دیکھی تو ان میں سے اکثر اس فریب میں آگئے اور صلح پر آمادہ ہوگئے اور حضرت علیؑ سے کہنے لگے، اے علیؑ معاویہ حق بات کہتا ہے، آپ کو اس نے کتاب خدا کی طرف بلایا ہے اس کی بات کو قبول کر لیجئے، اور اشعث بن قیس اس معاملہ میں زیادہ سخت تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا یہ عمل مکر وفریب ہے وہ کہنے لگے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہمیں قرآن کی طرف بلایا جائے اور ہم اسے قبول نہ کریں، حضرتؑ نے فرمایا تم پروائے اور ہلاکت ہو میں ان سے اسی لیے تو جنگ کررہا ہوں کہ قرآن کے احکام کو اپنالیں اور انہوں نے نافرمانی کی ہے اور کتاب خدا کو پھینک دیا ہے لہذا اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے آجاؤ اور ان کے مکر وفریب میں نہ آؤ، کیونکہ معاویہ اور عمرو عاص وابن ابی معیط وحبیب بن سلمہ اور بنی نابغہ دیندار اور اہل قرآن نہیں ہیں، میں انہیں تم سے بہتر جانتا ہوں اور کئی اس قسم کی باتیں کہی گئیں۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے ان بدبختوں کو جتنی نصیحت کی انہوں نے قبول نہ کیا۔

اور آخر کار اشعث بن قیس (لعین) اور اس کے ساتھیوں نے آپ کو دھمکی دی کہ ہم آپؑ کے ساتھ وہی کچھ کریں گے جو لوگوں نے عثمان کے ساتھ کیا ہے، یعنی آپؑ کو ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیں گے اور مالک اشتر نخعی اور ان لوگوں کے درمیان بھی بہت سی باتیں ردوبدل ہوئیں، لیکن ان کا کوئی علاج نہ ہوسکا، مجبوراً امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کل تک تو امیر تھا، لیکن آج مامور ہو گیا ہوں اور کوئی شخص میرے حکم کی اطاعت نہیں کرتا۔

پس اشعث معاویہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے، معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر قرآن کی پیروی کریں، ایک شخص کو تم انتخاب کرو اور ایک کا ہم انتخاب کریں گے اور ان دونوں سے ہم عہد و پیمان لیں گے کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور ایک ایسے شخص کا انتخاب کریں کہ جو امت کا امیر و حاکم بن سکے، اشعث نے اس بات کو پسند کیا اور اشعث اور وہ لوگ جو خوارج کے رائے رکھتے تھے انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کو منتخب کیا، امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تم نے ابتدائے امر میں میری مخالفت کی ہے اب میری نافرمانی نہ کرو، میں ابوموسیٰ کو اس کام کے لیے پسند نہیں کرتا، اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے تو ہم بھی اس کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ قابل وثوق نہیں کہ وہ مجھ سے الگ ہو گیا ہے اور اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور دوسرے بہت سے برے کام کیے ہیں لہذا عبداللہ بن عباس کو انتخاب کرلو، لیکن اشعث اور اس کے ساتھیوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر ابن عباس کو قبول نہیں کرتے تو مالک اشتر کو منتخب کرلو، وہ کہنے لگے ہم ابوموسیٰ کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرتے، مجبوراً امیر المومنین علیہ السلام نے چارہ کار نہ ہونے کی بناء پر فرمایا جو کچھ چاہتے ہو کرو، پس انہوں نے کسی کو ابوموسیٰ کے پاس بھیجا اور تحکیم کے لیے بلایا اور ۳۸ ہجری و دومۃ الجندال میں حکمین نے ملاقات کی اور حکمین کی داستان اور عمرو عاص کا ابوموسیٰ کو دھوکہ دینا اور امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت سے الگ قرار دینا اور معاویہ کا نصب کرنا مشہور ہے، اس مقام پر اس کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

اہل تاریخ کے درمیان صفین میں قتل ہونے والوں کی تعداد میں اختلاف ہے، یحییٰ بن حصین کہتا ہے کہ جو لوگ ایک سو دس دن میں اندر صفین کے میدان میں جانبین سے مارے گئے ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار ہے کہ جن میں سے بیس ہزار اہل عراق اور باقی اہل شام تھے، مسعودی کہتا ہے ایک لاکھ پچاس ہزار سوار خدام اور اتباع کے علاوہ مارے گئے، اور انکو ملا کر تین لاکھ اور اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے۔

اور آل ابوطالب میں سے جو اس جنگ میں شہید ہوئے ایک محمد بن جعفر بن ابی طالب تھے، جیسا کہ ابوالفرج نے کہا ہے کہ محمد اور عبیداللہ بن عمر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے اور دست بگردن ہوئے اور طرفین سے ہر ایک کی مدد کے لیے لشکر آیا اور یہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے مارے گئے اور مورخین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ محمد اپنے بھائی عون کے ساتھ شوشتر کے علاوہ میں رزفول کے مقام کے نزدیک شہید ہوئے۔ واللہ العالم

جنگ نہروان کا مختصر ذکر

جب اہل شام نے عمرو عاص کے مکر وفریب کی وجہ سے قرآن نیزوں پر بلند کئے اور اشعث اور دوسرے خوارج جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں تھے جنگ سے دستبردار ہو گئے اور نصب حکمین پر بنا رکھی اور واقعہ تحکیم کے بعد قوم کے اندر سخت قسم کی دشمنی اور بغض پیدا ہو گیا اس طرح کہ بھائی بھائی سے، بیٹا باپ پر تبراء کرتا تھا، اور امیر المومنین علیہ السلام نے دیکھا کہ اختلاف کلمہ اور تفاوت رائے حاصل ہو گیا ہے اور معاملات سلجھنے والے نہیں تو آپ نے کوچ کا حکم دیا، پس سارے کے سارے لوگ کوفہ میں واپس آ گئے اور ادھر سے معاویہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ دمشق چلا گیا، امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں پہنچے ہی تھے کہ بارہ ہزار قاری وغیرہ حضرت علی علیہ السلام سے الگ ہو گئے، اور انہوں نے شبیب بن ربیع تمیمی کو اپنا امیر بنا لیا اور عبداللہ بن کواء یشکری کو اپنا پیش نماز مقرر کیا اور مقام حروراء کی طرف جو کہ ایک بستی ہے کوفہ چھوڑ کر چلے گئے، اسی بناء پر انہیں حروریہ کہتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام ان کی طرف گئے اور ان کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کئے تو یہ دوبارہ کوفہ واپس آ گئے، لیکن آپؑ کی عداوت اور بغض کی راہ پر تھے، اور کبھی کبھی بعض جسارت آمیز باتیں بھی آں جنابؑ سے کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ منبر پر تشریف فرما تھے کہ انہوں نے پکار کر کہا، یاعلی جزعت من البیة ورضیت بالقضیة و قبلت الدنیا لاحکم الا للہ، اے علیؑ آپؑ مصیبت سے گھبرا گئے حکمین کے فیصلہ کو پسند کیا اور پستی و ذلت کو قبول کر لیا نہیں ہے حکم وفیصلہ مگر اللہ کے لیے۔

حضرتؑ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں خدا کے حکم کا منتظر ہوں، وہ کہنے لگے آپؑ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ کے ساتھ ہیں یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو خدا تیرے عمل کو حبط وضائع کر دے گا اور البتہ تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہے۔

حضرت نے ان کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی کہ پس صبر کرو، بیشک خدا کا وعدہ حق ہے اور تجھے خفیف نہ بنا دیں وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ خوارج میں سے چار ہزار افراد نے امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف خروج کیا اور عبداللہ بن وہب راسی کی بیعت کر لی اور مدائن کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن خباب کو جو مدائن پر آپؑ کی طرف سے حاکم تھا شہید کر دیا اور اس کی بیوی کا جو کہ حاملہ تھی شکم چاک کر دیا اور بھی کئی عورتوں کو قتل کر دیا، اور امیر المومنینؑ اس وقت پینتیس (۳۵) ہزار افراد کے ساتھ کوفہ سے نکلے اور بصرہ سے آپؑ کے گورنر عبداللہ بن عباس نے بھی دس ہزار افراد آپؑ کی مدد کے لیے روانہ کئے کہ جن میں احنف بن قیس و حارثہ بن قدامہ سعدی تھے، اور یہ ۳۷ ہجری کا واقعہ ہے، پس آنحضرتؑ نے انبار میں توقف فرمایا یہاں تک کہ آپ کا لشکر جمع ہو گیا، پھر آپؑ نے ان

کے سامنے خطبہ دیا اور انہیں معاویہ سے جنگ کرنے کی تحریص کی۔

آپؑ کے لشکر نے معاویہ سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کی، اور کہنے لگے پہلے کو آپؑ کو خوارج سے جنگ کرنی چاہیے، مجبوراً حضرتؑ خوارج کے دفاع کے لیے نہروان کی طرف تشریف لے گئے اور پہلے اپنا قاصد ان کے پاس بھیجا، ان بدبختوں نے آپؑ کے قاصد کو شہید کر دیا اور پیغام بھیجا کہ اگر آپؑ اس تحکیم سے جو قرار دی ہے توبہ کر لیں تو ہم آپؑ کیا اطاعت و بعیت میں داخل ہو جائیں گے ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جایئے تا کہ ہم اپنے لیے کوئی امام منتخب کر لیں۔

حضرتؑ نے پیغام بھیجا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے پاس بھیج دو، تا کہ ہم ان سے قصاص لیں اور میں تم سے جنگ کرنے سے دستبردار نہیں ہوں گا تا وقت یہ کہ میں اہل مغرب کی جنگ سے فارغ ہولوں اور شاید ذات مقلب القلوب تمہیں گمراہی سے پھیر لے۔

انہوں نے آپؑ کے جواب میں پیغام بھیجا کہ ہم سب آپؑ کے اصحاب کے قاتل ہیں اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ہیں، اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا خوارج سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کرو، خدا کی قسم ان میں سے دس آدمی بچ نہیں سکیں گے اور تم میں سے دس آدمی شہید نہیں ہوں گے، اور تواتر کے ساتھ حضرتؑ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ خوارج نہر عبور کر چکے ہیں، لیکن حضرتؑ اس خبر کو قبول نہیں فرماتے تھے اور قسم کھا کر کہتے کہ انہوں نے نہر عبور نہیں کی اور نہ ہی کریں گے اور ان کی قتل گاہ رمیلہ میں نہر کے نچلے حصہ میں ہوگی۔

پس حضرتؑ اپنے لشکر کے ساتھ چل پڑے، یہاں تک کہ نہروان تک پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خوارج مقام رمیلہ میں نہر سے اس طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جس طرح کہ آپؑ فرماتے تھے، تب آپؑ نے فرمایا اللہ اکبر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا بزرگ و برتر ہے، رسول اللہؐ نے سچ فرمایا تھا۔

پس دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ ہو گئے، حضرت آگے کھڑے ہوئے اور خوارج کو حکم دیا کہ وہ توبہ کر لیں اور آپ کی طرف پلٹ آئیں، انہوں نے انکار کیا اور آپؑ کے لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیئے، تو اصحاب نے عرض کیا کہ خوارج ہم پر تیر برسا رہے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ تم جنگ سے باز رہو، یہاں تک کہ تین مرتبہ انہوں نے اس امر کو ظاہر کیا اور حضرتؑ ان سے فرماتے تھے کہ جنگ نہ کرو، بالآخر ایک شخص کو اٹھا لائے کہ جو خوارج کے تیروں سے مارا گیا تھا، حضرتؑ نے فرمایا اللہ اکبر اب ان سے جنگ کرنا حلال و جائز ہے، پس آپؑ نے جنگ کا فرمان جاری کر دیا، اور فرمایا ان پر حملہ کر دو اور خوارج میں سے چند آدمی حضرت امیرؑ سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں آئے کہ شاید وہ آپ کو شہید کر لیں اور جو بھی ان میں سے میدان میں آتا اور رجز پڑھ کر حضرتؑ کو پکارتا تو حضرتؑ اس کے مقابلہ میں جا کر اسے فی النار والسقر کر دیتے، اور ابوایوب انصاری نے زید بن حصین پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور عبداللہ بن وہب اور حرقوس بن زہیر سعدی جو خوارج کے مہرے تھے وہ بھی مارے گئے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت علیؑ کے لشکر سے نو افراد

مارے گئے اور خوارج سے دس افراد سے زیادہ سلامت نہ رہے، جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خوارج کے مقتولین میں جا کر دیکھو کہ مخدج بن ذوالثدیہ مارا گیا ہے یا نہیں، جتنا اسے لوگوں نے تلاش کیا وہ نہ ملا، آپؑ کچھ مقتولین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کی لاشوں کو ایک دوسرے سے الگ کرو، پھر آپ نے ان کے درمیان میں سے ذوالثدیہ کو تلاش کرلیا، اس وقت فرمایا اللہ اکبر میں نے محمد مصطفیؐ پر جھوٹ نہیں بولا۔

پس آپؑ نے پاؤں رکاب سے نکالا، نیچے اترے اور سجدہ شکر بجالائے، ذوالثدیہ وہ شخص تھا کہ جس کا ہاتھ چھوٹا اور ہڈیوں کے بغیر تھا اور اس کے کندھے پر گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جو عورتوں کے پستان کی مانند تھا، جب اسے ہلاتے تو وہ حرکت کرتا تھا اور اس پر سیاہ بال تھے، پھر آپ سوار ہو گئے اور خوارج کے کشتوں سے عبور فرما کر ارشاد فرمایا، بیشک تمہیں اس نے پچھاڑا ہے جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ عرض کیا گیا کس نے انہیں دھوکہ دیا ہے، فرمایا شیطان اور برے نفسوں نے، پس ہتھیار اور جانور جو خوارج کے لشکر میں تھے، انہیں جمع کر کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا، اور جو مال ومتاع، غلام اور کنیزیں تھیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں، پھر حضرتؑ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ خداوند عالم نے تمہاری مدد کی ہے، اب دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ یعنی معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے اے علیؑ ہماری تلواریں کُند ہوگئی ہیں اور ترکش تیروں سے خالی ہو گئے ہیں، اور نیزوں کے پھل باقی نہیں رہے، ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم تیاری کرلیں، پس حضرتؑ مقام نخیلہ میں تشریف لائے اور اسے لشکر گاہ قرار دیا، آپ کے اصحاب نے دھوکے پر بنا رکھی، دستہ دستہ ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ چند افراد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، اور حرث بن راشد ناجی تین سو افراد کے ساتھ مرتد ہو گیا اور اس نے دین عیسائیت اختیار کرلیا۔ حضرت نے معقل بن قیس ریاحی کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، معقل نے سیف البحرین میں ان سے جنگ کی اور انہیں قتل کر کے ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے اور انہیں لے کر علاقہ اہواز کے ایک شہر میں پہنچا اور وہاں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے عامل وحاکم تھا، قیدی عورتیں جب وہاں پہنچیں تو انہوں نے مصقلہ کو پکار کر کہا کہ ہم پر احسان کرو اور ہمیں قید سے رہا کراؤ۔ مصقلہ نے انہیں تین لاکھ اور ایک روایت کے مطابق پانچ لاکھ درہم پر خرید کر کے آزاد کر دیا، اور اس رقم میں سے دو لاکھ سے زیادہ نہ دیئے اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، اور معاویہ سے جاملا، جب یہ اطلاع جناب امیرؑ کو پہنچی تو فرمایا کہ خدا مصقلہ کا برا کرے، اس نے کام تو سردار والا کیا تھا، لیکن غلام کی طرح بھاگ کھڑا ہوا اور واقعہ نہروان ۳۸ ہجری میں ہوا اور اسی سال حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) کی ولادت باسعادت ہوئی۔

محمد بن ابوبکر و مالک اشتر اور امیر المومنینؑ کی شہادت کا ذکر

۳۸ہجری میں معاویہ نے عمرو عاص کو مصر کا گورنر بنا کر مصر کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ معاویہ بن خدیج وابوالاعور سلمی اور چار ہزار کا لشکر تھا اور ادھر سے امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور مصر کی طرف اشارہ بھیجا، ان دونوں گورنروں نے جب مصر کی طرف حرکت کی تو منشاہ نامی جگہ میں ان کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی، محمد کا لشکر اس کی مدد سے دستبردار ہوگیا اور اس نے محمد کو تنہا چھوڑ دیا، مجبوراً محمد شکست کھا کر شہر مصر کی ایک جگہ میں جا چھپے۔

عمرو عاص کے لشکر نے ان کی جگہ تلاش کر لی اور اس مکان کو گھیر لیا، محمد اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ اس مکان سے باہر نکل آئے، معاویہ بن خدیج اور عمرو عاص نے محمد کو پکڑ لیا اور کوم شریک نامی جگہ میں انہیں گدھے کی کھال میں ڈال کر آگ لگا کر جلا دیا۔

جب محمد اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے اظہار مسرت کیا اور جب یہ اطلاع جناب امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ بہت غمناک ہوئے اور فرمایا ہماری جزع فزع اور حزن وملال محمد بن ابوبکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشی اور سرور کے برابر ہے، اور فرمایا جب سے میں نے اس جنگ میں قدم رکھا ہے یعنی معاویہ سے جنگ کرنے میں کسی شہید ہونے والے پر میں اس قدر محزون نہیں ہوا کہ جتنا محمد کے لیے محزون ومغموم ہوا ہوں، بیشک محمد میرا پروردہ تھا اور میں نے اسے بمنزلہ اولاد رکھا تھا اور وہ میرے ساتھ نیکی کرتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ مصر میں محمد کی جو قبر ہے جو کہ اس ولی صالح کے بدن کے بقیہ اجزاء کا مدفن یا ان کی قتل گاہ ہے آج کل متروک ہے اور اہل سنت کی عادت یہ ہے کہ جب اس کی قبر پر جاتے ہیں تو قبر کی طرف پشت کر کے فاتحہ اس کے باپ ابوبکر کے لیے پڑھتے ہیں (اور مشہور ضرب المثل کا یہ مورد ہے کہ خیر بخانہ صاحبش راہ میبر دیعنی نیکی اپنے مالک کا گھر ڈھونڈ لیتی ہے) اور محمد کی شہادت سے پہلے چونکہ مصر کی حکومت سے محمد کی کمزوری ظاہر ہو چکی تھی، امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی کو ایک گروہ لشکر کے ساتھ مصر کی طرف بھیج دیا، جب معاویہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے عریش کے دہقان کو پیغام بھیجا کہ مالک اشتر کو زہر دے دے تو میں بیس سال تک تجھ سے خراج وصول نہیں کروں گا، جب مالک اشتر مقام عریش میں پہنچے تو وہاں دہقان (چوہدری) نے پوچھا کہ مالک اشتر کھانے اور پینے کی چیزوں میں کس کو زیادہ پسند کرتے ہیں لوگوں نے بتایا کہ شہد کو بہت پسند کرتے ہیں۔

پس وہ مردود دہقان کچھ زہر آلود شہد مالک اشتر کے پاس بطور ہدیہ لے آیا اور کچھ اوصاف وفوائد اس شہد کے بیان کئے، مالک نے اس زہر آلود شہد کا شربت نوش فرمایا اور وہ اس دن روزہ سے تھے اور ابھی شہد (زہر آلود) ان کے شکم میں اترا ابھی نہیں تھا کہ ان کی رحلت ہوگئی۔ رضوان اللہ علیہ

اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت مقام قلزم میں ہوئی اور نافع عثمان کے غلام نے انہیں زہر کھلایا اور جب مالک اشتر کی خبر

شہادت معاویہ کو پہنچی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ وہ پھولا نہ سماتا تھا اور وسیع دنیا اس پر خوشی کی وجہ سے تنگ ہوگئی تھی اور کہنے لگا بیشک خدا کا لشکر شہد میں سے بھی ہے۔

اور جب ان کی شہادت کی خبر جب امیر المومنین علیہ السلام کو ملی تو آپ کو بہت ہی افسوس ہوا اور آپؑ زیادہ اندوہناک ہوئے اور آپؑ کا دل ٹوٹ گیا اور کئی کلمات آپ نے مالک اشتر کی مدح میں فرمائے، انہیں میں سے یہ فرمایا ''لقد کان لی کما کنت الرسول اللہؐ''، یعنی مالک اشتر میرے لیے اس طرح تھا جس طرح میں رسول اللہؐ کے لیے تھا اور یہ بھی فرمایا خدا مالک پر رحم کرے وہ کس قدر عظیم تھا، مالک اگر اسے پتھر سے تشبیہ دی جائے تو وہ سخت تھا، اور اگر پہاڑ ہوتو بہت بڑا پہاڑ تھا، گویا اس نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اور جب آپؑ کے لشکر کے بڑے بڑے لوگ شہید ہوگئے اور آپؑ کے ساتھی باقی نہ رہے، مگر ایسے لوگ کہ جن میں سے اکثر بے وفا تھے، اور ایک گروہ خوارج کے طور طریقوں کا اور کچھ نفاق کی چال چلنے والے تو اب آپ کے لیے معاویہ سے جنگ کرنا آسان نہیں تھا، جب کہ آپؑ نے انہیں جہاد کے لیے پکارا تو انہوں نے قبول نہ کیا اور کئی عذر پیش کئے تو آپ ان کی نافرمانی اور نفاق سے بہت دل تنگ ہوئے اور درد و تکلیف اور غم و غصہ آپ کے دل میں پیدا ہو گیا، جیسا کہ آپ کے بعض خطبے اس امر کی گواہی دیتے ہیں، مجبوراً آپؑ بارہا خدا سے موت کی آرزو کرتے اور کئی مرتبہ ابن ملجم کے ہاتھ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے، یہاں تک کہ ۴۰ ہجری آپہنچا۔

توخوارج کا ایک گروہ مکہ میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہوا اور جنگ نہروان کے متعلق مذاکرہ کیا اور نہروان میں مارے جانے والوں پر گریہ کیا اور ان میں سے تین افراد نے ایک دوسرے سے معاہدہ کیا کہ ایک ہی رات میں جناب امیر المومنین علیہ السلام و معاویہ اور عمرو عاص کو قتل کر دیں۔ عبد الرحمن بن ملجم نے امیر المومنینؑ کو شہید کرنے کا ذمہ لیا اور برک نے معاویہ کو قتل کرنے کا اور زاذویہ نے عمرو عاص کو مارنے کا وعدہ ماہ رمضان کی انیسویں رات کے لیے کیا، پس ابن ملجم کوفہ کی طرف گیا اور باقی دونوں آدمی شام و مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب ابن ملجم کوفہ میں پہنچا تو اس نے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا، ایک دن تیم الرباب کے ایک شخص کے گھر گیا تو اس کی ملاقات نظام بنت اخضر تیمیة سے ہوگئی اور قطام وہ عورت تھی کہ جس کے باپ اور بھائی کو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا اور وہ انتہائی حسین و جمیل تھی، ابن ملجم نے اس کی خواستگاری کی تو وہ کہنے لگی میرا حق مہر تین ہزار درہم ایک غلام ایک کنیز اور علیؑ بن ابی طالبؑ کا قتل ہے۔

ابن ملجم نے کہا جو کچھ تو نے کہا وہ قبول ہے سوائے علیؑ کے قتل کرنے کے، کیونکہ مجھے اس پر قدرت نہیں ہو سکے گی، وہ کہنے لگی جب علیؑ کسی کام میں مشغول ہوں اور تجھ سے غافل ہوں تو اچانک اس پر تلوار چلا دے، اور دھوکہ سے اسے قتل کر دے، پس اگر تو نے اس کو قتل کر لیا تو میرے دل کو شفا دی اور اپنے لیے میرے ساتھ عیش و عشرت مہیا کر لیا، اور اگر تو مارا گیا تو آخرت میں جو کچھ ثواب تجھے ملیں گے وہ دنیا سے بہتر ہیں، ابن ملجم کہنے لگا خدا کی قسم میں تو اس شہر میں آیا ہی علیؑ کو قتل کرنے کے لیے ہوں۔

پس نظام نے وردان بن مجالد کو جو اس کے قبیلہ میں سے تھا، ابن ملجم کی مدد کے لیے بلایا، اور ابن ملجم نے شبیب بن بجیرہ خارجی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور انیسویں شب کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ رات آ گئی اور وہ تینوں لعین اسی مقصد سے مسجد کوفہ میں آئے، اس ملعونہ نے چند ریشمی بنی ہوئی پٹیاں ان کے سینوں میں باندھیں اور زہر میں بجھی ہوئی تلواریں ان کے ہاتھوں میں دین وہ انہیں حمایل کر کے اس دروازے کے قریب آ کر بیٹھ گئے کہ جس دروازے سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوتے تھے، اور اس سے پہلے وہ اپنا راز اشعث بن قیس خارجی سے بھی کہہ چکے تھے اور وہ لعین بھی اس امر میں ان سے متفق ہو چکا تھا، اور ان کی مدد کے لیے مسجد میں آیا ہوا تھا اور وہ رات حجر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں ہی گزاری تھی، اچانک انہوں نے سنا کہ اشعث کہہ رہا ہے اے ابن ملجم جلدی کر اور اپنی حاجت پوری کر، کیونکہ صبح نزدیک ہے ورنہ رسوا ہو جاؤ گے۔

جب حجر نے یہ بات سنی تو ان کا مقصد سمجھ گئے اور اشعث سے کہا اے کانے ملعون علیؑ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، یہ کہہ کر جلدی سے امیرالمومنین علیہ السلام کے دولت کدہ کی طرف چل دیئے تاکہ آنحضرتؑ کو خبر دیں کہ وہ اپنا بچاؤ کر لیں، قضائے کار آنحضرتؑ دوسرے راستہ سے مسجد میں تشریف لائے تھے، جب حجر واپس آئے تو دیکھا کہ کام ہو چکا ہے اور لوگ کہہ رہے تھے ''قتل امیرالمومنین علیہ السلام'' حضرت امیر شہید ہو گئے۔

اور ادھر سے جب امیرالمومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کی صدائے دلکش بلند ہوئی ''اے لوگو نماز کے لیے تیار ہو جاؤ''۔

تو ابن ملجم اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور آپؑ پر حملہ کر دیا اور کہنے لگے ''الحکم اللہ لا لک یا علیؑ'' حکم اللہ کا ہے نہ تیرا اے علیؑ، پس شبیب کی تلوار تو چوک گئی دروازے یا چھت پر لگی، لیکن ابن ملجم لعین کی تلوار آپؑ کے فرق مبارک پر جا لگی، آپؑ کا سر کھل گیا، اور آپؑ کی ریش مبارک سر کے خون سے خضاب ہو گئی، اور یہ واقعہ بدھ کی صبح انیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری کو رونما ہوا اور آپؑ کی شہادت جمعہ کی رات اس ماہ کی اکیس تاریخ کو ہوئی۔ اور ہم نے کتاب منتہی الآمال میں آپؑ کے شہادت اور ابن ملجم لعین کا قتل ہونا اور امیرالمومنین علیہ السلام کی اولاد اور دوسرے مطالب ذکر کئے ہیں، خواہشمند حضرات وہاں رجوع کریں۔ (مترجم کہتا ہے کہ چونکہ یہاں اختصار مقصود تھا، لہذا یہ ذکر نہیں ہوا کہ آپؑ کی شہادت حالت نماز میں ہوئی۔ ورنہ اکثر روایات میں یہی مذکور ہے)۔

امام حسن مجتبیٰؑ سبط اکبر پیغمبر خدا کی خلافت کا ذکر

امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لی اور آپؑ تقریباً چھ ماہ تک تخت خلافت پر مستقر رہے، اس کے بعد آپؑ نے معاویہ بن ابوسفیان سے صلح کر لی اس شرح کے ساتھ کو کتاب منتہی الآمال میں مرقوم ہے اور ۴۱ ہجری ماہ ربیع الاول کے آخری پانچ دن باقی رہتے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا، اس کے بعد معاویہ کوفہ

میں داخل ہوا، امام حسن علیہ السلام مدینہ تشریف لے گئے اور ہمیشہ صبر کے گھونٹ پیتے رہے، اور اپنے گھر میں خانہ نشین اور امر پروردگار کے منتظر رہے، یہاں تک کہ جعدہ بنت اشعث نے آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا، اور آپؑ چالیس دن تک بیمار رہے اور مسلسل زہر آپؑ کے وجود مبارک میں اثر کرتا رہا، یہاں تک کہ ماہ صفر ۵۰ ہجری میں آپؑ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں جناب عباس رسول خداؐ کے چچا کے گنبد میں دفن ہوئے اور آپ کی عمر مبارک مشہور قول کی بناء پر سنتالیس (۴۷) سال ہے اور شیخ مفید نے اڑتالیس سال کہی ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں پچپن (۵۵) سال کہی ہے اور منتہی الآمال میں حضرت کے اور آپ کی اولاد کے حالات شرح و بسط سے بیان ہو چکے ہیں۔

معاویہ بن ابوسفیان کی امارت اور اس کے ماں باپ کے مختصر حالات

جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی تو معاویہ نے امت مسلمہ کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور انیس سال اور آٹھ ماہ اس کی حکومت نے طول کھینچا اور تقریباً چالیس سال اس نے حکومت کی ہے اور پندرہ رجب ساٹھ ہجری میں اس (۸۰) سال کی عمر میں اس نے دنیا سے کوچ کیا اور اسے شہر دمشق کے باب الصغیر میں دفن کیا گیا، معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں ۴۱ ہجری میں معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو حاکم کوفہ قرار دیا اور مغیرہ نے امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کا سلسلہ اسی سال شروع کیا اور عید الفطر ۴۳ ہجری میں عمرو عاص نے وفات پائی اور اس کی عمر نوے سال تھی، اس نے دس سال اور چار مہینے مصر میں حکومت کر کے وفات پائی اور ۴۵ ہجری میں حفصہ کی وفات ہوئی۔ اور کوفہ میں طاعون کی بیماری پھیلی، اور مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اسے بھی طاعون کی بیماری لاحق ہوئی اور وہ مر گیا، اور ۵۰ ہجری میں بقول مشہور امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی، اور ۵۱ ہجری میں حجر بن عدی کندی شہید ہوئے، اور ۵۲ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری مرا اور ۵۳ ہجری میں زیاد بن ابیہ ہلاک ہوا۔ اور ۵۵ ہجری میں سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی اور ۵۷ ہجری میں حضرت امام محمد باقرؑ متولد ہوئے اور اسی سال حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ کی وفات ہوئی اور ایک قول کی بناء پر اس کے بعد والے سال میں عائشہ نے وفات پائی اور ۵۹ ہجری میں جناب اُم سلمہؓ اور سعید بن العاص امیر کوفہ اور جرول بن ایاس نے وفات پائی، جرول حطیہ شاعر کے نام سے مشہور تھا، اور حطیہ اسم تصغیر مذمت کرنے والا چھوٹے قد کے مرد کو کہتے ہیں اور یہ لوگوں کی ہجو بہت زیادہ کرتا تھا، ایک روایت ہے کہ اس نے زبرقان بن بدر کی ہجو اس قول کے ساتھ کی **ادع المکارم لا تخصض! فاقعد فانك انت الطاعم الكاسی** مکارم اخلاق کو چھوڑ دو، تم ان کے مقصد کو پورا نہیں کر سکتے، پس بیٹھ جاؤ تم تو پس کھانے اور لباس پہننے والے ہو۔

اس نے عمر بن خطاب کے پاس اس کی شکایت کی تو عمر نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس نے تیری ہجو و مذمت کی ہو، کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو کھانا کھلانے اور لباس پہنانے والا ہو، پھر عمر نے حسان بن ثابت کو بلوا بھیجا اور اس سے اس بیت کے متعلق سوال کیا کہ کیا اس نے اس کی ہجو کی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ ہجو تو نہیں کی، لیکن اس پر پائخانہ کر دیا ہے پس عمر نے جرول کو قید کر دیا اور اس سے کہا کہ اے خبیث میں تمہیں مسلمانوں کی عزت و ناموس سے مشغول رکھوں گا، وہ قید میں رہا یہاں تک کہ عمرو بن عاص نے اس کی سفارش کی تو وہ قید سے رہا ہوا۔ اور اس کے اس کی موت کے وقت کے لطیفہ ہیں، جن کی نقل کی گنجائش نہیں اور ماہ رجب ۶۰ ہجری میں معاویہ مر گیا اور وہ بنی امیہ کا پہلا خلیفہ (بادشاہ) تھا، اور مناسب ہے کہ ہم اس مختصر کتاب میں اختصار کے ساتھ معاویہ اور اس کے ماں باپ کا تذکرہ کریں۔

معاویہ کی ماں ہند عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کی بیٹی تھی اور رسول خداؐ کی عداوت و دشمنی میں ہمیشہ کوشاں رہی وہ جنگ اُحد میں بھی موجود تھی اور یہ رجز پڑھتی تھی۔

نحن	بنات	طارق
غشی	علی	النمارق
ان	تقلبوا	عالق
اوتدبر	و	انفارق
فراق	غیر	دامق

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، گدوں پر چلتی ہیں، اگر تم آگے بڑھے تو تم سے گلے ملیں گی، اگر تم نے پشت پھیری تو تم سے الگ ہو جائیں گی، ایسے شخص کا الگ ہونا کہ جو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

اور کفار کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ابھارتی اور تحریص کرتی تھی اور ابن ابی الحدید اور بن عبدربہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہندہ زنا کے ساتھ مہتم تھی، اور کتب تواریخ سے نقل ہوا ہے کہ وہ مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی، اور ہشام بن سائب کلبی نسابہ سے منقول ہے کہ جب وحشی غلام جبر بن مطعم نے جناب حمزہ سید الشہدا کو جنگ احد میں شہید کیا تو ہندہ جناب حمزہ کی لاش پر آئی اور حضرت کا جگر نکالا اور اپنے منہ میں رکھ لیا، خدا کی قدرت سے وہ سخت ہو گیا اور اس کے دانت اس میں اثر نہ کر سکے، پس اس نے حضرت کے جسم اطہر کا مثلہ کیا اور ان کٹے ہوئے اعضاء کو تاگے میں پرو دیا اور ہار بنا کر گلے میں ڈالا، قریش کی عورت نے اس کی اقتدا کی اور باقی شہدا سے یہی سلوک کیا، اور یہ کام رسول خداؐ پر انتہائی گراں گزرا اور جگر خراش ثابت ہوا (لہذا) آپ نے ہندہ کا خون ہدر (رائیگاں) قرار دیا۔

یہی حالت رہی یہاں تک کہ فتح مکہ کے سال جب ابوسفیان نے اضطراری حالت میں اپنے منافقانہ اسلام کا اظہار کیا تو ہند نے بھی اظہار اسلام کیا اور رسول خداؐ نے عمومی رحمت کی بناء پر قبول کر لیا اور معاف کر دیا۔

جب ہند نے باقی عورتوں کی عادت کے مطابق رسول خداؐ کی بیعت کی تو حضرتؐ نے عورتوں کی بیعت کی ایک شرط زنا نہ کرنے کو بیان فرمایا تو ہند نے کہا ''وہل تزنی الحرۃ'' کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کرتی ہے، پیغمبرؐ نے عمر کی طرف رخ کیا اور تبسم فرمایا۔ شاید کہنا یہ تھا کہ اس پاکدامنی کے باوجود تعجب سے سوال کر رہی ہے کہ کیا آزاد و شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہندا اسلام کے بعد بھی نفاق کے طریقہ پر قائم رہی، یہاں تک کہ عمر کی خلافت کے زمانہ میں اسی دن کے جس میں ابوقحافہ ابوبکر کے باپ نے وفات پائی اس نے بھی دوزخ کی طرف سامان سفر باندھا، اور جس دن سے اس نے حضرت حمزہ سید الشہدا کا جگر چبایا تھا اس کا لقب آکلۃ الاکباد (جگر چبانے والی) ہوگیا۔ اور یہ ننگ و عار تا دامن قیامت اس کی اولاد کے لیے دامن گیر ہوگیا۔

چنانچہ عقیلہ خدا رسالت و ہدایت رضیعہ ثدی نبوت وولایت علیہ مکرمہ زینبؑ بنت علی علیہا السلام نے اس خطبہ شریفہ میں یزید کے سامنے پڑھا، اس مطلب کی طرف اس فقرہ میں اشارہ فرمایا۔

وکیف یرتجی مراقبۃ من لفظ فواہ اکباد الذرکیاء

وبنت لحمۃ من الدماء الشہداء

اور کس طرح نگہبانی کی امید اس شخص سے کی جاسکتی ہے کہ جس کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کے جگر پھینکے اور جس کا گوشت شہدا کے خون سے اُگا۔

اور جاحظ جو علی الاعلان امیر المومنین علیہ السلام کا دشمن ہے رسالہ مفاخرہ میں بنی ہاشم و بنی امیہ میں کہتا ہے، اور ہندہ نے حمزہ کا جگر کھایا، پس جگروں کو چبانے والی بنی اُمیہ میں سے ہے، اور انہیں میں سے نفاق کی غار ہے اور انہیں میں سے وہ ہے جس نے چھڑی امام حسین کے دندان مبارک پر لگائی اور حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے:

داستان پسر ہند مگر نہ شنیدی کہ ازو
وسہ کس اوبہ پیمبر چہ رسید!
پدر اودر دندان پیمبر بشکست
مادر اور جگر عم پیمبر بمکید
برچنین تولعنت نہ کنی شرمت باد
لعن اللہ یزید اُ وآل زیاد
اونبا حق داماد پیمبر بستاد
پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

یہ تو حالات تھے ہند کے۔ باقی رہے ابوسفیان کے حالات تو اس کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ ہے اور اس کی ماں صفیہ بنت مزن الہلالیہ ہے اور یہ عام الفیل سے دس سال پہلے ہوا اور جب تک زندہ رہا رسول خداؐ کی عداوت اور آنحضرت کے خلاف جنگوں کو کھینچ لانے اور لشکروں کو چلانے میں کوشاں رہا اور قبیلہ قریش میں کوئی فتنہ بپا نہیں ہوا، مگر یہ کہ اس کا اس میں قدم راسخ اور سعی بلیغ تھی یہاں تک کہ فتح مکہ کے سال مجبوراً وقہراً اسلام لایا، اور منافقت کی زندگی بسر کرتا رہا۔

اور منقول ہے کہ طائف میں ملازم رکاب رسالت مآبؐ تھا کہ اس کی ایک آنکھ تیر کے زخم سے نابینا ہوگئی اور اس کی دوسری آنکھ یرموک میں جاتی رہی، پھر وہ مکمل اندھا ہوگیا اور جنگ ہوازن میں جب مولفتہ القلوب کو عطیات بخشے گئے اور سو اونٹ اور چالیس اوقیہ (ایک وزن ہے) چاندی اس کے حصہ میں آئی اور اس کے بیٹے یزید اور معاویہ کو بھی اسی قسم کی بخشش دی گئی اور اس کا ایک بیٹا حنظلہ کہ جس کے نام سے اس کی کنیت تھی جنگ بدر میں امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا اور اپنے باپ بھائی اور دوسرے اقرباء کے لیے دوزخ کی طرف جانے کا مقدمہ بنا اور ابوسفیان کی اولاد معاویہ، عمر، عتبہ، صخرہ، ہندہ رملہ، آمنہ، اُم حبیبہ، جویریہ، ام الحکم، حنظلہ، زیاد (یہ معاویہ کے ملحق کرنے سے ہوا) یزید، رملتہ الصغریٰ اور میمونہ تھی۔

اور ابوسفیان ۳۰ ہجری میں مرا اور اس وقت اس کی عمر بیاسی (۸۲) سال تھی اور مسلمانوں اور کفار کے درمیان جس زمانہ میں ایک دوسرے کی ہجو ہوتی تھی تو حسان بن ثابت نے ابوسفیان کی ہجو میں بہت سے اشعار کہے تھے ان میں سے اس کی ہجو میں ایک شعر یہ ہے:

عضضت بأبر من ابيك و خاله

وعضت بنو البحار بالسكر الرطب

تو نے اپنے باپ اور اس کے ماموں کا عضو تناسل کاٹا (دانتوں سے) اور بنو بحار نے تر و تازہ گنے کھائے اور یہ اشعار بھی ہجو میں کہے:

ولست من الا معشر الا كرامين

ولا عبد شمس و نوفل

وليس ابوك بساقی الحجيج

فاقعد على الحسب الارذل

ولكن هجين منوط بهم

كما نوطت حلقه المحمل

تو شریف گروہ میں سے نہیں ہے اور نہ عبد شمس اور نوفل کی اولاد ہے، اور نہ ہی تیرا باپ حاجیوں کو پانی پلانے والا تھا، پس پست ترین حسب و نسب پر بیٹھ جا، لیکن تو تو کمینہ شخص ہے جسے ان لوگوں سے لٹکا دیا گیا ہے جس طرح محمل کا حلقہ لٹکایا جاتا ہے، اور یہ

اشعار اس کے خبث مولد اور فساد نسب میں صریح ہیں، کیونکہ اس کی عبدالشمس سے نفی کی ہے اور ان سے چمٹایا ہوا شمار کیا ہے اور ابو سفیان کا نفاق اور خاندان رسالتؐ سے دشمنی وعداوت اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کو تحریر میں لائے جائے اور اس سے زیادہ روشن ہے کہ اس کا انکار ہو سکے۔

اور قرآن مجید کی نص آیت رویا میں اس پر لعنت کرنے کی شاہد ہے، کیونکہ حقیقت میں شجرہ ملعونہ کی جڑ وہی ہے اسے مورخین عامہ نے اپنی کتب میں ثبت وضبط کیا ہے، اور معتضد عباسی کے فرمان میں اشارہ موجود ہے کہ جب عثمان کی خلافت کے معاملہ کے مستقر اور پختہ ہو جانے کے بعد عثمان اپنے گھر میں گیا تو گروہ بنی امیہ خوشی وشادمانی کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو گیا، اور گھر کے دروازوں کو بیگانوں کے لیے بند کر دیا گیا تو اس وقت ابوسفیان کی آواز بلند ہوئی کہ بنی امیہ کے علاوہ تو کوئی شخص نہیں ہے، انہوں نے کہا نہیں، تو ابوسفیان کہنے لگا اے بنی امیہ اچک لو خلافت کو، جس طرح کھیل کے میدان میں گیند کو ایک دوسرے سے اچک لیتے ہیں، پس قسم ہے اس کی کہ جس کی قسم ابوسفیان کھایا کرتا ہے، نہ کوئی عذاب ہے نہ حساب، نہ کوئی جنت ہے نہ جہنم، نہ دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ قیامت ہے۔

جب عثمان نے یہ کلمات سنے تو وہ ڈرا کہ کہیں مسلمان نہ سن لیں اور فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے، لہذا کہنے لگا کہ اسے اس محفل سے باہر نکال دو۔

اور اخبار مشہورہ میں سے ہے کہ جسے بیہقی اور زمخشری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے کہ معتضد عباسی کے حکم نامہ میں ثقات سے روایت ہے کہ ایک دن ابوسفیان گدھے پر سوار تھا اور معاویہ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور یزید (ابن سفیان) اسے پیچھے سے ہانک رہا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ''لعن اللہ الراکب والقائد والسائق'' خدا لعنت کرے سوار پر آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ معاویہ کے مکان پر ایک جلسہ ہوا کہ جس میں عمروعاص وعتبہ بن ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ جمع تھے اور امام حسن علیہ السلام کو بلایا گیا جب آپ تشریف لائے اور ہر ایک نے آپؑ کی شان میں جسارت کی پس اس سید جوانان جنت نے تکلم فرمایا اور معاویہ کو مخاطب قرار دیا اور اپنی گفتگو میں بیان فرمایا کہ رسول خداؐ نے سات مقامات پر ابوسفیان پر لعنت فرمائی اور ان سات مقامات کو بیان فرمایا۔ جو خواہاں ہو وہ شرح ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کرے کہ جس میں کتاب مفاخرات زبیر بن بکار سے نقل کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابوسفیان کے حالات منصف مزاج تتبع کرنے والے پر ظاہر ہیں اگر چہ اہل سنت کو اپنے اس قول کی وجہ سے تمام صحابہ عادل ہیں ملتزم ہونا پڑے گا کہ رسول خداؐ کی دشمنی اور ہمیشہ کا نفاق اور عباسی سے کہنا کہ تیرے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہو گیا اور اُحد پہاڑ کے موڑ پر کھڑے ہو کر ابوسفیان کا عصا پکڑنے والے سے کہنا کہ یہاں ہم نے محمدؐ پر تیر برسائے اور اس کے اصحاب کو قتل کیا تھا، اور اس کا فتح مکہ کے موقع پر (جب کہ حضرت بلال نے پشت کعبہ پر اذان دی اور رسالت محمدیہؐ کی گواہی

دی) کہنا خدا نے عتبہ بن ربیعہ کو سعادت بخشی کہ اس نے یہ منظر نہیں دیکھا، اور باقی اس کے کفریات عدالت کے منافی نہیں اور عجیب اتفاق ہے کہ ابوسفیان رسول اکرمؐ کے اور معاویہ امیر المومنین علیہ السلام کے اور یزید لعین سید الشہداؑ کے مدمقابل رہا ہے اور ہر ایک کی دشمنی اپنے مدمقابل کے لیے اتنی تھی جو احاطہ بیان میں نہیں آسکتی، اور حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے (داستان پسر ہند مگر نشیدی۔ الخ)۔

اور باقی رہا معاویہ تو وہ ظاہراً تو ہند سے ابوسفیان کا بیٹا ہے، لیکن محققین نسب اسے ولدالزنا سمجھتے ہیں، راغب اصفہانی نے محاصرات میں کہا ہے اور ابن ابی الحدید نے زمخشری کی ربیع الابرار سے نقل کیا ہے کہ وہ معاویہ کی نسبت چار اشخاص کی طرف سمجھتے ہیں، مسافر بن ابی عمرو، عمارہ بن ولید بن مغیرہ، عباس اور صباح جو عمارہ بن ولید کا گویا تھا اور ابوسفیان انتہائی بدصورت اور کوتاہ قد تھا، اور صباح جو ابوسفیان کا مزدور تھا خوبصورت جوان تھا ہند اس پر فریفتہ ہوگئی اور اسے اپنی طرف بلایا اور اس سے مل گئی اور علماء نسب نے کہا ہے کہ عتبہ بن ابوسفیان بھی صباح کا نطفہ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہند جب معاویہ کے ساتھ حاملہ تھی کہ اسے ناپسند کرتی تھی کہ اسے گھر میں جنے، وہ اجیاد پہاڑ کے پاس آئی اور وہاں اسے جنم دیا، یہی وجہ ہے کہ حسان مہاجات کے زمانہ میں معاویہ کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ''لمن الصبی بجانب البطحاء فی التراب ملقی غیر ذی مهدیه۔ بطحاء کے پہلو میں مٹی میں پڑا ہوا بچہ کس کا ہے جس کے لیے گہوارہ نہیں ہے۔

آیۃ اللہ علامہ حلی نضر اللہ وجہہ نے کلبی نسابہ سے جز علماء اہل سنت کے نزدیک ثقات میں سے ہے اور ابن روز بہان نے بھی تقریر کی ہے کہ معاویہ چار افراد کا بیٹا تھا، عمارہ، مسافر، ابوسفیان اور ایک اور شخص کہ جس کا نام اس نے نہیں لیا اور ہندہ معاویہ کی ماں جھنڈے والی عورتوں میں سے تھی اور سیاہ رنگ کے غلاموں سے میل جول میں اس کی شہوت وخواہش ہوتی تھی، جب کوئی سیاہ بچہ جنتی تو اسے مار ڈالتی اور حمامہ جو معاویہ کی دادیوں میں سے تھی سوق المجاز میں اس کا جھنڈا لگا ہوتا تھا اور زناکاری میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور اس سے ابوسفیان کا نسب بھی معلوم ہوجاتا ہے اور اس مقام پر مبسوط تشریح سبط بن جوزی نے تذکرہ میں کتاب کلبی سے امام حسن علیہ السلام کے اس کلام کے ذیل میں کی ہے کہ جس میں آپؑ نے معاویہ لعین سے فرمایا کہ تجھے اس بستر کا پتہ ہے جس میں تو پیدا ہوا۔

اور کتاب نہج الحق میں بھی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب رسولؐ نے معاویہ کا خون ہدر قرار دیا، اور اس کے بعد سرکار رسالتؐ کی وفات سے پانچ مہینہ پہلے اضطراراً آیا اور خود کو عباس کے اوپر گرایا اور اسے اپنا سفارشی بنایا اور اظہار اسلام کیا اور عباس کی سفارش سے ہی لکھنے کی اجازت چاہی اور کبھی کبھی حضرتؐ کا کوئی خط لکھ لیتا تھا اور یہ جو اسے کاتبان وحی شمار کرتے ہیں یہ افتراء و بہتان ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب ابوبکر نے لشکر تیار کیا اور اسے شام کی طرف بھیجا تو یزید بن ابوسفیان کو امیر لشکر قرار دیا اور معاویہ وابوسفیان کو اس جھنڈے کے تحت مامور کیا، جب یزید لعین اپنے آباؤ اجداد سے جاملحق ہوا تو معاویہ کو امیر بنایا اور اسے شام کی حکومت دے

دی، اور ابوبکر کی خلافت کے بقیہ زمانہ میں اور عمر کی پوری خلافت میں اور عثمان کی تمام خلافت کے زمانہ میں وہ منصوب اور مستقل والی رہا اور بدعتوں کے ایجاد کرنے اور کسریٰ وقیصر کے طور وطریقوں کے زندہ کرنے اور تجبر وتخبتر کے علامات کے اظہار میں اس نے اتنی کوشش کی کہ ایک دن عمر نے اس سے کہا کہ تو تو عرب کا کسریٰ ہے اور جب امیر المومنینؑ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو معاویہ کو اس کے ظلم وطغیان اور فسق وعصیان کی بناء پر جو شہرہ آفاق تھا امارت پر برقرار نہ رکھا اور اس نے بھی خون عثمان کے مطالبہ کے بہانہ سے حجت خدا اور امام زمانہؑ سے طریق جنگ اختیار کیا اور تلواریں نکالیں اور امیر المومنین علیہ السلام سے بہت سی جنگیں لڑیں یہاں تک کہ حضرتؑ بقلب محزون وسینہ پرخون معاویہ وعمرو عاص کے مفاسد ومقائد سے آسودہ خاطر ہوئے اور شربت شہادت نوش فرمایا۔

پس معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کر دی، یہاں تک کہ صلح ہوگئی مکمل بیس سال وہ امیر وگورنر اور مزید بیس سال وہ خلیفہ بادشاہ رہا، پس چالیس سال تک اس کی امارت نے طول کھینچا، جنگ صفین کے زمانہ میں معاویہ اور حضرت امیر کے درمیان قاصدوں اور خط وکتابت کا جو سلسلہ جاری رہا ہے حضرتؑ نے اپنے ایک خط میں بہت سی غیب کی خبریں بیان فرمائیں ان میں سے اس کے آخر میں معاویہ کو خطاب کیا کہ رسول اللہؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میری داڑھی کے بال میرے سر کے خون سے خضاب ہوں گے اور میں شہید ہوں گا اور تو میرے بیٹے حسنؑ کو مکر وفریب سے زہر سے شہید کرے گا اور تیرے بعد تیرا بیٹا زنا کار عورت کے بیٹے کی مدد وکمک سے میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا، اور بارہ (۱۲) افراد گمراہی وضلالت کے پیشوا ابو العاص اور مروان بن حکم کی اولاد میں سے تیرے بعد امت کے حاکم ووالی ہوں گے، جیسا کہ رسول خداؐ کو خواب میں معلوم ہوا اور آپ نے ان لوگوں کو بندروں کی شکل وصورت میں دیکھا کہ منبر پر کود رہے ہیں اور امت کو شریعت سے واپس پلٹا رہے ہیں۔

پس فرمایا اس وقت وہ گروہ کہ جن کی علامت سیاہ جھنڈے اور علم ہوں گے خلافت وسلطنت ان سے چھین لیں گے اور اس جماعت میں سے جو کوئی انہیں مل گیا، اسے پکڑ کر انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیں گے پھر آپ نے بہت سے مغیبات کی خبریں دجال کے متعلق اور کچھ قائم آل محمد علیہم السلام کے ظہور کی ارشاد فرمائیں اور اپنے خط کے ذیل میں تحریر فرمایا۔

''بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ خط تجھے تو کوئی نفع وسود نہیں بخشے اور اس سے تو کوئی فائدہ نہیں اٹھائے گا، مگر یہ کہ تجھے خوشی ہوگی اس سے جو میں نے تیری اور تیرے بیٹے کی سلطنت کی خبر دی ہے، لیکن وہ چیز جو باعث ہوئی کہ میں نے تجھے یہ خط لکھا وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کاتب سے کہا ہے کہ وہ اس کا نسخہ کر لے، یعنی ایک نقل اپنے پاس رکھ لے تاکہ میرے شیعہ اور اصحاب اس سے فائدہ اٹھالیں، یا کوئی شخص ان لوگوں میں سے جو میرے پاس ہیں اسے پڑھ لے اور وہ اپنی گمراہی سے سرتابی کرلے اور ہدایت کے راستہ پر چل پڑے اور یہ بھی مقصد ہے کہ یہ میری طرف سے تیرے اور اوپر حجت ہو۔

خلاصہ یہ کہ ابوسفیان کے حالات میں رسول خداؐ کا معاویہ کو لعنت کرنے کی حدیث تم نے سنی ہے۔ اور علامہ کی نہج الحق میں ہے ،اور ابن روزبہان نے بھی اعتراف کیا ہے کہ پیغمبر ہمیشہ اس پر لعنت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے ''اللعین بن اللعین، الطلیق ابن الطلیق ''ملعون کا بیٹا اور آزاد کردہ کا آزاد کردہ بیٹا۔

اور یہ رسول اللہؐ سے نقل ہوا ہے، جیسا کہ معتضد کے فرمان وحکمنامہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ''اذا راء تیم معاویة علی منبری فاقتلوه'' جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو، اور اہل سنت کی کتاب صحاح سے یہ بھی منقول ہے کہ میرے بعد خلافت کے تیس سال ہے، پھر کاٹنے والی ملوکیت لوٹ آئے گی، یعنی سخت قسم کی بادشاہی، اسی لیے تو ابن روز بہان نے اعتراف کیا ہے کہ معاویہ خلفاء میں سے نہیں، بلکہ وہ بادشاہوں میں سے ہے اور باقی گلوگیری کی وجہ سے تاویل میں پڑے ہیں اور انہوں نے کئی وجوہ گھڑ لی ہیں کہ جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک خلافت کا نچلا درجہ ہے اور اس سے منافات نہیں رکھتا کہ اس پر خلافت بھی صادق آئے، حالانکہ یہ وجہ چند جہات سے باطل ہے کہ ان میں سے ایک تو وہ روایت ہے کہ جسے سیوطی نے کتاب تاریخ مصر میں روایت کیا ہے کہ عمر نے کہا:

''والله ما ادری خليفة انا ام الملك فان كنت ملكا فهذا امر عظيم قال قائل يا امير المومنين ان بينهما فرقا قال ماهو قال الخليفة لا ياخذ الا حقا ولا يضعه الا فی حق وانت بحمد كذلك والملك يعتسف الناس فياخذ من هذا و يعطی هذا'' خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ، پس اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ امر عظیم ہے، کوئی کہنے والے کہنے لگا۔ اے مومنوں کے امیر بے شک ان دونوں میں فرق ہے ،عمر نے کہا وہ کونسا، وہ کہنے لگا خلیفہ نہیں لیتا مگر حق اور لی ہوئی چیز کو نہیں رکھتا مگر حق میں۔ اور تو الحمدللہ ایسا ہی ہے اور بادشاہ تو لوگوں پر ظلم کرتا ہے، پس وہ اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔

اور یہ روایت کہ جو عمر کی تقریر (تقریر کا معنی ہے کسی کے سامنے کوئی کام ہو رہا ہو اور وہ خاموش رہے تو یہ اس کے راضی ہونے کی دلیل ہے) ہے۔ اس میں صریح ہے کہ خلافت وملوکیت میں فرق ہے، کیونکہ معلوم ہوا کہ بادشاہ سے مراد ظالم اور عاسف ہے اور یہ روایت معاویہ اور اس کے بعد والوں کو باطل کر دیتی ہے۔

اور ابن اثیر اسد الغابہ میں عبدالرحمن زبیری سے نقل کرتا ہے کہ عمر نے کہا کہ بیشک یہ امر خلافت اہل بدر میں ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں رہا، پھر اہل احد میں ہے، ان میں سے بھی کوئی باقی نہیں رہا پھر ایسے اور ایسے میں ہے، لیکن طلیق (آزاد کردہ) اور طلیق کے بیٹے اور وہ جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ان کا اس میں کوئی حق نہیں ہے تو اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے معاویہ کی خلافت کی تین حیثیتوں سے نفی کی ہے، کیونکہ وہ طلیق او طلیق کا بیٹا اور فتح مکہ میں مسلمان ہونے والوں میں سے بھی ہے۔

اور یہ بھی اسد الغابہ میں ہے اور باقی مورخین نے بھی ابن عباس سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ اچانک رسول خداؐ تشریف لائے تو میں ایک دروازے کے پیچھے چھپ گیا، رسول خداؐ نے میری پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ، میں آیا اور واپس جا کر عرض کیا کہ وہ کچھ کھانے میں مشغول ہے آپؐ نے فرمایا خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

اور ابن خلکان نے نسائی صاحب خصائص کے حالات میں (کہ جس کی حفاظت اور اپنے زمانہ کے امام حدیث کے

لقب سے مدح کرتے ہیں)نقل کیا ہے کہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ معاویہ کے فضائل میں تمہارے پاس کون سی روایت ہے اس نے کہا ''لا اعرف له فضيلة الالا اشبع الله بطنك '' میں تو اس کی کوئی فضیلت نہیں جانتا سوائے اس کے کہ خدا تیرے شکم کو سیر نہ کرے۔

اور ابن حموی نے ثمرات الاوراق میں امام حسن علیہ السلام سے مجلس مفاخرت میں نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا میں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ میرے نانا کے خطوط لکھا کرتا تھا، تو آپؐ نے ایک دن کسی کو اسے بلانے کے لیے بھیجا، قاصد واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے قاصد کو تین مرتبہ بھیجا، ہر دفعہ وہ کہتا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

تو اے معاویہ کیا تجھے یہ بات اپنے شکم کے متعلق معلوم نہیں، اور سید شہید نے تاریخ یافعی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کی وجہ سے بھوک کے مرض میں مبتلا ہوا، اور یہ مسلمات ومتواترات میں سے ہے کہ معاویہ اتنا کھاتا کہ تھک جاتا تھا اور سیر نہیں ہوتا تھا، کہتے ہیں کہ ایک پورا اونٹ کھا جاتا تھا۔

راغب اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے کہا ہے کہ معاویہ کھاتا رہتا یہاں تک کہ چار زانو ہو کر بیٹھتا، پھر کہتا کہ اٹھالو میں سیر تو نہیں ہوا لیکن کھاتے کھاتے تھک گیا ہوں۔شاعر کہتا ہے

و صاحب لی بطنه کا لهاویه
کان فی امعائه المعاویه

اور میرا ایک ساتھی ہے کہ جس کا پیٹ ہاویہ (دوزخ) ہے، گویا اس کی انتڑیوں میں معاویہ ہے اور نہج الحق میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو سنا کہ فرما رہے ہیں، ابھی ایسا شخص آئے گا جو میری سنت کے خلاف مرے گا، پس معاویہ آدھمکا۔

اور بہت سی متواتر احادیث امیر المومنین علیہ السلام سے بغض رکھنے والے کے کفر اور نفاق میں وارد ہوئی ہیں کہ جو اہل سنت کے طرق صحیحہ میں بھی منقول ہیں اور حدیث متواتر کے ذیل میں ہے کہ ''اللهم وال من والاه وعاد من عاداه'' خدایا دوست رکھے اسے جو علیؑ سے دوستی ومحبت رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔

اور معاویہ کا امیر المومنین علیہ السلام کو گالیاں دینا اس سے زیادہ ظاہر ہے کہ اس کی شرح کی جائے۔اور ابو المونئد خوارزمی وسبط جوزی نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت اصبغ بن نباتہ معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ کمینے لوگوں کی ایک جماعت اس کے گرد و اطراف میں حلقہ بنائے ہوئے ہے۔اور ابو ہریرہ وابو درداء کچھ اور لوگوں کے ساتھ اس کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں، اصبغ نے ابو ہریرہ سے کہا اے رسول اللہ کے صحابی میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو غیب وشہود کا عالم ہے اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم مجھے بتاؤ کیا تم غدیر خم کے میدان میں موجود تھا اس نے کہا کہ ہاں میں

موجود تھا میں نے کہا پھر تو نے آنحضرتؐ کو حضرت علیؑ کے متعلق کیا کہتے سنا۔

ابو ہریرہ نے کہا میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا کہ جس کا میں مولیٰ و حاکم ہوں، پس علیؑ اس کا مولا و حاکم ہے۔خدایا دوست رکھ اسے جو اس سے دوستی رکھے، اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو اس کو چھوڑ دے۔تو میں نے ابو ہریرہ سے کہا تو تم نے اس وقت اس کے دشمن سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور اس کے دوست سے دشمنی رکھے ہوئے ہو۔

پس ابوہریرہ نے ایک بلند سانس لیا اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔الخ

اور بہت سی روایات میں معتبر طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عمارؓ سے فرمایا تھا ''تقتلك الفئه الباغيه'' تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اور معاویہ کے لشکر نے جناب عمارؓ کو قتل کیا تھا، اور جب شامیوں کی جماعت میں شور وغوغا اس حدیث شریف کی وجہ سے ہوا، چونکہ یہ ان کی بغاوت وطغیان کی خبر دیتی تھی تو معاویہ نے صرف دھوکہ دینے کے لیے کہا کہ عمار کو تو اس نے قتل کیا ہے جس نے اسے تلواروں اور نیزوں کا لقمہ بنایا ہے اور وہ علیؑ ہے۔

جب یہ بات حضرتؑ کے گوش گزار ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر جناب حمزہ کو بھی (نعوذ باللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آثار واخبار مذمت معاویہ میں حد وشمار سے زیادہ ہیں، اور بعض تتبع کرنے والے فضلاء ہندوستان کے متعلق نقل ہوا ہے کہ انہوں نے دوسو روایات اہل سنت کے قابل اعتماد طرق سے معاویہ کی مذمت میں نقل کی ہیں، اور اس کے اور امیر المومنین علیہ السلام کے درمیان اختلاف جس طرح ابوجہل اور پیغمبرؐ کے درمیان اختلاف تھا بداہت وضرورت کے ساتھ ثابت ہے اور دوضدوں کے درمیان جمع محال ہے، لہذا یا معاویہ سے محبت ہونی چاہیے اور علیؑ سے دشمنی یا اس کے برعکس۔

یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے ابو ہریرہ پر طنز کیا اور بطور تعجب اس سے سوال کیا، اے ابو ہریرہ تو دوضدوں کو جمع کئے ہوئے ہے کہ کھانا کھانے کے وقت معاویہ کے دسترخوان کے گرد چکر لگاتا ہے، اور نماز علیؑ کے پیچھے ادا کرتا ہے، تو ابو ہریرہ نے بلا جھجک اظہار خیال کیا کہ معاویہ کا کھانا زیادہ چرب اور عمدہ ہوتا ہے اور علیؑ کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے۔اور ابو ہریرہ کو شیخ المضیرۃ کہا جاتا تھا (مضیرۃ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھٹے دودھ سے تیار کیا جاتا ہے یعنی اسے کھانے والا بوڑھا)۔

اور اس مطلب کو زمخشری نے ربیع الابرار کے چوتھے باب میں وارد کیا ہے اور مورخین اور معتمد فریقین مسعودی نے مروج الذہب میں مامون کے حالات کے ذیل میں نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ۲۱۲ ہجری میں مامون نے منادی کرائی کہ اس شخص کے لیے امان نہیں جو معاویہ کو اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کرے یا اس کو کسی صحابی پر مقدم سمجھے۔اس منادی کے اسباب میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں مختلف باتیں کی گئی ہیں۔ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ مامون کو اس کے ایک ندیم وہم نشین نے اس حدیث کی خبر دی کہ جو مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل ہوتی ہے اور اس واقعہ کو زبیر بن

بکار نے کتاب اخبار میں (جو موفیقات کے نام سے مشہور ہے کہ جسے موفق باللہ کے نام پر اس نے تحریر کیا تھا) بیان کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ میں نے مدائنی سے سنا وہ کہتا تھا کہ مطرف بن مغیرہ کا کہنا ہے کہ میں معاویہ کی ملاقات کے لیے اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ گیا اور میرا باپ معاویہ کے پاس جایا کرتا اور واپس آ کر اس کی عقلمندی اور ملک کے نظام کی تعریف کرتا۔

ایک رات میرا باپ مغموم واندوہناک ہو کر آیا یہاں تک کہ کھانا بھی نہ کھایا، میں نے تھوڑا سا صبر کیا اور مجھے یہ گمان تھا کہ ہمارے اموال یا کاموں میں کوئی سانحہ ہو گیا ہے تو میں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا ہے کہ آج رات میں تجھے غم زدہ دیکھ رہا ہوں۔

کہنے لگا میں پلید ترین شخص کے پاس سے آ رہا ہوں، میں نے پوچھا، مگر کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے معاویہ سے کہا کہ تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا ہے، کاش کہ اب شفقت وہ مہربانی کے علم پھیلاتا اور بساط عدل وانصاف کو کشادہ کرتا کیونکہ تیرا سن زیادہ ہو گیا ہے، کاش تو اپنے بھائیوں بنی ہاشم کے حال پر بھی نظر کرتا اور ان سے صلہ رحمی کرتا، کیونکہ خدا کی قسم اب تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں رہا جس کا تجھے خوف ہو۔

جب اس نے میری یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا ہیہات ہیہات (یہاں بہت دور کی بات ہے یا افسوس درافسوس) قبیلہ تیم کے بھائی یعنی ابوبکر نے بادشاہی کی اور عدالت کو پیشہ قرار دیا۔ اور کیا اس نے جو کچھ کیا بخدا اس سے زیادہ نہیں ہوا کہ وہ مر گیا اور اس کے ساتھ اس کا نام بھی مر گیا سوائے اس کے کہ کوئی کہے ابوبکر۔

اور پھر برادر عدی (قبیلہ عدی کا بھائی) یعنی عمر کو حکومت ملی اور اس نے تکلیف اٹھائی اور دس سال تک اس کی حکومت نے طول کھینچا۔ پس بخدا کہ وہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ مر گیا اور اس کی یاد بھی ختم ہو گئی مگر یہ کہ کوئی کہے عمر۔

اس کے بعد ہمارے بھائی عثمان کو سلطنت نصیب ہوئی اور وہ بادشاہ بن گیا، یہ وہ تھا کہ کوئی شخص نسب میں اس کی برابری نہیں کر سکتا، پس اس نے کیا جو کچھ کیا اور لوگوں نے بھی اسے اس کا بدلہ دیا، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوا اور اس کا ذکر بھی دفن ہو گیا۔ اور اس کی یاد بھی باقی نہیں رہی جو لوگوں نے اس کے ساتھ کیا۔

لیکن برادر ہاشم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز پانچ مرتبہ اس کے نام کی صدا بلند ہوتی ہے اور کہتے ہیں **اشھد ان محمد رسول اللہ** تو کون سا عمل باقی رہتا ہے اس کے ساتھ تیری ماں نہ ہو، خدا کی قسم مگر یہ کہ وہ بھی دفن ہی دفن ہو جائے، یعنی بعد اس کے کہ خلفاء ثلاثہ کا نام مٹ گیا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہر شب وروز پانچ مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ ان حالات میں کون سا عمل باقی رہ سکتا ہے، مگر یہ کہ محمدؐ کا نام بھی دفن ہو جائے اور آپؐ کا نام ختم ہو جائے۔

جب مامون نے یہ روایت سنی تو فرمان جاری کیا کہ منادی اس چیز کی ندا کرے جو اس روایت کی ابتداء میں بیان ہوئی ہے اور خط لکھے گئے کہ اطراف ملک میں لے جائیں کہ منبروں پر معاویہ پر لعنت کی جائے، لوگوں نے اس کام کو عظیم اور بڑا سمجھا اور عوام میں اضطراب پیدا ہو گیا اور مصلحت اس میں دیکھی کہ یہ کام ترک کیا جائے، مامون بھی اس خیال سے اس سے دستبردار ہو گیا، یہ مروج الذہب مسعودی کی عبارت کا ترجمہ تھا۔ اور وہ خود قابل وثوق اور اہلسنت کے نزدیک معتمد علیہ ہے۔

اوراس کی کتاب انتہائی معتبر ہے کہ جسے مطبعہ بولاق قاہرہ مصر میں چھاپا گیا ہے،علاوہ اس کے اس نے سند بھی تحریر کی ہے۔اور کتاب موفیقات زبیر بن بکار بھی اس گروہ کے اصول معتمدہ اور مراجع معتمدہ میں سے ہے۔ باالجملہ معاویہ کی کئی اولیات ہیں کہ جو کتب تواریخ میں ملی ہیں۔

۱۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے برید(ڈاک) کی بنیاد رکھی۔

۲۔ دیوان خاتم بنایا۔

۳۔ مسجد میں اپنے لیے مخصوص کمرہ بنایا۔

۴۔ بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔

۵۔ منبر پر لوگوں سامنے پادا۔

۶۔ بغیر جھجک کے معاہدہ کے توڑنے کا اظہار کیا، چنانچہ امام حسن علیہ السلام سے صلح کرنے کے بعد کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر کہا، بے شک میں نے حسنؑ سے کچھ شرطیں کی ہیں،لیکن وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

۷۔ اور حدیث ’’الولد للفراش وللعاھر الحجر ‘‘(بچہ اس کا ہے جس کا فرش ہو،یعنی شوہر کا،اور زانی کے لیے پتھر ہے) کی مخالفت کی، چنانچہ زیاد بن ابیہ کو ابومریم سلولی شرانجور کی گواہی سے اپنا بھائی بنالیا اور اپنی بہن کو زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے اپنے بال اس کے سامنے ظاہر کئے اور کہنے لگی کہ تو میرا بھائی ہے، جیسا کہ ابومریم نے بتایا ہے۔

۸۔ معاویہ پہلا شخص ہے کہ جس نے امیرالمومنین علیہ السلام پر سب وشتم کو رواج دیا۔

۹۔ اور ذریت رسول خداؐ کے قتل کا اقدام کیا اور امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا۔

۱۰۔ اور اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور اسے خلیفہ بنایا،اور کیا اس کے اپنے گناہ اس کے لیے کافی نہیں تھے کہ اس نے یزید کے گناہوں کے بوجھ بھی اٹھا لیے۔

۱۱۔ اور خواجہ سرا اپنی مخصوص خدمت کے لیے مقرر کئے۔

۱۲۔ اور معروف خوشبو کا نام غالیہ رکھا۔

۱۳۔ اور اس نے اجازت دی کہ کعبہ کو غلاف سے بالکل ننگا کر دیا جائے، حالانکہ اس سے پہلے بتدریج غلاف کعبہ پہناتے تھے بغیر اس کے کہ اسے ننگا کیا جاتا۔

۱۴۔ اور کسریٰ کی رسم کو زندہ کیا اور مجلس میں تخت پر بیٹھا۔

۱۵۔ اور اسلام میں قتل صبر(بند کر کے قتل کرنے) کی بناء رکھی، چنانچہ جناب حجر بن عدی کے ساتھ ایسا کیا۔

۱۶۔ اور اسلام میں سر نیزہ پر چڑھایا۔ چنانچہ جناب عمرو بن حمق سے ایسا کیا اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنی اور اہل سنت نے اس کی پیروی کر لی، اور اس کے علاوہ بھی اس کے کرتوت ہیں جو کتب تورایخ میں تحریر ہیں۔

یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ کی حکومت وسلطنت اور اس کے قبیح اعمال کا مختصر ذکر

معاویہ بن ابوسفیان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا، یہاں تک کہ جب اس نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو یزید اس کی جگہ پر بیٹھا اور تین سال نو ماہ اس نے خلافت و بادشاہی کی، سیوطی نے اس کی ولادت ۲۵ یا ۲۶ رلکھی ہے اور اس کی تاریخ مرگ میں یہ مشہور ہے کہ ربیع الاول کی چودہویں رات ۶۴ رہجری میں درکات جحیم میں پہنچا اور مقام حوارین میں دفن ہوا اور کسی شاعر نے بہت عمدہ کہا ہے:

یا ایها القبر بحوارینا
ضمنت شر الناس اجمعینا

اے وہ قبر جو مقام حوارین میں ہے تو اپنے اندر ایسے شخص کو لئے ہوئے ہے جو بدترین ہے اور اس کے تیرہ لڑکے اور چار لڑکیاں شمار کی گئی ہیں۔ اور حالات و مقامات اس کے باپ دادا اور دادی کے جتنا اس مختصر میں گنجائش تھی آپ سن چکے ہیں۔ اب کچھ اس کے حالات بھی سن لیں، یزید کی ماں میسون بجدل کلبی کی لڑکی ہے، کتاب بحار میں الزام النواصب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ میسون نے اپنے باپ کے غلام کو اپنے اوپر تمکین دی اور اپنے تک پہنچنے کا رستہ دیا اور یزید کے ساتھ حاملہ ہوئی۔

اور نسابہ کلبی نے اس نسب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے، اگر زمانہ ہم پر ترک کے قتل کرنے اور فوراً آنے والی موت کی مصیبت لے آیا ہے، (درعی) تو حرام زادے اور قبیلہ کلب کے غلام نے طف کی سرزمین میں اولاد نبی کو قتل کیا ہے، درعی سے مراد اس کی ابن زیاد ہے اور عبد کلب سے یزید اور اس کی وہ روایات موئد ہیں جو اہل بیت رسالت سے منقول ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ قاتل حسین بن علی علیہما السلام ولدالزنا ہے۔ اور قاتل حسین ہونا ایک عنوان ہے جو کہ شمر ابن سعد ابن زیاد اور یزید علیہم لعائن اللہ سب کے شامل حال ہے اور یہ تمام کے تمام حرامزادے تھے، جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے اور یزید نے جو کچھ اپنے زمانہ میں کیا، بندروں اور چیتوں سے کھیلنے، سرخ رنگ کی شراب پینے، اور ہر قسم کی قمار بازی کرنے اور اسلام کی حرام شدہ چیزوں کی ہتک حرمت کرنے میں مثلاً ذریت طاہرہ کو قتل کرنا، مہاجر و انصار کی عورتوں کی پردہ دری کرنا۔ حرم شریف نبوی کی توہین اور اہل مدینہ کا خون بہانا اور بڑے بزرگ تابعین احرار کو غلام بنانا اور خانہ کعبہ کو گرانا اور غلاف کعبہ کو جلانا اور اس کے علاوہ جو کچھ اس نے کیا اس کے بسط و بیان کی یہاں گنجائش نہیں وہ ہر ایک واقعہ اپنی جگہ انتہائی مشہور اور معروف ہے۔

یزید پہلا شخص ہے جس نے فسق و فجور کے فنون کی تشہیر کی اور انہیں لوگوں میں پھیلایا، علی الاعلان شراب پی، گانے

والوں کے گانے سنے۔مسعودی کہتا ہے کہ یزید کا نام ہی سکران الخمیر (زیادہ مست رہنے ولا زیادہ شرابخور رہے) اور ابن جوزی رسالہ تجویز لعن یزید میں کہتا ہے کہ مدینہ کا ایک وفد شام گیا اور جب وہ لوگ پلٹ کر آئے تو اس کو ظاہر بظاہر گالیاں دیتے اور کہتے تھے ہم ایک ایسے شخص کی طرف سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین و مذہب نہیں، وہ شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا اور کتوں سے کھیلتا ہے۔

اور عبداللہ بن حنظلہ سے منقول ہے اس نے یزید کے متعلق کہا کہ اس میں شک نہیں کہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے، شراب خور ہے اور نماز کو چھوڑ دیتا ہے۔الخ

اس عبارت سے اور ایسی دیگر عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کا کام شراب پینا، نماز نہ پڑھنا اور کتوں سے کھیلنا اور طنبورہ بجانا اور ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے بدکاری کرنا تھا۔اور کتاب مروج الذہب میں ہے کہ یزید سیدالشہداء کی شہادت کے بعد بساط شراب پر بیٹھا اور گانے بجانے والوں کو بلایا، اور ابن زیاد لعین کو اپنی طرف بٹھایا اور ساقی کی طرف رخ کر کے یہ شوو کمینہ نے شعر پڑھا۔

اسقنی شربة تروی مشاشی!
ثم صل فاسق مثلها ابن زیاد
صاحب السر والامانة عندی
ولتسد ید مغمنی وجهادی!

مجھے ایسی شراب پلا جو میری طبیعت کو سیراب کردے، پھر قریب ہو کر ویسی ہی ابن زیاد کو پلا جو میرے نزدیک راز دان اور امین ہے، اور جو میرے لیے مال غنیمت اور جنگ کی اصلاح و درستی کرتا ہے، پھر گانے والیوں کو حکم دیا کہ وہ گائیں، اور یہ بھی مروج الذہب میں ہے کہ یزید کا ایک خبیث بندر تھا کہ جس کا نام اس نے ابوقیس رکھا تھا، اسے اپنے ندیموں اور ہمنشینوں کی محفل میں لاتا اور اپنی مجلس میں اس کے لیے گاؤ تکیہ لگاتا۔اور کبھی کبھی اسے گدھی پر سوار کرتا کہ جسے اس کے لیے رام کیا ہوا تھا، اور اس کو زین ولگام چڑھاتا اور گھوڑوں سے اس کا مقابلہ کراتا تھا، اور ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ابوقیس بندر کی گدھی گھوڑوں پر سبقت لے گئی اور انعام حاصل کیا اور وہ بندر اسی طرح سواری کی حالت میں نیزہ ہاتھ میں لیے یزید کے حجرہ میں داخل ہوا۔دالخالیکہ شرخ وسبز دیباج کی قبا اس نے پہن رکھی تھی اور رنگ برنگی ریشمی ٹوپی اس کے سر پر تھی، اور اس کی گدھی کی زین سرخ ریشم کی تھی کہ جن میں رنگ برنگے نقش ونگار تھے، ایک شامی شاعر نے اس دن یہ دو اشعار کہے۔

تمسك ابا قیس بفضل عنانها!
فلیس علیها ان سقطت ضمان

الامن رای القرد والذی سبقت به
جیاد امیرالمومنین اتان!

اے ابوقیس اس کی بچی ہوئی مہار کو روک رکھو، کیونکہ اگر تم اس سے گر پڑے تو وہ ضامن نہیں، خبردار کس نے وہ بندر دیکھا ہے کہ جس کو گدھی امیر کے عمدہ گھوڑوں سے آگے لے گئی۔

اور اخبار و روایات یزید کی خدمت میں کثرت سے ہیں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا، یہاں تک کہ سب سے پہلا شخص جو اس کو توڑ لے گا، وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہے کہ جس کا نام یزید ہوگا۔

اور ابو درداء نے بھی نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے سرکار رسالتؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا پہلا شخص جو میری سنت کو بدل دے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا جسے یزید کے نام سے پکارا جائے گا۔(یہ لفظ پہلا بطور محاورہ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے پہلے کوئی نہیں یہ کام کرے گا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس سے یہ کام زیادہ وسیع پیمانہ پر رونما ہوں گے۔مترجم) خلاصہ یہ کہ تین سال اور نو ماہ اس نے حکومت و خلافت کی، پہلے سال جناب سید الشہداؑ کو آل ابوطالب اور دوسرے لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ شہید کیا، جیسا کہ منتہی الآمال میں تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔

اس کی سلطنت کے تیسرے سال جو کہ ۶۳ ہجری تھا واقعہ حرہ وقوع میں آیا اور بہت سے لوگ اہل مدینہ میں سے جناب ابوطالب کی اولاد کے چند نفوس سمیت اس واقعہ میں مارے گئے۔اور یہ واقعہ مروج الذہب تذکرہ سبط اور دوسرے کتب سے اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

واقعہ حرہ اور خانہ کعبہ کے جلانے کا

معلوم ہونا چاہیے کہ جب یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم و طغیان نے دنیا کو گھیر لیا اور اس کا فسق و فجور لوگوں پر ظاہر ہو گیا اور شہادت امام علیہ السلام کے بعد ۶۲ ہجری میں مدینہ کے کچھ لوگ شام بھی گئے اور عین الیقین کے ساتھ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ یزید مسلسل شرابخوری، کتے بازی، قماربازی، طنبوروں اور آلات لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے تو جب یہ لوگ پلٹ کر مدینہ آئے تو اہل مدینہ کو یزید کے برے اور قبیح اعمال و کردار کی خبر دی، مدینہ کے لوگوں نے یزید کے گورنر عثمان بن محمد ابو سفیان کو مروان بن حکم اور باقی بنی امیہ کے ساتھ مدینہ سے نکال دیا، اور علی الاعلان یزید پر سب و شتم کیا اور کہنے لگے جو اولاد رسول کا قاتل، محارم کے ساتھ بدکاری کرنے والا، نماز کو چھوڑنے والا اور شرابی ہے وہ خلافت کی لیاقت نہیں رکھتا، پس انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت کر لی۔

یہ اطلاع جب یزید پلید کو ملی تو مسلم بن عقبہ مری کو (جسے مجرم اور مسرف کے نام سے پکارتے ہیں) بہت بڑے لشکر کے ساتھ شام سے مدینہ بھیجا، مسرف بن عقبہ جب اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچا تو وہ سنگستان مدینہ میں جو حرہ راقم کے نام سے مشہور اور سرور انبیاء کی مسجد سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں پہنچنا تھا کہ اہل مدینہ ان کے دفاع کے لیے باہر نکلے، یزید کے لشکر نے تلواریں ان پر سونت لیں اور عظیم جنگ واقع ہوئی اور اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگ مارے گئے اور پے در پے مروان بن حکم مسرف کو اہل مدینہ کے قتل کرنے پر ابھارتا تھا، یہاں تک کہ مقتل عظیم واقع ہوا اور اہل مدینہ میں مقابلہ کی تاب نہ رہی، ناچار وہ مدینہ کی طرف بھاگ آئے اور روضہ مطہر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لی۔اور آپؐ کی قبر منور کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا۔

مسرف کا لشکر بھی مدینہ میں آ گھسا اور ان بے حیاؤں نے روضہ رسولؐ کا کوئی احترام نہ کیا اور اپنے گھوڑوں سمیت روضہ منور میں داخل ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی میں گردش دیتے تھے، اور اتنے لوگ اہل مدینہ میں سے قتل کئے کہ روضہ رسولؐ اور مسجد نبوی خون سے پر ہو گئے اور قبر رسولؐ تک خون پہنچا اور ان کے گھوڑوں نے روضہ میں جو قبر و منبر کے درمیان اور ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے، بول و براز کیا۔اتنے لوگ مدینہ کے انہوں نے قتل کئے کہ مدائنی نے زہری سے روایت کی ہے کہ سات سو افراد قریش وانصار ومہاجرین وموالی کے لوگوں سے مارے گئے اور دوسرے غیر معروف لوگوں میں سے عورتیں مرد آزاد اور غلاموں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

ابوالفرج کہتا ہے اولاد ابوطالب میں سے دو سو افراد شہید ہوئے ایک ابوبکر بن عبداللہ بن ابوجعفر بن ابوطالب اور دوسرے عون اصغر اور وہ بھی عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے، عون اکبر کے بھائی جو کربلا میں شہید ہوئے تھے اور ان کی والدہ جماز مسیب بن بخیہ کی بیٹی تھی، کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خون پر مطالبہ پر ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور عین وردہ میں شہید ہوئے۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ جعفر بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی واقعہ حرہ میں شہید ہوئے اور اولاد ابوطالب کے علاوہ دوسرے بنی ہاشم میں سے بھی ایک گروہ مارا گیا۔مثلاً فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب وحمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن حارث وعباس بن عتبہ بن ابوسعید اور ان کے علاوہ باقی قریش وانصار اور دوسرے معروف لوگوں میں سے چار ہزار افراد مارے گئے۔علاوہ ان کے جو مشہور معروف نہ تھے، اس کے بعد مسرف بن عقبہ نے لوگوں کی عزت وناموس اور مال ودولت پر دست درازی کی اور اہل مدینہ کا مال اور عورتیں تین دن تک لشکر کے لیے مباح قرار دیں، تاکہ جتنا چاہیں ان کا مال بطور غنیمت لوٹ لیں اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں سے بدکاری کریں، اور اہل شام (کہ جن میں دین ودیانت بالکل نہیں تھی اور اس قاعدے کے ماتحت کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) کوئی آئین وقانون سوائے یزید کے آئین کے نہیں جانتے تھے، انہوں نے دست ظلم مسلمانوں کے اموال وناموس پر دراز کیا اور فسق وفجور اور فساد وزنا کو اس حد تک مباح سمجھا کہ منقول ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں زنا کیا۔

اور مدائنی نے روایت کی ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد ہزار عورت نے شوہر کے بغیر زنا سے بچے جنے اور ان بچوں کو اولاد حرہ کہتے تھے، اور ایک قول ہے کہ دس ہزار عورت نے۔اور اخبار الدول میں ہے کہ ہزار باکرہ لڑکیوں کے ساتھ ان ملاعین نے زنا کیا۔

اور ہمارے شیخ محدث نوری طاب ثراہ نے کتاب کشف الاستار میں تاریخ عبدالملک عصامی سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں ایک عورت سے بدکاری کی۔ الخ لائق تسبیح ہے وہ ذات جس نے ان ملاعین کو مہلت دی اور آسمان سے بجلی گرا کر یا پتھر پھینک کر ہلاک نہیں کیا، اور جلدی تو وہ کرتا ہے جسے کسی کے قبضہ سے نکل جانے کا خوف ہو، میں کہتا ہوں۔

اور شیخ سلیمان نقشبندی نے ینابیع المودۃ میں ذکر کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''اور اہل مدینہ پر کئی دنوں تک ظلم و جور کیا گیا، کسی کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ مسجد میں داخل ہوسکتا یہاں تک کہ مسجد میں کتے داخل ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے منبر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کی تصدیق میں پیشاب کیا۔ (قدر ضرورت عبارت ختم ہوئی)

اسی طرح ابن حجر نے بھی ذکر کیا ہے، لیکن کتوں کے بعد بھیڑیوں کی زیادتی کے ساتھ خلاصہ یہ کہ جب مسرف قتل و غارت اور زناکاری سے فارغ ہوا تو لوگوں کو عبودیت و غلامی و بندگی کے معاہدہ کے ساتھ یزید کی بیعت کے لیے بلایا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا۔ اور تمام اہل مدینہ نے سوائے امام زین العابدین علیہ السلام اور علی بن عبداللہ بن عباس کے جان کے خوف سے یزید کی غلامی کا اقرار کر لیا اور اسی معاہدہ کے ماتحت بیعت کی۔ اور باقی رہا یہ کہ مسرف نے کس وجہ سے علی بن الحسینؑ اور علی بن عبداللہ بن عباس کا قصد نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ علی بن عبداللہ کے مادری رشتہ دار مسرف کے لشکر میں موجود تھے وہ مسرف کو اس کے معاملہ میں مانع ہوئے اور امام زین العابدینؑ نے قبر پیغمبرؐ کی پناہ لی اور خود کو اس سے چمٹائے رہے اور یہ دعا پڑھی:

''اللهم رب السموات السبع وما اظللن والارضين السبع وما اقللن رب العرش العظيم رب محمد وآله محمد وآله الطاهرين اعوذبك من شروره وادرءبك في نحره اسئلك ان تو تيتي خيره و تكفيني شره''

پھر آپؑ ابن عقبہ کی طرف تشریف لے گئے اور حضرتؑ کے اس کے پاس جانے سے پہلے وہ ملعون بڑے غیظ و غضب میں آنجنابؑ اور آپؑ کے آباؤ اجداد کی شان میں گستاخی کر رہا تھا، جب آپؑ اس کے پاس گئے اور اس کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو اتنا خوف و رعب حضرتؑ کا اس کے دل میں پڑا کہ وہ ملعون کانپنے لگا اور آپؑ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور آپؑ کو اپنے پہلو میں بیٹھایا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا کہ اپنی حاجات طلب کیجئے۔ آپؑ جو حکم دیں گے وہ قابل قبول ہوگا، پس جس کسی کی حضرتؑ نے سفارش کی مسرف نے حضرتؑ کی وجہ سے اس سے درگزر کیا اور آپؑ عزت و تکریم کے ساتھ اس کے ہاں سے باہر تشریف لائے۔

خلاصہ یہ کہ اس واقعہ کو شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں وارد کیا ہے اور یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا جب کہ یزید کی موت کے تین مہینے باقی تھے۔

جب مسرف بن عقبہ مدینہ کے معاملہ سے فارغ ہوا تو یزید کے حکم سے عبداللہ بن زبیر اور اہل مکہ سے جنگ کے لیے مکہ

معظّمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور عبداللہ بن زبیر ان اشخاص میں سے ہے کہ جنہوں نے معاویہ کی موت کے بعد یزید کی بیعت نہیں کی اور خانہ کعبہ کی ملازمت و پناہ اختیار کی اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا۔

جب مسرف مکہ کی طرف گیا تو قدید نامی مقام پر درکات دوزخ کی طرف چل بسا اور مسلم بن عقبہ نے یزید کے لیے جو کچھ مدینہ میں واقعہ حرہ میں کیا وہ اسی طرح تھا جس طرح بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے لیے حجاز و یمن میں کارکردگی دکھائی، جو اپنے باپ کے مشابہ ہو اور بے راہ نہیں ہوتا۔ ''نبني كما كانت آبانا تبني و نفعل مثل ما فعلوا'' ہم اسی طرح بنیادیں قائم کرتے ہیں جس طرح ہمارے پہلے بناء رکھتے تھے اور ہم انہیں جیسے کام کرتے ہیں۔

مسرف کے بعد حصین بن نمیر اس کی جگہ امیر لشکر ہوا اور اس گروہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس نے مکہ کے گرد محاصرہ کر لیا، عبداللہ بن زبیر نے مختار بن ابی عبیدہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اس کی بیعت کر رکھی تھی خانہ خدا میں پناہ لی تو اہل شام کے لشکر نے مکہ کے ان پہاڑوں پر جو وہاں کے گھروں اور مسجد الحرام کے قریب تھے ان پر اجتماع کر لیا اور وہاں منجنیقین (لڑائی کے آلات جن سے پتھر پھینکے جاتے ہیں) درست کر لیں اور مسلسل پتھر اور تیل شہر مکہ اور مسجد الحرام میں پھینکتے تھے اور کپاس اور ایلسی سے کپڑوں کے ٹکڑوں کو مٹی کا تیل لگا کر خانہ کعبہ پر پھینکتے تھے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ جل گیا اور اس کی بنیادیں منہدم ہو گئیں اور دیواریں گر گئیں اور اس گوسفند کے سینگ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر آیا تھا جو کہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھے جل گئے۔ ابو حرہ مدینی نے کہا ہے ''ابن نمير بئس ما تولى قد احرق المقام والمصلىٰ'' ابن نمیر برا حاکم بنا جس نے مقام و مصلیٰ کو جلا دیا۔

اس واقعہ کی ابتداء ہفتہ کے دن تین ربیع الاول ۶۴ ہجری یزید کی موت گیارہ دن گیارہ دن پہلے ہوئی، خلاصہ یہ کہ پتھر آگ تلوار اور لشکر شام کے باقی ظلم و تعدی کی وجہ سے اہل مکہ پر سخت مصیبت آ پڑی یہاں تک کہ خداوند عالم نے یزید کو مہلت نہ دی اور فی النار والسقر ہوا۔ اور اس کی موت کی خبر مکہ میں پہنچی اور حصین بن نمیر نے جنگ سے دستبردار ہو کر ابن زبیر سے صلح کر لی اور اپنے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا اور اہل مکہ نے ان کی مصیبت سے سکھ کا سانس لیا اور اخبار الدول میں ہے کہ ماہ ربیع الاول ۶۴ ہجری میں ذات الجنب کی بیماری سے مقام حوآن میں مرا اور اس کا جنازہ دمشق میں لے آئے اور باب الصغیر میں اسے دفن کیا گیا، اور اب اس کی قبر مزبلہ (گندگی ڈالنے کی جگہ) ہے اور اس کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی اور اس کی خلافت تین سال نو ماہ رہی۔ انتھی

تذییل و تسجیل

معلوم ہونا چاہیے کہ یزید پر لعنت کے جواز میں اہل سنت کے علماء کے درمیان اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل اور ایک

بہت بڑی جماعت نے یزید پرلعنت کرنا جائز قرار دیا ہے، بلکہ ابن جوزی نے تو اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''الرد علی المتعصب الغید المانع عن لعن یزید) یعنی یہ کتاب اس متعصب عناد وبغض رکھنے والے کے رد میں ہے جو یزید پرلعنت کرنے سے روکتا ہے، اگرچہ حق تو یہ تھا کہ امت میں اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہ ہوتا کہ اگر کوئی شخص جگر گوشہ رسولؐ کو شہید کردے اوران کے اہل وعیال کو قید کر کے اطراف ونواح میں کفار کے قیدیوں کی طرح ان کے احترام کو مدنظر رکھے بغیر پھرائے اور جو سلوک کسی مسلمان کے ساتھ بھی مناسب نہیں، ان کے حق میں وہ یہ رویہ اختیار کرے تو ایسے شخص کو لعنت کا مستحق جانتے لیکن ان چیزوں کے باوجود امام غزالی جو شریعت کی متابعت کی لاف زنی کرتا ہے، بلکہ وصول وشہود کا دعویدار ہے اور خود کو سرچشمہ علم عمل جانتا ہے، اس نے بڑی سختی سے منع کیا ہے اور یزید کو لعنت کرنا شدید حرام قرار دیا ہے اوراس کے بعد کے ایک گروہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور عترت طاہرہ کے دامن کو چھوڑ کر یزید پرلعنت کرنے کو حرام سمجھا ہے۔اور غزالی کی اس مقام کی عبارت کتاب آفات اللسان احیاء العلوم کی تیسری جلد میں اور تاریخ ابن خلکان میں علی بن محمد طبری جو الکیاء کے نام سے مشہور ہے کے حالات میں دمیری کی حیوۃ الحیوان میں فہد کے لفظ کے بیان میں اوران کے علاوہ دیگر کتب میں تحریر ہے۔اس کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ یزید پرلعنت کرنے اور یزید کے ہاتھ پر سید الشہدا کے شہید ہونے کی صحت اور یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنے کے متعلق سوال کرنے والے کے جواب میں لکھتا ہے کہ مسلمانوں پرلعنت کرنا جائز نہیں ہے اور یزید مسلمان ہے اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے یا اس کا حکم دینے یا اس پر راضی ہونے کی نسبت یزید کی طرف دنیا مسلمانوں کے متعلق برا گمان رکھنا ہے۔اور یہ کتاب وسنت کے حکم سے حرام ہے اور جو شخص اس نسبت کی صحت کا گمان کرے وہ انتہائی حماقت میں ہے، کیونکہ اگر بادشاہ امیر یا وزیر اس زمانہ میں کسی کو قتل کردے تو اس حقیقت کو معلوم کرنا کہ اس کا قاتل یا حکم دینے والا یا اس پر راضی ہونے والا کون تھا۔اگر بادشاہ اس کے قریب ہو اور یہ اس کو دیکھ رہا ہو، تب بھی مقدور نہیں تو پھر کس طرح حکم لگایا جاسکتا ہے جب کہ زمانہ دور کا ہوا اور جگہ بھی بعید ہو اور تقریباً چار سو سال گزر چکے ہوں تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی اور جب علم نہیں ہے تو اہل اسلام سے حسن ظن رکھنا چاہیے اور بالفرض اگر ایک مسلمان کے لیے ثابت ہوجائے کہ اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے تو بھی اشاعرہ کے نزدیک یہ کفر کا سبب نہیں اور ہوسکتا ہے کہ قاتل توبہ کر کے مرا ہو۔اور توبہ کے بعد تو کافر کو لعنت کرنا جائز نہیں تو قاتل پر کس طرح جائز ہے، یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی، پس کسی مسلمان پرلعنت کرنا جائز نہیں اور جو اس پرلعنت کرے وہ فاسق اور گناہ گار ہے اور اگر اس کی لعنت جائز بھی ہو اور خاموشی اختیار کرے تو وہ جوابدہ نہیں ہوگا۔اور اگر لعنت کرے تو اس سے سوال ہوگا کہ ملعون تو رحمت خدا سے دور ہوتا ہے، یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ دور ہے اوراس کے متعلق خبر دینی غیب کے متعلق اٹکل پچو بات کرتا ہے، مگر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرا ہو، باقی رہا یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنا تو وہ جائز، بلکہ مستحب ہے، بلکہ اللھم اغفر للمومنین والمومنات کے عموم میں داخل ہے کہ جسے ہر نماز میں ہم پڑھتے ہیں اور یزید مومن تھا۔یہ ہے غزالی کی تحقیق کا خلاصہ حق یہ ہے کہ مرد مسلمان موالی اہلبیتؑ کے لیے بہت گراں ہے کہ کوئی شخص یزید کے ایمان کا دعویٰ کرے کہ جس نے اولاد رسولؐ کو شہید کیا اور ان کی مستورات اور بیٹیوں کو برہنہ اونٹوں پر شہر بے شہر اور صحراء بصحراء ترک وکابل کے

قیدیوں کی طرح انگشت نمائے حجاز وعراق کیا اور فرزند رسولؐ کا سر مجمع عام میں کبھی گھر کے دروازے پر لٹکایا اور کبھی طشت میں رکھ کر شراب نوشی کی۔اور بچی ہوئی شراب سر کے پاس ڈالی اور مسرت کا اظہار کیا اور حضرتؑ کے لب و دندان پر استہزا اور تخفیف کے طور پر چوب خیزران سے ضرب لگائی جو کہ غیور انسان کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے۔ہائے تعجب یہ شخص بھی مومن ہے اور اس کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

غزالی سے بہت ہی تعجب ہے کہ جسے تمام علماء اہلسنت حجۃ الاسلام سمجھتے ہیں وہ یزید کو مسلمان اور مومن سمجھتا ہے اور اس پر لعنت کرنے کو حرام قرار دیتا ہے، حالانکہ یزید کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں، کیونکہ اس کے اقوال وافعال میں سے ہر ایک اس کے کفر کی دلیل ہے، جب کہ اس کے اسلام کی طرف منتقل ہونے کا کوئی سبب بھی باقی نہیں رہا، اور جو شخص اس کے کلمات اور اشعار کی طرف رجوع کرے تو یہ امر اس پر واضح ہو جائے گا۔اس مختصر کتاب میں اس کے شرح وبسط کی گنجائش نہیں، لیکن نمونہ کے طور پر ان میں سے اس کے تھوڑے سے کلام کی طرف اشارہ ہوگا۔اور اس کے اشعار میں سے کہ جو اس کے کفر و زندیق ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اس کا یہ مشہور شعر ہے کہ جس میں وہ شراب کی تعریف کرتا ہے:

شمسیة کرم برجها قعر دنها
وشرقها ساق و مغر بهافمی
فان حرمت یوما علی دین احمد
فخذ ها علی دین المسیح بن مریم

شراب انگور کی بیل کا چھوٹا سا آفتاب ہے اس کا برج مٹکے کی گہرائی ہے، اس کی مشرق ساقی اور مغرب میرا منہ ہے پس اگر کسی دن وہ دین احمد میں حرام ہو جائے تو مسیح ابن مریم کے دین پر اسے لے لو۔

اور مؤرخین کی جماعت کا کہنا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے اس منحوس دربار میں داخل ہونے کے بعد اس نے یہ اشعار بطور تمثیل کہے جو اس کے کفر پر مہر ہیں

لعبت هاشم بالملك فلا!
خبر جاء ولا وحی نزل!
لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل!
لیت اشیاخی ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل

لاھا واستھلوا فرحا

ثم قالوا یایزید لاتشل

بنی ہاشم نے ملک کا کھیل کھیلا۔نہ کوئی خبر آئی تھی اورنہ ہی وحی نازل ہوئی، میں خندف قبیلہ سے نہیں،اگر میں نے اولاد احمد سے اس کا انتقام نہ لیا جواس نے کیا ہے،کاش میرے بدر والے بڑے بوڑھے حاضر ہوتے اور خزرج قبیلہ کی تلواروں کے پڑنے سے جزع وفزع کے وقت تو وہ خوش ہوتے اور خوشی کا اظہار کرتے اور پھر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں،اور یہ اس کے دیوان سے بھی منقول ہے اوراس کی گواہی سبط بن جوزی نے بھی دی ہے۔

اور کتب مقاتل میں معروف ومشہور ہے کہ بعداس کے کہ اہل بیت شام میں وارد ہوئے اور محلہ جیرون کے نزدیک پہنچے جوجامع اموی کے دروازے کی گزرگاہ میں پڑتا ہےتواس ملعون نے یہ دواشعار کہے جواس کے دیرینہ کفراورگزشتہ نفاق کی خبر دیتے ہیں۔

لما بدت تلك اطمول و اشرقت

تلك الشموس على ربى جيرون

نعب الغرب فقلت نح اولاتنح

فلقد قضيت من النبى ديونى

جب یہ اونٹ ظاہر ہوئے اور یہ آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر چمکے تو کوئے نے کائیں کائیں کیا۔پس میں نے اس سے کہا کہ تو نوحہ کرے یا نہ کرے میں نے تو نبیؐ سے اپنے قرضے وصول کر لیے ہیں اور یہ اشعار بھی اسی کے لیے ہیں۔

معشر الله فان قوموا واسمعواصوت الاغانى

واشرابو كاس مدام واتر كوا ذكر المعالى

شغلتنى لغمة العيدان

جن صوت الاذان

وتعوضت عن الحور

عجوزاً فى الدنان

اے ندیمو کے گروہ اٹھو اور گانے والیوں کی آوار سنو،اور شراب کا پیالہ پیو،اور آخرت کے

حقائق کا ذکر چھوڑو، مجھے تو سارنگی اور طنبوروں کے نغمہ نے اذان کی آواز سے بے خبر کر رکھا ہے، اور حور کے عرض میں نے مٹکوں کی بڑھیا کو لے لیا ہے، اور ان کے علاوہ اس کے بہت سے اشعار واقوال ہیں۔

اور باقی رہا یزید کے افعال وکردار کا اس کے کفر پر دلالت کرنا تو اس سلسلہ میں سید الشہداؑ کو شہید کرنا کافی ہے جو کہ ریحانہ رسول وجوانان جنت کے سردار اور حبیب خدا کے محبوب ہیں، اس کے علاوہ وہ استخفاف اور توہین وعترت طاہرہ کے ساتھ رسول اکرمؐ کے جگر گوشوں کی شہادت کے بعد کی گئی، ان کے خیمے کو لوٹنا، انہیں قید کرنا اور دیار بدیار پھرانا جب کہ ان کی حمایت وحفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا، اور نہ ہی ان کا کوئی سرپرست تھا، ان کے چہروں پر قریب وبعید اور شریف وکمینہ نظر کرتا تھا۔

ابن جوزی نے رسالہ رد بر متعصب عنید میں کہا ہے کہ عمر سعد اور ابن زیاد نے جو سلوک اہل بیتؑ سے کیا، اس پر کوئی تعجب نہیں، تعجب تو یزید پر ہے کہ جس نے اہل بیتؑ کی کوئی مدد نہ کی (بلکہ) اس نے امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی ماری اور مدینہ کو لوٹا۔ کیا جائز ہے کہ یہ سلوک خارجیوں کے ساتھ کیا جائے، کیا شریعت میں یہ حکم نہیں کہ انہیں دفن کیا جائے۔

باقی رہا اس کا مجھے یہ کہنا کہ یزید نے انہیں قید سے رہا کر دیا تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ جو ایسا کرنے والے اور اس پر لعنت کرنے والے کے اعتقاد کو قانع نہیں کرتا۔ اور اگر وہ سر مبارک کا احترام کرتا جب سر مظلوم اس کے پاس پہنچا تھا اور اس پر نماز پڑھتا اور اس کو طشت میں نہ رہنے دیتا اور اس چھڑی سے نہ مارتا تو اس میں کوئی اس پر نقصان نہیں تھا، کیونکہ آپؑ کے شہید کرنے سے اس کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا۔

لیکن یہ تو جاہلیت کے زمانہ کے بغض وکینے تھے، اور اس کی دلیل وہ اشعار ہیں کہ جو گزر چکے ہیں، کاش میرے بدر والے بڑے موجود ہوتے اور اسی طرح اس کے کفر کی دلیل ہے۔ واقعہ حرہ اور اس کا ہتک حرمت رسولؐ اور پھر خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنا جیسا کہ اجمال کے ساتھ دونوں واقعات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ کی شہادت کے بعد ابن عباس نے یزید کو خط لکھا کہ جس کا ایک فقرہ یہ تھا، اور سب سے عظیم مصیبت تو تیرا رسول زادیوں اور آپؐ کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور اہل حرم کو عراق سے شام کی طرف قید کر کے زبردستی اور ان کا مال واسباب چھین کر لے جانا ہے، تا کہ لوگ تیری قدرت کو دیکھیں جو تجھے ہم پر حاصل ہوئی اور یہ کہ تو نے ہمیں مغلوب کیا اور آل رسولؐ پر تیرا تسلط ہو گیا اور اپنے گمان میں تو نے اپنے کافر بدر کے رشتہ داروں کا بدلہ لیا اور تو نے اس انتقام کو ظاہر کیا جسے چھپائے ہوئے تھا۔ الخ

مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کیا ہے کہ فرعون اپنی رعیت کے معاملہ میں یزید سے زیادہ عادل تھا اور یزید کے حکومت تو اسلام کے لیے باعث ننگ وعار ہے۔ ابو العلاء مری کہتا ہے۔

اری الایام تفعل کل نکر!
وما انا فی العجائب مستزید
الیس قریشکم قتلت حسیناً
وکان علیٰ خلافتکم یزید!

میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ ہر برے فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور میں عجائبات کی زیادتی نہیں چاہتا، کیا تمہارے قریشوں نے حسینؑ کو شہید نہیں کیا جب کہ تمہاری خلافت پر یزید لعین متمکن تھا۔

خلاصہ یہ کہ یزید کے کفر و زندیقیت اور اس کے الحاد اور اس کے کفر آمیز اشعار اور ابوالفرج جوزی کا منبر بغداد پر اسے لعنت کرنے کی تشریح کتب میں مشہور ہے اور اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ نے بھی یزید کے کفر کا اعتقاد رکھا ہے، جیسا کہ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ اہل سنت نے اختلاف کیا ہے یزید کے کفر کے بارے میں۔ ایک گروہ اسے سبط بن جوزی اور دوسرے علماء کے کلام کی وجہ سے کافر سمجھتا ہے کہ جنہوں نے کہا ہے، مشہور یہ ہے کہ جب سر مبارک کو لے آئے تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزران کی چھڑی سے سر مبارک پر مارتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا۔ ''کاش میرے بڑے موجود ہوتے''۔ الخ

پھر اس نے ابن جوزی کا کلام کتاب تذکرہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ جسے ہم نقل کر چکے ہیں، مذہب مجاہد امام احمد و ملا علی قاری بھی یزید کا کافر ہونا کہتے ہیں، اور تفتازانی کا کلام بھی ہم عنقریب انشاء اللہ تحریر کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہ مذہب رافضیوں کی بدعات میں سے نہیں ہے، باقی رہا یہ کہ غزالی نے قتل کرنے یا امر دینے یا قتل حسینؑ پر راضی ہونے کی نسبت یزید کی طرف دینے کو سوء ظن سمجھا ہے تو اس نے بہت ہی عجیب بات کہی ہے اور ملا سعد تفتازانی نے کہ جس کے علم و فضل کی پکار نے اہل جہان کے کانوں کو پر کر رکھا ہے اس کے جواب کے بار کی کفایت کی ہے، اس نے شرح عقائد نفسیہ میں بیان کیا ہے۔

الحق ان رضا یزید بقتل الحسینؑ واستبشاره بذلك واهانة اهل بیت رسول اللهؐ مما تواتر معناه وان کان تفصیله احاداً فنحن لانتوقف فی شانه بل فی عدم ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه۔

حق یہ ہے کہ یزید کا شہادت امام حسینؑ پر راضی ہونا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور رسول خداؐ کے اہل بیتؑ کی اہانت کرنا متواتر معنوی امور میں سے ہے، اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں پس ہم اس کے معاملہ میں بلکہ اس کے صاحب ایمان نہ ہونے میں توقف نہیں کرتے (یعنی اس کو کافر سمجھتے ہیں) اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر خدا کی لعنت ہو۔ آمین

نیز شرح مقاصد میں کہتا ہے اور جو کچھ صحابہ کے درمیان جنگیں اور جھگڑے اور فساد ہوئے ہیں جس طرح کہ وہ کتب

تواریخ میں مسطور ہیں، اور قابل وثوق راویوں کی زبان سے مذکور ہیں وہ بظاہر اس عمل پر دلالت کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے بعض افراد راہ حق سے پھرے ہوئے تھے اور وہ ظلم وفسق کی حد تک پہنچے ہوئے تھے، اور اس امر پر انہیں کینہ، بغض، عناد، فساد، حسد، اور جھگڑے، ملک وریاست کی خواہش اور لذت وشہوت کے میلان نے آمادہ کیا، کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں اور نہ ہی جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کی ہے وہ خیر وخوبی سے موسوم ہے، لیکن علماء نے اصحاب رسول خداؐ سے حسن ظن رکھنے کی بناء پر ان کے ان جھگڑوں کی تاویلیں بیان کی ہیں جو اس کے مناسب ہیں اور وہ اس طرف گئے ہیں کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ ہیں کہ جو گمراہی اور فسق وفجور کا سبب بنیں۔ (یہ تاویلیں) مسلمانوں کے عقائد کو کبار صحابہ کے معاملے میں ٹیڑھے پن اور گمراہی سے بچانے کے لیے ہیں خصوصاً ان میں سے وہ صحابہ جو مہاجر وانصار تھے اور جنہیں دارالقرار کے ثواب کی بشارت دی گئی ہے، اور باقی رہے وہ مظالم جو ان کے بعد اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھائے گئے تو وہ اتنے ظاہر ہیں کہ جن کے چھپانے اور مخفی رکھنے کی مجال نہیں اور وہ اتنے قبیح اور برے ہیں کہ جن کے متعلق آراء میں کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ قریب ہے کہ اس کی گواہی تو جمادات اور نہ بولنے والی چیزیں بھی دیں اور اس پر تو زمین وآسمان کی مخلوق گریہ کرتی ہے اور اس سے پہاڑ ہلنے اور پتھر پھٹنے لگتے ہیں، اور اس کا برا عمل تو مہینوں کے بار بار آنے اور صدیوں کے گزرنے تک رہے گا۔

پس خدا کی لعنت ہے اس پر جس نے یہ کام کیا یا اس پر راضی ہوا یا اس نے اس میں کوشش کی اور آخرت کا عذاب تو زیادہ سخت اور زیادہ پائیدار ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مذہب کے بعض علماء تو ایسے ہیں جو یزید پر لعنت کرنے کو جائز نہیں جانتے، حالانکہ انہیں علم ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ مستحق ہے، ہم جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اس حمایت میں ہے کہ کہیں بلند سے بلندتر کی تلاش نہ ہو، جیسا کہ رافضیوں کا شعار وطریقہ ہے، جیسا کہ ان کی دعاؤں میں مروی ہے اور ان کی محفلوں اور مجالس میں جاری ہوتا ہے، لہذا جو لوگ امر دین کی پرواہ اور اس کی اعتناء رکھتے ہیں، انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ اعتقاد میں میانہ روی کے راستہ پر چلتے ہوئے عوام کو کلیتہ لگام دیں تاکہ میانہ راستے سے قدم نہ پھسلیں اور خواہشات کی وجہ سے گمراہ نہ ہوں ورنہ (یزید وغیرہ) پر لعنت کا جواز اور ان کا استحقاق کس پر مخفی اور پوشیدہ ہے، اور اس پر سب کا اتفاق واجماع کیسے نہیں ہے، آخر کلام تک جو اس نے بیان کیا ہے۔

تو ان کلمات سے واضح ہو کہ یہ علامہ عظیم الشان اہل سنت اعتراف کرتے ہیں کہ جو فسق وفجور صحابہ سے ظاہر ہوا وہ کینہ وبغض وعناد کی پیداوار ہے اور اہل بیت پر ظلم وستم اتنا ہوا کہ جمادات وحیوانات اس کے گواہ ہیں اور آسمان وزمین کے رہنے والے اس سے گریہ کرنے لگے اور علماء اہل سنت یزید پر لعنت کرنے میں متفق ہیں اور منع اسی لیے کرتے ہیں کہ کہیں یزید سے باقیوں تک تجاوز وسرائت نہ کرے۔

باقی رہا یہ کہ غزالی کہتا ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا شہادت کے بعد توہین اہل بیتؑ میں اصرار کرنا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور مجلس شراب میں ابن زیاد کے ساتھ بیٹھنا اور ساقی کو یہ حکم دینا کہ اس کو شراب پلاؤ اور اس کی صاحب امانت وصاحب راز ہونے کے ساتھ مدح کرنا جو سابقہ اشعار میں ہے، مقصد کو ثابت کرنے کے لیے

کافی ہے۔

اور سبط بن جوزی نے اس واقعہ کی تشریح اس طرح نقل کی ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد یزید نے کسی کو ابن زیاد کے بلانے کے لیے بھیجا اور بہت سا مال اور بڑے بڑے تحفے تحائف اسے دیئے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اپنے قریب قرار دی اور اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا اور اسے اپنی عورتوں کے سامنے لے گیا اور اس کا اپنا ندیم قرار دیا، اور ایک رات مستی کی حالت میں گویے سے کہنے لگا کہ گاؤ اور یزید نے بالبدایۃ یہ اشعار کہے۔

اسقی شر بة تروی مشاشی !

ثم صل فاسق مثلها ابن زیاد

صاحب السر دا لامانته عندی

ولتسدید مغنمی و جهادی

قاتل الخارجی اعنی حسینا !

و مبید الا عداء والحساد

مجھے ایسی شراب پلا جو میری طبیعت کو سیر و سیراب کر دے، پھر دوسرا پیالہ پر کر کے ابن زیاد کو پلا جو میرے نزدیک صاحب راز و امانت ہے اور میرے مال غنیمت اور جنگ و جہاد کو درست کرنے والا ہے جس نے (معاذ اللہ) خارجی کو قتل کیا، میری مراد حسینؑ ہے اور جو دشمنوں اور حاسدوں کو قتل کرنے والا ہے۔

اور فتاوٰی کبیر میں جو کہ اہل سنت کی قابل اعتماد کتب میں سے ہے روایت ہوئی ہے کہ یزید نے عاشورہ کے دن خون حسینؑ اور سرمہ ملا کر آنکھوں میں ڈالا تا کہ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہو اور اس کا توبہ کرنا نقل نہیں ہوا اور اس کے کفر کا حکم ثابت ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو اور ہر گناہگار کی توبہ کے قبول ہونے کی کوئی دلیل بھی ہمارے پاس نہیں ہے، کیونکہ وجوب قبول توبہ عقلی نہیں ہے، بلکہ اس کا وعدہ ہے۔ اور یہ وعدہ یزید کے حق میں نہیں ہے، اور ابن جوزی نے بہت عمدہ کہا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ عباس کا کراہنا جب کہ وہ جنگ میں قید تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نیند سے مانع ہوا تو حسینؑ کے کراہنے کی کیا کیفیت ہوگی، اور جب وحشی جناب حمزہ کا قاتل مسلمان ہو گیا تو نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا اپنا چہرہ مجھ سے غائب رکھو، کیونکہ میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جس نے محبوبوں کو قتل کیا ہو، حالانکہ یہ اسلام تو پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، تو آپؐ کا قلب مبارک کس طرح دیکھ سکتا ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا اور ان کے قتل و شہید کرنے کا حکم دیا اور ان کے اہل و عیال کو اونٹوں کے پلانوں پر سوار کیا۔ انتہی

کون مسلمان راضی ہے کہ اگر بالفرض یزید توبہ بھی کر لے کہ خدا اسے بخش دے، حالانکہ اس واقعہ کربلا میں ہر مسلمان کا حق اس کے ذمہ ثابت ہے اور اگر فرض کر لیں کہ توبہ حق اللہ کے سقوط کا فائدہ دیتی ہے تو حق الناس کے لیے مسقط تو نہیں ہے، باقی رہا غزالی کا

یہ کہنا کہ کسی مسلمان کولعنت کرنا جائز نہیں تو یہ بالکل باطل ہے،خداوند عالم نے قرآن مجید میں کئی قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے کہ جو کئی عنوانوں پر مشتمل ہیں،اور وہ سارے عنادمین یزید پر منطبق ہوتے ہیں کہ جن سے یزید پر لعنت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ آیۃ شریفہ ''الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن'' اور وہ شجرہ نسب کہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے کہ جو تمام بنی امیہ پر لعنت کو جائز قرار دیتی ہے،جیسا کہ اس کی تحقیق انشاء اللہ آگے آئے گی۔اور ہم یہاں تین آیات کے ذکر پر کفایت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جو شخص عمداً کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزاء جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور خدا ان پر غضب ناک ہے اور وہ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے''۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''پس کیا تم قریب ہو کہ اگر تم والی و حاکم بن گئے تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے عزیزوں سے قطع رحمی کرو گے،یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور انہیں اس میں بہرہ کر دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں''۔

ابن جوزی کا قول ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یزید سے محبت کرنے کی نسبت دیتے ہیں،میرے باپ نے کہا اے میرے بیٹے تو کیا یزید کو کوئی مومن دوست رکھتا ہے میں نے کہا پھر کیوں آپ یزید پر لعنت نہیں کرتے تو میرے باپ نے کہا تو نے مجھے کب دیکھا ہے کہ میں کسی پر لعنت کرتا ہوں،کیا تو اس پر لعنت نہیں کرتا کہ جس پر خداوند عالم نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے،میں نے کہا قرآن میں کہاں یزید پر لعنت ہے تو میرے باپ نے یہ آیت مبارک تلاوت کی ''فھل عسیتم الآیۃ'' پھر کہا کہ آیا قتل کرنے سے بھی کوئی بڑا فساد ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''بے شک جو لوگ اللہ اور کے رسول کو اذیت دیتے ہیں تو ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور ان عناوین کی یزید پر تطبیق کرنا جو ان آیات میں ہیں،محتاج بیان نہیں اور ان آیات شریفہ کے علاوہ رسول خداؐ کے کلام سے بھی یزید پر لعنت ثابت ہے،جیسا کہ ابن جوزی نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو ڈرائے تو خدا اس کو ڈرائے گا۔اور اس پر اللہ ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے،خداوند عالم قیامت کے دن اس کا کوئی مال خرچ کیا ہوا اور عدل و انصاف قبول نہیں فرمائے گا۔اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کو ڈرایا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے اور ابھی ابھی تمہارے گوش گزار ہو چکا ہے۔

معاویہ بن یزید بن معاویہ اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا ذکر

جب یزید بن معاویہ کی عمر آخر کو پہنچی ،اور بدھ کے دن چودہ ربیع الاول ۶۴ھ؍ہجری کو وہ اپنے برے اعمال کا شکار ہوا تو اس کا بیٹا معاویہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور چالیس دن تک اس نے سلطنت کی ،اس کے بعد وہ فراز منبر پر گیا اور اس نے خطبہ پڑھا اور اپنے باپ دادا کے اعمال وکردار کا ذکر کیا اور کامل بہائی کی روایات کے مطابق اس نے اپنے دادا اور باپ پر لعنت کی اور ان کے برے کردار سے تبرا و بیزاری کا اعلان کیا اور سخت گریہ کیا ،اور اس کے بعد اپنے آپ کو خلافت سے خلع اور معزول کیا۔

مروان بن حکم منبر کے نیچے سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اس وقت جب کہ آپ خلافت کے طلب گار نہیں تو امر خلافت کو شوریٰ کے سپرد کریں ،جیسا کہ عمر بن الخطاب نے کہا تھا اے ابولیلیٰ (ابولیلیٰ ایک کنیت ہے کہ جس کے ساتھ عرب کمزور لوگوں کو پکارتے ہیں) معاویہ نے مروان کے جواب میں کہا کہ میں نے خلافت کی مٹھاس کو نہیں چکھا تو کس طرح اس کے گناہوں کی تلخی کو چکھنے پر راضی ہوجاؤں ،اور ایک قول ہے کہ یہ گفتگو اس نے مرتے وقت کی جب کہ بنی امیہ نے اس سے خلیفہ معین کرنے کی خواہش کی ،پس معاویہ منبر سے نیچے اترا اور گھر میں بیٹھ کر گریہ میں مشغول ہو گیا۔

اس کی ماں اس کے پاس آئی اور کہنے لگی اے بیٹا کاش میں حیض کے کپڑے کا ٹکڑا ہوتی اور یہ فقرے جو تو نے منبر پر کہے ہیں میں انہیں نہ سنتی ،اور ایک قول ہے کہ اس نے کہا کہ تو خون حیض بن جاتا اور پیدا نہ ہوتا تا کہ یہ دن تجھ سے نہ دیکھنا پڑتا۔معاویہ نے اس کے جواب میں کہا اے ماں خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ایسا ہوتا اور خلافت کا ہار اپنی گردن میں نہ ڈالتا ،کیا میں وبال و عذاب اس کام کا اپنی پشت پر ڈال لوں ،اور بنی امیہ اسکی مٹھاس سے بہرہ ور ہوں یہ نہ ہوگا۔

معاویہ کا خلافت سے اپنے آپ کو خلع کرنے کا سبب جیسا کہ شیخ احمد بن فہد حلی رحمہ اللہ نے کسی مناسبت سے کتاب عدہ میں تحریر فرمایا ہے یہ تھا کہ ایک دن معاویہ نے سنا کہ اس کی کنیزوں میں سے دو کنیزیں ایک دوسرے سے تنازع وتکرار کر رہی تھیں اور ان میں سے ایک انتہائی حسن و جمال رکھتی تھی ،اس دوسری نے اس سے کہا کہ تیرے حسن و جمال نے تجھ میں بادشاہ کا تکبر پیدا کر دیا ہے ،وہ خوبصورت کنیز کہنے لگی کہ کون سی سلطنت بہتر ہے ،سلطنت حسن و جمال سے حقیقت میں حسن کی حکومت ہے ، کیونکہ تمام ملوک و سلاطین پر اس کی حکمرانی ہے ،اور تمام کے تمام بادشاہ حسن و جمال کے مقہور ومغلوب ہیں ،دوسری کنیز کہنے لگی لیکن سلطنت میں کون سی خیر وخوبی ہے حالانکہ یا تو بادشاہ حقوق سلطنت کو قائم کرتا ہے اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور رعیت کے معاملات پر توجہ رکھتا ہے ،تو اس حالت میں کسی قسم کی لذت وراحت اس کے لیے نہیں ہے اور ہمیشہ اس کی زندگی ناگواری میں گزرتی ہے اور یا وہ شہوتوں کے اتباع اور

اپنی لذتوں کو اختیار کرتا ہے، اور حقوق سلطنت و رعیت کو ضائع کر دیتا ہے تو ایسے بادشاہ کی جگہ جہنم کی آگ ہے، پس بادشاہ کے لیے دنیا و آخرت کی راحت و آرام جمع نہیں ہو سکتے۔

کنیز کی بات نے معاویہ کے دل پر اثر کیا اور اس نے اسی سبب سے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ و معزول کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ جب معاویہ نے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ کر لیا تو بنی امیہ کا ایک گروہ عمر بن مقصوص (قوصی ح ل) معاویہ کے استاد سے کہنے لگا کہ تو نے اسے محبت علیؑ اور بغض بنی امیہ سکھایا اور اس کے آداب کی تعلیم دی ہے، وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ اس کا فطری و جبلی امر ہے انہوں نے اس کی یہ بات نہ سنی اور پکڑ کر زندہ در گور کر دیا، اور پچیس دن یا چالیس دن کے بعد معاویہ نے بھی دنیا کو الوداع کہا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر آلود شربت سے مسموم کیا گیا، اور اس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی۔

پس ولید بن عتبہ بن ابوسفیان خلافت کے لالچ میں کھڑا ہو گیا تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے، جب اس نے دوسری تکبیر کہی اسے زخمی کر دیا گیا اور معاویہ کے ساتھ اسے بھی ملحق کر دیا، پس دوسرے شخص نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور معاویہ کو دمشق میں دفن کیا گیا اور اس کی موت سے آل ابوسفیان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور خلافت مروان اور اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو گئی۔

واضح ہو کہ جب یزید بن معاویہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو کچھ لوگوں نے اس کی بیعت سے انکار کیا ان میں سے ایک عبداللہ زبیر تھا جس نے اس کی بیعت سے سرتابی کی اور مکہ کی طرف چلا گیا، یزید نے واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے بعد لشکر کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ کے مقابلہ کے لیے مکہ جائے، اور جن دنوں لشکر یزید ابن زبیر سے جنگ کر رہا تھا، یزید درکات جہنم کی طرف روانہ ہوا اور عبداللہ بن زبیر مکہ میں بلا مزاحم و مقابل رہ گیا اور خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور کچھ نہ کچھ اس کی خلافت کا معاملہ پکا ہو گیا تو اس نے بیت اللہ الحرام کی بنیاد کی تاسیس شروع کی۔ اس وقت ستر بوڑھے افراد نے گواہی دی کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی بناء و تعمیر کی تھی، چونکہ ان کے مال بقدر کفایت نہیں تھے تو سات ہاتھ خانہ کعبہ کی اصل اساس کی وسعت سے جو ابراہیم و اسماعیل نے بناء کی تھی کم کر دی، ابن زبیر نے اس کم شدہ مقدار کو زیادہ کیا اور خانہ کعبہ کے دو دروازے قرار دیئے، ایک اندر جانے اور دوسرا باہر نکلنے کے لیے یہاں تک کہ حجاج بن عبدالملک بن مروان کی طرف سے ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ میں آیا اور عبداللہ کو قتل کر دیا، اور جو تعمیر ابن زبیر نے کی تھی اس کو منہدم کر دیا، اور جس طرح قریش نے تعمیر کی تھی اور رسول خداؐ کے زمانہ میں تھی بناء کیا اور خانہ کعبہ کا ایک ہی دروازہ قرار دیا، اور یہ بھی واضح ہو کہ جس وقت یزید اور معاویہ بن یزید مر گئے، ابن زیاد اس وقت بصرہ کا حاکم تھا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا اور انہیں یزید اور معاویہ بن یزید کی موت کی خبر سنائی اور کہنے لگا کسی شخص کو اپنا امیر بنالو اور اس کی بیعت کر لو تا کہ وہ تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے اور مظلوموں کے لیے انصاف کرے، اور تمہارے مال تمہارے درمیان تقسیم کرے۔

اشراف بصرہ کی ایک جماعت کہ جن میں احنف بن قیس وقیس بن ہشیم اور مسمع بن مالک عبدی تھے، کہنے لگے کہ ہم تیرے سوا کسی کو اس کام کا سزاوار نہیں سمجھتے، اس وقت تم امیر رہو جب تک کہ لوگ اپنے لیے خلیفہ انتخاب نہیں کرتے، عبداللہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ایک خط کوفہ میں اپنے عامل عمرو بن حریث کے نام لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو اس کی اطاعت کی طرف دعوت دے۔

عمرو بن حریث نے جب اہل کوفہ کو ابن زیاد کی بیعت کی دعوت دی تو یزید بن رزیم شیبانی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیں بنی امیہ اور پسر مرجانہ کی حکومت کی ضرورت نہیں اور اس سے چارہ کار نہیں کہ بیعت کا حق اہل حجاج کو ہے اور بعض چاہتے تھے کہ عمر بن سعد کی بیعت کریں کہ قبیلہ ہمدان کی عورتیں قبیلہ کہلان و انصار و ربیعہ ونخع کی عورتوں کے ساتھ چیخ و پکار و گریہ وزاری کرتی ہوئی جامع مسجد میں داخل ہوئیں اور امام حسین علیہ السلام کا ندبہ و ماتم کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ کیا عمر بن سعد کے لیے سید الشہدا کا شہید کرنا کفایت نہیں کرتا کہ اب وہ ہمارا امیر بننا چاہتا ہے، لوگ بھی عورتوں کے رونے سے گریہ کرنے لگے، اس بناء پر عمر و سعد کی بیعت نہ کی۔

جب اہل کوفہ کی یہ خبر عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو اسے کوفہ کی تسخیر کا لالچ دامن گیر ہوا، عبداللہ بن مطیع عدوی کو کوفہ کا حاکم بنا کر کوفہ کی طرف بھیجا تو مختار نے ابن زبیر سے کہا کہ میں کوفہ میں رہنے والے ایک گروہ کو جانتا ہوں کہ اگر ان پر کوئی ایسا شخص حاکم ہو جائے جو صاحب رفق و علم ہو تو یقیناً ان میں سے ایک عظیم لشکر تیار ہو سکتا ہے کہ جس سے تو اہل شام پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے، ابن زبیر نے کہا وہ گروہ کن لوگوں کا ہے، مختار نے کہا کہ وہ بنی ہاشم کے شیعہ ہیں، ابن زبیر نے کہا تو میں تجھے اس کام کے لیے منتخب کرتا ہوں۔

پس مختار کوفہ میں آیا اور ایک گوشہ میں فروکش ہوا، اور مسلسل اولاد ابوطالب اور ان کے شیعوں پر گریہ کرتا اور جزع و فزع و نوحہ وزاری کا اظہار کرتا اور لوگوں کو اہل بیتؑ کے شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے پر اکساتا رہا، شیعہ اس کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ اس کا کام قوت پکڑ گیا اور وہ قصر الامارۃ میں داخل ہوا اور عبداللہ بن مطیع ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکال دیا اور اہل کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اپنے لیے مکان اور باغ بنوایا اور بیت المال کے اموال لوگوں پر تقسیم کر دیئے اور ابن زبیر کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور آہستہ آہستہ اس کا معاملہ بلند ہوتا گیا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے درپے ہوئے اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا کہ جن میں سے عبیداللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر سنان وغیرہ ملاعین تھے، ان پر خدا کی لعنتیں ہوں اور آخر کار مختار معصب بن زبیر عبداللہ کے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا، جیسا کہ اس کے بعد عنقریب ہم انشاء اللہ اس کی طرف اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن زبیر مکہ میں اظہار عبادت و زہد و تقوی کرتا اور خلافت کا بہت حریص اور لالچی تھا اور اپنے آپ کو عائذ بیت اللہ یعنی خانہ خدا میں پناہ لینے والا کہتا تھا، اور بنی ہاشم کو بہت تکلیف و اذیت پہنچاتا تھا اور اپنے بھائی عمرو بن زبیر کو مسجد الحرام کے دروازے پر ننگا کر کے اتنے تازیانے لگائے گئے کہ وہ مر گیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اس سے منحرف تھا اور یزید بن معاویہ کی بادشاہی کے زمانہ میں وہ ایک لشکر کے ساتھ مدینہ سے ولید بن عتبہ کی تحریک پر اپنے بھائی عبداللہ سے جنگ کرنے چلا تھا، جب اس کا لشکر عبداللہ کے لشکر کے مدمقابل ہوا تو عبداللہ کو کامیابی ہوئی اور عمرو کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا تو عبداللہ نے عمرو کو گرفتار کر لیا اور جس طرح بیان ہو چکا ہے اسے قتل کر دیا۔

نیز عبداللہ بن زبیر نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو تاریک و وحشت ناک قید خانے میں قید کر دیا اور چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دے،

حسن نے اپنے چھٹکارے کی تدبیر کی اور قید سے آزاد ہو کر بھاگ نکلا اور مقام منیٰ میں اپنے باپ سے جاملا نیز عبداللہ نے بنی ہاشم میں سے جو لوگ مکہ میں تھے کہ جن میں محمد بن حنیفہ بھی تھے کہ شعب میں محصور کر لیا اور بہت سی لکڑیاں جمع کر دیں اور چاہا کہ انہیں جلا دے کہ اچانک کوفہ کی طرف سے ایک جماعت آئی کہ جنہیں مختار نے بھیجا تھا، اور انہوں نے بنی ہاشم کو آزاد کر دیا اور چاہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر کو قتل کر دیں تو عبداللہ مسجد الحرام میں پہنچ گیا اور خانہ کعبہ کے پردے پکڑ لیے اور کہنے لگا میں خدا کی پناہ میں ہوں۔

اور مسعودی نے مروج الذہب میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد نوفلی کی کتاب سے بیان کیا ہے کہ وہ ابن عائشہ سے اور وہ اپنے باپ سے وہ حماد بن سلمہ سے نقل کرتا ہے کہ عروہ بن زبیر اپنے بھائی کی طرف سے عذر پیش کرتا تھا، جب بنی ہاشم اور اس کے بھائی کا انہیں شعب مکہ میں محصور کرنے اور اس کا ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنے کا ذکر ہوتا اور کہتا کہ معاملہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ میرے بھائی کا مقصد صرف ان کو ڈرانا تھا تا کہ وہ اس کی اطاعت میں داخل ہو جائیں، جیسا کہ بنی ہاشم کو ڈرایا گیا اور ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کی گئیں، جب کہ انہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا، زمانہ سلف میں یعنی جب بنی ہاشم نے ابوبکر کی بیعت سے تخلف کیا تھا جب وہ خلیفہ ہوا۔

اس کے بعد مسعودی نے کہا کہ یہ ابوبکر کے زمانہ میں (اہل بیتؑ کے گھر کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنا) ایسی خبر ہے کہ جس کا ذکر کرنا یہاں مناسب نہیں اور ہم نے کتاب حدائق الاذہان میں جو کہ مناقب اہل بیتؑ اور ان کے اخبار میں ہے، اس مطلب و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور عبداللہ بن زبیر امیر المومنین علیہ السلام اور آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کی عداوت و دشمنی کی راہ پر گامزن تھا اور چالیس دن خطبہ پڑھا اور ان خطبوں میں رسول اللہ پر صلوات کو جسے خطبہ میں ذکر کرنا ضروری ہے ترک کیا اور کبھی کبھی خطبوں میں امیر المومنینؑ کو سب و شتم بھی کرتا تھا اور یہ شخص کمینہ طبیعت ہونے میں مشہور تھا۔

سعید بن جبیر نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس ابن زبیر کے پاس گئے تو ابن زبیر ان سے کہنے لگا تو ہے وہ شخص جو میری طرف لئیم و بخیل ہونے کی نسبت دیتا ہے، ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے جو اپنے پیٹ کو پر کرے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو، ابن زبیر کہنے لگا اے ابن عباس چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں تم اہل بیتؑ کے بغض کو اپنے دل میں لیے ہوئے ہوں، ان دونوں کے درمیان کئی باتیں ہوئیں، ابن عباس جان کے خوف سے طائف کی طرف چلے گئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور ابن زبیر کے قتل ہونے کا واقعہ، عبدالملک کی خلافت کے زمانہ کے واقعات میں تحریر ہوگا، اب رجوع کرتے ہیں حکم بن ابوالعاص کی اولاد کی حکومت کے ذکر کی طرف۔

مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف کی سلطنت کا ذکر

جب خلافت وحکومت معاویہ بن یزید کے مرنے سے آل ابوسفیان سے برطرف ہوئی تو آل حکم کی طرف منتقل ہوگئی اور پہلا شخص جو ان میں سے تحت سلطنت پر بیٹھا وہ مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف تھا اور مروان ابن طرید (دھتکارے ہوئے کا بیٹا، چونکہ اسے اور اس کے باپ کو رسول خداؐ نے مدینہ سے کئی فرسخ دور نکال دیا تھا) کے نام سے مشہور اور دزغ (چھپکلی) سے ملقب اور بلند قد اور مضطرب قامت ہونے کی وجہ سے خیط (تاگا) باطل کے نام سے مشہور تھا وہ خدا اور رسولؐ وآل رسولؐ کی عداوت ودشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ شدید وسخت تھا، خصوصاً امیرالمومنین علیہ السلام کی دشمنی میں لہذا وہ زمانہ عثمان سے لے کر آخر عمر تک ہمیشہ آپؑ کے فضائل ومناقب کو چھپانے اور آپؑ کے مثالب ومعائب کے افتراء کرنے میں کوشش کرتا رہا اور اس کا باپ عثمان بن عفان کا چچا تھا اور وہ رسول اکرمؐ کا دشمن تھا اور ہمیشہ آپؐ سے عداوت کا علی الاعلان اظہار کرتا اور آپؐ سے صراحتہً بغض رکھتا تھا اور وہ باتفاق امت اپنے اہل خانہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اکرمؐ کا دھتکارا ہوا راندہ درگاہ تھا، اور اسے شہر بدر کرنے کا زیادہ مشہور سبب یہ ہے کہ یہ ملعون گلیوں اور کوچوں میں رسول اکرمؐ کے پیچھے چلتا اور ناشائستہ حرکتیں کرتا اور آنحضرتؐ کی بطور استہزا نقل اتارتا اور ادھر ادھر جھکتا، آنحضرتؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا ''فکذ لک فلتکن'' ایسا ہی ہوجا۔ آپؐ کی نفرین کی وجہ سے وہ مرض احتلاج میں مبتلا ہوا اور جب تک زندہ رہا اسی درد میں گرفتار رہا اور اسی لیے آنجنابؐ نے اسے شہر سے نکال دیا اور طائف کی طرف بھیجا۔

اور ابوسعید عصفری کی کتاب سے منقول ہے کہ حذیفہ بن السلیمان نے رسول خدا سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا جب معاویہ بن ابوسفیان کو منبر پر دیکھو اسے قتل کردو چاہے وہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہو۔ اور حکم کی ماں زرقاء بنت موہب ہے اور تاریخ ابن اثیر سے منقول ہے کہ زرقا جھنڈا دار اور مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی، خلاصہ یہ کہ حکم اپنے باپ کے ساتھ طائف میں رہا یہاں تک کہ رسول خداؐ کی وفات ہوئی، عثمان نے اپنی رشتہ داری کی بنا پر ابوبکر سے اس کی سفارش کی تو اس نے قبول نہ کیا اور جب عمر خلیفہ ہوا تو پھر عثمان نے سفارش کی تو قبول نہ ہوئی، لیکن جب خلافت کو نوبت عثمان تک پہنچی تو حکم ومروان اور ان کے گھر والوں کو مدینہ لے آیا اور ایک لاکھ درہم مسلمانوں کے مال فئی میں سے انہیں عطیہ دیا اور افریقہ کا خمس جو ایک جماعت علماء کی نقل کے مطابق ایک لاکھ دینار تھا ایک ہی نشست میں مروان کو دے دیا اور فدک بھی اُسی کو دے دیا اور بازار مدینہ کا خراج کہ جسے پیغمبر اکرمؐ نے مسلمانوں کے لیے صدقہ قرار دیا تھا حارث بن حکم کو دے دیا، اور مروان کو وزارت اور راز داری کی خط وکتابت کے لیے انتخاب کیا اور اس نے خلافت عثمان کے زمانہ میں وحشت ناک فتنے اور عجیب وغریب بدعتیں خواہشات باطلہ کے مطابق ظاہر کیں اور بالآخر قتل عثمان کا سبب بنا، اہل

سنت اپنے عقیدہ میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا خط جو عثمان کی مہر کے ساتھ اس کے مخصوص غلام (جو اس کی خاص سواری پر سوار ہو کر جا رہا تھا) کے ذریعہ عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے نام تھا وہ اس کی نسبت مروان کی طرف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان اس امر باطل سے بری الذمہ تھا جیسا کہ اپنی جگہ پر تحریر ہے۔

اور مروان جنگ جمل میں عائشہ کے ساتھ تھا، اس جنگ میں مروان نے طلحہ کو تیر مارا کہ جس سے وہ مر گیا اور فتح جنگ کے بعد مروان قید ہو گیا اور حضرت حسنین علیہما السلام کو اس نے اپنا شفیع قرار دیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اسے رہا کر دیا، شہزادوں نے عرض کیا اس سے بیعت لیجئے، فرمایا کیا عثمان کے قتل کے بعد اس نے بیعت نہیں کی تھی مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں، اس کا ہاتھ یہودی کا ہاتھ ہے، کیونکہ یہودی دھوکہ بازی میں مشہور ہیں، اگر ہاتھ سے بیعت کرے تو اپنے سینہ کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اور اس کے لیے بھی ایک حقیر و بے قدر امارت وحکومت ہے جس طرح کتا اپنی بینی کو چاٹتا ہے، پھر فرمایا اور وہ چار منڈھوں کا باپ ہے، اور عنقریب امت کو اس سے اور اس کی اولاد سے سرخ دن دیکھنا نصیب ہوگا۔

ابن ابی الحدید نے چار مینڈھوں سے مراد اس کے چار بیٹے لیے ہیں، جو اس کی اولاد میں سے چہرہ مہرہ رکھتے تھے ایک عبدالملک جو ساری دنیا کا خلیفہ ہوا، دوسرا عبدالعزیز جو مصر کا حاکم تھا، تیسرا محمد کہ جسے جزیرہ کی حکومت ملی، چوتھا بشر جو عراقین (کوفہ و بصرہ) کا حکمران بنا لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اشارہ عبدالملک بن مروان کے چار بیٹوں کی طرف ہے کہ جو سب کے سب خلیفہ ہوئے اور ان کے زمانہ میں امت کے دن سیاہ اور ان کی حالت تباہ ہوئی اور وہ ولید، سلیمان یزید اور ہشام تھے اور ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ان کے علاوہ چار بھائیوں نے خلافت وحکومت کی ہو اور اسی کی تصدیق کرتی ہے وہ چیز جو اخبار الدول میں مذکور ہے کہ مروان نے خواب میں دیکھا کہ اس نے رسول اکرمؐ کے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا۔

ابن اسیرین نے تعبیر بیان کی کہ چار شخص تیری اولاد میں سے خلافت وحکومت کا لباس پہنیں گے اور وہ محراب رسولؐ میں کھڑے ہوں گے اور اسی طرح ہی ہوا، اور وہ ولید و سلیمان و ہشام و یزید تھے۔انتھی

بہر حال مروان جنگ جمل کے بعد معاویہ سے جا ملا اور امیر المومنین علیہ السلام کی دشمنی میں خبث ولادت و سوئے عقیدت کی بناء پر کوشاں رہا اور آنحضرت کی شہادت کے بعد اسے دو مرتبہ مدینہ کی حکومت و گورنری ملی اور ابن اثیر کہتا ہے کہ وہ ہر جمعہ کے دن منبر رسولؐ پر جاتا اور مہاجرین و انصار کی موجودگی میں امیر المومنین صلوات اللہ علیہ پر سب و شتم میں مبالغہ کرتا تھا۔

اور جس زمانہ میں یزید بن معاویہ کو حکومت ملی مروان مدینہ میں تھا اور واقعہ حرہ میں بھی مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے قتل کرنے پر ابھارتا تھا اور معاویہ بن یزید کی خلافت کے زمانہ میں شام میں تھا، جب معاویہ کی وفات ہو گئی اور آل ابوسفیان کی حکومت ختم ہو گئی اور لوگ ابن زبیر کی بیعت میں داخل ہوئے تو مروان نے چاہا کہ ابن زبیر کی بیعت کر لے اور مکہ کی طرف چلا جائے، بعض لوگوں نے اسے منع کیا اور حکومت کا لالچ دلایا، مروان جابیہ کی طرف چلا گیا جو جگہ شام واردن کے درمیان ہے تو عمرو بن سعید بن عاص نے (جو اشدق کے نام سے مشہور تھا) مروان سے کہا کہ میں لوگوں کو تیری بیعت میں داخل کر دیتا ہوں بشرطیکہ تیرے بعد مجھے حکومت و خلافت

ملے،مروان کہنے لگا کہ خالد بن یزید بن معاویہ کے بعد خلافت تیری ہوگی۔

اشدق نے قبول کرلیا اور لوگوں کو مروان کی بیعت کی دعوت دینے لگا۔سب سے پہلے جن لوگوں نے مروان کے بیعت کی وہ اہل اردن تھے کہ جنہوں نے کراہت و ناپسندیدگی میں تلوار کے خون سے بیعت کی پھر اہل شام اور دوسرے شہروں کے کچھ لوگوں نے بیعت کی۔

پس مروان نے اپنے کارندے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے اور خود مصر کی طرف چلا گیا اور اہل مصر کا محاصرہ کرلیا اور تھوڑی بہت ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ ابن زبیر کی بیعت توڑ دی اور مروان کی اطاعت میں داخل ہو گئے،پس مروان نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ان کا گورنر مقرر کیا اور خود شام کی طرف واپس چلا گیا،جب شام میں پہنچا تو حسان بن مالک کو جو کہ قبیلہ قحطان کا رئیس و سردار تھا شام میں بلایا اور اس جہت سے کہ شاید وہ ریاست و سرداری کی وجہ سے اس کے بعد سرکشی و طغیان نہ کرے اسے ترغیب و ترہیب کی کہ وہ اپنے کو اس خیال سے مایوس کرلے اور خلافت و ریاست کے طمع کو اپنے سے دور پھینک دے۔

حسان نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبدالملک بن مروان کی اور عبدالملک کے بعد عبدالعزیز مروان کی بیعت کی دعوت دی اور لوگوں نے بھی بیعت کرلی،اور مخالفت نہ کی اور جب یہ خبر فاختہ خالد بن یزید کی ماں تک پہنچی جو مروان کی بیوی ہو چکی تھی تو وہ مروان کے قتل کے درپے ہوئی،چونکہ اس نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی،کیونکہ اس نے معاہدہ یہ کیا تھا کہ اس کے بعد خالد بن یزید کی خلافت ہوگی،پس فاختہ نے دودھ میں زہر ملایا اور مروان کو دیا،جب مروان نے وہ زہر آلودہ دودھ پیا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور حالت احتضار اس پر طاری ہوئی،عبدالملک اور اس کے باقی بیٹے اس کے پاس حاضر ہوئے،مروان اپنی انگلی سے خالد کی ماں کی طرف اشارہ کرتا تھا یعنی اس نے مجھے مارا ہے اور خالد کی ماں اس وجہ سے کہ معاملہ پوشیدہ رہے کہتی تھی کہ میرا باپ تجھ پر قربان ہو تجھے کتنی زیادہ مجھ سے محبت تھی کہ مرنے کے وقت بھی تو میری یاد میں ہے اور اپنی اولاد کو میری سفارش کر رہا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مروان سویا ہوا تھا کہ خالد کی ماں نے اس کے منہ پر تکیہ رکھ دیا،اور خود اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھ گئی یہاں تک کہ مروان کی جان نکل گئی،اور یہ واقعہ ۶۵ ؍ہجری کا ہے اور مروان کی عمر تریسٹھ سال تھی اور وہ نو ماہ اور کچھ دن خلیفہ رہا اور اس کے بیس بھائی آٹھ بہنیں گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

فریقین کی کتب میں اس پر لعنت کے متعلق روایات وارد ہوئی ہیں اور کئی ایک کتب اہل سنت میں اس مضمون کی روایت ہے کہ عائشہ نے مروان سے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خداؐ نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے جب کہ تو اس کی صلب میں تھا۔

اور حیواۃ الحیوان و تاریخ خمیس اور اخبار الدول میں مستدرک حاکم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ جو کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے رسول خدا کی خدمت میں لے آتے اور اس کے لیے حضور دعا فرماتے،اور جب مروان پیدا ہوا اور اس کو حضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا''**ھو الوزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون**''وہ چھپکلی چھپکلی کا بیٹا ملعون ملعون کا بیٹا ہے،اس کے بعد حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

نیز حاکم نے عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کی ہے اور اس کو صحبت رسولؐ کا شرف حاصل تھا کہ حکم بن ابوالعاص نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کی تو آپؐ اس کی آواز پہچان گئے، فرمایا کہ اسے آنے کی اجازت دے دو، اس پر اور جو اس کے صلب سے خارج ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے، مگر وہ جوان میں مومن ہوں اور وہ کتنے کم ہیں اور وہ (اس کی اولاد) دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کریں گے اور آخرت میں ذلیل وپست ہوں گے وہ صاحبان مکر وفریب ہوں گے، دنیا میں ان کو مال دنیا عطاء ہوگا اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

اور پہلی حدیث سے مناسبت رکھتی ہے وہ حدیث جسے ثقۃ الاسلام نے کافی میں سند کے ساتھ جناب صادق آل محمدؐ سے وارد کیا ہے کہ عبید اللہ بن طلحہ کہتا ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے چھپکلی کے حکم کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ وہ رجس ونجس ہے، جب اس کو مارو تو غسل کرو۔

ایک دن میرے والد کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک شخص تھا کہ جس سے آپ احادیث بیان فرمارہے تھے، اچانک ایک چھپکلی اپنی زبان کو حرکت دینے لگی میرے والد نے اس شخص سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ چھپکلی کیا کہتی ہے، اس نے عرض کیا کہ مجھے اس کی گفتگو کا علم نہیں، فرمایا یہ کہتی ہے کہ اگر آپ نے عثمان کو برا کہا تو میں علیؑ کو سب کرتی رہوں گی جب تک کہ آپ یہاں سے نہیں اٹھتے، اس وقت میرے والد نے فرمایا کہ بنی امیہ میں سے کوئی نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ چھپکلی کے ساتھ مسخ ہوجاتا ہے۔

چونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بنی امیہ سے محبت اور اتحاد ہے، کیونکہ عثمان کی محبت امیر المومنین علیہ السلام کی عداوت کی راہ میں چھپکلی ان سے موافق ہے اور ان کے مردے چھپکلی کی صورت میں مسخ ہوجاتے ہیں تو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم اور مروان کو چھپکلی کا لقب دیا اور اس مناسبت کی تصریح اس حدیث میں بھی موجود ہے جو کافی میں عبدالرحمن بن ابو عبداللہ سے منقول ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے جب کہ مروان اور اس کا باپ چپکے سے چوری چھپے آپؐ کی باتیں سن رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے چھپکلی کے بیٹے۔

ابوعبداللہ نے فرمایا اسی دن سے تم دیکھتے ہو کہ چھپکلی کان دھر کے باتیں سنتی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی اور مروان کی حقیقت وماہیت ایک ہی ہے اور صرف شکل وصورت کا اختلاف ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جو کہ حقائق اشیاء اور ماہیات موجودات پر مطلع تھے) اس کی خبر دی ہے اور سچا گواہ مروان اور چھپکلی کی موافقت کا یہ محسوس صفت ہے جو کہ باتیں چرانا ہے۔

ابوالفراج اصفہانی نے جو کہ خود مروانی ہے کتاب آغانی میں مروان کے معاویہ کے پاس مدینہ کی گورنری سے معزول ہونے کے بعد پہنچنے کے واقعہ کے ذیل میں جب کہ ان میں گفتگو کا ردوبدل ہوسکتا ہے کہ معاویہ کو غصہ آگیا اور اس نے کہا اے چھپکلی کے بیٹے تو اس کا اہل نہیں ہے، مروان کہنے لگا معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے میں اس وقت دس افراد کا باپ دس افراد کا بھائی اور دس افراد کا چچا ہوں اور وہ وقت قریب ہے کہ تعداد مکمل ہوجائے، یعنی چالیس افراد۔

ابوالفراج نے کہا ہے کہ یہ اشارہ ہے حدیث نبوی کی طرف کہ جب عاص کی اولاد چالیس مرد کو پہنچ جائے تو وہ اللہ کے مال کو اپنی دولت اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں گے اور ابوالعاص کی اولاد اس وقت کی منتظر رہتی تھی، نیز اس واقعہ کے آخر میں معاویہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ احنف نے معاویہ سے پوچھا کہ کیوں تو نے مروان کی اتنی باتیں برداشت کیں اور مروان کی بات میں کس چیز کی طرف اشارہ تھا تو معاویہ نے یہ حدیث نقل کی اور کہا کہ خدا کی قسم مروان نے یہ بات صاف وشفاف چشم سے لی ہے۔

عبدالملک بن مروان کی سلطنت مختار اور زبیر کے دونوں بیٹے مصعب وعبداللہ کے ہونے کا ذکر

اتوار کی رات پہلی ماہ رمضان ۶۵ رہجری عبدالملک بن مروان اپنے باپ کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا اور تحت نشین ہونے سے پہلے وہ ہمیشہ مسجد میں رہتا اور تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کو حمامۃ (کبوتری) المسجد کے نام سے پکارتے تھے اور جب خلافت کی خبر اسے ملی تو وہ اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھا، اس نے قرآن کو بند کرتے ہوئے کہا ''سلام علیک ہذا الفراق بینی وبینک'' تجھ پر سلام ہو یہ تیرے اور میرے فراق وجدائی کا وقت ہے۔

راغب کتاب محاضرات میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ عبدالملک نے کہا مجھے چیونٹی کے مارنے سے گھٹن محسوس ہوتی تھی اور اب حجاج مجھے لکھتا ہے کہ میں نے لوگوں کا ایک گروہ قتل کردیا ہے اور مجھ میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، زہری ایک دن عبدالملک سے کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ تو شراب پیتا ہے، عبدالملک کہنے لگا جی ہاں خدا کی قسم اور خون بھی پیتا ہوں۔

اور تاریخ سیوطی سے منقول ہے کہ ایک یہودی یوسف نامی مسلمان ہوگیا کہ جسے نازل شدہ کتابوں کا پورا علم تھا جب اس کا مروان کے گھر کے دروازے سے گزر ہوا تو کہنے لگا وائے اور ہلاکت ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس گھر والوں سے۔راوی نے کہا امت کب تک ان میں مبتلا رہے گی، وہ کہنے لگا اس وقت تک جب تک سیاہ رنگ کے جھنڈے خراسان کی طرف سے آئیں گے کہ جس سے مراد بنی عباس کی سلطنت ہے اور یہ یوسف یہودی عبدالملک کا دوست تھا ایک دن اس نے عبدالملک کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تو خلیفہ ہوجائے تو امت پیغمبر کے بارے میں خدا سے ڈرنا۔

عبدالملک کہنے لگا یہ کیا بات کرتے ہو، میری قسمت میں کہاں ہے، یوسف یہودی نے دوبارہ کہا ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا اور کہنے لگا (وقت یاد ہے) کہ جس وقت یزید بن معاویہ نے مکہ کی طرف لشکر بھیجا عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لیے تو عبدالملک کہنے لگا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں، کیا کوئی شخص حرم خدا کی طرف بھی لشکر روانہ کرتا ہے، یوسف نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ تیرا لشکر مکہ کی طرف جائے گا وہ زیادہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ عبدالملک بخیل قاتل اور خون ریز شخص تھا اور اس کے کارندے اور

ملازم بھی اس طرح بخل وفخر ومکاری وخونریزی میں طاق تھے اوران کے نام یوں شمار کئے جاتے ہیں، حجاج عراق میں اس کا گورنر تھا اور مہلب بن ابوصغیرہ خراسان میں ہشام بن اسماعیل مدینہ میں اور عبداللہ اس کا بیٹا مصر میں اور موسیٰ بن نصیر مغرب میں اور محمد بن یوسف حجاج کا بھائی یمن میں اور محمد بن مروان جزیرہ میں اور یہ تمام گورنر بہت بڑے ظالم اور جفا کار تھے اور حجاج سب سے زیادہ ظالم تھا جیسا کہ اس کے حالات کی طرف انشاءاللہ تعالیٰ اشارہ کریں گے۔

منقول ہے کہ عبدالملک کو ابوذباب کہتے تھے، کیونکہ اس کا منہ بدبودار تھا یہاں تک کہ جب مکھی اس کے منہ کے قریب سے گزرتی تو زیادہ بدبو سے مرجاتی تھی اور اسے زیادہ بخیل ہونے کی وجہ سے شح الحجر (پتھر سے پانی ٹپکنا) بھی کہتے تھے اور عبدالملک اسلام میں وہ پہلا شخص ہے جو اس نام سے موسوم ہوا، اور وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے دینار ودرہم پر اسلامی سکہ نقش کیا بعد اس کے کہ رومی سکہ نقش ہوتا تھا اور اس کی تفصیل ومیری نے حیواۃ الحیواں میں نقل کی ہے اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے امر بالمعروف سے منع کیا اور اس کی حکومت وسلطنت کے اوائل ۶۵ رہجری میں کوفہ کے شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو ملامت وسرزنش کرنے لگے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی مدد کیوں نہیں کی اور ان کی آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا اور کہنے لگے کہ آنجناب کا ساتھ چھوڑنا اور آپؑ کی مدد نہ کرنا ایسا ننگ وعار وعیب ہے جو کسی منہ سے دھویا نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ آپؑ کا خون کا انتقام لینے کے لیے حضرتؑ کے قاتلوں کو قتل کریں یا ہم بھی قتل ہو جائیں۔

پس انہوں نے پانچ افراد کو انتخاب کیا اور انہیں اپنا امیر بنایا اور وہ پانچ افراد سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ فزاری، عبداللہ بن سعید بن نفیل ازدی، عبداللہ وال تمیمی، اور رفاعہ بن شداد بجلی تھے، پس انہوں نے لشکر گاہ کو چھوڑا اور انہیں مختار نے اس کام سے منع کیا، لیکن انہوں نے اس کی بات قبول نہ کی اور وہاں سے چل پڑے، یہاں تک کہ عین وردہ میں جا پہنچے جو جزیرہ کے علاقہ کا بہت بڑا شہر ہے اور عبیداللہ بن زیاد جو کہ اس وقت شام میں تھا، تیس ہزار کا شامی لشکر لے کر حصین بن نمیر اور شراحیل بن ذی الکلاح حمیری کی ہمراہی وہمدستی سے جنگ کرنے کے لیے شام سے چل پڑا، عین وردہ میں ان کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلیمان بن صرد نے جوانمردی دکھائی اور ابن زیاد کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا، بالآخر حصین بن نمیر نے اسے تیر مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت مسیب نے جو کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر کا پہلے سردار رہ چکا تھا علم لیا اور دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا اور رجز پڑھے، یہاں تک کہ وہ بھی مارا گیا جب شیعوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ایک ہی دفعہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور جنگ میں مشغول ہو گئے اور علم لشکر عبداللہ بن سعید کے پاس تھا، وہ اسی کشمکش میں تھے کہ پانچ سو افراد بصرہ ومدائن کے شیعوں میں سے ان کی مدد کے لیے آن پہنچے تو ان کے دل قوی ہو گئے اور ان کے قدم جم گئے اور انہوں نے سخت جنگ کی اور وہ بار بار یہ کہتے تھے کہ اے ہمارے پالنے والے ہماری کوتاہی کو معاف کر دے پس ہم توبہ کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انہوں نے اتنی جنگ کی کہ سلیمان بن صرد اور عبداللہ بن سعید تمام روساء لشکر سمیت شہید ہو گئے، جو لوگ بچ گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ شام کے لشکر سے جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے تو وہ شکست کھا کر اپنے شہروں میں جا پہنچے اور

ابن زیاد جب شیعوں کے کام سے فارغ ہوا تو عین وردہ سے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے چل پڑا۔ جب یہ موصل میں پہنچا تو ابراہیم بن مالک اشتر عراق کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے مختار کے حکم سے اس سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور عبیداللہ کے لشکر سے جنگ عظیم کی اور بالآخر عراق کو فتح وظفر نصیب ہوئی۔ اور عبیداللہ بن زیاد شرجیل بن ذی الکلاع وابن حوشب ذی ظلیم اور عبداللہ بن ایاس سلمی کئی ایک بزرگان شام کے ساتھ واصل جہنم ہوئے، ابراہیم ابن زیاد اور دوسرے لشکر کے امیروں کے سر مختار کے پاس لے آیا، اور مختار نے ابن زیاد کا سر حجاز کی طرف بھیجا اور یہ واقعہ ٦٦ ہجری میں ہوا۔

اور مختار کے قاتلین سید الشہداءؑ سے انتقام لینے اور کوفہ پر مسلط ہونے اور حضرتؑ کے قاتلوں کو قتل کرنے مثلاً خولی عمر و دعد وابن زیاد وغیرہ کی داستان طویل ہے اور اس مختصر میں اس کی ذکر کی گنجائش نہیں، خواہشمند حضرات کتاب اخذ الثار تالیف شیخ ابن نما وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد لعین کے نسب کے سلسلہ میں چند باتیں کی جائیں۔

واضح ہو کہ عبیداللہ کا باپ زیاد بن ابیہ زیاد بن امہ زیاد بن عبیدز یاد بن سمیہ کے نام سے مشہور ہے اور جب سے معاویہ نے اسے ملحق کر لیا تو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور عبید وسمیہ دونوں کسریٰ کے غلام تھے اور کسریٰ نے انہیں ابوالخیر بن عمرو کندی کو جو یمن کے بادشاہوں میں سے تھا یہ بخش دیئے، جب ابوالخیر بیمار ہوا تو طائف کی طرف چلا گیا اور وہاں حارث بن کلدہ عرب کا طبیب رہتا تھا اس نے ابوالخیر کا علاج کیا تو اس نے سمیہ حارث کو بخش دی، سمیہ حارث کے پاس رہی اور اس نے نافع کو جنم دیا۔

حارث نے اسے اپنا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا پھر سمیہ نے ابوبکر مشہور صحابی کو اس کے فراش پر جنا پھر حارث نے اس کا اپنے سے انکار کر دیا اور اس کے بیٹا ہونے کا اقرار نہ کیا اور سمیہ کی عبید مذکور سے شادی کر دی، اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے شبل بن معبد کے ساتھ (جو سمیہ کی اولاد میں سے تھا) مغیرہ بن شعبہ کے خلاف عمر کے پاس زنا کی گواہی دی تھی، البتہ زیاد نے عمر کے اشارے سے گواہی کو مضطرب بنا دیا اور عمر نے مغیرہ پر حد جاری نہ کی، بلکہ گواہوں پر حد جاری کی اس شرح وبسط کے ساتھ جو اپنے مقام پر لکھی ہوئی ہے۔

اور عقد الفرید سے منقول ہے کہ زنا کار عورتوں کی زمانہ جاہلیت میں عادت یہ تھی کہ انہوں نے جھنڈے نصب کر رکھے تھے تاکہ ان کی شہرت ہو اور زنا کار جوان ان کی تلاش میں آئیں، اور اکثر لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی کنیزوں اور لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرتے تھے تاکہ دنیا فانی اور مال ومتاع زائل حیات دنیا حاصل کریں، جیسا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ''ولا تکرھوا امائکم علی البغاء''۔ الخ

''اپنی نوجوان کنیزوں کو زنا پر مجبور نہ کرو''۔

اور مروج الذہب میں ہے کہ یہ سمیہ جھنڈے والی عورتوں میں سے تھی اور حارث بن کلدہ کو مقررہ رقم دیتی تھی اور طائف میں حارۃ البغایا (بدکاروں کی جگہ) نامی محل میں اس کا مکان تھا ایک دن ابوسفیان ابو مریم سلولی شرابی کے پاس گیا اور شراب پی کر

مست ہوااوراس سے کسی زنا کارعورت کا مطالبہ کیا،ابومریم نے کہا کہ سمیہ کے علاوہ توکوئی نہیں ابوسفیان نے کہا کہ اسی کو لے آؤ اگر چہ اس کی بغلوں سے بد بو آتی ہے اوراس کے پستان بھی بڑے ہیں۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان نے اس سے پہلے بھی اسے دیکھا ہوا تھا، فارغ ہونے کے بعد ابومریم نے پوچھا کیسی تھی،ابوسفیان نے جواب دیا،اگراس کے پستانوں کا ڈھیلا پن اور بد بو نہ ہوتی تو کوئی عیب نہیں۔

خلاصہ یہ کہ سمیہ نے زیاد کو ہجرت کے پہلے سال عبید کے فراش پر جنااور وہ زیاد بن عبید،ابن امہ،ابن ابیہ،اورابن سمیہ کے نام سے مشہور ہوااور جب کچھ سمجھ دار ہوا تو ابوموسیٰ اشعری کا منشی ہوگیا اور عمر نے کوئی کام اس کے ذمہ لگایا تو یہ اسے عمدہ طریقہ پر بجالایا اور ایک دن مسجد میں آیا اوراس نے خطبہ پڑھا جو تعجب آور تھا،عمرو عاص نے کہا اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا تو ریاست کے لائق تھا،ابو سفیان کہنے لگا خدا کی قسم میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جس نے اسے اس کے ماں کے رحم میں رکھا ہے،اس سے کہنے لگے وہ کون ہے ابو سفیان نے کہا کہ میں ہوں۔

یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے چونکہ ظاہراً زیاد نے کوئی ناشائستہ اور برا کام نہیں کیا تھا ابھی تک اور کفایت وزیرکی میں بھی ممتاز تھا،لہذا آنجنابؑ کی طرف سے حدود فارس کا حکمران ہوااور معاویہ نے جتنا اسے دھوکہ وفریب دینا چاہا نہ دے سکا،اور زیاد نے معاویہ کے اسے خط لکھنے کے بعد خطبہ پڑھا اور کہنے لگا''اتعجب من ابن اكلة الا كباد وراس النفاق يخوفني ايای''۔کیا تجھے تعجب نہیں آتا جگرخوارہ کے بیٹے اور نفاق کے شرکہ وہ مجھے ڈراتا ہے کہ وہ مجھے نفاق پہنچانے کا قصد کرے اوراس خطبہ میں اس نے امیر المومنین علیہ السلام کی تعریف بلیغ کی۔اور آنجنابؑ نے بھی اسے ایک حکم نامہ لکھا اور اسے معاویہ کے مکروفریب سے ڈرایا اور زیاد اسی حالت پر رہا یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کا زمانہ ختم ہوا تو اس وقت معاویہ نے شیطانی دریچہ کھولا اور خباثت فطرت اور پستی ولادت نے مدد کی اور مغیرہ بن شعبہ کے تعاون سے کہ جو ناصبت کی کان اور نفاق کی چوٹی تھا زیاد کو دھوکہ دیا اوراس کے ابوسفیان کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اوراسے اپنا بھائی قرار دیا اور زیاد نے محبت دنیا اور جاہ و منزلت کے جھکاؤ کی وجہ سے اپنے حرامزادہ ہونے اور معاویہ کا بھائی اور ابوسفیان کا بیٹا ہونے کے اقرار کو اپنے لیے پسند کیا اوراس کے مادری بھائی ابوبکرہ نے قسم کھائی کہ وہ اس کے بعد اس سے کبھی کلام نہیں کرے گا،کیونکہ اس نے سمیہ کے زنا کو ثابت کیا اور ابوبکرہ کے نسب کو بھی مقدوح ومعیوب بنادیا اور جب دونوں طرف کی رائے پکی ہوگئی تو معاویہ نے اپنی بہن جویرہ کو زیاد کے پاس بھیجا اوراس نے زیاد کو اپنے سر کے بال دکھائے اور کہنے لگی کہ تو میرا بھائی ہے جیسا کہ ابومریم نے مجھے خبر دی ہے۔

پھر مسجد میں دربار لگا اور معاویہ منبر کے اوپر بیٹھا اور زیاد کو اپنے سے نیچے والی منبر کی سیڑھی پر بٹھایا اس وقت ابومریم سلولی (جو پہلے طائف میں شراب کا کاروبار کرتا تھا اور آخر میں معاویہ کے اصحاب میں داخل ہوا) کھڑا ہوگیا اوراس نے گواہی دی،کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان شہر طائف میں میرے پاس آیا اور میں زمانہ جاہلیت میں شراب بیچتا تھا تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ کوئی زنا کار عورت میرے پاس لے آؤ میں نے کہا کوئی زنا کارعورت حارث بن کلدہ کی لونڈی سمیہ کے علاوہ مجھے نہیں مل رہی تو وہ

کہنے لگا باوجودیکہ وہ گندی اور بدبودار ہے اسے لے آؤ۔

زیاد کہنے لگا اے ابومریم آرام سے بیٹھ تجھے انہوں نے گواہی کے لیے بلایا ہے گالیاں دینے کے لیے نہیں، ابو مریم کہنے لگا کہ اگر یہ مجھے معاف کرتے اور یہ گواہی طلب نہ کرتے تو میرے لیے بہتر تھا، لیکن میں نے تو شہادت نہیں دی، مگر اس چیز کی جو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے اور خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ابوسفیان نے سمیہ کے پیراہن کی آستین کو پکڑا اور دروازہ بند کیا اور میں حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ وہ باہر آیا اور وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا تھا، تو میں نے کہا ہاں اے ابوسفیان کیسی تھی۔

ابوسفیان کہنے لگا میں نے ایسی عورت نہیں دیکھی، اگر اس کے پستانوں کا ڈھیلہ پن اور منہ کی بدبو نہ ہوتی اور تاریخ کامل کی روایت کے مطابق ابومریم نے کہا کہ سمیہ ابوسفیان کے پاس سے اس طرح نکلی کہ ایڑیوں سے منی قطرے گر رہے تھے۔

خلاصہ یہ کہ معاویہ نے زیاد کو اسی گواہی کی بناء پر اپنا بھائی بنا لیا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے معاویہ رسول خداؐ نے حکم دیا اور فرمایا ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' بچہ صاحب فراش کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر ہے اور تو نے کتاب خدا کی مخالفت اور سنت رسولؐ سے منہ موڑتے ہوئے اور ابومریم کی ابوسفیان کے لیے شہادت دینے کی وجہ سے یہ حکم لگایا ہے کہ بچہ زنا کار ہے اور صاحب الفراش کے لیے پتھر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا ننگ و عار ہے جو کسی پانی سے دھویا نہیں جا سکتا اور ایسا طعنہ اور عیب ہے کہ جس کا جواب کسی کتاب میں نہیں اور اس زمانہ کے شعراء نے اپنے اشعار میں نزدیک و دور سے معاویہ اور زیاد کی طرف مطاعن عظیم متوجہ کئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ عرب کے مکار و حیلہ باز چار شخص تھے۔ معاویہ، عمرو عاص، زیاد اور مغیرہ بن شعبہ، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

من العرب العرباء قد عد اربع!
دهاته فما يوتى لهم بشبيه
معاويه ،عمرو بن عاص،مغيره
زياد هوالمعروف بابن ابيه

اہل عرب میں سے چار بلا کے شخص گنے گئے ہیں کہ جن کی (مکاری کی) کوئی نظیر و شبیہ نہیں، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور زیاد کہ جو اپنے باپ کے بیٹا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور یہ چاروں کے چاروں حرامزادے اور عداوت و دشمنی امیر المومنین علیہ السلام پر متفق تھے، خلاصہ یہ کہ زیاد وہ شخص ہے کہ جس نے بصرہ اور کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں کو گرفتار کیا انہیں شہید کیا، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں نابینا کیا، کیونکہ خود یہ ملعون پہلے شیعوں میں شمار ہوتا تھا اور ان میں سے مشہور و معروف لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں قتل صبر (باندھ کر قتل کرنا) کی بنیاد ڈالی اور عبدالرحمن بن حسان کو امیر المومنین علیہ السلام کی محبت میں ابن خلدون اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق زندہ درگور کیا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس

نے عراق (بصرہ وکوفہ) کا گورنر ہوااور پہلا شخص ہے کہ جس نے عراق میں امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کی بنیاد رکھی اوراس کو رواج دیااور بعض علماء کا گمان ہے کہ نہج البلاغہ کی یہ عبارت کہ جس میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''عنقریب تم پر غلبہ حاصل کرے گا وہ شخص جو چوپڑے حلقوم والا اور بڑے پیٹ ولا ہے جو کچھ اس کو ملے گا یا نہ ملے گا وہ اسے کھائے گا، پس اس کو قتل کر دینااور تم ہر گز اسے قتل نہیں کروگے، خبر دار اور وہ تمہیں مجھے سب وشتم کرنے اور مجھ سے برائت وبیزاری اختیار کرنے کا حکم دے گا'' یہ اشارہ زیاد کی طرف ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کلام سے آپؑ کا اشارہ معاویہ کی طرف ہے، بہر حال زیاد کی بدعتیں اور فتنہ وفساد واسلام میں اس سے زیادہ ہیں کہ ذکر کئے جائیں۔

ابن ابی الحدید بیان کرتا ہے کہ زیاد نے چاہا کہ اہل کوفہ کے سامنے علی علیہ السلام پر تبراء کرنے اور معاذ اللہ آپ پر لعنت کرنے کا منصوبہ پیش کرے اور جو قبول نہ کرے تو اسے قتل کردے اور اس کا گھر ویران کردے تو خداوند عالم نے اسے مہلت نہ دی اور وہ اسی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوااور تین دن کے بعد جہنم واصل ہوااور یہ واقعہ معاویہ کے زمانہ کا ہے۔

اور مروج الذہب کی روایت کے مطابق ۵۳ ر ہجری کا ہے اور ابن ابی الحدید کے کلام کی تائید کرتا ہے، نقادوالرقبہ کا واقعہ جو مروج الذہب اور امالی ابن الشیخ میں ہے یہ تو تھے عبید اللہ کے باپ زیاد کے حالات باقی رہے، خود ابن زیاد اور اس کی ماں کے حالات تو معلوم ہونا چاہیے کہ ابن زیاد کی ماں کا نام مرجانہ تھا اور وہ مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی اور اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے، جیسا کہ سراقہ باہلی کہتا ہے ''**لعن حیث حل زیاداً !وابنه العجوز ذات البعول**'' خدا لعنت کرے جہاں اتارے زیاد کو اور اس کے بیٹے کو اور کئی شوہروں والی بڑھیا کو، اور شوہروں والی بڑھیا سے مراد مرجانہ لی گئی۔ اور عبید اللہ ۲۸ ر ہجری یا ۲۹ ر ہجری میں پیدا ہوااور ۶۰ ر ہجری میں جب کہ یہ بتیس سالہ تھا عراقین (کوفہ وبصرہ) کا گورنر ہوااور ۶۱ ر ہجری میں اس نے سید الشہداؑ کو شہید کرایا اور ۳۹ سال عمر میں ابراہیم بن اشتر کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوااور عجائبات میں سے یہ بات ہے کہ اس کے قتل کا دن بھی عاشورہ محرم تھا اور جب مختار نے اس ملعون کا منحوس سر حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے لیے بھیجا تو اس ملعون کا سر حضرتؑ کی خدمت میں اس وقت لے گئے جب آپؑ کھانا تناول فرما رہے تھے تو آپؑ سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا کہ ہمیں جس دن ابن زیاد کے پاس لے گئے تو یہ ملعون کھانا کھا رہا تھا تو میں نے اپنے خدا سے یہ دعا کی کہ میں اس وقت تک دنیا سے نہ جاؤں جب تک میں اس کے سر کو اپنے دسترخوان کی محفل میں نہ دیکھ لوں جیسا کہ میرے والد بزرگوار کا سر اس کے سامنے تھا اور یہ کھانا کھا رہا تھا، خدا مختار کو جزائے خیر دے کہ اس نے ہمارا انتقام لیا اور آپؑ نے اپنے سب اصحاب سے فرمایا کہ تم سب شکر خدا ادا کرو۔

منقول ہے کہ حضرتؑ کی بارگاہ میں ایک نے عرض کیا کہ آج ہمارے کھانے میں حلوہ اور میٹھی چیز کیوں نہیں ہے آپؑ نے فرمایا آج ہماری عورتیں خوشی ومسرت میں مشغول تھیں اور پھر کون سا حلوہ زیادہ میٹھا ہے، ہمارے دشمنوں کے سروں کی طرف دیکھنے سے اور یہاں سے مختار کی حالت بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے کس طرح امامؑ کے قلب مبارک اور دل ناشاد کو خوش کیا، بلکہ اس نے دلجوئی کی اور خوش کیا، شکستہ دلوں مظلوموں اور مصیبت زدوں اور آل محمدؑ کی بیوہ خواتین اور یتیم بچوں کے دلوں کو کہ جو پانچ سال تک

سوگواری اور مراسم عزاداری کو قائم کئے ہوئے تھے، جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد بنی ہاشم کی کسی خاتون نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا اور خضاب و مہندی نہیں لگائی اور بنی ہاشم کے باورچی خانوں سے دھواں بلند نہیں ہوا، یہاں تک کہ پانچ سال کے بعد عبید اللہ بن زیاد مارا گیا۔

اور ۶۵ ہجری اور ایک قول ہے کہ ۶۴ ہجری میں بصرہ میں طاعون کی بیماری پھیلی اور چار دن اس بلائے عظیم اور مصیبت کبریٰ نے بصرہ کو زیروزبر کر دیا، پہلے دن ستر ہزار دوسرے دن اکہتر ہزار تیسرے دن تہتر ہزار لوگ ہلاک ہوگئے اور چوتھے دن تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب لوگ زندگی سے بہرہ ور نہ ہو سکے، کوئی شخص مرنے والوں کو کفن دفن نہیں کر سکتا تھا، بلکہ گھروں کے دروازے مردوں پر بند کر دیئے تھے اور جن کا شمار زندوں میں تھا وہ بھی تندرست نہ تھے اور خستہ خالی میں جی رہے تھے۔

اور ۶۷ ہجری میں مصعب بن زبیر اپنے بھائی کی طرف سے مختار سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور مقام حروراء میں جو کہ کوفہ کی ایک بستی ہے، مصعب اور مختار کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے، اور مختار کو شکست ہوئی اور وہ کوفہ کے قصر الامارہ میں بہت سے لوگوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا، لیکن ہر روز مصعب سے جنگ کرنے کے لیے باہر آتا تھا، یہاں تک کہ ایک دن قصر الامارہ سے اس طرح نکلا نہ وہ ایک عمدہ خچر پر سوار تھا تو عبدالرحمن بن اسد حنفی نے مختار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کا سرتن سے جدا کر لیا اور یہ واقعہ چودہ رمضان ۶۷ ہجری میں ہوا پس مصعب نے دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ مختار کے ساتھیوں پر معاملہ سخت ہو گیا، بالآخر انہوں نے امان چاہی، مصعب نے انہیں امان دی اور جب ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو انہیں قتل کر دیا۔

پس کوفہ پر مصعب کا تسلط ہو گیا اور وہ قصر الامارہ میں داخل ہوا اور مختار کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگا، جو کوئی اسے ملا، اسے قتل کر دیا اور جو لوگ مختار کے لشکر کے مصعب نے قتل کئے، ان کی تعداد سات ہزار شمار کی گئی ہے، اس وقت مصعب نے مختار کے اہل خانہ کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ مختار پر تبرا کریں اور اس پر لعنت بھیجیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

سب نے تبرا کیا سوائے مختار کی دو بیویوں کے کہ جن میں سے ایک سمرہ بن جندب کی بیٹی تھی اور دوسری نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی تھی، وہ کہنے لگیں کہ ہم کس طرح اس شخص سے بیزاری اختیار کریں کہ جو کہتا تھا کہ میرا رب خدا ہے اور جو رات کو عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا تھا اور جس نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے بدلہ لینے میں اپنی جان قربان کی اور انہیں قتل کر کے دلوں کو شفا بخشی۔

مصعب نے ان دونوں عورتوں کا معاملہ اپنے بھائی عبداللہ کو لکھا، جواب آیا کہ یا تو وہ مختار پر تبرا کریں ورنہ انہیں قتل کر دو، مصعب نے انہیں تلوار کے سامنے کھڑا کیا تو سمرہ کی بیٹی نے مختار پر یہ کہہ کر لعنت کی کہ اگر مجھے تلوار کے ذریعہ کفر کی طرف بلاؤ تو میں اسے قبول کروں گی، لہٰذا میں گواہی دیتی ہوں کہ مختار کافر تھا، البتہ نعمان کی بیٹی نے لعنت کرنے سے انکار کر دیا، اور کہنے لگی میں شہادت کو اختیار کرتی ہوں، پس اسے شہید کر دیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ مصعب کوفہ کو اپنے تصرف میں لایا اور پے در پے لشکر جمع کرنے لگا یہاں تک کہ ۷۲ ہجری میں اس نے بہت

سے لشکر جمع کر لیے اور عبدالملک بن مروان کے مقابلہ کے لیے شام کی طرف روانہ ہوا اور عبدالملک بھی لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو کر چل پڑا اور چلتا رہا یہاں تک مسکن کے علاقہ میں جو کہ ایک جگہ ہے نہر (جیل کے کنارے شہر بلد کے قریب جو کہ سامرہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے) دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا، گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابراہیم بن اشتر جو کہ مصعب کے لشکر میں مارا گیا اور اس کا سر ثابت بن یزید حصین بن نمیر کے غلام نے جدا کیا اور ابراہیم کا بدن اٹھا کر عبدالملک کے پاس لے گئے، پس حصین کے غلام نے لکڑیاں جمع کیں اور ابراہیم کے بدن کو جلا دیا۔

اور مسلم بن عمرو باہلی بھی مصعب کے لشکر میں تھا، زخموں کی کثرت کی وجہ سے وہ بھی مر گیا اور مصعب کو بھی کافی زخم لگے تھے، یہاں تک کہ اس کی طاقت و توانائی جواب دے گئی اور عبداللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس پر ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا سر عبدالملک کے پاس لے گیا، عبدالملک نے سر سجدہ میں رکھا اور خدا کا شکر بجا لایا اور عیسیٰ مصعب کا بیٹا بھی اسی جنگ میں مارا گیا، اور یہ واقعہ منگل کے دن تیرہ جمادی الاول ۷۲ ہجری میں وقوع پذیر ہوا، پس عبدالملک کے حکم سے مصعب اور اس کے بیٹے کا بدن جاثلیق کے دیر (گرجے) میں دفن کر دیا گیا اور مصعب صاحب جمال و ہیئت کمال شخص تھا اور جناب سکینہ بنت الحسین اس کی زوجہ تھیں۔
(مترجم کہتا ہے کہ جناب سکینہ کی مصعب سے شادی کا افسانہ بھی انہیں خرافات کی ایک جز ہے کہ جو بنات رسولؐ اور عقد اُم کلثوم کے سلسلہ میں گھڑے گئے ہیں تا کہ خاندان عصمت وطہارت پر کچھ نہ کچھ دھبہ لگایا جا سکے)۔

ہمارے محدثین نے بھی بعض اوقات سنی تاریخوں سے من وعن بغیر کسی تنقید کے بعض ایسی چیزیں نقل کر دی ہیں لیکن جب انہیں روایت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، وہ شہزادی کہ جس کے متعلق جناب سید الشہدا فرمائیں کہ وہ گھر مجھے پسند نہیں جس میں سکینہ و رباب نہ ہوں اور جسے منتخب شدہ خاتون قرار دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی شادی ایک دشمن اہل بیتؑ سے ہو یہ چیزیں بنی امیہ اور بنی عباس اور ان کے تنخواہ خوار مورخین کی ایجاد ہیں، ورنہ یہ تصور ہی ممکن نہیں کہ خاندان عصمت کی کسی خاتون کی شادی کسی دشمن اہل بیتؑ سے ہو، اور خطیب نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ مصعب کی قبر ابراہیم کی قبر کے ساتھ مسکن میں ہے، فقیر کہتا ہے کہ ابراہیم کی قبر جو کہ اس کے بقیہ اعضاء کا مدفن یا اس کے قتل کی جگہ ہے، مسکن کے علاقہ میں سامرہ کے راستہ میں مشہور و معروف ہے۔

خلاصہ یہ کہ عبدالملک نے مصعب کو قتل کرنے کے بعد اہل عراق کو اپنی بیعت کی دعوت دی، لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو وہ کوفہ کی طرف گیا اور اس نے کوفہ کو تسخیر کر لیا اور دارالامارہ میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر تکیہ لگا کر بیٹھا اور مصعب کا سر اس کے سامنے رکھا تھا وہ انتہائی فرح و انبساط میں تھا کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص کا بدن لرزنے لگا کہ جسے عبدالملک بن عمیر کہتے تھے اور کہنے لگا امیر کے لیے سلامتی ہو میرے دل میں ایک عجیب واقعہ اس قصر الامارہ کے متعلق ہے اور وہ اس طرح ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ اسی جگہ موجود تھا میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے پاس لے آئے اور اس کے پاس رکھا گیا، کچھ مدت کے بعد جب مختار نے کوفہ کو تسخیر کیا تو میں اس کے ساتھ اسی جگہ بیٹھا تھا اور میں نے ابن زیاد کا سر اس کے پاس رکھا ہوا دیکھا، مختار

کے بعد مصعب کے ساتھ کہ جس کا یہ سر ہے میں اسی جگہ میں تھا کہ مختار کے سر کو اس کے پاس رکھا گیا، اور اب امیر کے ساتھ اسی جگہ موجود ہوں اور مصعب کے سر کو اس کے پاس دیکھ رہا ہوں، اور میں امیر کو اس جگہ کے سر سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، جب عبدالملک نے یہ بات سنی تو وہ لرز گیا اور حکم دیا کہ قصرالامارہ کو خراب کر دیا جائے اور اس واقعہ کو بعض شعراء نے نظم کیا ہے اور کیا ہی عمدہ کیا ہے۔

نظم

یک سرہ مردے زعرب ہوشمند
گفت بعبد الملک ازروئے پند
روئے ہمیں مسند وایں تکیہ گاہ
زیر ہمیں قبہ وایں بارگاہ!
بودم و دیدم برابن زیاد!
آہ چہ دیدم کہ دو چشم نگاہ!
تازہ سرے چوں سپر آسمان
طلعت خورشید زرویش نہاں
بعد زچندے سرآن خیرہ سر
بُد بر مختار بروئے سپر!
بعد کہ مصعب سروسردار شد
دست کش اور سر مختار شد!
ایں سر مصعب بہ تقاضائے کار
تاچہ کند باتو دگر روز گار!

خلاصہ یہ کہ عبدالملک جب کوفہ کو تسخیر کر چکا اور اس کے رہنے والوں کو اپنی بیعت واطاعت میں داخل کر چکا تو بشر بن مروان اپنے بھائی کو روح بن زنباع جذامی اور کچھ دوسرے اہل شام کے صاحب رائے لوگوں کے ساتھ کوفہ میں اور حجاج یوسف بن عقیل ثقفی کو (جو کہ بیباک اور سفاک شخص تھا) عبداللہ بن زبیر کے قتل کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ کیا اور خود باقی لشکر کے ساتھ شام کی طرف چلا گیا اور حجاج اپنے لشکروں کے ساتھ حجاز کی طرف چلا گیا، کچھ دن طائف میں رہ کر مکہ میں وارد ہوا اور اس نے بھی حصین بن نمیر کی طرح ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور منجنیق کو وہ ابوقبیس پر نصب کی اور پچاس دن یا ایک قول کی بناء پر چار مہینے تک محاصرہ کی مدت نے طول کھینچا

یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ بن زبیر پر کامیابی حاصل کی اور پتھر مار مار کر اسے گرا لیا اور اس کا سر قلم کر لیا، حجاج نے اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور اس کا بدن الٹا کر کے سولی پر لٹکا دیا، اور کہنے لگا کہ میں اس کو سولی سے نہیں اتاروں گا جب تک عبداللہ کی ماں اسماء ابوبکر کی بیٹی نے اس کی سفارش نہ کی۔

اور منقول ہے کہ ایک سال تک اس کی لاش سولی پر لٹکی رہی اور ایک پرندہ نے اس کے سینہ پر آشیانہ بنا لیا تھا، جب اس کی ماں اسماء کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگی، ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اس سوار کو اس کی سواری سے اتاریں تو اس کو سولی سے اتار کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا اور عبداللہ قوت وشجاعت میں ممتاز تھا اور اس کا قتل منگل کے دن چودہ جمادی الثانی ۷۳ رہجری میں واقع ہوا اور اس کی حکومت وامارت کی مدت نو سال اور دس راتیں تھی، اور امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کے انجام کار کے متعلق اشارہ فرمایا جہاں فرماتے ہیں ”خب ضب یروم امراً لا یدرکہ بنصب حبالة الدین لاصطیاد الدنیا وھو بعد“ مصلوب ناامید ہوگا وہ سوسمار جو ارادہ کرے گا امر حکومت کو لینے کا کہ جسے وہ دین کا جال لگا کر دنیا کو شکار کرنے کے لیے حاصل نہیں کر سکے گا اور وہ قریش کا سولی پر لٹکایا ہوا شخص ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا کہ غزوہ بن زبیر عبداللہ سے معترض نہ ہونا اور یہ بھی حجاج کو لکھا کہ خانہ کعبہ کی عبداللہ نے تعمیر کی تھی اسے گرا کر اسی طریقہ پر بنائے کہ جیسے قریش نے بنائی تھی، اور رسول خداؐ کے زمانہ میں تھی اور خانہ کعبہ کا ایک ہی دروازہ قرار دے، حجاج نے ویسا ہی کیا جس طرح عبدالملک نے اسے کہا تھا اور حجاج کے عبدالملک کے زمانہ میں اہل عراق کے قتل کرنے اور بصرہ پر خوارج کے غلبہ اور ابن اشعث کے فتنہ کے وقت خونریزی کرنے کی تفصیلات کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمال کے ساتھ حجاج کے حالات ذکر کئے جائیں۔

معلوم ہے کہ حجاج کا باپ یوسف بن عقیل ہے اور وہ بنی ثقیف کے گروہ میں سے تھا اور حجاج کی ماں کا نام فارعہ تھا اور قبل اس کے فارعہ کی شادی یوسف سے ہوئی یہ حارث بن کلدہ مشہور طبیب کے گھر میں تھی، ایک دن صبح سویرے حارث اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ اپنے دانتوں میں خلال کر رہی ہے اس نے اس طلاق دے دی، فارعہ نے کہا کہ تو نے مجھے کس بناء پر طلاق دی ہے وہ کہنے لگا کہ اس لیے کہ تو صبح سویرے خلال کر رہی تھی، کیونکہ اس وقت خلال کرنا یا تو اس لیے تھا کہ تو نے اسی وقت کھانا کھایا ہے یا تو پیٹو اور حریص عورت ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کو کھانا کھانے کے بعد تو نے خلال نہیں کیا اور اس کے ذرات تیرے دانتوں کی جڑوں میں صبح تک باقی رہ گئے ہیں کہ جن کی وجہ سے تو اب خلال کر رہی ہے، پس ہر حالت میں تو گندی اور کثیف عورت ہے اور میں کسی حالت میں بھی ایسی عورت کو نہیں چاہتا، وہ کہنے لگی اب دو وجہ میں سے کوئی بھی نہیں تھی، بلکہ میں نے اس لیے خلال کیا ہے کہ مسواک کے جو ذرات دانتوں کی جڑوں میں رہ گئے ہیں وہ باہر آ جائیں۔

خلاصہ یہ کہ حارث کے بعد فارعہ یوسف بن عقیل کی بیوی ہوئی اور اس کے گھر میں اس نے حجاج کو جنم دیا، اور جب حجاج پیدا ہوا تو اس کی دبر کا سوراخ نہیں تھا، لہذا مجبوراً اس کی دبر کی جگہ پر سوراخ کیا گیا اور وہ ماں کے پستان کو قبول نہیں کرتا تھا تو اس کے

معاملہ میں حیران ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے۔

کہا گیا کہ شیطان حارث بن کلدہ کی شکل میں آیا ہے اوراس نے اس کے علاج کے لیے دستور العمل تجویز کیا اور کہا کہ سیاہ رنگ کی بکری ذبح کی جائے اوراس کا خون حجاج کے منہ کولگاؤ، اس نے اس خون کواپنی زبان سے چاٹ لیا، دوسرے دن بھی ایسا ہی کرنا، جب تیسرادن ہواتو بکرے کا سیاہ بچہ ذبح کرواوراس کا خون اس کے منہ سے لگاؤاس کے بعد سیاہ رنگ کا سانپ مارکراس کا خون اس کے منہ میں ڈالو، اوراس کے منہ پر بھی ملو، جب ایسا کروگے توچوتھے دن یہ ماں کادودھ قبول کرلے گا۔

انہوں نے اس دستور کے مطابق عمل کیاتواس نے چوتھے دن پستان قبول کرلیا، اسی بناء پرحجاج خونخوار رہااوروہ خونیزیزی سے صبرنہیں کرسکتا تھا اوروہ کہتا تھا مجھے زیادہ لذت خون بہانے میں آتی ہے اوراس کے قتل شدہ لوگوں کی تعداد علاوہ ان کے جو جنگوں اورلشکروں کے ذریعہ قتل ہوئے ایک لاکھ بیس ہزارشمار کی گئی ہے اورجس وقت یہ ملعون ہلاک ہواہے تواس کے قید خانے میں پچاس ہزارمرداورتیس ہزارعورتیں تھیں کہ جن میں سے سولہ ہزاربرہنہ تھیں اورعورت ومردکوایک ہی جگہ قید کرنااوراس کے قید خانے کی چھت نہیں ہوتی تھی۔

روائت ہوئی ہے کہ جمعہ کے دن وہ لعین سوار ہوکرنماز جمعہ کے لیے جارہا تھا کہ چیخ وپکار کی آواز اس نے سنی، پوچھنے لگا کہ شوروغل کیسا ہے، اسے لوگوں نے بتایا کہ یہ ان لوگوں کی آوازیں ہیں جوتیری قید میں ہیں وہ بھوک اورسختی کی وجہ سے چیخ وپکارکررہے ہیں، حجاج خبیث ان کی طرف متوجہ ہوکرکہنے لگا ''**اخسوا فیہاد ولا تکلمون**'' دفع ہوجاؤاس میں اورمجھ سے بات نہ کرو۔اس جمعہ کے بعد خدانے اسے مہلت نہ دی اوروہ دوسرے جمعہ کی نمازنہ پڑھ سکااورجہنم واصل ہوگیا، اورکتاب اخبارالدول میں ہے کہ علماء اہل سنت نے حجاج کی اسی فقرے کی وجہ سے تکفیر کی ہے اوریہ بھی کہا ہے کہ حجاج کے مرنے کے بعداس کے قید خانے میں تنتیس ہزار افراد ملے جوبغیرکسی استحقاق اوروجہ کے قید تھے جنہیں ولید بن عبدالملک نے رہا کردیا۔

اورشعبی سے منقول ہے کہ اس نے کہا اگر ہرامت اپنا خبیث اورفاسق وفاجر لے کر نکلے اورہم ان کے مقابلہ میں حجاج کو لے آئیں توبے شک ہم سب پرزیادہ اورغالب ہوجائیں گے، منقول ہے کہ ایک دفعہ عبدالملک نے حجاج کولکھا کہ آل ابوطالب میں سے کسی کوقتل نہ کرنا، کیونکہ آل حرب نے جب آل ابوطالب کا خون بہایاتوانہیں موت نے آگھیرااوران کی حکومت ختم ہوگئی، لہذاحجاج نے امیرالمومنین کے شیعہ اورآپؑ کے خواص میں سے بہت سے افرادکوشہید کیااورکمیل بن زیادنخعی اورحضرتؑ کے غلام قنبرکواسی نے شہید کیااورعبدالرحمن بن ابولیلیٰ انصاری کواس نے اتنے تازیانے لگائے کہ اس کے کندھے سیاہ ہوگئے اوراس کوحکم دیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کوسب وشتم کرے، اس نے سب وشتم کے مقابلہ میں آپؑ کے مناقب وفضائل بیان کئے توحجاج نے اسے شہید کرنے کاحکم دے دیا۔

اوریحییٰ بن ام الطویل کے بھی جوکہ شیعہ اورسید سجاد کے حواریوں میں سے تھاہاتھ پاؤں کاٹے یہاں تک کہ وہ شہید ہوگیا اورجس کوسب سے آخرمیں اس نے قتل کیاوہ سعید بن جبیرتھااورسعید کے شہید ہوجانے کے بعد پندرہ راتیں گزری تھیں کہ مرض اکلہ اس

کے پیٹ میں پیدا ہوا اور وہی اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔سعید کی شہادت اور حجاج کی ہلاکت ولید کی حکومت کے زمانہ میں ۹۵ ہجری کو شہر واسط میں ہوئی، جیسا کہ بعد میں اس کا بیان آئے گا، اس کی منحوس زندگی چون (۵۴) سال تھی کہ جن میں سے بیس سال اس نے گورنری وامارت کی۔

حضرت امیر المومنینؑ نے بارہا اپنے خطبوں میں اہل کوفہ کو اس کی امارت اور خونریزی کی خبر دی تھی، جب کہ حجاج ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا، چنانچہ اپنے ایک خطبہ میں اہل کوفہ کی دھوکہ بازی بیان کرنے کے بعد اپنے درد دل کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اے اہل کوفہ تمہاری مثال اُم مجالد ایسی ہے جو حاملہ ہوئی، پس اس نے اپنا بچہ گرا دیا، پس اس کا شوہر مر گیا تو اس کا رنڈاپا طویل ہوا اور اس کے وارث اس کے دور کے رشتہ دار ہوئے، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا، بے شک تمہارے پیچھے کا ناز خمی پیٹھ والا ہے جو کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا اور اس کے بعد زیادہ دانتوں سے کاٹنے والا زیادہ چیرنے پھاڑنے والا زیادہ جمع کرنے والا وزیادہ روک رکھنے والا ہے، پھر تمہاری وارث و مالک بنی امیہ کی ایسی جماعت ہوگی جن کا آخری پہلے سے زیادہ مہربان نہیں ہوگا سوائے ایک شخص کے اور اللہ کے فیصلہ سے اس امت کا امتحان ضرور ہونے والا ہے وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کریں گے اور تم میں سے پست ورذیل لوگوں کو اپنا غلام بنالیں گے اور تمہارے خزانوں اور ذخیروں کو تمہارے گھروں سے نکال لیں گے یہ عذاب ہے بسبب تمہارے اپنے اموراور اپنے نفوس کی درستی اور دین کی بھلائی کو ضائع کرنے کے اے اہل کوفہ میں تمہیں اس چیز کی جو ہونے والی ہے اس کے ہونے سے پہلے خبر دیتا ہوں تاکہ تم اس سے ڈرو اور اس سے وہ ڈرے جو وعظ ونصیحت اور عبرت حاصل کرتا ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم کہتے ہو کہ علی تو جھوٹ بولتا ہے جیسا کہ قبیلہ قریش نے اپنے نبی اور اپنے سردار کے متعلق کہا تھا، جو رحمت کے نبی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تھے، پس تم ہلاک ہو جاؤ تو میں کس پر جھوٹ باندھتا ہوں، کیا خدا پر تو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس کی عبادت کی اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیا یا رسول اللہ پر تو میں پہلا وہ شخص ہوں جو آپؐ پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی اور ان کی نصرت و مدد کی، ایسا ہرگز نہیں خدا کی قسم، لیکن تمہاری یہ گفتگو تو دھوکہ دہی کے لیے ہے کہ جس سے تم بے پرواہ تھے، قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا، تمہیں یہ خبر ایک وقت کے بعد معلوم ہوگی۔

نیز مسعودی نے روایت کی ہے کہ جب بسر بن ارطاۃ معاویہ کا کارندہ یمن پر غالب آیا اور اس نے اہل مکہ و مدینہ کی ایک جماعت کو عبید اللہ (عبداللہ) بن عباس کے دو بیٹوں کے ساتھ قتل کیا اور جب یہ خبر امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپؑ بہت غمناک ہوئے اور کھڑے ہو گئے اور خطبہ پڑھا، پس آپؑ نے خدا کی حمد وثناء کی اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی پھر فرمایا کہ بے شک لسبر بن ارطاۃ یمن پر غالب آ گیا ہے، خدا کی قسم میں اس قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ ان علاقوں میں جو تمہارے ہاتھ میں ہیں غالب آ کر ہی رہے گا، اور ان کا ان کے ہاتھوں میں آنا حق نہیں ہے، لیکن ان کے یہ اطاعت کرنے اور سیدھے رہنے اور تمہارے میری نافرمانی کرنے کی وجہ سے ہے اور ان کے ایک دوسرے کی مدد کرنے اور تمہارے ایک دوسرے کو چھوڑ دینے اور ان کا اپنے شہروں کی اصلاح کرنے اور تمہارے اپنے شہر کو خراب کرنے کی بناء پر ہے اور خدا کی قسم اے اہل کوفہ البتہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میں تمہاری

بیع صرافی کروں جس طرح دس دینار ایک کے بدلے ہوں، پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اورعرض کیا خدایا میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں اور میں نے انہیں تھکا دیا ہے اورانہوں نے مجھے تھکا دیا ہے، پس مجھے ان کے بدلے ان سے بہتر دے اورانہیں میرے بدلے مجھ سے برا دے۔خدایاان پر جلدی مسلط فرما ثقفی لڑکے کو جو بڑے دامنوں والا نازنخروں سے چلنے والا جوان کی سبزی کو کھائے گا اوران کی پوستین پہنے گا اوران میں زمانہ جاہلیت کے احکام جاری کرے گا، ان کے اچھے کی اچھائی کو قبول نہیں کرے گا اور برے سے درگزر نہیں کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت تک ابھی حجاج پیدا نہیں ہوا تھا اور عبدالملک کے زمانہ حکومت میں حارث اعور کی وفات ہوئی جو امیرالمومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا اور مشہور حدیث من یمت یرنی (جو مرے مجھے دیکھتا ہے) امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمائی تھی اور ہمارے شیخ بہائی کا نسب حارث تک پہنچتا ہے اور عبدالملک کے زمانہ حکومت میں ۶۷ رہجری یا ۲۹ رہجری میں احنف بن قیس کی بھی وفات ہوئی اور مقام ثویہ میں اسے دفن کیا گیا اور ثویہ ہمارے زمانہ میں نجف اشرف کے باہر مسجد حنانہ کے قریب ایک جگہ ہے اور وہاں اصحاب کی ایک جماعت کی قبریں ہیں اور کمیل بن زیاد کی قبر تواب بھی وہاں مشہور ہے اور مغیرہ زیاد بن ابیہ اور ابوموسیٰ عسری بھی وہیں دفن ہیں اور احنف وہی شخص ہے جو حلم و بردباری میں ضرب المثل اور بصرہ کے بڑے لوگوں میں سے اور تابعین کے سرداروں میں سے شمار ہوتا ہے اور چونکہ اس کی داڑھی کے بال نہیں اُگے تھے،اسی لیے اسے سادات الطلس (کھودے میں شمار کرتے تھے اور احنف جنگ صفین میں امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور جنگ جمل میں الگ تھلگ رہا تھا اور مصعب کے زمانہ میں اس کے ساتھ کوفہ آیا اور کوفہ میں رہا یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور اس کی معاویہ کے ساتھ کئی حکایات ہیں۔ بالآخر معاویہ نے اس کا دین پچاس ہزار دینار پر خرید لیا، جیسا کہ شیخ کشی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اس سے کلمات حکمت آمیز منقول ہیں اس کے کلمات میں سے یہ جملے بھی ہیں زیادہ ہنسنا ہیبت کو زیادہ مزاح کرنا مروت کو ختم کر دیتا ہے اور جو شخص کسی چیز کو لازم پکڑے وہ اس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اور ۶۸ رہجری میں زید بن ارقم خزرجی انصاری نے وفات پائی اور زید اکثر غزوات اور جنگوں میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ حاضر تھا اور یہ وہی شخص کہ جس نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی سلولی کہتا ہے ''لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الارذل'' (اگر ہم مدینہ میں پلٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو ضرور وہاں سے نکال دے گا) عبداللہ نے صاف انکار کر دیا اور قسم کھالی خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کو خبر دی کہ زید سچا ہے اور زید کوفہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا اور زید کی گفتگو جب سرمطہر سیدالشہداؑ ابن زیاد کے پاس لے آئے تھے اور اس ملعون نے حضرتؑ کے لب و دندان پر چھڑی ماری تھی مشہور ہے۔

اور ۶۸ رہجری یا ۶۹ رہجری میں ابوالعباس عبداللہ بن عباس نے بھی طائف میں وفات پائی اور جناب محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور عبداللہ کی عمر اکہتر سال تھی اور امیرالمومنین وحسنین علیہما السلام پرروروکران کی آنکھوں کی بینائی زائل ہو چکی تھی اور امیرالمومنین علیہ السلام کی شاگردی اور پیغمبر اسلام کی ان کے حق میں دعا کرنے کی وجہ سے علم فقہ وتفسیر وتاویل میں پورا امتیاز رکھتے

تھے، کیونکہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے عبداللہ اپنی خالہ میمونہ زوجہ رسول اکرمؐ کے گھر پانی لے کر آئے تو آنحضرتؐ نے ان کے حق میں دعا کی اور عرض کیا ''اللهم فقهه فی الدین و علمه التاویل'' خدایا اسے دین میں فقیہ بنا اور اسے تاویل کا علم عطا فرما اور ابن عباس کے بیٹے ایک علی ہیں جو خلفاء بنی عباس کے باپ ہیں اور عباس وعبدالرحمن ولبانہ اور عبیداللہ ومحمد و فضل ہیں اور ان تین (آخری) بھائیوں کی اولاد نہیں ہیں۔

اور ۶۹ رہجری میں کہا گیا ہے کہ بصرہ میں طاعون کی بیماری پیدا ہوئی اور ابوالاسود وئلی بصرہ کا قاضی اسی سال میں وفات پا گیا۔

اور ۷۰ رہجری میں عبدالملک نے عمرو بن سعید بن العاص اشدق کو قتل کر دیا۔ ۷۰ رہجری ہی میں عاصم بن عمر بن الخطاب عمر بن عبدالعزیز کے نانا نے وفات پائی۔

اور ۷۲ رہجری میں براء بن عازب نے وفات پائی اور ۷۳ رہجری میں عبداللہ بن زبیر مارا گیا۔

اور ۷۴ رہجری میں عبداللہ بن عمر وابوسعید خدری وسلمہ بن اکوع نے وفات پائی اور ۷۵ رہجری میں شریح قاضی کوفہ نے وفات پائی اور ۷۶ رہجری یا ۷۷ ہجری میں حبہ عرنی نے جو امیرالمومنینؑ کے ایک صحابی تھے وفات پائی اور ۷۸ رہجری میں جابر بن عبداللہ صحابی انصاری نے وفات پائی اور اس وقت جابر بن عبداللہ نابینا ہو چکے تھے اور نوے سال سے زیادہ عمر تھی اور رسول اکرمؐ کا سلام امام محمد باقر العلوم کو پہنچایا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اور وہ حضرتؑ کے چہلم کا دن تھا اور جابر ہمیشہ لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی محبت پر ابھارتے اور بارہا مدینہ کے گلی کوچوں اور لوگوں کی مجالس سے عبور کرتے اور کہتے تھے ''علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر'' علی نوع بشر میں سے سب سے بہتر ہیں، پس جو شخص اس کا انکار کرے تو وہ حقیقت میں کافر ہے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو علی علیہ السلام کی محبت کا ادب سکھاؤ، پس جو ان میں سے علی علیہ السلام کی محبت کا انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے۔

اور معاویہ کے زمانہ میں جابر نے دمشق کا سفر کیا، چاہتے تھے کہ معاویہ کے پاس جائیں، معاویہ نے چند دن تک انہیں حاضری کی اجازت نہ دی، چند دنوں کے بعد جب اجازت ملی تو اس کے پاس گئے تو کہنے لگے اے معاویہ کیا تو نے یہ سنا ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص کسی صاحب فاقہ وحاجت کو محجوب رکھے اور اپنے تک پہنچنے سے روکے تو خداوند عالم اس کے فاقہ وحاجت کے دن اسے محجوب وممنوع رکھے گا۔

معاویہ غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ بے شک تم بعد میں عنقریب ترجیح سے ملاقات کرو گے، یعنی تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی، پس تم صبر کرنا یہاں تک کہ کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچو تو تم نے صبر کیوں نہیں کیا۔

جابر نے کہا کہ تو نے مجھے وہ چیز یاد دلائی ہے جسے میں بھول چکا تھا، یہ کہہ کر معاویہ کے دربار سے باہر نکل آئے اور اپنی

سواری پر سوار ہوکر شام کے علاقہ سے واپس آگئے، معاویہ نے چھ سو دینار ان کے لیے بھیجے، جابر نے وہ رقم واپس کردی اور معاویہ کو چند اشعار لکھ بھیجے کہ جن کا پہلا شعر یہ تھا۔''والی الاختار القنوع علی الغنیٰ'' اور بیشک میں قناعت کو تونگری پر ترجیح دیتا ہوں، تب معاویہ کے قاصد سے فرمایا کہ اسے کہہ دینا اے جگر کھانے والی کے بیٹے خدا کی قسم تجھے اپنے نامہ اعمال میں کوئی ایسی نیکی نہیں ملے گی جس کا سبب میں بنوں۔

اور ۸۱ رہجری میں محمد بن حنفیہ امیرالمومنین علیہ السلام کے فرزند نے وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن زبیر کے فتنہ سے بھاگ کر طائف کی طرف چلے گئے اور وہاں داعی حق کو لبیک کہا اور ان کی عمر ۶۵ سال تھی اور ان کی اولاد حسن وابوہاشم وقاسم وابراہیم ہیں اور قاسم کے نام پر ان کی کنیت تھی اور ہم کتاب منتہیٰ الآمال میں امیرالمومنین علیہ السلام کی اولاد کے باب میں ان کے مختصر حالات لکھ چکے ہیں۔

اور شیخ کشی نے امام رضاء علیہ السلام سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ محامدہ یعنی جن کے نام محمد ہیں خدائے عزوجل کی نافرمانی سے انکاری ہیں۔راوی نے عرض کیا یہ محامدہ کون سے اشخاص ہیں، آپؑ نے فرمایا محمد بن جعفر محمد بن ابوبکر محمد بن ابوحذیفہ اور محمد بن امیرالمومنین علیہ السلام۔

مولف کہتا ہے کہ باقی تین محمد معاویہ کے زمانہ میں شہید ہوئے محمد بن جعفر بن ابی طالب جنگ صفین میں، محمد بن ابوبکر مصر میں جیسا کہ شرح وبسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور محمد بن ابوحذیفہ معاویہ کے ماموں کے بیٹے تھے اور امیرالمومنین علیہ السلام کے انصار وشیعوں میں شمار ہوتے تھے اور مصر کے گورنر تھے، معاویہ نے انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا اور کافی مدت تک اس کی قید میں رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اور ۸۲ رہجری میں جمیل بن عبداللہ مشہور شاعر نے وفات پائی اور وہ عرب کے عشاق میں سے ایک ہے اس کی محبوبہ بیشنہ تھی اس کے عشق میں اس کے اشعار اور اس کے معاشقہ کا اظہار مشہور ہے۔

اور ۸۳ رہجری میں کمیل بن زیاد حجاج کے ہاتھوں میں شہید ہوئے اور اعشی ہمدان بھی حجاج کے حکم سے اسی سال مارا گیا اور اسی سال ابوالجختری طائی وعبدالرحمن بن ابولیلیٰ اور زرین جیش بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔

اور ۸۰ رہجری یا ۸۴ رہجری میں عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب نے مدینہ میں اور ایک قول کی بناء پر مقام ابواء میں وفات پائی اور عبداللہ کثرت جود وسخا کے ساتھ مشہور تھے اور جب ان کا مال ومتاع ختم ہو گیا تو جمعہ کے دن مسجد جامع میں خدا سے موت کی خواہش کی اور عرض کیا کہ خدایا تو نے جود وعطاء اور بخشش کی عادت ڈالی تھی اور میں لوگوں میں مال خرچ کرنے کی عادت ڈال چکا ہوں، اب اگر مجھ سے مال دنیا کو منقطع کرنا چاہتا ہے تو مجھے باقی وزندہ نہ رکھ، پس وہ ہفتہ نہ گزرا کہ عبداللہ کی وفات ہو گئی۔رحمۃ اللہ علیہ

اور ۸۳ رہجری میں حضرت صادق علیہ السلام کی ولادت اور دارالایمان قم شہر کی تعمیر کی ابتدا ہوئی۔

قاضی نوراللہ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ شہر قم شہر عظیم وکریم ہے اور ان شہروں میں سے ہے جو ہمیشہ مومنین کا گھر رہے

ہیں اور بہت سے اکابر وافاضل اور شیعہ امامیہ کے مجتہدین نے اس جگہ قیام فرمایا ہے اور اس قسم کے شہر کی نسبت منسوب الیہ کے عقیدہ کی صحت کی قوی ترین دلیل ہے اور کتاب معجم البلدان وغیرہ میں منقول ہے کہ بلدہ طیبہ قم نئے اسلامی شہروں میں سے ہے اور اس کے رہنے والے ہمیشہ شیعہ امامیہ تھے اور اس کی ابتدائے تعمیر ۸۳ ہجری عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ہوئی اور وہ اس طرح ہوا کہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث بن قیس نے (جو کہ حجاج کی طرف سے سیستان کا امیر تھا) حجاج کے خلاف خروج کیا۔ اس کے لشکر میں سترہ افراد عراق کے علماء تابعین میں سے تھے اور جب اشعث کا بیٹا شکست کھا گیا تو وہ لوگ قم کی طرف جا پہنچے اور ان میں سے چند بھائی تھے کہ جن کا نام عبداللہ واحوص وعبدالرحمن واسحاق ونعیم تھے، جو سعد بن مالک بن عامر اشعری کے بیٹے تھے اور وہاں چند بستیاں تھیں کہ جن میں سے ایک کا نام کمندان تھا اور یہ بھائی قہر وغلبہ سے وہاں اتر پڑے اور ان کے چچا زاد بھائی عراق وعرب سے ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان چند بستیوں کو زیادہ تعمیرات کی وجہ سے ایک دوسرے سے متصل کر لیا اور وہاں کی ایک جگہ کے نام پر اس کا نام کمندان رکھ دیا، اس کے بعد مشہور ضرب المثل کے مقتضیٰ کے مطابق کہ ''عجمی مالعب به ماشئت'' (یہ عجمی ہے اس سے جیسا چاہو کھیل کھیلو) اس نام کے بعض حروف کو گرا کر عربی زبان میں ڈھال کر اسے قم کہنے لگے، مولف کہتا ہے کہ دارلایمان قم کے وجہ تسمیہ میں چند ایک روایات وارد ہوئی ہیں کہ جن کا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب نہیں ہے۔

اور ۸۴ ہجری میں حجاج نے شہر واسط کی تعمیر شروع کی اور ۸۶ ہجری میں اس کی تعمیر سے فارغ ہوا اور وہاں سکونت اختیار کی اور اس شہر کو واسط کہنے لگے چونکہ وہ کوفہ وبصرہ اور بغداد واہواز کے وسط میں تھا اور کہا گیا ہے کہ واسط ان چاروں شہروں میں سے ہر ایک سے پچاس فرسخ کی مسافت رکھتا ہے اور اس کا پانی وجلہ بغداد سے آتا ہے۔

ہفتہ کے دن چودہ شوال ۸۶ ہجری میں عبدالملک بن مروان نے دمشق میں وفات پائی اور اس کی عمر ۶۶ سال تھی اور اکیس سال ڈیڑھ مہینہ اس کی خلافت وحکومت کی مدت تھی کہ جن میں سے تیرہ سال ایک ہفتہ کم چار مہینے مزاحمت کے بغیر تھی اور اس سے پہلے عبداللہ بن زبیر سلطنت میں اس کا مزاحم تھا اور عبدالملک کے سترہ بیٹے تھے کہ جن میں سے چار خلیفہ بنے۔

اور منقول ہے کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چار مرتبہ محراب میں پیشاب کیا ہے، سعید بن مسیب نے تعبیر خواب بتائی کہ اس کے صلب میں سے چار افراد خلیفہ اور صاحب محراب ہوں گے اور اسی طرح ہوا جس طرح اس نے تعبیر بیان کی تھی اور ان کے حالات کی تفصیل وتشریح اس کے بعد انشاء اللہ آئے گی۔

ہفتہ کے دن چودہ شوال ۸۶ ہجری میں جب عبدالملک کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اس کے بیٹے ولید کی بیعت کر لی اور وہ جبار عنید زیادہ ظالم قبیح منظر اور کم علم تھا اور ۸۷ ہجری یا ۸۹ ہجری میں اس نے شام میں مسجد اموی کی اور مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی۔ مسجد دمشق کی تعمیر شروع ہوئی تو مسجد کی دیوار میں ایک پتھر کی تختی لوگوں کو نظر آئی کہ جس پر خط یونانی کا نقش تھا، وہ تحریر پڑھنے والوں کے سامنے پیش کی گئی تو وہ اسے نہ پڑھ سکے، پھر وہ وہب بن منبہ کے پاس بھیجی گئی تا کہ وہ ترجمہ کرے۔

وہب کہنے لگا یہ تحریر جناب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے زمانہ میں لکھی گئی ہے جس کا عربی میں ترجمہ یہ ہے''

بسم الله الرحمن الرحيم يا بن آدم لو عاينت مابقى من يسيرا جلك لزهدت فيما بقى من طول آملك وقصرت عن رغبتك و حيك وانما تلقى ندمك اذازلت بك قدمك واسلمك اهلك وانصرف عنك الحبيب وودعك القريب ثم صرت تدعى فلا تجيب فلا انت الى اهلك عائد ولا فى عملك زاهد فاغتنم الحيوة قبل الموت والقوة قبل الفوت وقبل ان يوخذ ان يوخذ منك بالكظم و يحال بينك وبين العمل و كتب زمن سليمان بن داؤود عليه السلام"

''(سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور زیادہ رحم کرنے والا ہے، اے آدم کے بیٹے اگر تو آنکھوں سے دیکھ لے اپنی تھوڑی سی باقی مدت حیات کو تو تو باقی عمر میں اپنی لمبی امید کو چھوڑ دے اور اپنی خواہش و رغبت اور حیلوں کو کوتاہ کر دے، اور تجھے پشیمانی اور ندامت تو تب لاحق ہوگی جب تیرے ساتھ ساتھ تیرا قدم پھسلے گا اور تیرے اہل وعیال تجھے تنہا چھوڑ دیں گے اور تجھ سے محبت کرنے والا جب منہ موڑ کر تجھ سے واپس آ جائے گا اور تیرا قریبی رشتہ دار تجھے الوداع کہہ دے گا پھر تو اس علم میں ہوگا کہ تجھے پکارا جائے گا اور تو جواب نہیں دے سکے گا، پس نہ تو تو اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آئے گا اور نہ تو اپنے عمل میں کچھ زیادتی کر سکے گا پس زندگانی کو موت آ جانے سے پہلے اور قوت کو فوت ہونے سے پہلے غنیمت جان اور قبل اس کے کہ تیرا گلا بند ہو جائے اور تیرے اور تیرے عمل کے دوران موت حائل ہو جائے اور یہ تحریر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لکھی گئی'')

پس ولید نے حکم دیا کہ سونے کے پانی سے لاجورد پر مسجد کی دیوار کے اوپر لکھا جائے ''ربنا الله لا نعبد الا الله امر ببناء هذا المسجد و هدم الكنيسة التى كانت فيه عبدالله الوليد امير المومنين فى ذى الحجة سنة سبع (تسع ح ن) وثمانين ہمارا رب اللہ ہے ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس مسجد کے تعمیر کرنے اور اس میں جو گرجا ہے منہدم کرنے کا حکم اللہ کے بندے ولید امیر المومنین نے ماہ ذوالحجہ ۸۷ ہجری یا ۸۹ ہجری میں دیا اور ولید کے زمانہ میں ۸۷ ہجری میں عبیداللہ بن عباس کی وفات ہوئی، اور یہ وہی شخص ہے جو امام حسن علیہ السلام سے بے وفائی کر کے معاویہ سے جا ملا اور یہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹا تھا اور بعض مورخین نے اس کی وفات ۸۵ ہجری عبدالملک کے زمانہ میں بیان کی ہے، اور ۹۱ ہجری میں سہل بن سعد صاعدی اور انس بن صحابی نے وفات پائی ہے اور ایک قول ہے:

الساجدین وزین العابدین علی بن الحسینؑ روحی فداہ نے وفات فرمائی جیسا کہ کتاب منتہی الآمال میں لکھا جاچکا ہے اور آپؑ کی وفات کے سال کوسنۃ الفقہاء کہتے تھے، چونکہ اسی سال میں یا اس کے حدود میں بہت سے فقہا وعلماء نے وفات پائی کہ جن میں سے سعید بن جبیر وابوبکر بن عبدالرحمن مخزومی وعبیداللہ بن عبداللہ ہذلی وسعید بن المسیب وعروۃ بن زبیر اور باقی فقہامدینہ تھے اور کہا گیا ہے کہ ان دنوں بہت عظیم طاعون کی بیماری پھیلی کہ تھوڑی سی مدت میں تین لاکھ افراد ہلاک ہو گئے اور سعید بن جبیر وہی ہیں کہ جنہیں حجاج نے ہلاک کر دیا اور ان کے قتل ہونے کے پندرہ راتیں بعد حجاج کے پیٹ میں مرض آکلہ پیدا ہوا جس سے وہ لعین واصل جہنم ہوا اور ابوبکر وسعید وعروہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے اور سعید وہی ہے کہ جو تابعین میں زیادہ علم کی وجہ سے ممتاز تھا اور اس کی مرسل روایات کو مرسلات میں سے زیادہ صحیح کہتے ہیں، بلکہ اس کی مرسل روایات شافعیوں کے نزدیک مثل محمد بن ابی عمیر کے مرسلات کے ہیں ہمارے اصحاب کے نزدیک کہ جو صحیح روایات کی سلک میں منسلک ہیں اور روایات ہے کہ جب حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کی وفات ہوئی تو تمام اہل مدینہ نیک و بد آپؑ کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور آپؑ کی نماز جنازہ میں شرکت کی ،سوائے سعید بن مسیب کے وہ آپؑ کی نماز جنازہ پر حاضر ہوا اور وہ مسجد رسولؐ میں گیا تا کہ تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے، کیونکہ اس وقت مسجد لوگوں سے خالی ہو چکی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ میں جب نماز کے لیے کھڑا ہوا تو میں نے آسمان سے تکبیر کی آواز سنی اور اس کے بعد اہل زمین کی تکبیر کی آواز سنی یہاں تک کہ سات تکبیریں آسمان اور زمین سے میں نے سنیں اور تکبیروں کے سننے سے میں منہ کے بل گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور جب میں ہوش میں آیا تو لوگ حضرتؑ کی نماز پڑھ کر واپس آچکے تھے نہ میں آپؑ کی نماز جنازہ پڑھ سکا اور نہ مسجد میں نماز پڑھ سکا اور میرا بہت نقصان ہوا اور میں ہمیشہ اسی حسرت وندامت میں رہتا ہوں کہ کیوں آپ کی نماز جنازہ نہ ادا کر سکا۔

باقی رہا عروہ تو وہ عبداللہ بن زبیر کا سگا بھائی ہے اور ان دونوں بھائیوں کی ماں اسماء ذات النطاقین ابوبکر کی بیٹی ہے کہ جسے اہل سنت اہل جنت کی ایک بڑھیا کہتے ہیں اور عروہ ایک سال اپنے بیٹے محمد بن عروہ کے ساتھ شام میں آیا اور ولید بن عبدالملک کے پاس گیا اور اس سفر میں اس کے بیٹے کو گھوڑے نے لات ماری تھی اور وہ مر گیا تھا اور عروہ کے پاؤں میں مرض آکلہ ظاہر ہوا جس سے اس کا پاؤں کاٹا گیا تو عروہ نے کہا کہ ہمیں اپنے اس سفر میں بہت مصیبت وتکلیف کا سامنا ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس نے عبدالملک بن مروان سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے میرے بھائی عبداللہ کی تلوار دکھاؤ، اس نے کہا بہت سی تلواروں میں پڑی ہے اور اس کو کوئی پہچان نہیں سکتا، عروہ نے کہا کہ حکم دو کہ تلواریں لے آئیں میں خود پہچان لوں گا، جب تلواریں حاضر کی گئیں تو عروہ نے ایک کند تلوار اٹھائی اور کہنے لگا یہی ہے، عبدالملک نے کہا کیا تو نے دیکھی ہوئی تھی کہنے لگا کہ نہیں تو عبدالملک نے کہا پھر کیسے کہتے ہو کہ یہ ہے، عروہ نے کہا میں نے اسے نابغہ ذبیانی کے قول سے پہچانا ہے۔

ولا عیب فیہم غیران سیوفہم
بہن فلول من قراع الکتائب

ان میں کوئی عیب نہیں ،مگر یہ کہ لشکروں کے ٹکرانے کی وجہ سے ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں ،عروہ کی نادر حکایات بہت سی ہیں اور مبئر عروہ (عروہ کا کنواں) مدینہ میں اس کی طرف منسوب ہے اور بعض مورخین نے عروہ کی وفات ۹۳ رہجری یا ۹۴ رہجری میں کہی ہے اور ۹۵ رہجری ہی میں حجاج ثقفی درکات جہنم میں پہنچا اور شہر واسط میں کہ جسے خود اسی نے ہی بنایا تھا دفن ہوا لیکن اس ملعون کی قبر کے آثار مٹ چکے ہیں اور اس پر پانی جاری کیا گیا اور قیامت تک اہل زمین و آسمان کی لعنتیں اس پر پے در پے جاری ہیں۔

اور ابن خلکان کہتا ہے کہ اس کی بیماری آکلہ (ایسی بیماری جس سے عضو بدن گل سڑ جاتا ہے) تھی جو اس کے پیٹ میں پیدا ہوئی ،اس نے طبیب کو بلایا تاکہ وہ اس کی بیماری کا معائنہ کرے ،اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے تاگے کے ساتھ باندھ کر اس کے حلق میں داخل کیا اور کچھ دیر تک وہاں رہنے دیا پھر اسے باہر نکالا تو اس کے ساتھ بہت سے کیڑے چمٹے ہوئے تھے اور خداوند عالم نے اس پر سخت سردی کو مسلط کیا ،پس اس کے گرد انگیٹھیاں رکھی جاتی تھیں اور اس کے اتنی قریب کی جاتیں کہ اس کی کھال جلنے لگتی ،لیکن اسے محسوس نہیں ہوتا تھا اور اس نے اپنی حالت کی جسے وہ اپنے میں پاتا تھا ،حسن بصری سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ میں تو تجھے منع کرتا تھا کہ نیک وصالح لوگوں سے تعرض نہ کر ،لیکن تو نے اصرار کیا تو وہ ملعون کہنے لگا اے حسن میں تجھ سے یہ سوال نہیں کرتا کہ خدا سے سوال کرو کہ وہ میری تکلیف کو دور کر دے ،بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ خدا سے یہ سوال کرو کہ وہ میری روح کو جلدی قبض کرے اور مجھے زیادہ عذاب میں مبتلا نہ رکھے تو حسن رو پڑا اور حجاج اسی حالت میں اس بیماری میں پندرہ دن تک رہا یہاں تک کہ مر گیا اس پر خدائے تعالیٰ کی بے شمار لعنتیں ہوں اور عبدالملک کے زمانہ کے حالات میں اس کے کچھ حالات گزر چکے ہیں ،انہیں یاد کیجئے۔

اور ہفتہ کے دن جمادی الاول کی پندرہ تاریخ ۹۶ ی رہجری میں ولید نے شام میں وفات پائی اور اس کی حکومت کی مدت نو سال آٹھ ماہ اور دو راتیں تھیں اور اس کی عمر ۴۳ سال تھی اور اس کے چار بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک عباس تھا کہ جس کا لقب فارس بنی مروان تھا۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے ولید کو لحد میں رکھا تو دیکھا کہ وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتا تھا اور اس کے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ اس کی گردن میں ڈال دیئے گئے تھے۔

ولید کی موت کے دن لوگوں نے اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی بیعت کر لی اور وہ فصیح زبان شخص تھا ،ولید کے برعکس جس طرح خالد اور عبداللہ تھے ،یزید بن معاویہ کے بیٹے اور خالد وسلیمان کا فصاحت زبان کے باب میں لطیف واقعہ ہے کہ جس کے ذکر کی گنجائش نہیں اور سلیمان نے اسے مکمل کیا اور وہ نماز کو اول وقت میں ادا کرتا تھا جب کہ پہلے امیہ کے خلفاء نماز میں تاخیر کرتے اور آخر میں پڑھتے تھے اور سلیمان پیٹو اور بہت کھانے والا تھا ،اور کہا گیا ہے کہ اس کی ہر روز کی غذا تقریباً سو رطل (قریباً پچاس سیر) شامی تھی ،اور مورخ امین مسعودی نے نقل کیا ہے کہ اس کی غذا ہر روز سو رطل عراقی تھی اور بعض اوقات باورچی مرغی کے پٹھے اس کے لیے کباب کرتے تھے ،جیسے ہی کباب کی سیخیں اس کے پاس لاتے تو اس میں اتنا صبر نہ ہوتا کہ وہ سرد ہو جائیں تاکہ انہیں سیخوں سے اتار لیں ،مجبوراً ہاتھ آستین میں ڈال لیتا اور اس قیمتی لباس کے ساتھ گوشت کو سیخوں سے کھینچتا تھا اور گرم گرم ہی منہ میں ڈال لیتا۔

حکایت ہوئی ہے کہ جب اصمعی یہ واقعات ہارون الرشید کے لیے نقل کر رہا تھا تو اس نے کہا خدا تجھے قتل کرے تجھے ان کے اخبار سے کسی نے باخبر کیا، اس کے بعد رشید کہنے لگا کہ جب بنی امیہ کے جبے میرے پاس لے آئے اور میرے سامنے پیش کرتے تو سلیمان کے جبوں کو دیکھا کہ ان کی آستینوں میں چربی اور روغن کا اثر تھا، لیکن میں اس کے سبب کو نہیں جانتا تھا، مگر اب معلوم ہوا جب تو نے میرے سامنے اس کے حالات بیان کئے۔

پس رشید نے حکم دیا کہ سلیمان کے جبے لائے جائیں اور اس نے کباب کی سیخوں کے آثار لوگوں کو دیکھائے، پھر ان میں سے ایک جبہ اصمعی کو پہنایا، اصمعی کبھی کبھی وہ جبہ پہنا کرتا اور لوگوں کو دکھاتا اور کہتا ہے کہ یہ سلیمان بن عبدالملک کا جبہ ہے جو رشید نے مجھے پہنایا ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک دن سلیمان حمام سے نکلا تو بھوک کا اس پر غلبہ ہوا۔اس نے کھانا مانگا، نوکروں نے بتایا ابھی پکا نہیں کہنے لگا جو کچھ اس وقت ممکن ہو لے آؤ، پس بیس ہرن کے پختہ بچے لے آئے ان کا گوشت چالیس چھوٹی روٹیوں کے ساتھ کھا گیا اور تھوڑے سے وقت کے بعد کھانا کھایا، جب کھانا لے آئے تو ہمیشہ کی عادت کے مطابق کھایا، گویا کہ اس نے پہلے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔

جیسا کہ اخبار میں ہے کہ ایک دفعہ اس نے چارسو انڈے، آٹھ سو انجیر اور چار سو کڑاہی گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ ان کی چربی سمیت اور بیس بھونے ہوئے مرغ کھائے تو اسے بخار ہو گیا اور غذا کی زیادتی کی وجہ سے مر گیا۔انتھی، اور ابو حازم نے اسے بہت عمدہ وعظ ونصیحت کی، مناسب ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ابو حازم سلیمان کے ہاں آیا سلیمان کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ ہم مرنے کو ناپسند کرتے ہیں وہ کہنے لگا اس کا سبب یہ ہے کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو خراب کر رکھا ہے لہذا تم نہیں چاہتے کہ آبادی کو چھوڑ کر برباد و خراب جگہ کی طرف منتقل ہو جاؤ سلیمان کہنے لگا آخرت میں ہم خدا کی بارگاہ میں کس طرح وارد ہوں گے وہ کہنے لگا نیکوکار کی حالت تو اس مسافر جیسی ہوگی جو اپنے سفر سے وطن کی طرف واپس آئے اور اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچ جائے اور اپنے سفر کی رنج وتکلیف اور تکان سے راحت وآرام حاصل کرے باقی رہا بدکار تو اس کی حالت اس غلام جیسی ہے جو بھاگ گیا ہو اور اسے پکڑ کر اس کے آقا و سردار کے پاس لے جائیں۔

سلیمان کہنے لگا یہ بتاؤ کہ کونسا عمل سب اعمال سے افضل ہے ابو حازم کہنے لگا واجبات کو ادا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا کہنے لگا کلمہ عدل کیا ہے کہنے لگا وہ حق بات جو تو اس شخص کے پاس زبان پر جاری کرے کہ جس سے تجھے خوف ہو اور اس سے تجھے کوئی امید بھی وابستہ ہو سلیمان کہنے لگا لوگوں میں سے زیادہ عقلمند کون ہے کہنے لگا وہ جو خدا کی اطاعت کرے کہنے لگا سب لوگوں سے زیادہ جاہل کون ہے؟ کہنے لگا جو اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کی خاطر بیچ ڈالے۔

سلیمان نے کہا مجھے مختصر سا وعظ کرو کہنے لگا کہ کوشش کر کہ خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس سے اس نے منع کیا ہے اور وہاں دیکھے کہ جس جگہ کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اس وقت سلیمان نے سخت گریہ کیا حاضرین میں سے ایک شخص ابو حازم سے کہنے لگا یہ کیسی باتیں ہیں جو تو نے امیر کے سامنے کی ہیں اس نے کہا خاموش رہو خداوند عالم نے علماء سے عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ اپنے علم کو لوگوں کے سامنے

ظاہر کریں اور اسے پوشیدہ نہ رکھیں یہ کہہ کر سلیمان کے دربار سے نکل گیا سلیمان نے اس کے لیے کچھ مال بھیجا تو اس نے واپس کر دیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ مال تیرے لیے پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ اپنے لیے پسند کروں۔

اور ابوالفرج اصفہانی نے بیان کیا ہے کہ آل ابو طالب میں سے جو سلیمان کی حکومت کے زمانے میں شہید ہوئے ان میں سے ایک عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب تھا اور وہ اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا وصی تھا اور اہل خراسان کا اس زمانے میں اعتقاد یہ تھا کہ وہ امام ہے اور باپ سے وصیت کے طور پر اسے امامت میراث میں ملی ہے اور اس نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو وصیت کی اور محمد نے ابراہیم امام کو وصیت کی پس خلافت اس جہت سے بطور وصیت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی۔

مولف کہتا ہے کہ عنقریب آئے گا کہ ابراہیم نے سفاح کو وصیت کی اور محمد نے ابراہیم امام کو وصیت کی، پس خلافت اس جہت سے بطور وصیت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی اور ابومسلم خراسانی نے جو ابراہیم کا داعی تھا ابراہیم کے سفاح کو وصیت کرنے اور ابراہیم کے مرجانے کے بعد بنی مروان کے ملک وسلطنت کے زوال اور حکومت بنی عباس کی استقامت کی کوشش کی یہاں تک کہ اس کی کوشش سے سفاح خلیفہ ہو گیا اور عبداللہ کی موت کی وجہ یہ تھی کہ ۹۸ ھجری میں سلیمان نے اسے پوشیدہ طور پر زہر کھلایا اور عبداللہ قتل ہو گیا اور بمقام حمیمہ جو شام کے علاقہ میں ہے دفن ہوا اور دس یا بیس صفر ۹۹ ھجری میں مرج وابق میں جو قنسرین کے علاقہ میں ہے سلیمان کی وفات ہوئی اور اس کی سلطنت کی مدت دو سال آٹھ ماہ اور پانچ راتیں تھی اور ایک قول ہے کہ دو سال نو ماہ اور اٹھارہ دن تھی اور اس کی عمر ۳۹ یا ۴۵ سال تھی اور اسی سال ابوزید خارجہ بن زید بن ثابت انصاری نے جو مدینہ کے ساتھ فقہا میں سے ایک تھے وفات پائی۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی خلافت کا ذکر

۹۹ ھجری میں جب سلیمان نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو خلافت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی اور منقول ہے کہ عمر کی خلافت کا سبب یہ تھا کہ جب سلیمان پر حالت موت ظاہر ہوئی تو اس نے وصیت نامہ لکھا اور کچھ اکابر وعیان اور بڑے لوگوں کو اس پر گواہ بنایا اور وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو لوگوں کو جمع کرنا اور میرا یہ وصیت نامہ ان کے سامنے پڑھنا اور جس کو میں نے معین کیا ہے اسے خلیفہ بنالینا پس جب سلیمان کی وفات ہوگئی اور اس کے کفن ودفن سے فارغ ہوئے تو ندائے الصلوۃ جامعہ (یعنی نماز کے لیے سب جمع ہوں) کی دی گئی بنی مروان اور باقی طبقات کے لوگ جمع ہوئے تاکہ دیکھیں کہ قبائے خلافت کس کے بدن پر فٹ کیا جاتی ہے زہری کھڑا ہو گیا اور چیخ کر کہنے لگا اے لوگو سلیمان نے خلافت کے لیے جس کو معین کیا ہے تم اس پر راضی ہو لوگ کہنے لگے کہ ہاں اس کے بعد وصیت نامہ پڑھا گیا اس میں لکھا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہے اور اس کے بعد یزید بن عبدالملک ہے اور اس وقت عمر سب لوگوں کے آخر میں بیٹھا تھا جب اس نے یہ بات سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اس وقت لوگوں نے جلدی کی اور اس کے دست وبازو کو پکڑا اور

اسے منبر کے اوپر لے گئے اور منبر کی پانچ سیڑھیاں تھیں عمر دوسری سیڑھی پر بیٹھ گیا سب سے پہلے جس نے اس کی بیعت کی وہ یزید بن عبدالملک تھا پھر باقی لوگوں نے بیعت کی سوائے سعید و ہشام کے پھر ان دو افراد نے بھی دو دن کے بعد بیعت کر لی جب اس کا امر خلافت مستحکم داستوار ہو گیا تو پہلا خطبہ جو اس نے پڑھا یہ تھا کہ وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے لوگو ہم ایسے اصول کی فرعیں ہیں جو گزر چکی ہیں پس فرع کے لیے اصل کے بعد بقاء نہیں ہے سوائے اس کے نہیں کہ لوگ اس دنیا میں نشانے ہیں کہ جن میں موت اپنے تیر مارتی ہے اور وہ دنیا میں مصائب کا نصب العین ہیں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ کے لیے گلے میں پھنسنا ہے لوگ ایک نعمت کو حاصل نہیں کر پاتے جب تک دوسری جدا نہ ہو اور تم میں سے کوئی شخص زندگی کا ایک دن نہیں گزارتا جب تک کہ اس کی اجل کا ایک دن ختم نہیں ہو جاتا۔

اور عمر نے مدینہ کے عامل کو لکھا کہ دس ہزار دینار اولاد علی میں تقسیم کرو اور مسعودی نے اس کی فصاحت و بلاغت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس نے ایک دفعہ اپنے ایک کارندے کو خط لکھا ان الفاظ میں قد کثر شاکوك وقل شاكروك فاما اعتدلت واما اعتزلت یعنی تیرا شکوہ کرنے والے زیادہ اور شکر گزار کم ہیں پس یا تو تخت عدالت پر بیٹھ یا مسند حکومت سے الگ ہو جا۔

اور ابن خلقان برمکی نے اس عبارت کی نسبت اپنے جد جعفر برمکی کی طرف دی ہے عمر بن عبدالعزیز کی ولادت حضرت سید الشہدا کی شہادت کی رات ہوئی اور اسی رات ہشام بن عروہ وقتادہ دزہری اور اعمش بھی پیدا ہوئے خلاصہ یہ کہ عمر بن عبدالعزیز خوبصورت عبادت گزار اور بنی امیہ میں سے شریف انسان تھا۔

اگرچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ قبیلہ میں کوئی نہ کوئی شریف ہوتا ہے سوائے بنی امیہ کے اور بنی مروان میں سے رعیت کے معاملہ میں سب سے زیادہ عادل تھا اس کی ماں عاصم بن عمر بن الخطاب کی بیٹی تھی اور اس کو عمر صغیر (چھوٹا) اور عمر ثانی کہتے تھے اور اسے اشج بنی امیہ بھی کہتے تھے بسبب اس شگاف کے جو اس کے سر یا چہرہ پر تھا جو اس کے بچپن کے زمانہ میں گھوڑے کے لات مارنے سے اسے آسیب پہنچا تھا اور عمر و یزید بن ولید کی طرف اشارہ ہے اس مشہور عبارت میں الناقص والاشج اعدلا مروان ناقص (لشکر کی تنخواہ میں کمی کرنے والا) اور سر یا چہرہ کے زخم والا بنی مروان میں دونوں زیادہ عادل تھے اور جب اس کی خلافت مستقر اور پکی ہو گئی تو بنی امیہ کے کارندوں کو معزول کر دیا اور نیک و خیر اندیش لوگوں کو ان کی جگہ پر نصب کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ مہمان خانہ بنایا جائے اور مسافروں کے لیے کچھ رقم مقرر کر دی اور اس کے اچھے کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے فدک اہل بیت رسول کو واپس کر دیا بعد اس کے کہ فدک عثمان نے مروان کو دے دیا تھا اور وہ آل مروان تک پہنچا تھا اور عمر اہل بیت اور اولاد علیؑ سے احسان و نیکی کرتا تھا اور ان سے متعرض نہیں ہوتا تھا اور یہ بھی اس کے اچھے کارناموں میں سے ہے کہ امیر المومنینؑ پر جو سب و شتم ہوتا تھا اس کو بند کر دیا اور فرمان جاری کیا کہ امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر سب و شتم کرنے کے بجائے خطبہ میں آیت مبارکہ ربنا اغفر لنا ولا خواننا اور آیت کریمہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان، الخ کو پڑھا جائے اور اس کی سیرت میں نوادرات زیادہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کی ظاہری

سیرت تمام بنی امیہ سے پورے طور پر ممتاز تھی یہی وجہ ہے کہ دوا کا بر علماء شیعہ نے اس کی مذمت میں توقف کیا ہے باوجودیکہ شیعہ اسے غاصب خلافت وامارت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کونسا گناہ اس منصب عظیم کے غصب کرنے سے زیادہ ہے کہ جو اس زمانہ میں امام محمد باقرؑ کا حق تھا اور عمر نے اسے غصب کیا ہے بالآخر ماہ رجب ۱۰۱ہجری دیر سمعان میں جو حمص کے علاقہ میں ہے عمر نے دنیا سے رحلت کی اور اس کی خلافت کی مدت دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن تھی اور اس کی عمر ۳۹ سال تھی اور اس کی قبر بھی دیر سمعان میں ہے اور بنی عباس نے جس وقت بنی امیہ کے مردوں کو قبروں سے نکال کر جلایا تو اس کی قبر سے متعرض نہ ہوئے اور ایک جماعت شعراء نے اس کا مرثیہ کہا ہے اور فرزدی شاعر اور کثیر غرہ اور سید رضی اللہ عنہ کے اشعار اس کے مرثیہ میں مشہور ہیں سید رضی کے قصیدہ کا مطلع جو اس کے مرثیہ میں کہا ہے یہ ہے:

یاابن عبد العزیز لو بکت العین فتی من امیة لتبکیك

اے عبدالعزیز کے بیٹے اگر کوئی آنکھ بنی امیہ کے کسی جوان پر روئی تو میں تجھ پر روؤں گا۔

یزید بن عبدالملک بن مروان کی خلافت کا ذکر

ماہ رجب کی آخری دھائی ۱۰۱رہجری میں جب کہ عمر بن عبدالعزیز نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو یزید بن عبدالملک بن مروان یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کا نواسہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور چالیس دن تک عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلا اس وقت چالیس افراد اہل شام کے مشائخ (بڑے بوڑھے) میں سے اس کے پاس آئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ خلفاء کے لیے آخرت میں کوئی حساب کتاب نہیں ہے یزید کو ان کی بات بہت اچھی لگی اور وہ عمر کی سیرت سے دستبردار ہو گیا۔

اور منقول ہے کہ اس پر حبابہ نامی کنیز کی محبت کا غلبہ تھا اور ہمیشہ اس کے ساتھ عیش وعشرت میں بسر اوقات کرتا تھا یہاں تک کہ حبابہ مر گئی یزید اس کی موت سے انتہائی غمناک ہوا اور اس کی عیش وعشرت کا نشہ ختم ہو گیا اور عقل کم ہو گئی اور کافی وقت تک وہ حبابہ کی لاش دفن نہیں کرنے دیتا تھا اور مسلسل اس کے بوسے لیتا تھا اور اسے سونگھتا تھا یہاں تک کہ حبابہ کے بدن میں بدبو وعفونت پیدا ہو گئی اور وہ گندہ ہو گیا اور لوگوں نے خلیفہ کی اس سلسلہ میں عیب گیری کی تب جا کر اس نے اجازت دی کہ اسے دفن کیا جائے اور اس نے خود اس کی قبر پر اقامت کر لی۔

ومیری وغیرہ نے کہا ہے دوبارہ اس نے حکم دیا یہاں تک کہ حبابہ کی قبر اکھاڑی گئی اور اس کا بدبودار مردہ قبر سے نکالا گیا خلاصہ یہ کہ حبابہ کی موت کے پندرہ دن بعد یزید بھی مر گیا۔

اور منقول ہے کہ ابوحمزہ خارجی کبھی کبھی بنی مروان کا تذکرہ کرتا اور ان کی بدکاریوں کو بیان کرتا یہاں تک کہ جب یزید کے نام تک پہنچتا تو کہتا تھا کہ یزید اپنی دائیں طرف حبابہ کو بٹھاتا اور بائیں طرف سلامہ کو اور کہتا میں چاہتا ہوں کہ طرب وخوشی میں اڑوں

پس وہ لعنت خدااور عذاب دردناک کی طرف اڑا۔

اور یزید کی خلافت کے زمانہ ۱۲ صفر ۱۰۲ ہجری میں یزید بن مہلب بن ابوصفرہ بہت سارے لوگوں سمیت قتل ہوااور یزید بن مہلب وہ شخص ہے کہ جس کا باپ مہلب عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج ثقفی کی طرف سے خراسان کا گورنر تھااور ماہ ذوالحجہ ۸۳ر ہجری میں فوت ہواتو یزیداس کی جگہ پر گورنر ہوااور تقریباً چھ سال تک وہ خراسان کا والی رہا یہاں تک کہ عبدالملک نے حجاج کے اشارہ سے اسے معزول کردیااور اس کی جگہ پر قتیبہ بن مسلم باہلی کو نصب کیا پس یزید عراق کی طرف چلا آیااور حجاج نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیااور اس پر عذاب کرتا رہااور یہ اس لیے کیا چونکہ حجاج کو اسکا خوف تھا کہ یزید کی حکومت قوت نہ پکڑے اور وہ اسے ذلیل نہ کرے اور یزید عذاب حجاج کی قید میں رہا یہاں تک کہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوااور شام میں پہنچ گیااور سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بھائی ولید کے پاس اس کی سفارش کی اور ولید نے اسے امان دی، یہی حالت رہی یہاں تک کہ سلیمان خلیفہ ہوااس نے دوبارہ یزید کوخراسان کا گورنر بنادیا وہ گورنر رہا یہاں تک کہ سلیمان مرگیااور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہواتو یزید کودوبارہ گرفتار کر کے قید کردیا گیاوہ مسلسل عمر بن عبدالعزیز کی قید میں رہا یہاں تک کہ ۱۰۱ر ہجری میں وہ قید خانے سے بھاگ گیااور بصرہ وکوفہ کی طرف چلا گیااور لوگوں کو اپنے گرد جمع کرلیااور ریاست وحکومت کی خواہش میں بادشاہ کی مخالفت کرنے لگااور بتدریج اس کا معاملہ بڑھتا گیااور اس کی حکومت طاقت ور ہوگئی یہاں تک کہ یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ کو اپنے بھیتجے عباس بن ولید کے ساتھ جو فارس بنی مروان کے لقب سے مشہور تھالشکر عظیم دے کر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجااور جانبین میں سخت جنگ ہوئی آخر کار عراقی بھاگ کھڑے ہوئے اور لشکر شام نے یزید بن مہلب پر غلبہ حاصل کرلیااور اس کو اس کے باقی بھائیوں کے ساتھ معرکہ قتال ہی میں قتل کردیا۔

پھر یزید بن عبدالملک نے ہلال بن احوز مازنی کو مہلب کی آل اولاد کی تلاش کریں اور حکم دیا کہ آل ان مہلب میں سے جو حد بلوغ کو پہنچا ہوا ہواس کی گردن اڑادو، پس ہلال ان کی تلاش میں نکلااور جوان میں سن بلوگ کو پہنچا ہوا تھااس کی گردن اڑادی۔

اور ابن قتیبہ سے منقول ہے کہ اس نے بیان کیا کہا جاتا ہے کہ مہلب کے صلب سے تین سو بچے پیدا ہوئے اور ابن خلقان نے کہا ہے کہ علماء تاریخ کا اجماع ہے کہ بنی امیہ کی حکومت میں بنی مہلب سے زیادہ مکرم ومعزز نہیں تھا جس طرح بنی عباس کی حکومت میں برمکیوں سے زیادہ مکرم ومعظم کوئی خاندان نہ تھا۔ واللہ اعلم

اور یزید ہی کی حکومت کے زمانہ میں ۱۰۳ ہجری میں عطا بن یسار زوجہ رسول میمونہ کے غلام اور مجاہد بن جبیر اور جابر بن زید بصری نے وفات پائی اور ۱۰۴ر ہجری میں وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی کی وفات ہوئی جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے اور ایک قول ہے کہ وہب کی وفات ۱۱۰ر ہجری کے شروع میں ہوئی جیسا کہ اس کے بعد تحریر ہوگا۔

اور ابن خلقان وغیرہ نے کہا ہے کہ طاؤس یمانی نے روز ترویہ (آٹھ ذی الحج) سے ایک دن پہلے ۱۰۶ر ہجری میں مکہ معظّمہ میں وفات پائی اور ہشام بن عبدالملک نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ اپنے زمانہ کا ایک فقیہ تھااور اس کا روایت کرنا حضرت سید الساجدینؑ کی مناجات حجر مکہ میں اور آپؑ سے اس کی گفتگو مشہور ہے اور وہ اہل سنت کے علماء میں شمار ہوتا ہے اگرچہ صاحب روضات

نے اسے علماء خاصہ کے طبقات میں شمار کیا ہے اور ۱۰۴ر ہجری ہی میں عامر بن شراحیل جو علم کے ساتھ اور شعبی کے لقب سے معروف تھا کوفہ میں انتقال کر گیا۔

۱۰۵ھ ہجری میں عبداللہ بن جبیر کی وفات ہوئی اور ۱۰۵ھ ہجری ہی میں کثیر بن عبدالرحمان خزاعی شیعہ مشہور شاعر نے مدینہ میں وفات پائی اور وہ حضرت باقرؑ کے شعراء اور آپؑ کے خواص میں تھا اور جب اس کی وفات ہوئی تو حضرتؑ اس کے جنازہ پر تشریف لائے اور اس کو کندھا دیا اور اتفاقاً اسی دن عکرمہ غلام ابن عباس نے بھی مدینہ میں وفات پائی تو لوگوں نے کہا کہ آج سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ شاعر نے وفات پائی اور کثیر عرب کے مشہور عاشقوں میں سے تھا اور اس کی محبوبہ عزہ بنت جمیل بن حفص تھی اسی لیے اسے کثیر عزہ کہتے تھے اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اور کُثیر کثیر کی تصغیر ہے اور تصغیر اس لیے کی گئی چونکہ وہ حقیر اور بہت چھوٹے قد والا تھا اور وقاص کہتا ہے کہ میں نے کثیر کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا پس جو شخص ہے کہ اس کا قد تین بالشت سے زیادہ ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا اور وہ جب عبدالعزیز بن مروان کے پاس جاتا تو عبدالعزیز بطور مزاح اس سے کہتا کہ سر کو نیچے کرنا کہیں تجھے چھت سے نقصان و تکلیف نہ ہو اور عبدالملک چاہتا تھا کہ کثیر کو دیکھے پس جب وہ اس کے پاس گیا تو وہ حقیر اور چھوٹے قد والا انسان تھا کہ جسے نگاہ کچھ نہیں سمجھتی تو عبدالملک نے کہا معیدی کا نام سنتے رہو تو اس سے بہتر ہے کہ اسے دیکھو تو کثیر نے کہا جلد بازی نہ کروائے امیرالمومنینؑ مرد کی مردانگی دو چھوٹی سی چیزوں سے اس کا دل اور اس کی زبان جب بولے تو اس کا بیان واضح ہو اور جنگ کرے تو دل گردے کے ساتھ لڑے اور میں وہ ہوں جو کہتا ہوں۔

تری	الرجل	النحیف	فتزریه
وفی	اثوابه	اسد	ازئیر

تو کمزور شخص کو دیکھ کر اسے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے حالانکہ اس کے لباس کے اندر ایک چنگھاڑنے والا شیر ہے۔الخ

پس عبدالملک نے اس سے معذرت چاہی اور اسے بلند جگہ دی اور جمعہ کے دن ۲۵ شعبان اسی سال یزید بن عبدالملک نے زمین بلقاء میں جو شام کے علاقہ میں ہے وفات پائی اور اس کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا اور جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دمشق میں دفن ہوا اس کی عمر ۳۷ سال اور مدت خلافت چار سال ایک ماہ اور دو دن شمار کی گئی ہے۔

ہشام بن عبدالملک بن مروان کی سلطنت اور زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت کا ذکر

۱۰۵ ہجری میں جس دن کہ یزید بن عبدالملک نے رخت سفر دنیا سے باندھا اس کا بھائی ہشام اس کی جگہ پر بیٹھا اور وہ بھینگا سخت مزاج بدعادت اور حرص و بخل کے ساتھ موصوف تھا اور جتنا مال اس نے خزانہ میں جمع کیا اس سے سابق کسی خلیفہ نے اتنا مال جمع نہیں کیا تھا۔

منقول ہے کہ سفر حج میں اس کے لباس تین سو اونٹوں پر بار تھے اور جب ہشام کی وفات ہوئی تو ولید بن یزید نے احتیاط کے طریقہ پر عمل کیا اور اس کے جمع شدہ اموال میں سے اس کے کفن و دفن میں کوئی چیز صرف نہ کی بلکہ قرض و عاریۃً لے کر اس کی تجہیز و تکفین کی۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ ہشام اور ولید کے درمیان منافرت تھی لہذا ہشام کی موت کے بعد ولید نے بعنوان احتیاط نہ اسے غسل دیا اور کفن پہنایا یہاں تک کہ اس کا مردہ خراب ہو گیا، خلاصہ یہ کہ کوئی زمانہ رعیت پر اس کے زمانہ سے زیادہ سخت نہیں گزرا اور ہشام باتدبیر و سیاستدان شخص تھا کہا گیا ہے کہ بنی امیہ میں تین اشخاص امور سیاسی میں بے نظیر تھے ایک معاویہ بن ابوسفیان دوسرا عبدالملک بن مروان اور تیسرا ہشام اور منصور دوانقی امر سیاست اور تدبیر امور مملکت میں ہشام کی تقلید کرتا تھا اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں ۱۰۸ ہجری قاسم بن محمد بن ابوبکر رحمہ اللہ نے قدید میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل ہے وفات پائی، اور قاسم یزدجرد بادشاہ ایران کا نواسہ اور حضرت سجادؑ کا خالہ زاد بھائی اور حضرت صادقؑ کا نانا تھا۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک اور حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کے قابل وثوق اصحاب میں تھا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے۔

اور ۱۱۰ ہجری میں حسن بن یسار بصری نے وفات پائی اور اس کی وفات کے چند دن بعد محمد بن سیرین بصری کی وفات ہوئی اور حسن بصری اور ابن سیرین کے درمیان سخت منافرت تھی اور اس طرح کہ ضرب المثل ہوگئی، جالس اما الحسن او ابن اسیرین علی سبیل منع الجمع دون منع الخلو یا حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے پاس (مانعۃ الجمع کے طور پر نہ بطور مانعۃ الخلو) اور یہی چیز ان کی اجل کے نزدیک نزدیک ہونے کا سبب بھی تھی جیسا کہ ابھی اس کا تذکرہ فرزدق اور جریر کی تاریخ کے بیان میں آئے گا۔

اور ابن خلقان نے کہا ہے کہ حسن کی وفات کے سو دن بعد ابن سیرین نے وفات پائی اور ابن سیرین تاویل خواب اور تعبیر خواب میں ید طولی رکھتا تھا اور اس کی تعبیر خواب کی حکایتیں مشہور ہیں اور وہ بزازی کا کام کرتا تھا اور اس کا باپ انس بن

مالک کا غلام تھا اور حسن بصری وہی ہے کہ جو فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا اور ابوعمرو بن علا سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا اور حجاج بن یوسف ثقفی سے کہا گیا کہ دونوں میں سے زیادہ فصیح کون ہے تو اس نے کہا کہ حسن اور اس کی ولادت مدینہ میں عمر بن الخطاب کی وفات سے دو سال قبل ہوئی اور جس رات حسن نے وفات کی اس رات ابو عبیدہ نجوی بصری پیدا ہوا۔

اور منقول ہے کہ حسن کی ماں خیرہ ام سلمہ زوجہ رسول کی کنیز تھی اور کبھی کبھار جب خیرہ کسی کام کے لیے جاتی اور حسن روتا تو ام سلمہ اپنا پستان اس کے منہ میں رکھتیں اور اسے مشغول رکھتیں اور کبھی کبھی ام سلمہ کے پستان سے دودھ باہر نکل آتا اور وہ پیتا رہتا اسی لیے کہتے ہیں کہ حسن کی حکمت و دانائی اور فصاحت جناب ام سلمہ کے پستان کی برکت سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ صوفیہ اور اہل سنت کو حسن کے متعلق بڑا اعتقاد ہے اور اکثر شیعہ حسن کو امیرالمومنین اور آئمہ طاہرینؑ سے منحرف سمجھتے ہیں اور اس کے بہت سے مطاعن و معائب نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے اس کے سامنے اس پر لعنت کی اور اسے لفتی (بنطی زبان میں معنی شیطان ہے) کہا اور اسے سامری امت کا لقب دیا اور اس کے حق میں بددعا بھی فرمائی کہ ہمیشہ محزون و غمناک رہے اسی لیے وہ ہمیشہ غمگین اور محزون رہتا تھا اور کان کمن رجع عن دفن حمیم او کخربندج ضل حمارہ اس شخص کی طرح تھا جو اپنے مخلص دوست کو دفن کر کے لوٹا ہو یا مثل کمہار کے تھا کہ جس کا گدھا گم ہو گیا ہو۔

اور یہ بھی روایت کی ہے کہ جب امیرالمومنینؑ اہل بصرہ کی جنگ سے واپس آئے تو حسن سے فرمایا کہ تو کیوں جنگ میں حاضر نہیں ہوا کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک ندا سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ قاتل و مقتول جہنم میں ہیں، حضرتؑ نے فرمایا وہ ندا کرنے والا تیرا بھائی شیطان تھا اور اس نے سچ کہا ہے کہ اس عورت کے لشکر کے قاتل و مقتول جہنم میں ہیں اور مطاعن حسن میں یہ بھی شمار کیا گیا ہے کہ اس نے حضرت سیدالشہداؑ کی مدد نہیں کی، الی غیر ذلک اور نادر علماء شیعہ امامیہ نے کہا ہے کہ آخرت میں حسن اہلبیتؑ کے دوستوں میں داخل ہو گیا تھا۔ واللہ العالم

خلاصہ یہ کہ وہ کبار مشائخ صوفیہ میں سے تھا اور اس کی حکمت و موعظہ کی باتیں منقول ہیں ان میں سے اس کا یہ قول ہے جب اس سے دنیا کی حالت کے متعلق سوال کیا گیا، مجھے دنیا کی مصیبت کی توقع نے اس کے ملنے کی خوشی میں کرر کھا ہے اور اس کا ایک قول یہ ہے مٹھاس تین چیزوں میں تلاش کر، نماز ذکر الہی اور قرات قرآن میں پس مٹھاس پاؤ تو فبہا ورنہ جان لو کہ دروازہ بند ہے اور اس کا ایک قول یہ ہے کہ میں نے موت جیسی کوئی یقینی چیز نہیں دیکھی کہ جس میں کوئی شک نہیں کہ وہ زیادہ مشابہت رکھتی ہو ایسے شک سے کہ جس میں یقین نہ ہو۔

اور ۱۱۰ ہجری میں ہی ابوطفیل عامر بن واثلہ صحابی نے وفات پائی اور اس نے رسول خداؐ کی زندگی کے آٹھ سال دیکھے ہیں اور اس پر دنیا سے صحابہ کا خاتمہ ہوا اور اس کی معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ایک لطیف حکایت ہے مناقب شہرآشوب سے معلوم کرنی چاہیے۔

۱۱۰ ہجری میں ابوفراس ہمام بن غالب بصری شیعہ شاعر نے جو فرزدق کے نام سے مشہور ہے اور فرزدق مشہور شعراء میں سے ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے اس کا مشہور قصیدہ:

یا صاحبی این حل الجود و الکرم

(اے میرے ساتھی جود وکرم کہاں اترا ہے) جو اس نے علی بن الحسینؑ کی مدح میں ہشام بن عبدالملک کے سامنے فی البدیہ کہا تھا اور اس قصیدہ کو شیعہ سنی نے نقل کیا ہے اور اس قصیدہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزدق کا شاعری میں کیا مقام ہے کہ جس نے فی البدیہ یہ قصیدہ شریفہ کہا ہے۔

اور یونس کا یہ قول مشہور ہے کہ اگر فرزدق کے اشعار نہ ہوتے تو کلام عرب کا تیسرا حصہ غائب تھا اور علامہ بہبہانی نے ملا جامی صوفی سنی مشہور سے نقل کیا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک عورت نے فرزدق کو اس کی موت کے بعد عالم خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ خدا نے مجھے اس قصیدہ کی برکت سے بخش دیا جو میں نے علیؑ بن الحسینؑ کی مدح میں کہا تھا۔

ملا جامی کہتا ہے کہ بجا ہے کہ خدا تمام عالم کو اس قصیدہ کی برکت سے بخش دے جو حضرتؑ کی مدح میں ہے اور فرزدق و جریر شاعر کے درمیان ہمیشہ منافرت اور ایک دوسرے کی ہجو کا سلسلہ جاری رہتا تھا جب فرزدق کی موت کی خبر جریر کو پہنچی تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا، یاد رکھو خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ میں اس کے بعد تھوڑا وقت زندہ رہوں گا بے شک اس کا اور میرا ستارہ ایک ہے اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ مشغول تھا اور بہت کم ہے کہ ضد یا دوست مرے مگر یہ کہ اس کا ساتھی بھی اس کے پیچھے جاتا ہے اور اتفاقاً اسی سال اور ایک قول کی بناء پر چالیس دن کے بعد جریر نے بھی وفات پائی۔

اور علماء کا اتفاق ہے کہ اسلام میں فرزدق و جریر و اخطل جیسا شاعر نہیں گزرا اور کہا گیا ہے کہ اخطل نصرانی تھا اور اہل ادب نے ان تین شعراء کے اشعار کو زمانہ جاہلیت کے تین شعراء سے تشبیہ دی ہے، فرزدق کو زہیر سے جریر کو اعشیٰ سے اور اخطل کو نابغہ سے اور زہیر مشہور صحابی کعب کا باپ ہے جس کا مشہور قصیدہ ہے بانت سعاد (ظاہر ہوئی سعاد) اور زہیر کا سارا خاندان شاعر تھا وہ خود اس کا باپ ابوسلمٰی اس کا ماموں اس کی بہن سلمٰی اس کے دونوں بیٹے کعب و بجیر اور اس کی بہن خنساء تمام کے تمام شاعر تھے، اور ۱۱۰ ہجری ہی میں وہب بن منبہ یمانی صاحب اخبار و قصص نے (جو سابقہ امتوں کے احوال انبیاء اور وضع دنیا کے متعلق تھے) صنعاء یمن میں وفات پائی اور اس نے نوے سال زندگی گزاری اور اس سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے بہتر (۷۲) کتب الٰہی پڑھی ہیں۔

اور ۱۱۴ ہجری میں بنا بر مشہور امام محمد باقرؑ کی شہادت واقع ہوئی ہے اور ہم کتاب منتہی میں آپؑ کی شہادت لکھ چکے ہیں، اور ۱۱۴ ہجری ہی میں یا ایک سال اس کے حکم بن عتیبہ تبری زیدی کوفی نے وفات پائی اور ابومریم سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمہ بن کُہیل اور حکم بن عتیبہ سے کہہ دے کہ وہ مشرق میں جائیں یا مغرب میں انہیں صحیح علم ہرگز نہیں مل سکے گا، مگر وہ چیزیں جو ہم اہل بیتؑ کے گھرانہ سے خارج ہوئی ہیں۔

اور یہ بھی حضرتؑ نے فرمایا کہ حکم جتنا علم کی تلاش میں دائیں بائیں جائے خدا کی قسم اسے عالم نہیں ملے گا مگر اس خاندان میں کہ جن پر جبریل نازل ہوا ہے۔

اور ۱۱۵ھ ہجری میں عطا بن ابورباح مفتی مکہ نے جو رؤساء علماء اہل سنت میں سے ہے وفات پائی اور بیان ہوا ہے کہ عطا مثلوں لنگڑا، اندھا اور سیاہ رنگ شخص تھا۔

اور ۱۱۷ھ میں حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے اور اسی سال میں ہی قتادہ بن دعابر نے (کہ جو علماء اہل سنت میں بہت بڑا شخص تھا اور جس کا کلام آیات کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں) واسط میں وفات پائی اور وہ مادر زاد اندھا تھا اور ابن خلقان نے کہا کہ وہ وجیل میں غرق ہو گیا تھا اور ۱۱۷ھ ہجری میں غیلان بن عقبہ ذوالرمہ شاعر نے اصفہان میں وفات پائی اور وہ فحول شعراء اور عرب کے مشہور عاشق مزاج لوگوں میں سے تھا اور اس کی محبوبہ میتہ تھی اور ذوالرمہ نے اس کے حسن و عشق میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور اسی سال یا ۱۲۰ھ میں عبداللہ بن عمر کے غلام نافع نے وفات پائی وہ اہل سنت کے ثقات محدثین میں سے ایک ہے۔

اور ۱۱۸ھ ہجری میں علی بن عبداللہ بن عباس نے وفات پائی جو سفاح اور منصور دوانقی کا دادا تھا اور امیر المومنینؑ نے اس کا نام علی رکھا تھا اور اسے ابوالحسن کی کنیت دی تھی اور ابوالاملاک سے بھی اسے تعبیر فرمایا جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے شدت بغض و عداوت امیر المومنینؑ کی وجہ سے علی سے کہا کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں علی کا نام اور کنیت سنوں اپنی کنیت اور نام کو بدل لو ،پس علی نے اپنی کنیت تو ابو محمد کر لی لیکن کہنے لگا میں اپنے نام کو نہیں بدلتا۔

اور ۱۲۲ھ ہجری میں ابوواثلہ ایاس بن معاویہ کی وفات ہوئی اور ابوواثلہ زیرکی اور فطانت و ذکاوت میں بے نظیر تھا اور اس کی فراست و فطانت کی حکایات مشہور ہیں جن میں سے بعض کو ابن خلقان نے ذکر کیا ہے، اور ۱۲۳ھ ہجری میں یا ایک سال بعد محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن الحرث بن شہاب بن زہرة بن کلاب فقیہ مدنی تابعی نے جو زہری کے نام سے مشہور ہے وفات پائی اور علماء جمہور نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے کہا گیا ہے کہ اس نے سات فقہا کے علم کو محفوظ کیا تھا اور جب وہ اپنے گھر میں بیٹھتا تو اپنی کتابیں ارد گرد رکھ لیتا اور امور دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر ان میں مشغول ہو جاتا پس اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لیے تین سوکنوں سے زیادہ سخت ہیں، اور اس کا جد اعلیٰ عبداللہ بن شہاب جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ مل کر حاضر ہوا تو زہری سے کہا گیا، کیا تیرا دادا بھی جنگ بدر میں موجود تھا کہنے لگا ہاں مگر اس طرف سے یعنی اس صف میں تھا جس میں مشرکین تھے اور علماء کے کلمات اس کی مدح و قدح میں مختلف ہیں اور صاحب روضات نے تفصیل دی ہے، پس فرمایا ہے کہ وہ ابتداء امر میں تو علماء اہل سنت اور گروہ شیطان کے ساتھیوں میں سے تھا اس سے مراد ان کی عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے ہیں پھر اس کے علم و ادراک نے اس کی مدد کی اور اسے حق مبین کی طرف ہدایت کی، پس اسے آخری عمر میں امام زین العابدینؑ کی طرف رجوع کرنے والوں اور آپؑ کے انفاس شریفہ سے استفادہ کرنے والوں کے زمرہ میں شامل کر دیا پھر صاحب روضات نے اپنے مدعی کے شواہد ذکر کئے ہیں لیکن یہ مقام ان کے ذکر کا نہیں وہاں روضات کی طرف رجوع کرو۔

اور انساب سمعانی میں ہے کہ زہری زہرہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اور وہ تابعین مدینہ میں سے ہے، اس نے دس اصحاب رسول سے ملاقات کی ہے اور اپنے ہمعصر لوگوں میں زیادہ حافظہ رکھتا تھا منگل کی رات ۱۷ ماہ رمضان ۱۲۴ ہجری میں شام کے علاقہ میں وفات پائی اور اس کی قبر مقام بیدار میں مشہور زیارت گاہ ہے۔ اور ہشام کی حکومت کے زمانہ اوائل ماہ صفر ۱۲۱ ہجری میں زید بن علی بن الحسین علیہم السلام کی شہادت ہوئی اور ہم نے کتاب منتھی کے باب اولاد علی بن الحسین میں جناب زید کے حالات اور ان کی شہادت کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور یہاں ہم اکتفاء کرتے ہیں اس پر جسے شیخ جلیل علی بن الحسین مسعودی نے تحریر کیا ہے اور تفصیلات کا متلاشی ابوالفرج اصفہانی زیدی کی کتاب مقاتل الطالبین کی طرف رجوع کرے مسعودی مروج الذہب میں فرماتے ہیں کہ جب زید نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی امام محمد باقرؑ سے مشورہ کیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ اہل کوفہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ دغاباز اور مکار ہیں اور کوفہ میں تمہارے جد امیر المومنینؑ شہید ہوئے اور تمہارے چچا امام حسنؑ کو انہوں نے زخمی کیا اور تمہارے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہم السلام شہید ہوئے اور کوفہ اور اس کے اطراف میں ہم اہل بیتؑ کو سب وشتم کیا گیا، پس آپؑ نے زید کو بنی مروان کی حکومت کی مدت اور اس کے بعد بنی عباس کی حکومت کی خبر دی، زید نے آپؑ کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے عزم وارادہ کی بنی مروان سے حق کا مطالبہ کرنے میں پیروی کی، حضرت باقرؑ نے فرمایا اے بھائی مجھے تیرے متعلق خوف ہے کہ تجھے کوفہ کے مقام کناسہ میں سولی پر لٹکائیں گے پھر آپؑ نے زید کو الوداع کیا اور اسے خبر دی کہ پھر ہماری ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوگی، اور زید کے خروج کی ابتداء یوں ہوئی کہ مقام رصافہ میں جو قنسترین کے علاقہ میں ہے زید ہشام کے دربار میں گئے جب دربار میں داخل ہوئے تو انہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی کہ جس میں بیٹھتے اور نہ ہی ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کی گئی مجبوراً آخر دربار میں بیٹھ گئے اور ہشام کی طرف رخ کر کے فرمایا کوئی شخص اللہ کے تقویٰ سے بڑا نہیں اور اللہ کے تقویٰ کے علاوہ کوئی شخص حقیر وذلیل نہیں اور میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، پس اس سے ڈرو، ہشام کہنے لگا خاموش رہو تمہاری ماں نہ ہو تم وہ شخص ہو جو خلافت کے خیال میں پڑے ہو حالانکہ تم تو ایک کنیز کے بیٹے ہو، زید نے فرمایا، تیری بات کا جواب ہے اگر چاہے تو کہوں ورنہ خاموش رہوں، ہشام کہنے لگا کہو فرمایا ماؤں کے رتبہ کی پستی بیٹوں کی قدر ومنزلت کی پستی کا سبب نہیں بنتی، پھر فرمایا کہ جناب اسماعیل کی والدہ کنیز تھی اسحاق کی ماں کے باوجود اس کے خدائے تعالیٰ نے اسے مبعوث نبوت کیا اور اسے عرب کا باپ بنایا اور اس کے صلب سے پیغمبر خاتم خیر البشر کو قرار دیا اب تم مجھے ماں کے طعنے دیتے ہو، حالانکہ میں علی وفاطمہ کا بیٹا ہوں پھر کھڑے ہو گئے اور کچھ اشعار پڑھے جن کے ابتدائی شعر یہ تھے:

شرده الخوت وازری به!
كذاك من يكره حرا الجلاد
قد كان فى لموت له راحة
والموت حتم فى رقاب العباد

ان یحدث اللہ لہ دولۃ!
یترک اثاری العدیٰ کالرماد

اسے خوف نے دھتکارا اور اسے عیب لگایا اور ایسا ہی ہوتا ہے وہ شخص کہ جو جنگ کی گرمی کو ناپسند کرتا ہے ،ایسے شخص کے لیے موت میں ہی آرام وراحت ہے اور موت بندوں کی گردن میں حتمی طوق ہے اگر اللہ نے اس کو حکومت دی تو وہ دشمنوں کے آثار کو راکھ کی طرح بکھیر دے گا۔

پس ہشام کے دربار سے نکل کر کوفہ میں گئے کوفہ کے قراء اور اشراف نے ان کی بیعت کر لی تو زید نے حکومت کے خلاف خروج کیا اور یوسف بن عمر ثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا گورنر تھا ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوا جب جنگ کا تنور گرم ہوا تو زید کے اصحاب نے دھوکہ کی بنیاد رکھی ،اور بیعت توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے زید تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئے ،مسلسل سخت جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوگئی اور لشکر جنگ سے دستبردار ہو گیا زید کو بہت سے زخم لگے ہوئے تھے ایک تیر بھی آپ کی پیشانی پر لگا ہوا تھا پس حجام کو فہ کی ایک بستی سے لے آئے تاکہ وہ تیر کا پھل زید کی پیشانی سے نکالے جب حجام نے تیر باہر نکالا تو زید نے ساتھ ہی دنیا کو خیر باد کہا۔

پس ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور اسے پانی کی ندی میں دفن کر کے ان کی قبر کو مٹی اور گھاس سے پر کر کے اوپر پانی جاری کر دیا گیا اور اس حجام سے بھی عہد و پیمان لیا کہ وہ اس چیز کو کہیں ظاہر نہیں کرے گا جب صبح ہوئی تو حجام یوسف کے پاس گیا اور اسے زید کی قبر کی نشاندہی کرائی ،یوسف نے زید کی قبر کھدوا کر ان کی لاش باہر نکالی اور سر مبارک جدا کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا ،ہشام نے اسے خط لکھا کہ زید کو برہنہ اور ننگا سولی پر لٹکا دو ،یوسف نے انہیں کناسہ کوفہ میں برہنہ سولی پر لٹکا دیا۔

اسی واقعہ کی طرف بنی امیہ کے ایک شاعر نے اشارہ کیا اور آل ابو طالب اور ان کے شیعوں کو خطاب کر کے کہا:

وصلبنا لکم زید علی جزع نخلۃ
ولم ارمھد یاعلی الجذع یصلب

ہم نے تمہارے لیے زید کو کھجور کے تنے پر سولی لٹکایا اور میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا کہ وہ کھجور کے تنے پر لٹکایا گیا ہو۔

پھر ایک زمانہ کے بعد ہشام نے یوسف کو لکھا کہ زید کی لاش کو نظر آتش کر دو اور اس کی راکھ فضا میں بکھیر دو۔ ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ زید ولید بن یزید کے زمانہ خلاف میں سولی پر لٹکے رہے پس جب یحییٰ بن زید نے خروج کیا تو ولید نے یوسف کو لکھا اما بعد جب تجھے میرا خط ملے تو دیکھو (اتا روخ د) اہل عراق کے بچھڑے کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں بکھیر دو ،یوسف نے اس خط کے مطابق خراش بن حوشب کو حکم دیا یہاں تک کہ اس نے زید کو سولی سے اتارا اور جلا کر ان کی راکھ دریائے فرات میں بکھیر دی اور بعض

روایات میں ہے کہ زید چار سال تک سولی پر لٹکے رہے اس کے بعد انہیں اتار کر جلایا گیا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ زید کی سولی والے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کیا میرے بیٹے کے ساتھ یہی سلوک کرو گے۔

مسعودی نے ہشیم بن عدی طائی سے روایت کی ہے اور اس نے عروہ بن ہانی سے، وہ کہتا ہے کہ ہم سفاح کے زمانہ میں علی بن عبداللہ عباسی کے ساتھ بنی امیہ کی قبریں اکھاڑنے کے لیے گئے پس ہم ہشام کی قبر پر پہنچے اسے باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کا بدن ابھی تک ریزہ ریزہ نہیں ہوا تھا اور اس کے اعضاء اس کے ناک کی بینی کے علاوہ صحیح وسالم تھے عبداللہ نے اس کے بدن پر اسی (۸۰) کوڑے لگائے پھر اس کو جلایا اس کے بعد ہم وابق کے علاقہ میں گئے سلیمان کو قبر سے نکالا تو اس کی پشت ہنسلیاں اور سر کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اس کو بھی جلایا اور اسی طرح بنی امیہ کے تمام مردوں کے ساتھ کیا کہ جن کی قبریں قنسرین میں تھیں۔

پھر ہم دمشق کی طرف گئے اور ولید بن عبدالملک کی قبر کھودی تو اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں تھی پھر عبدالملک کی قبر کھودی تو سوائے اس کے سر کی ہیئت کے کچھ ہمیں نظر نہ آیا یزید بن معاویہ کی قبر کھودی تو ایک ہڈی کے علاوہ کچھ نہ ملا اور اس کی لحد میں ایک طویل سیاہ نشان دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی لحد کے طول میں راکھ ڈالی گئی ہو پھر ہم نے ان کی قبریں باقی شہروں میں تلاش کیں اور جو کوئی ان میں سے ملا اس کو جلایا۔ خلاصہ یہ کہ بدھ کے دن چھ ربیع الثانی ہشام نے رصافہ قنسرین میں وفات پائی وہ ۱۲۵ ہجری تھا اس کی عمر ۵۳ سال اور اس کی سلطنت تقریباً بیس سال رہی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کی حکومت اور یحییٰ بن زید رحمۃ اللہ کی شہادت کا ذکر

۱۲۵ ہجری ہشام کی موت کے دن ولید پلید تخت خلافت وحکومت پر بیٹھا اور وہ خبیث کردار ملحد، بدمذہب اور فسق وفجور میں مشہور ومعروف تھا اور کسی طرح بھی وہ ظواہر اسلام کا التزام نہیں رکھتا تھا ہمیشہ شراب پینے، گانے بجانے، لہو ولعب، قسم قسم کے فسق و فجور اور طرب وسرور میں مشغول رہتا تھا بنی امیہ میں سے کسی شخص نے اس کی طرح شراب نہیں پی اس کے حکم سے شراب کا ایک حوض پر کیا گیا تھا جب طرب وخوشی کا اس پر غلبہ ہوتا تو وہ اس حوض میں کود جاتا اور اتنی شراب پیتا کہ حوض کی کمی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور تاریخ خمیس اور اخبار الدول میں ہے کہ ایک دن ولید ملحد اپنے گھر میں آیا دیکھا کہ اس کی بیٹی اپنی دایہ کے ساتھ بیٹھی ہے اس کے گھٹنوں پر بیٹھ گیا اور اس کی بکارت زائل کر دی، دایہ نے ولید سے کہا کہ مجوسیوں کا دین اختیار کر لیا ہے تو ولید نے یہ شعر پڑھا:

من راقب الناس متهما
وفاز باللذة الجبور

جولوگوں کا خیال کرے وہ ہم وغم میں مرجاتا ہے اور جسارت مند لذت حاصل کرتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے عرب کے احمق اور بے وقوف لوگوں کے حالات کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ ایک روز سلیمان ولید کے بھائی نے ایک مجلس میں کہا کہ خدا لعنت کرے میرے بھائی ولید پر کیونکہ وہ فاسق وفاجر شخص تھا، مجھے اس نے برائی پر مجبور کیا تھا یعنی لواطت کرنے پر اس کے عزیزوں میں سے کسی نے کہا خاموش رہ خدا کی قسم اگر اس نے ارادہ کیا تھا تو پھر وہ کام کیا بھی ہوگا۔

اور اہل سنت کی بعض کتب میں ہے کہ ایک رات موذن نے صبح کی اذان کہی ولید اٹھا اس نے شراب پی اور کنیز کو چمٹ گیا جو کہ مست تھی اس سے ہم بستری کی اور قسم کھائی کہ وہی کنیز جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے، پس اسے اپنا لباس پہنایا اور اس مست کنیز کو جنابت ومنی کی پلیدگی کے ساتھ مسجد میں بھیجا اور اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اور یہ بھی اخبار الدول اور تاریخ خمیس میں ہے کہ اس نے حج کا قصد کیا اور ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر شراب پئے اور بوس وکنار کی لذت حاصل کرے یہ بھی بہت سی کتب میں تحریر ہے کہ جن میں سے حیواۃ الحیوان اور میری ادب الدین والدنیا ماوروی ہے کہ ایک دن ولید پلید نے قرآن مجید سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی **واستفتحو اوخاب کل جبار عنید** اور انہوں نے کشائش طلب کی اور ہر جبار عنید خائب وخاسر ہے اس خبیث نے قرآن پھینک دیا اور اس پر تیر بارانی کی اور اتنے تیر مارے کہ قرآن مجید کے پرزے پرزے ہوگئے اور یہ اشعار پڑھے:

تهددني بجبار عنيد!
فها انا ذاك جبار عنيد
اذا ماجئت ربك يوم حشر
فقل يارب مزقني الوليد

تو مجھے جبار عنید ہونے کی دھمکی دیتا ہے تو یہ لو میں وہی جبار عنید ہوں جب میدان محشر میں اپنے رب کے پاس جاؤ تو کہنا اے رب مجھے ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا۔

اور نصرانی عورت کے ساتھ اس کے عشق کی حکایت تزئین الاوراق میں داؤد انطاکی نے ذکر کی ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ابن عائشہ گویا ولید کے پاس آیا اور اس نے یہ اشعار گائے:

رايت صبيحة النحر!
حورالعين عزيمة الصبر

مثل الکواکب فی مطالها
عند العشا اطفن بالبدر
وخرجت الا جر محتسبا
فرجعت موفوراً من الوزر

میں نے وہ دیکھی کہ جس کی گردن صبح کی طرح تھی بڑی آنکھوں والی اور پختہ صبر والی اس کے طلوع کی جگہیں مثل ستاروں کے تھیں کہ شام کے وقت جنھوں نے چودہویں کے چاند کو گھیر رکھا تھا اور میں مزدوری لینے کے لیے نکلا جب پلٹا تو بوجھ سے لادا ہوا تھا۔

ولید کہنے لگا خدا کی قسم بہت اچھا کہا اور اسے عبدالشمس کے حق کی قسم دی کہ دوبارہ کہے پھر امیہ کے حق کی قسم دی کہ اس کا اعادہ کرے، اس طرح اس شجرہ ملعونہ کے ایک باپ کے اوپر دوسرے کا ذکر کرتا رہا اور اس سے دوبارہ کہلاتا رہا اور ابن عائشہ بھی دوبارہ شعر کہتا رہا یہاں تک کہ اپنے تک پہنچا اور کہنے لگا میری جان کی قسم پھر کہو اس نے پھر کہا ولید میں طرب وسرور کی حالت کا اثر ہوا اور ابن عائشہ کے اعضائے بدن کو چومنے لگا پس اس کے سر سے لے کر نیچے تک اس کے ایک ایک عضو کے بوسے لیتا رہا یہاں تک کہ اس کے آلہ تناسل تک جا پہنچا جھکا تا کہ اس کا بوسہ لے ابن عائشہ نے اپنی رانیں ملا کر اسے چھپانا چاہا ولید کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کو چومے بغیر دستبردار نہیں ہوں گا، پس اس کے حشفہ کا بوسہ لیا پھر مستانہ وا طرباہ وا طرباہ کی آواز لگانے لگا اور اپنا لباس اتار دیا اور ابن عائشہ پر پھینک دیا اور خود برہنہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ اس کے لیے لباس لے آئے اور یہ بھی حکم دیا کہ ابن عائشہ کے لیے ہزار دینار لے آؤ اور ایک خچر بھی منگوایا اور ابن عائشہ کو اس پر سوار کیا اور کہنے لگا اس خچر پر سوار ہو کر میری مسند پر چلو کیونکہ ہمیشہ رہنے والی آگ میرے جگر میں تو نے روشن کی ہے۔

نیز مروج الذہب اور کامل مبرد میں ہے کہ ولید نے اپنا برا عقیدہ ظاہر کیا اور یہ اشعار پڑھے:

تلعب بالخلافة هاشم
بلاوحی اتاه ولا کتاب
فقل لله یمنعنی طعامی
وقل لله یمنعنی شرابی !

ہاشمی شخص نے خلافت کا کھیل کھیلا بغیر اس کے کہ اس کے پاس وحی اور کتاب آئی ہو، پس اللہ سے کہہ دو کہ میرا کھانا پینا روک لے۔

میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اس کے کلمات کفر لکھنے اور اس کے اشعار کی حکایت کرنے میں اور ولید نے یہ مخصوص کفر یزید

سے لیا تھا اور یزید نے ابوسفیان سے اور ولیدان اشعار کے کہے کے چند دن بعد مارا گیا اور ولید کے مشہور صفات میں سے یہ ہے کہ جو کنیزیں اس کے باپ کی منکوحہ تھیں اور اس کے باپ سے ان کی اولاد بھی تھی ان سے اس نے بدفعلی کی اور بعد والے خلفاء اور اہل سنت کے مورخین کی زبانوں پر مشہور تھا ولید فاسق اور ولید زندیق۔

اور اخبار الدول میں مسند احمد سے اور تاریخ عمیس میں ذھبی سے منقول ہے کہ رسول خداً سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا البتہ اس امت میں ایک شخص ہوگا جسے ولید کے نام سے پکارا جائے گا وہ اس امت کے لیے بنسبت فرعون کے اپنی قوم کے لیے زیادہ سخت ہوگا اور بہت تعجب ہے قاضی عیاض سے کہ جس نے کہا ہے کہ ولید ان بارہ خلفاء میں سے ہے کہ جو حدیث متواتر النقل متفق علیہ بین الخاصۃ والعامۃ میں منصوص ہیں اور اخبار الدول میں ہے کہ صاحب کوکب الملک نے نقل کیا ہے کہ ولید ۳۳ بیماریوں میں مبتلا تھا کہ جن میں سے کم از کم بلا ومصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی ناف سے پیشاب کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب ولید کا فسق و فجور فاش اور ظاہر ہوا تو لوگوں نے اس کی دشمنی پر کمر باندھ لی اور سب نے مل کر اس کے خلاف خروج کیا اور اہل دمشق نے اس کو خلافت سے اتارنے پر اتفاق واجماع کر لیا اور یہ کہ ولید کو قتل کر کے قمیص خلافت وحکومت اس کے چچازاد بھائی یزید ناقص کو پہنا دی پس یزید کو دیہات سے شہر میں بلایا اور اس کے ساتھ قسم کھائی اور اتفاق کیا کہ وہ اس کی مدد واعانت کریں گے تا کہ وہ ولید کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا اور ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی بالآخر ولید مغلوب ہو کر اپنے قصر کی طرف بھاگ گیا اور قلعہ بند ہو گیا۔

یزید کے لشکر نے قصر کو گھیر لیا اور آخر کار قصر میں لشکر داخل ہو گیا اور ولید کو بڑی بری طرح قتل کر دیا اور اس کا سر قصر کی دیوار پر لٹکا دیا اور اس کا بدن باب فرادیس کے باہر دفن کر دیا۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ ولید بحراء میں قتل ہوا جو دمشق کی ایک بستی ہے جب کہ ۱۲۶ ہجری میں جمادی الثانی کے آخری دو دن باقی تھے اور اس کی حکومت ایک سال دو ماہ اور بائیس دن رہی اور اس کی عمر چالیس سال تھی اور وہ بحرا میں دفن ہوا۔انتھی

اور ولید کی سلطنت کی ابتدا میں خالد بن عبداللہ قسری مارا گیا اور خالد وہی شخص ہے جسے ہشام بن عبدالملک نے عمرو بن ہئیرہ والی کو معزول کر کے عراقین (بصرہ وکوفہ) کا گورنر مقرر کیا تھا خالد ایک مدت تک عراقین کا گورنر رہا یہاں تک کہ ۱۲۰ھ ہشام نے اسے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی حجاج کے چچازاد بھائی کو اس کی جگہ پر نصب کیا، یوسف نے خالد کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور ۱۲۵ ہجری کے آخر میں اور ولید کی سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں اسے بڑے سخت طریقہ سے قتل کر دیا۔ کہتے ہیں خالد سخاوت کے ساتھ مشہور تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک عرب اس کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے دو اشعار میں تیری مدح کی ہے اور توقع ہے کہ تو مجھے دس ہزار درہم اور ایک خادم دے، خالد نے کہا وہ اشعار پڑھو اس نے کہا:

لزمت نعم حتی کانك لم تکن
سمعت من الا شیاء شیا سوی نعم

وانکرت لا حتی کانك لم تکن
سمعت بھافی سالف الدھر والا مم

تو نے ہاں کولازم پکڑا ہے یہاں تک کہ گویا تو نے ہاں کے علاوہ کوئی اور چیز سنی ہی نہیں اور تو نے نہ سے انکار کیا ہے گویا تو نے گزشتہ زمانہ اور امتوں میں یہ لفظ سنا ہی نہیں۔

خالد نے اسے دس ہزار درہم اور ایک خادم عطا کیا لیکن ابوالفرج نے اغانی میں اسے بخیلوں میں شمار کیا ہے اور کئی حکائتیں اس کے بخل کی نقل ک ہیں اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ خنثیٰ تھا اور اس کی ماں نصرانی تھی اور اس بناء پر (کہ علی سے خنثیٰ کو محبت نہیں ہوتی) امیرالمومنینؑ سے اسے بڑی دشمنی اور عداوت تھی اور اس نے اس ملعون کے کئی فقرے آنجنابؑ پر سب وشتم کے نقل کئے ہیں کہ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں بلکہ اس سے کئی حکائتیں نقل کی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر زندیق اور ملحد تھا۔ لعنة الله علیه.

اور خالد کی وفات کے دن محمد وابراہیم ہشام بن اسماعیل مخزومی کے دونوں بیٹے جو ہشام بن عبدالملک کے ماموں تھے یوسف بن عمر کی قید میں ہکاک ہوئے اور یوسف نے انہیں ولید کے حکم سے قید کر رکھا تھا جب تک وہ قید میں رہے انتہائی شکنجہ اور عذاب میں مبتلا تھے اور یہ اس بغض کی وجہ سے تھا جوان کا ولید کے دل میں تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں اپنے چچازاد بھائی عرجی کا بدلہ ان سے لینا چاہتا ہوں اور عرجی عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے کہ جسے محمد بن ہشام مخزومی مذکور نے قید کیا تھا اور بہت سے تازیانے اسے لگائے تھے اور اسے بازار میں پھرایا تھا اور اسے نو سال تک قید میں رکھا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور اس نے قید کے زمانہ مس اشعار کہے کہ جن میں سے یہ مشہور شعر ہے:

اضاعونی وای فتی اضاعوا
لیوم کریھة وسداد ثغر

انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کس جوان کو انھوں نے ضائع کیا جو جنگ کے دن اور سرحد کی حفاظت کے لیے تھا۔

اور عرج مکہ میں ایک جگہ ہے اور ولید کی سلطنت کے اوائل میں یحییٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ نے نہی از منکر اور بنی امیہ کے عمومی ظلم کو دور کرنے کے لیے خروج کیا اور آخر کار وہ شہید ہوئے مناسب ہے اختصار کے ساتھ ان کے قتل کی کیفیت کو یہاں درج کیا جائے۔

یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت

واضح ہو کہ جب زید بن علی بن الحسینؑ ۱۲۱ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے اور یحییٰ باپ کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو زید کے اصحاب واعوان متفرق ہو گئے اور یحییٰ کے ساتھ دس افراد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، مجبوراً یحییٰ رات کے وقت کوفہ سے نکل کر نینویٰ کی طرف چل دیئے اور وہاں سے مدائن کی طرف کوچ کیا اور مدائن اس وقت خراسان کا راستہ تھا یوسف بن عمر ثقفی والی عراقین نے حریث کلبی کو یحییٰ کے گرفتار کرنے کے لیے مدائن بھیجا، یحییٰ مدائن سے ری کی طرف اور وہاں سے سرخس کی طرف چلے گئے اور سرخس میں یزید بن عمرو تیمی کے مہمان ہوئے اور چھ ماہ تک اس کے پاس رہے۔

محکمہ (خارجی) کی ایک جماعت نے چاہا کہ یحییٰ کے ساتھ ہو کر بنی امیہ کے ساتھ جنگ کریں یزید بن عمرو نے یحییٰ کو ان کا ساتھ دینے سے منع کیا اور کہنے لگا کس طرح اس گروہ سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مدد چاہتے ہو جو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بیزار ہیں پس یحییٰ نے انہیں جواب دیا اور سرخس سے بلخ چلے گئے اور جریش بن عبداللہ شیبانی کے ہاں قیام کیا اور اس کے پاس رہے یہاں تک کہ ہشام دنیا سے رخصت ہوا اور ولید خلیفہ ہوا اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ جریش کے پاس کسی کو بھیجو کہ وہ یحییٰ کو گرفتار کرے اور نصر نے عقیل عامل بلخ کو لکھا کہ جریش کو گرفتار کرو اور اس کو اس وقت تک رہا نہ کرو جب تک وہ یحییٰ کو تمہارے سپرد نہ کرے، عقیل نے نصر بن سیار کے حکم کے مطابق جریش کو پکڑ لیا اور اسے چھ سو تازیانے لگائے اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر یحییٰ کو میرے سپرد نہ کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، جریش نے بھی اس کام سے سختی سے انکار کیا۔

قریش جویش کے بیٹے نے عقیل سے کہا میرے باپ سے سروکار نہ رکھو میں اس مہم کی کفایت اپنے ذمہ لیتا ہوں اور یحییٰ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں، پس وہ کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے گیا وہ یحییٰ کو تلاش کرنے لگے بالآخر انھوں نے یحییٰ کو مکان کے اندر دوسرے مکان میں پایا پس انھیں ان کے ساتھی یزید بن عمرو کوفی کے ساتھ گرفتار کر کے نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا نصر نے انہیں قید خانہ میں زنجیر وسلاسل میں جکڑ کر بند کر دیا اور ان کے حالات کی شرح وتفصیل یوسف بن عمر کو لکھ بھیجی، یوسف نے معاملہ ولید کو لکھا ولید نے جواب میں لکھا کہ یحییٰ اور اس کے اصحاب کو قید وبند سے رہا کر دو، یوسف نے ولید کے خط کا مضمون نصر کو لکھا نصر نے یحییٰ کو بلایا اور انہیں نصیحت کی اور فتنہ سے ڈرایا اور دو ہزار درہم دو خچروں کے ساتھ انہیں دیئے اور حکم دیا کہ وہ ولید کے پاس چلے جائیں، اور جب یحییٰ کو قید سے رہا کیا گیا تو شیعہ مالداروں کی ایک جماعت اس لوہار کے پاس گئی جس نے بیڑیاں ان کے پاؤں سے نکالی تھیں اور اسے کہنے لگے کہ وہ بیڑیاں ہمارے پاس بیچ دو، لوہار نے وہ بیڑیاں بیچنے کے لیے پیش کیں جو خریدنا چاہتا تھا دوسرا قیمت زیادہ کر دیتا یہاں تک کہ ان کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی، بالآخر سب نے مل کر وہ قیمت ادا کی اور شراکت میں خرید کر لیں پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کیا ہر شخص نے اپنے حصہ کو تبرک کے طور پر اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا۔

خلاصہ یہ کہ جب یحییٰ رہا ہوئے تو سرخس کی طرف گئے اور وہاں سے عمرو بن زرارہ والی ابوشہر کے پاس گئے عمرو نے یحییٰ کو ان کے خرچ کے طور پر ایک ہزار درہم دیئے اور انھیں بیہق کی طرف نکال دیا جو خراسان کا آخری شہر تھا، یحییٰ نے بیہق میں ستر آدمی اپنے معاون پیدا کر لیے اور ان کے لیے گھوڑے خرید لیے اور عمرو بن زرارہ عامل ابوشہر سے جنگ کرنے کے لیے نکلے عمرو جب یحییٰ کے خروج سے مطلع ہوا تو اس نے یہ قضیہ نصر بن سیار کو لکھا نصر نے عبداللہ بن قیس عامل سرخس اور حسن بن زید عامل طوس کو لکھا کہ وہ ابو شہر کی طرف جائیں اور عمرو بن زرارہ کے تحت فرمان ہو کر یحییٰ کے ساتھ جنگ کریں، پس عبداللہ و حسن اپنے اپنے لشکر کے ساتھ عمرو کے پاس گئے اور دس ہزار کا لشکر تیار کیا اور یحییٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوئے اور یحییٰ ستر سواروں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے اور ان سے سخت جنگ کی آخر کار عمر بن زرارہ مارا گیا اور یحییٰ نے اس کے لشکر پر فتح حاصل کی اور انہیں شکست دے کر متفرق کر دیا اور عمرو کے لشکر کا ساز و سامان غنیمت کے طور پر لے لیا اس کے بعد ہرات کی طرف چلے گئے اور ہرات سے جوز جان کی طرف گئے کہ جو مرو و بلخ کے درمیان اور خراسان کے شہروں میں سے ہے۔

نصر بن سیار نے آٹھ ہزار سوار شامی وغیر شامی کے ساتھ سلم بن احوز کو یحییٰ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، پس ارغوی بستی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور تنور جنگ گرم ہوا، یحییٰ نے تین دن اور تین راتیں ان سے جنگ کی یہاں تک کہ یحییٰ کا لشکر مارا گیا اور آخر کار دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آ لگا اور یحییٰ شہید ہو گئے، پس جب سلم کا لشکر کامیاب ہو گیا اور جناب یحییٰ شہید ہو گئے تو ان کے قتل کی جگہ پر آئے اور ان کے بدن کو برہنہ کیا اور سر جدا کر کے نصر کے پاس بھیج دیا نصر نے سر ولید کے پاس بھیجا، پس یحییٰ کا بدن جوز جان شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا اور مسلسل یحییٰ کا بدن سولی پر لٹکا رہا یہاں تک کہ ارکان سلطنت بنی امیہ متزلزل ہوئے اور بنی عباس کی حکومت نے قوت پکڑی اور ابو مسلم مروزی حکومت عباسیہ کے داعی نے سلم یحییٰ کے قاتل کو قتل کر کے یحییٰ کے بدن کو سولی سے اتار کر غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر اسی جگہ اسے دفن کر دیا پھر اس نے کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا جو یحییٰ کے خون میں شریک تھا۔

پس خراسان اور اس کے باقی علاقوں میں ایک ہفتہ تک لوگوں نے یحییٰ کی عزاداری کی اور اس سال جو بچہ خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا۔ اور ۱۲۵ ہجری میں یحییٰ کی شہادت ہوئی اور یحییٰ کی والدہ ریطہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ کی بیٹی تھی اور دعبل خزاعی نے اپنے اس شعر میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے:

واخری بارض الجوز جان محلھا

اور دوسری وہ قبر ہے جو جوز جان میں ہے۔

اور صحیفہ کاملہ کی سند کے بیان میں کئی ایک مطالب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ جن کا تعلق یحییٰ کے ساتھ ہے جن کا خلاصہ یہ ہے متوکل بن ہارون صحیفہ کا راوی کہتا ہے جس زمانہ میں یحییٰ خراسان کی طرف جا رہے تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، کہنے لگے تو کہاں سے آ رہا ہے میں نے عرض کیا حج سے پس یحییٰ نے اپنے اہل بیتؑ اور اقرباء کے حالات پوچھے جو مدینہ میں تھے اور میں نے انہیں بتایا، یہاں تک کہ فرمایا میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملاقات کی تھی، عرض کیا جی ہاں، فرمایا میرے

بارے میں تو نے ان سے کیا سنا ہے میں نے عرض کیا انھوں نے خبر دی تھی کہ آپ شہید ہو جائیں گے اور اپنے والد جناب زید کی طرح سولی پر لٹکائے جائیں گے یہ خبر سن کر یحییٰ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی ''**یمحو اللہ ما یشاء یثبت وعندہ ام الکتاب**'' خدا جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کرتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے پس چند کلمات کے بعد جو ہم نے گفتگو کی تو یحییٰ نے فرمایا کہ میرے پاس دعاؤں کا ایک صحیفہ ہے جو میرے باپ نے اپنے باپ علی بن الحسین علیہما السلام سے حفظ کی تھیں اور مجھے وصیت کی تھی کہ میں اس کی حفاظت کروں اور نا اہل سے اسے پوشیدہ رکھوں یہ لو وہ صحیفہ مکرمہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ تم میرے شہید ہو جانے کے بعد اسے میرے چچا زاد بھائیوں محمد و ابراہیم کو جو بیٹے ہیں عبداللہ بن حسن بن علی علیہما السلام کے ، پہنچا دینا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے چچا زاد بھائی جعفرؑ کی خبر میرے قتل کے متعلق حق ہے اور ان کے آباؤ اجداد سے انہیں پہنچی ہے اور مجھے خوف ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور یہ صحیفہ بن امیہ کے ہاتھ میں چلا جائے اور وہ اسے لوگوں سے مخفی کر دیں۔

متوکل کہتا ہے پس میں نے وہ صحیفہ کاملہ لے لیا اور جب یحییٰ شہید ہو گئے تو میں مدینہ گیا اور خدمت جعفر بن محمد علیہما السلام سے شرف یاب ہوا اور اپنی گفتگو جو یحییٰ سے ہوئی تھی میں نے آپؑ سے نقل کی تو حضرتؑ رونے لگے اور آپؑ کا حزن و ملال یحییٰ پر سخت ہوا اور فرمایا خدا میرے چچا زاد بھائی یحییٰ پر رحم فرمائے اور اسے اس کے آباؤ اجداد سے ملحق کرے۔ الخ

اور شیخ صدوق نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آل ابوسفیان نے حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا تو خدا نے ان سے سلطنت کو برطرف کر دیا اور جب ہشام نے زید بن علی بن الحسینؑ کو شہید کیا تو خداوند عالم نے ان سے سلطنت لے لی اور جب ولید نے یحییٰ کو شہید کیا تو خداوند عالم نے اس سے سلطنت چھین لی۔

یزید و ابراہیم ولید بن عبدالملک بن مروان کے دو بیٹوں کی خلافت کا ذکر

یزید بن ولید بن عبدالملک نے شب ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۶ھ ہجری میں خلافت کا علم فضا میں بلند کیا، شام کے لوگوں نے اس کے چچا زاد بھائی ولید کو خلافت سے ہٹا کر یزید سے بیعت کی اس وقت یزید نے ولید کے قتل کا حکم دیا اور کہنے لگا جو اس کا سر لے آئے اسے ایک لاکھ درہم انعام ملے گا، یزید کے ساتھی بحراء کی طرف گئے جو دمشق کی ایک بستی کا نام ہے اور انھوں نے ولید کو گھیر لیا ولید کہنے لگا، میری آج وہی حالت ہے جو عثمان بن عفان کی تھی پس لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا خون بہا دیا اور اس کا سر جدا کر کے دمشق میں لا کر شہر میں پھرایا پھر دمشق کے شہر کی دیوار پر اسے لٹکا دیا اس وقت امر خلافت یزید پر مستقر ہو گیا، پس یزید نے طریقہ عبادت و عدالت کا اختیار کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے طریقہ پر چلا اور اس کو ناقص کہتے تھے۔

چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اور مشہور عبارت الناقص والاشج اعدلا بنی مروان (ناقص اور سر کے زخم ولا بنی مروان میں زیادہ عادل تھے) میں یزید اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف اشارہ ہے اور یزید مذہب معتزلہ پر تھا اسی لیے معرکہ اسے عمر عبدالعزیز پر ترجیح وفضیلت دیتے تھے اور یزید پہلا خلیفہ تھا کہ جس کی ماں کنیز تھی۔

اور یزید کی مدت خلافت ولید کے قتل ہونے اور اس کے وفات پانے تک پانچ ماہ اور دوراتیں تھی اور اتوار کے دن ذی الحج کی پہلی تاریخ ۱۲۶ ہجری دمشق میں اس کی وفات ہوئی اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دفن ہوا اور اس کی عمر ۴۶ سال تھی اور اسی سال یگانہ مداح اہل بیتؑ رسول ابوالمستہل کمیت بن زید اسدی رحمہ اللہ نے وفات پائی اور کمیت کی مدحتیں مخصوص اہل بیتؑ کے لیے اور حضرت باقرؑ کا اسے ارشاد فرمانا مشہور ومعروف ہے اور ہم کمیت کے کچھ مداح اہل بیت کے اشعار کی طرف کتاب منتھی الآمال میں اشارہ کر چکے ہیں اور کمیت کے اشعار میں سے ہے:

ویوم الدوح دوح غدیر خم
ابان له الوصیة لو اطیعا!
ولکن الرجال تبایعوها!
فلم ار مثلها خطبا بدیعا نضیعا

اور بڑے درختوں کا دن جو غدیر خم کے درخت تھے رسولؐ نے علیؑ کے لیے وصیت کو واضح کیا کاش کہ اطاعت کی جاتی لیکن لوگوں نے خلافت میں ایک دوسرے کی بیعت کر لی پس میں نے ایسی نئی مصیبت یا دردناک مصیبت نہیں دیکھی۔

منقول ہے کہ کمیت نے ان اشعار کے بعد امیر المومنینؑ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا، یوں کہو:

ولم ار مثل ذاك الیوم یوما
ولم ار مثله حقا اضیعا

میں نے اس جیسا دن نہیں دیکھا اور نہ ہی اس طرح حق کو ضائع ہوتے دیکھا ہے۔

نیز کمیت کے اشعار میں سے اس کا مشہور قصیدہ ہاشمیات ہے کہ جسے انشاء کرنے کے بعد فرزدق شاعر کے سامنے پڑھا تو فرزدق نے اس کی تحسین کی اور اس کی اشاعت کا حکم دیا، پس کمیت مدینہ گیا اور حضرت باقرؑ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے اسے وہ دعا دی جو رسول خداؐ نے حسان کے حق میں کہی تھی پھر کمیت عبداللہ بن حسن اور باقی بنی ہاشم کے پاس گیا اور وہ اشعار ان کے سامنے پڑھے پس عبداللہ بن معویہ بن عبداللہ بن جعفر نے چمڑے کا ایک پارچہ لیا اور اس کے چاروں کونے اپنے بچوں کے ہاتھ میں پکڑائے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کی اور کہا کہ اے بنی ہاشم یہ کمیت ہے کہ جس نے تمہارے حق میں اشعار کہے ہیں جس وقت کہ لوگوں

نے تمہارے فضائل کے ذکر کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے اور اس نے اپنا خون بنی امیہ کے سامنے بہانے کے لیے پیش کیا ہے تو جو کچھ تم سے ممکن ہو اس کے لیے صلہ کے طور پر لے آؤ، پس جس کسی کے لیے جو کچھ ممکن تھا درہم و دینار میں سے اور اس چمڑے کے پارچہ میں ڈالتا تھا یہاں تک کہ نوبت ہاشمی خواتین تک پہنچی ان کے پاس بھی جو کچھ تھا انہوں نے دیا یہاں تک انہوں نے اپنے زیور اپنے بدن سے اتار کر کمیت کے لیے دیئے پس کمیت کے لیے ایک لاکھ کے برابر مال جمع ہو گیا اور عبداللہ اسے کمیت کے پاس لے آیا اور کہا یا ابا المستهل اتيناك بجهد المستقل اے کمیت ہم تیرے پاس ناداروں کی کوشش لے کر آئے ہیں اور ہم تجھ سے معذرت خواہ چونکہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت میں رہتے ہیں اور ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اور یہ مقدار ہم نے جمع کی ہے کہ جس میں عورتوں کے زیور بھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کمیت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے شک آپ نے بہت کچھ عطیہ دیا ہے لیکن میرا مقصد آپ کی مدح سے خدا اور رسول کی خوشنودی ہے اور میں آپ سے کچھ بھی نہیں لیتا اس مال کے جو جو مالک ہیں یہ انہیں واپس کر دیں، اور جتنی کوشش کی کہ کمیت قبول کرلے اس نے قبول نہ کیا۔

کمیت کے بہت سے فضائل نقل ہوئے ہیں اور ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا اگر بنی اسد کے لیے کوئی فضیلت و منقبت نہ ہوتی سوائے اس کے کہ کمیت ان میں سے ہے تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔

اور گروہ بنی اسد سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم ایسی فضیلت رکھتے ہیں کہ جیسی تمام جہانوں میں سے کوئی نہیں رکھتا اور وہ فضیلت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے کمیت سے برکت میراث میں نہ پائی ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ کمیت عالم خواب میں رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچا تو حضرتؐ نے فرمایا میرے لیے قصیدہ پڑھو طربت وما شوقا الى البيض الحرب (میں طرب و خوشی میں ہوں لیکن یہ خوشی سفید رنگ کی عورتوں کے شوق کی وجہ سے نہ تھی) جب کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا جو اس کا قصیدہ ہاشمیات ہے تو حضرتؐ نے اس کے حق میں برکت کی دعا کی اور فرمایا تجھے برکت نصیب ہو اور تیری قوم کو اور کمیت علاوہ اس کے کہ شیعہ اور بزرگ شاعر تھا فقیہ و خطیب و نسابہ و خوشنویس و شاہسوار و تیرانداز و سخی اور دیندار بھی تھا اس کی مدح کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

جب یزید ناقص نے رخت سفر دنیا سے باندھا تو اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھائی ابراہیم تخت نشین ہوا اور چار ماہ یا دو ماہ دس دن اس کی مدت خلافت تھی لیکن اس کی خلافت مستقر نہ تھی اس کے زمانہ میں ہرج و مرج اختلاط و اختلاف لوگوں میں پیدا ہو گیا لوگ ایک ہفتہ اس کو خلافت کا سلام کرتے اور ایک ہفتہ اس کی خلافت کو وقعت و اہمیت نہ دیتے اور اس کی پرواہ نہ کرتے چنانچہ اس کے زمانہ کا شاعر کہتا ہے:

نبايع ابراهيم في كل جمعة
الا ان امرا انت واليه ضائع

ہم ہر جمعہ کے دن ابراہیم کی بیعت کرتے ہیں خبردار جس حکومت کا تو والی ہے وہ ضائع ہو رہی ہے۔

اسی طرز پر اس کا معاملہ چل رہا تھا یہاں تک کہ مروان بن محمد نے خروج کیا اور جزیرہ سے دمشق میں داخل ہوا اور ابراہیم سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوا چونکہ ابراہیم کی حکومت میں قوت نہ تھی، مجبوراً وہ بھاگ کھڑا ہوا مروان اس کے درپے ہوا یہاں تک کہ اس پر کامیابی حاصل کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش سولی پر لٹکا دی اور ابراہیم و مروان کے زمانہ سے بنی مروان کی حکومت نے کمزوری اور اضمحلال کی طرف رخ کیا یہاں تک کہ جب مروان مارا گیا تو یکسر ان کی حکومت ختم ہوگئی اور سلطنت بنی عباس کی طرف منتقل ہوگئی اور ابراہیم کے زمانہ میں اور بعض کا قول ہے کہ ولید کے زمانہ میں حضرت باقر العلوم کی شہادت ہوئی اور ہم کتاب منتہی میں آپؑ کی شہادت لکھ چکے ہیں۔

مروان بن محمد مروان بن الحکم جعدی المنبو ر بالحمار کی سلطنت اور اس کے قتل کا ذکر

پیر کے دن چودہ صفر ۱۲۷ ہجری ابراہیم کے قتل کے بعد دمشق میں یا حران میں کہ جو مصر کا ایک شہر ہے لوگوں نے مروان بن محمد کی بیعت کی اور مروان کا لقب حمار تھا اور اس لقب کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں، اخبار الدول میں ہے کہ حمار مروان کو اس لیے کہتے تھے چونکہ وہ شدائد اور جنگ کی سختیوں پر زیادہ صبر کرتا تھا اور کبھی اس نے جنگ سے منہ نہیں موڑا اور اسی باب سے ہے وہ ضرب المثل جو کہتے ہیں فلاں اصبر من حمار فی الحروب فلاں شخص جنگوں میں گدھے سے زیادہ صابر ہے اور اس کا قتل ۱۳۲ ہجری کے اوائل میں ہوا اور اس کی حکومت کا زمانہ قتل ہونے تک پانچ سال اور دس روز اور دوسرے قول کی بناء پر پانچ سال تین ماہ تھا۔ اور مروان کے زمانہ میں ۱۲۸ ہجری کے حدود میں اسماعیل بن عبدالرحمان (جوسدی کے لقب سے مشہور تھا) کوفی مفسر مشہور نے وفات پائی اور اسی سال میں اور ایک قول ہے کہ ۱۲۷ھ میں جابر بن یزید جعفی شیعہ نے وفات پائی اور جابر کے عجیب وغریب حالات مشہور ومعروف ہیں۔ اور دمیری نے جابر کی وفات ۱۲۶ھ میں بیان کی ہے اور کہا ہے کہ کتاب وآمہ اور میزان ذھبی میں جابر جعفی کے متعلق ہے کہ وہ کہتا ہے کہ دابۃ الارض (جس کا قرآن میں ذکر ہے) سے مراد علی بن ابی طالب ہیں اور کہا ہے کہ جابر شیعہ تھا اور رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا یعنی یہ کہ علی دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ الخ

اور ۱۲۹ھ میں عاصم بن ابوالنجود بہدلہ کوفی نے جو کہ مشہور سات قاریوں میں سے ایک ہے کوفہ میں وفات پائی اور سات قاری اور ان کے شہروں کے نام نصاب الصبیان کے ان دو قطعوں میں ذکر ہوئے ہیں:

استاد قرات بشمر پنج و دو پیر

عمرو علا نافع دا بن کثیر

پس حمزہ وابن عامر و عاصم را !
ازجنس کسائی شمر و ھفت بگیر
نافع مدنی ابن کثیر ازمکه است !
بو عمر و زبصرہ ابن عامر از شام
پس عاصم و حمزہ و کسائی کوفی
ایں نسبت جمله شان بود با لا تمام

باقی رہیں دس قرائتیں تو وہ ان سات کی قرائتوں کے ساتھ ابوجعفر جو مدنی اول مشہور تھا اور یعقوب بصری اور خلف کی قرات ہے اور جو قرائتیں شاذ ہیں یعنی انہیں چھوڑ دیا گیا ہے تو وہ مطوعی وشنبوذی وابن محیصن کوفی وسلیمان اعمش اور حسن بصری کی قرائتیں ہیں۔اور یہ بھی واضح ہو کہ ان ساتھ قاریوں میں سے ہر ایک کے دو دو راوی ہیں اور قاریوں کے نام ان کے راویوں کے ساتھ اور ان کے القاب و رموز اس ترتیب کے ساتھ ہیں:

(۱) نافع بن عبدالرحمان بن ابی نعیم مدنی اس کے دو راوی (۱) عیسیٰ جس کا لقب قالون ہے (۲) عثمان جس کا لقب ورش ہے اور ان کی رمز بترتیب (ابج) ہے۔

(۲) عبداللہ بن کثیر مکی اس کے راوی (۱) احمد بزی (۲) محمد قنبل ہیں اور ان کی رمز (دھز) ہے۔

(۳) ابوعمرو بن علاء مازنی نحوی بصری اس کے دو راویوں میں سے ایک دوسری ہے کہ جو کسائی سے بھی روایت کرتا ہے اور دوسرا یحییٰ سوسی ہے اور ان کی رمز (حطی) ہے۔

(۴) عبداللہ بن عامر شامی ہے اس کے دو راوی (۱) ہشام (۲) عبداللہ بن زکوان ہیں اور ان کی رمز (کلم) ہے۔

(۵) ابوبکر بھدلہ حناط جو عاصم بن ابو النجود کوفی کے نام سے مشہور تھا اس کے دو راوی (۱) شعبہ ابوبکر بن عیاش (۲) حفص ابوعمرو بزار تھا اور ان کی رمز (نصع) ہے۔

(۶) حمزہ بن ابوجلیب کوفی اس کے دو راوی (۱) خلف (۲) حماد ہیں اور ان کی رمز (ففھق) ہے۔

(۷) علی بن حمزہ کسائی کوفی نحوی اس کے دو راوی (۱) ابوالحارث (۲) حفص الدوری ہیں اور ان کی رمز (شت) ہے۔

یہ جدول جس کے اکیس خانے ہیں قاریوں اور ان کے روایوں پر علیحدہ علیحدہ دلالت کرتی ہے ۔

ا	نافع	م	ابن ذکوان
ب	قالون	ن	عاصم

ج	ورش	ص	ابوبکر
د	ابن کثیر	ع	حفص
ھ	البزی	ف	حمزہ
ز	قنبل	ض	خلف
ح	ابوعمرو	ق	حماد
ط	الدورے	ز	الکسائے
ی	السوسی	ش	ابوالحارث
ک	ابن عامر	ت	حفص الدورے
ل	ہشام		

یہ جدول جس کی چودہ سطریں ہیں قاریوں اوران کے راویوں پر مجتمعاً دلالت کرتی ہے۔

ث	الکوفیون عاصم وحمزہ والکسائے	خ	القراءکلہم غیر نافع
ذ	الکوفیون وابن عامر	ظ	الکوفیون وابن کثیر
غ	الکوفیون وابوعمرو	ش	الکسائی وحمزہ
صحبہ	حمزہ والکسائی وشعبہ	صحاب	الکسائے وحمزہ وحفص
عمز	نافع وابن عامر	سما	نافع ووابن کثیر وابوعمرو
حق	ابن کثیر وابوعمرو	نفر	ابن کثیر وابوعمرو وابن عامر
حرمی	نافع وابن کثیر	حصن	الکوفیون وابن نافع

معلوم ہونا چاہیے کہ ان قرأت میں سے زیادہ مضبوط اور علماء کے نزدیک محبوب عاصم کی قرائت ہے اسی لیے اس کی قرائت کو مصاحف میں اختیار کیا گیا ہے اور باقی قاریوں کی قرائت کو سرخی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

اور ۱۳۱ہجری میں مالک بن دینار بصری نے جو زہد وعرفان کے ساتھ مشہور تھا بصرہ میں وفات پائی اور علماء اہل سنت نے اس کی کرامات نقل کی ہیں اور اس کی توبہ کے سبب میں کلمات کہے ہیں اور زہد ووعظ میں بھی اس کے کلمات نقل کئے ہیں اس مختصر کتاب میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اور مروان کے ہی زمانہ میں عبدالرحمان بن محمد نے (جو ابومسلم مروزی خراسانی کے نام سے مشہور تھا) خروج کیا اور وہ لوگوں کو ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی) جو امام کے لقب کے سے ملقب تھا) بیعت کی دعوت دیتا تھا کیونکہ ابو مسلم کا اعتقاد یہ تھا کہ امیر المومنینؑ کے بعد محمد حنفیہ امام ہیں اور ان کے بعد ان کا بیٹا ابو ہاشم اور اس کے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم امام ہے، مسلسل وہ خراسان کے شہروں میں لوگوں کو بنی عباس کی بیعت کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا۔

اور نصر بن سیار جو مروان کی طرف سے خراسان کے علاقہ میں اس کا کارندہ تھا اس کی حکومت کمزور پڑ گئی اور اس نے جتنے خطوط مروان کو لکھے اور اس سے مدد چاہی مروان اس کی مدد نہ کر سکا اور نہ لشکر بھیج سکا، کیونکہ خوارج کی جنگ میں مبتلا تھا مجبوراً جب نصر بن سیار میں ابومسلم کے مقابلہ کی قوت نہ رہی تو وہ خراسان سے دستبردار ہو گیا اور ری کی طرف چلا گیا اور وہاں سے ساوہ گیا اور زیادہ حزن وملال کی وجہ سے اس نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور مر گیا۔

اور ادھر سے ابومسلم کا معاملہ بڑھتا گیا اور خراسان کی حکومت اس کے لیے صاف ہو گئی پس اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سیاہ لباس کو اپنا شعار بنائیں اور علم اور جھنڈے بھی سیاہ قرار دیں، مروان کو جب اطلاع ملی کہ ابراہیم امام سلطنت وحکومت لینے کے خیال میں ہے اور ابومسلم لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلا رہا ہے تو اس نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ ابراہیم کو جہاں کہیں پائیں گرفتار کرلیں پس ابراہیم کو کداد رحمیمہ بستی سے گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیا گیا اور مروان نے اسے مقام حران میں قید کر دیا اور کافی مدت قید میں رہا یہاں تک کہ ایک چمڑے کا تھیلا لے کر اسے چونے سے پر کر کے ابراہیم کا سر اس تھیلے میں داخل کیا ابراہیم کچھ دیر تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اور جس زمانہ میں ابراہیم قید میں تھا جب اپنی رہائی سے ناامید ہو گیا تو اس نے ایک وصیت نامہ لکھا اور خلافت اپنے بھائی سفاح کے لیے قرار دی اور وہ وصیت نامہ ایک شخص کے سپرد کیا اور کہا کہ یہ وصیت نامہ اپنے پاس رکھو جب میں قتل ہو جاؤں تو سفاح کو دے دینا، جب ابراہیم قتل ہو گیا اور وہ خط حمیمہ میں سفاح کو ملا تو اس نے اپنے بھائی منصور کو اپنے چچا عبداللہ بن علی اور اپنے خاندان کے کچھ افراد کے ساتھ بلایا اور ان کی مدد وتعاون اور ہمراہی میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا دومتہ الجندل میں داؤد بن علی اور اس کا بیٹا سلیمان بھی سفاح کے ساتھ آ ملے اور بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ پہنچے اور کوفہ میں لوگوں کو سفاح کی بیعت کی دعوت دینے لگے لوگ بھی بیعت کرنے لگے اور اس کی بیعت میں داخل ہونے لگے اور یہ بیعت ۱۳۲ ہجری میں ہوئی۔

پس سفاح نے ابوسلمہ خلال کے لشکر کو جس کا ذکر ابھی آئے گا اپنے ساتھ ملا لیا اور کوفہ میں اپنے چچا داؤد بن علی کو اپنا جانشین قرار دیا اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو مروان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا عبداللہ خراسان کے لشکروں کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ دو جمادی الثانی ۱۳۲ہجری میں موصل کے دریا کے پانی کے پاٹ کے قریب مروان کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا ان کے

درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی بنی عباس کے لشکر کو فتح ہوئی اور مروان کا بہت سا لشکر مارا گیا اور ان میں سے بہت سے لوگ پانی میں غرق ہو گئے اور بنی امیہ میں سے جو لوگ غرق ہوئے ان کی تعداد تین سو تھی اور جو بنی امیہ کے علاوہ غرق ہوئے وہ بے شمار تھے، پس مروان کا لشکر شکست کھا گیا اور ہفتہ کے دن اسی ماہ کی گیارہ تاریخ کو مروان بھی شکست کھا کر موصل کی طرف بھاگ نکلا لیکن اہل موصل نے اسے راستہ نہ دیا تو وہاں سے حران گیا اور مروان کی قیام گاہ مکانات اور خزانہ حران میں تھا اور حران کے لوگ امیر المومنینؑ سے انتہائی بغض و عناد رکھتے تھے اور ہمیشہ حضرت کو سب وشتم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ بعد اس کے کہ آپؑ کو گالی دینا بند ہو گیا تب بھی حران کے لوگوں نے ترک نہیں کیا تھا اور کہتے تھے کہ ابو تراب کو لعنت کئے بغیر (معاذ اللہ) نماز ہی نہیں ہوتی خلاصہ یہ کہ مروان عبداللہ کے خوف سے حران میں نہ لٹک سکا اور اپنے اہل خانہ اور بنی امیہ کے لوگوں اور بقیہ لشکر کے ساتھ حران سے نکل کر نہر اردن اور فلسطین کا سفر کیا اور عبداللہ بن علی حران میں آیا اور مروان کا قصر تباہ کر دیا اور اس کے خزانے اور مال ومتاع لوٹ لیا پھر دمشق کی طرف چلا گیا اور اہل دمشق کا محاصرہ کر لیا اور ولید بن معاویہ بن عبدالملک کو بہت سے شام کے لوگوں کے ساتھ قتل کر دیا اور یزید اور اس کے بھائی کو عبدالجبار بن یزید بن عبدالملک کے ساتھ قید کر لیا اور سفاح کے پاس بھیج دیا اور سفاح نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دو اور مقام حیرہ میں انہیں سولیوں پر لٹکا دو پھر عبداللہ نے مروان سے جنگ کرنے کے لیے نہر اردن کی طرف سفر کیا عبداللہ پندرہ ذیعقد ۱۳۲ ہجری کو نہر اردن پر پہنچا اور بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو جن کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ تھی قتل کر دیا۔

اور دمیری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ نے حکم دیا کہ بنی امیہ کے مقتولین کے اوپر فرش بچھایا جائے پھر عبداللہ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے اوپر بیٹھ گیا اور کھانا منگوا کر کھانے میں مشغول ہوا جب کہ بنی امیہ فرش کے نیچے نالہ وفریاد کر رہے تھے اور جان دے رہے تھے عبداللہ نے کہا یہ دن اس دن کے مقابلہ میں ہے کہ جس میں بنی امیہ نے حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا تھا اگر چہ مقابلہ نہیں ہوسکتا پھر صالح بن علی ابوعون عبدالملک بن یزید اور عامر بن اسماعیل مذحجی کے ساتھ مروان سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور مقام بوصیر میں جو فیوم کی ایک بستی ہے مروان کو پایا اور وہاں پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کر لیا اور طبل جنگ بجا دیا اور ندا یا شارات ابراہیم (اے ابراہیم کا بدلہ لینے والے) بلند کی اس وقت بوصیر کے گرجے میں تھا جب اس نے لشکر کے شور وغوغا کی آواز سنی تو تلوار کھینچ کر باہر کی طرف دوڑا لشکر بنی عباس نے اسے گھیر لیا اور اس سے جنگ کر کے اسے قتل کر دیا پس عامر بن اسماعیل نے حکم دیا کہ اس کا سر جدا کر لو اور اس کی زبان بھی کاٹ لی اور اس کو دور پھینک دیا اسی وقت بلی آئی اور اس نے اس کی زبان کھالی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مروان نے اپنے ایک خادم کو چغل خوری کرتے سنا تو اس کی زبان کاٹ لی اور اس بلی نے اس کی زبان بھی کھائی تھی۔

اور منقول ہے کہ اسی واقعہ میں مروان کا منشی عبدالحمید بھی مارا گیا اور عبدالحمید وہی شخص ہے جو کتابت اور ادب میں پوری مہارت رکھتا تھا اور فصاحت و بلاغت میں وہ ضرب المثل تھا یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ خطوط لکھنے کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور ابن حمید پر ختم ہو گئے اور اس نے اس شخص سے کہا تھا جس کا خط ب، دتھا قلم کی نوک لمبی کر اور اسے موٹا بنا اور قط ٹیڑھا اور اسے دائیں طرف

کر پس اس نے ایسا کیا تو اس کا خط عمدہ ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ جب اتوار کے دن ۲۷ ذی الحج ۱۳۲ ہجری میں مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو عامر بن اسماعیل اس گرجے میں داخل ہوا جس میں مروان کی بیویاں اور بیٹیاں تھیں اور مروان کے فرش پر بیٹھ کر مروان کا بچا ہوا کھانا کھایا کیونکہ مروان کے قتل ہونے سے پہلے اس کے لیے کھانا لایا گیا تھا اور وہ کھانا کھا رہا تھا کہ بنی عباس کا لشکر پہنچ گیا مروان کو فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ کھانا کھا سکتا، مجبوراً وہ کھانا چھوڑ کر جنگ کرنے لگا تھا اور اس کا باقی کھانا عامر کی قسمت میں آیا اس کے بعد عامر نے مروان کی بیٹی کو عیش وعشرت کے لیے اپنی محفل میں بلایا اور وہ مروان کی بڑی لڑکی اور عقلمند وسخن دان تھی جب عامر کے پاس آئی تو عامر کو مخاطب کیا کہ اے عامر تیری نصیحت وموعظہ کے لیے اس زمانہ غدار میں یہی کافی ہے کہ تو مروان کے دستر خوان پر بیٹھ کر اس کا مخصوص کھانا کھائے اور اس کے چراغ سے روشنی حاصل کرے اور اس کی بیٹی کے ساتھ گفتگو کرے پس خواب غفلت سے بیدار ہو اور دل اس بے وفا زمانہ کے ساتھ نہ باندھ کیونکہ وہ زمانہ جس نے مروان کے ساتھ یہ کچھ کیا ہے ممکن ہے کہ تیرے اور سفاح کے ساتھ بھی ایسا سلوک کرے عامر نے جب یہ گفتگو سنی تو اسے حیا وشرم آئی اور اس لڑکی کو اپنے سے دور کیا اور جب یہ خبر سفاح تک پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے عامر کو خط لکھا اور اسے بہت زجر وتوبیخ کی اور اسے حکم دیا کہ وہ اس قبیح فعل کے مقابلہ میں صدقہ دے اور نماز پڑھے اور تین دن تک اس فعل قبیح کے کفارہ میں روزہ رکھے اور عامر کا لشکر بھی روزہ رکھے۔

مسعودی نے روایت کی ہے کہ جب عامر مروان کے کام سے فارغ ہوا تو اس نے چاہا کہ اس گرجے میں جائے جس میں مروان کی عورتیں اور بیٹیاں تھیں جب اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے ایک خادم کو دیکھا جو ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اور اندر جانے سے روکتا ہے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو جب وہ پکڑا گیا تو اس نے کہا اے امیر مروان نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں مارا جاؤں تو اس تلوار سے میری بیویوں اور بیٹیوں کو قتل کر دینا اب مجھے قتل نہ کرو میں تمہیں رسول خداؐ کی میراث کی نشاندہی کرتا ہوں کہ جو خلفاء بنی امیہ کے پاس تھا اور مروان تک پہنچا تھا اور میرے علاوہ کسی کو اس کی خبر نہیں اور اگر میں مارا گیا تو وہ میراث مفقود ہو جائے گا پس اس خادم کو مہلت دی گئی وہ کہنے لگا میرے ساتھ چلو تا کہ میں تمہیں وہ دکھا دوں پس انہیں اس بستی سے باہر لے گیا یہاں تک کہ ایک ریتلی جگہ پر پہنچا کہنے لگا اس جگہ کو کھودو جب زمین کھودی گئی تو رسول خداؐ کی چادر، تلوار اور عصا ملا کہ جنہیں مروان نے چھپا کر رکھا تھا تا کہ بنی ہاشم تک نہ پہنچے۔

عامر نے یہ چیزیں عبداللہ کے پاس بھیجیں اور عبداللہ نے سفاح کے پاس روانہ کیں اور وہ دست بدست خلفاء بنی عباس میں منتقل ہوتی رہیں، اور ایک قول ہے کہ مروان نے قتل کے دن رسول خدا کی چادر پہن رکھی تھی اور جب وہ مارا گیا تو اس کے بدن سے اتار لی گئی پس عامر نے مروان کی بیویوں، بیٹیوں اور کنیزوں کو باقی قیدیوں کے ساتھ صالح بن علی کے پاس بھیج دیا جب یہ صالح کے پاس پہنچے تو مروان کی بڑی بیٹی نے صالح سے کہا اے امیر المومنین کے چچا خداوند عالم دنیا وآخرت میں تیری حفاظت کرے، ہم تیری

اور تیرے بھائی کی بیٹیاں ہیں ہمیں معاف کردے اور ہمارے قتل کرنے سے چشم پوشی فرما، صالح کہنے لگا تم میں سے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا کیا تیرے باپ نے میرے بھتیجے ابراہیم کو حران میں قتل نہیں کیا ہشام بن عبدالملک نے زید کو شہید کر کے کناسہ میں اسے سولی پر نہیں لٹکایا کیا یوسف بن عمر نے ہشام کے حکم سے زید کی بیوی کو حیرہ میں قتل نہیں کیا کیا ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو شہید نہیں کیا کیا ابن زیاد حرامزادے نے مسلم بن عقیل کو شہید نہیں کیا، کیا یزید نے امام حسینؑ کو ان کے اہل بیت کے ساتھ شہید نہیں کیا، کیا ان کی خواتین اور اہل حرم کو قید نہیں کیا، کیا امامؑ کے سر کو نیزہ پر سوار کر کے شہروں میں نہیں پھرایا، کیا اہل بیت رسول کی خواتین کو قیدیوں کی طرح اہل شام کی موجودگی میں اپنے دربار میں حاضر نہیں کیا اس سے زیادہ توہین رسول خداؐ کی کیا ہوگی تم نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا کہ یہ توقعات رکھو، مروان کی بیٹی کہنے لگی ان تمام چیزوں کے باوجود کیا ہوگا کہ ہمیں معاف کردو اور اپنے لطف وکرم کو ہمارے شامل حال کرو، کہنے لگا میں نے تمہیں معاف کیا اب اگر چاہو تو تمہیں اپنے بیٹے فضل کے نکاح میں لے آؤں اور تیری بہن کی اس کے بھائی عبداللہ کے ساتھ شادی کردوں وہ کہنے لگی اب تو ہم مصیبت میں ہیں شادی کا کوئی محل نہیں اس وقت ہمیں حران میں پہنچا دو پھر جو تمہاری رائے ہو اس پر عمل کرو صالح نے کہا ایسا ہی ہوگا، پس حران کی طرف گئے اور مروان کے اہل خانہ جب حران میں پہنچے تو انہوں نے صدائے گریہ وشیون بلند کی اور گریبان چاک کئے اور مروان پر بہت گریہ کیا اور اس طرح مروان کا ماتم کیا کہ عباسیوں کا لشکر بھی رونے لگا اور جب مروان کا سر سفاح کے پاس لے گئے اور اس کے پاس رکھا تو سفاح نے طویل سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر کہنے لگا الحمدللہ کہ میں نے اپنے خون کا انتقام تجھ سے اور تیرے خاندان سے لیا ہے اور امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی شہادت کے مقابلہ میں میں نے بنی امیہ کے دو سو افراد قتل کئے ہیں اور زید بن علی بن الحسینؑ کے مقابلہ میں ہشام کی ہڈیاں جلائی ہیں اور اپنے بھائی ابراہیم کے مقابلہ میں مروان کو قتل کیا ہے اب مجھے مرنے کی کوئی پرواہ نہیں پھر دوبارہ قبلہ رخ ہو کر طویل سجدہ کیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا جب کہ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اور مروان کی حکومت کی مدت لوگوں کے سفاح کی بیعت کرنے تک پانچ سال اور ستر دن اور مروان کے قتل ہونے تک پانچ سال دس ماہ اور دو روز ہوگئی تھی پس لوگوں کے سفاح کی بیعت کرنے اور مروان کے قتل ہونے کا درمیانی وقفہ آٹھ ماہ تھا۔ واللہ العالم

تزییل

جب بنی امیہ کی حکومت آخر کو پہنچی تو مجھے مناسب معلوم ہوا میں تزییل وتزمین کروں اس مقام چند آیات واحادیث کے ساتھ جو بنی امیہ کے مثالب ومطاعن میں ہیں اور اس سلسلہ میں اس پر اکتفاء کروں جو کچھ کہ اہل سنت نے لکھا ہے۔

واضح ہو کہ امیہ مشہور قول کی بناء پر عبدالشمس بن عبد مناف کا بیٹا ہے اور ہاشم ومطلب ونوفل کا بھتیجا ہے اور بنی امیہ کے دو گروہ ہیں ایک اعیاص جو کہ ابوالعاص وعاص وابولعیص وعیص ان کی اولاد ہیں، اور دوسرا گروہ عنابس جو کہ حرب بن امیہ کی اولاد ہیں کیونکہ حرب کا نام عنبہ تھا اور عثمان وآل حکم اعیاص میں سے شمار ہوتے ہیں اور آل ابوسفیان عنابس میں سے اور قرآن مجید میں کئی آیات میں ان کی طرف اشارہ ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے: وما جعلنا الرئویا التی اریناك الا فتنة للناس اولشجرہ الملعونة فی القرآن ونخونهم فما یزیدهم الا طغیانا کبیرا۔

اس آیت کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے نہیں قرار دیا اس خواب کو کہ جو تو نے دیکھا ہے مگر لوگوں کے لیے امتحان اور اسی طرح قرآن میں شجرہ ملعونہ کو اور ہم انہیں ڈراتے ہیں اور انہیں زیادہ نہیں کرتا یعنی فائدہ نہیں دیتا مگر بڑی سرکشی کا اور شجرہ ملعونہ سے مراد عام مفسرین کی تفسیر میں بنی امیہ ہیں۔

فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں کہتا ہے سعید بن مسیب روایت کرتا ہے کہ رسول خداؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں پس آپؐ اس سے محزون ومغموم ہوئے۔

نیز اسی نفسیر اور تفسیر نیشاپوری میں ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں (یعنی) حکم بن ابن عاص اور اس کی اولاد نیز فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ مروان کی اولاد آپؐ کے منبر پر چڑھ رہی ہے اور آپؐ نے اپنا خواب ابوبکر وعمر سے نقل کیا اور آپؐ ان سے گھر میں خلوت میں باتیں کر رہے تھے جب یہ لوگ چلے گئے تو آپ نے سنا کہ حکم آپؐ کے خواب کو نقل کر رہا ہے تو رسول خدا نے عمر کے متعلق کہا کہ اس نے راز فاش کیا ہے جب معلوم ہوا کہ حکم کان دھر کے سن رہا تھا تو اس کو مدینہ سے نکال دیا۔

اور بیضاوی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ رسول خداؐ نے بنی امیہ کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ آپؐ کے منبر پر چڑھ رہے ہیں اور اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں فرمایا یہ ان کا دنیاوی حصہ ہے جو ان کے ظاہری اسلام کے بدلے دیا جائے گا یہ کنایہ ہے اس سے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور کشاف میں بھی اس کے قریب کلام ہے روایت کی نسبت کے ساتھ اور بحار میں عمدہ ابن بطریق حلی سے تفسیر ثعلبی سے دو طریق سے یہ حدیث ہوئی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی ابوجعفر محمد بن حبیب کی امالی سے ایک مبسوط حدیث کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ عمر نے کعب سے پوچھا تمہارے اخبار میں آیا ہے کہ خلافت کس کس کو پہنچے گی کعب نے کہا کہ رسول خدا اور ان کے دو اصحاب کے بعد آپؐ کے دشمنوں تک پہنچے گی کہ جن سے آپؐ نے جنگ کی اور انھوں نے آپؐ سے جنگ لڑی، عمر کہنے لگا انا للہ وانا الیہ

راجعون اور عباس کی طرف رخ کر کے عمر نے کہا کہ میں نے رسول خداؐ سے اس کلام سے ملتا جلتا کلام سنا ہے میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا البتہ ضرور میرے منبر پر بنی امیہ چڑھیں گے اور بے شک میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے کہ وہ منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں اور انہیں کے متعلق نازل ہوئی ہے وما جعلنا الخ۔

اور رسالہ مفاخرہ بنی ہاشم و بنی امیہ سے منقول ہے جو جاحظ کی تصنیف ہے وہ کہتا ہے کہ بنی ہاشم کا یہ عقیدہ ہے کہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم کے پاس اگر صحیح حدیث نہ ہوتی تو سب کے سب یہ عقیدہ نہ رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ تفسیر شجرہ ملعونہ بنی امیہ کا ہونا فریقین کی کتب تفسیر سے انتہائی طور پر ظاہر و ہویدا ہے اور اس تفسیر کے محاسن و بدائع میں سے اس جملہ کی تاویل ہے وما یزیدھم الاطغیانا کبیرا کہ احتمال ہوسکتا ہے کہ یزید یہاں نام ہو اور طغیان کا حمل اس پر بطور مبالغہ ہو اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ اتنا بڑا طاغی و سرکش ہے گویا وہ حقیقت میں طغیان کا ایک فرد ہے اور خصوصیت سے اس کا ذکر بوجہ اس کا رعظیم اور گناہ بزرگ اور مصیبت عظمی کے ہو کہ جو واقعہ طف و کربلا میں ہوئی ہے علاوہ واقعہ حرہ اور خانہ خدا کے جلانے اور باقی اس کے شنیع و قبیح اعمال کے جیسا کہ اس کے حالات کے ضمن میں شرح و بسط سے بیان ہو چکا ہے۔

اور ان آیات میں سے ایک آیت مبارکہ یہ ہے **الذین بدلو انعمة الله کفرا واحلو قومهم دار البوار جهنم یصلو نهار وبئس القرار** وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کا کفران سے بدلہ دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں اتارا کہ جس میں وہ جلتے رہیں گے اور وہ بری جائے قرار ہے۔

چنانچہ عمدہ بن بطریق سے منقول ہے کہ اس نے تفسیر ثعلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا اس آیت سے مراد قریش کے زیادہ فاسق و فاجر دو قبیلہ مراد ہیں بنو مغیرہ اور بنو امیہ بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کے دن تمہاری کفایت ہو چکی، باقی رہے بنی امیہ تو انھیں ایک دن تک مہلت دی گئی ہے اور امیر المومنینؑ سے بھی یہ تفسیر نقل ہوئی ہے لیکن تقسیم مذکور کے بغیر اور دو آئتیں صحیفہ کاملہ کے مقدمہ میں مذکور ہیں اور اس آیت مبارکہ میں نعمۃ اللہ سے مراد رسول خداؐ اور ان کے اہل بیتؑ اطہار ہیں اور یہ مطلب واضح طور پر معلوم ہے کیونکہ تمام چیزیں اللہ کی ذات کے علاوہ ان کے وجود کی برکت سے خلق ہوئی ہیں اور جو چیز جسے ملی انھیں کے واسطہ سے ملی بیمنھم رزق الوریٰ و بوجودھم ثبتت الارض والسماء ان کی برکت سے مخلوق کو رزق ملتا ہے اور ان کے وجود سے آسمان و زمین ثابت و برقرار ہیں۔ پس حقیقی نعمت یہی ہے کہ جس کا بنی امیہ نے کفران نعمت کیا اور نعمت خدا کو تبدیل کیا اور اپنی قوم کو دار البوار وبئس القرار میں جگہ دی۔

اور اسی کے موافق ہیں وہ روایات جو صادقین سے آیت کریمہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں (پھر البتہ ضرور تم سے اس دن نعیم کے متعلق سوال کیا جائے گا) جو کبھی اہل بیتؑ اور کبھی ان کی محبت و موالات سے تاویل کی گئی ہے۔

منجملہ ان آیات کے جو بنی امیہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں ایک سورۃ قدر ''انا انزلنا فی لیلۃ القدر'' ہے کیونکہ ہزار ماہ سے مراد بنو امیہ کی حکومت ہے جو ہزار مہینہ تک رہی اور وہ لیلۃ القدر کے برکات اور ثواب سے محروم تھے حالانکہ ایک شب قدر کی اخروی خیر و برکت دنیوی خیر ہزار ماہ کی ریاست بنی امیہ سے بہتر ہے۔

جیسا کہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت حسن مجتبیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے عالم خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ حضرتؐ کے منبر پر اچھلتے کودتے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں اور چونکہ یہ آنحضرتؐ پر امر شاق وگراں گزرا تو خداوند عالم نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی (انا انزلناہ تا من الف شھر) یعنی ہزار ماہ بنی امیہ کے ملک وسلطنت کا۔

قاسم جوراوی حدیث ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ بنی امیہ کا ملک ہزار مہینہ بنتا ہے پھر فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ قاضی نے اس میں اعتراض کیا ہے کیونکہ بنی امیہ کی حکومت کے دن مذموم تھے لہٰذا شب قدر کو ایام حکومت بنی امیہ پر ترجیح دینا شب قدر کے لیے باعث فضیلت نہیں پھر رازی نے خود قاضی کو جواب دیا ہے کہ چونکہ بنی امیہ کے سلطنت کے زمانہ میں دنیاوی سعادتیں تھیں لہٰذا وہ زمانہ عظیم تھا اور شب قدر سعادت دینیہ میں اس ہزار ماہ کی سعادت دنیویہ سے زیادہ ہے۔

اور یہی حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ صحیح ترمذی کے باب تفسیر قرآن میں مذکور ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ پوری مدت بنی امیہ کی سلطنت کی یہاں تک کہ وہ ختم ہوئی اور خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی پورے ہزار ماہ ہے بغیر کسی کمی وزیادتی کے پھر اس جمال کی تفصیل بیان کی ہے اور خلفاء بنی امیہ میں سے ہر ایک کے زمانہ سلطنت کی مدت کا ذکر کیا ہے اور حساب لگایا ہے کہ وہ تراسی سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔

اور یہی عدد ہزار ماہ کا بنتا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر قدر کی رات ہزار ماہ سے بہتر ہے جو چاہے اس کتاب کی طرف یا کتاب شرح قصیدہ ابوفراس کی طرف یا شرح زیارت عاشوراء تالیف مرحوم حاجی مرزا ابوالفضل طالب شراح کی طرف رجوع کرے کہ ان دو کتب میں بھی منقول ہے۔

باقی رہی وہ احادیث جو بنی امیہ کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں کہ جن میں سے چند احادیث تفسیر آیات میں گذر چکے ہیں اور اب ہم کتب اہلِ سنت سے چند دوسرے احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ا۔حیواۃ الحیوان میں متدرک حاکم سے نقل کیا ہے اور اس نے مسنداً ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا اولاد حکم بن ابی العاص میرے منبر پر اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں اس کے بعد رسول اکرمؐ کو کسی مجمع میں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی آپؐ جان چکے ہیں کہ باقی روایات میں مطلق بنی امیہ تھے لہٰذا بعید نہیں کہ حضرت نے کئی مرتبہ خواب دیکھا ہو۔

۲۔آیۃ اللہ علامہ حلی نے نہج الحق میں کتاب الہادیہ سے جو علماء اہلِ سنت میں سے ہے نقل کیا ہے کہ اس نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ لکل شئ آفۃ و آفۃ ھذا الدین بنو امیۃ ہر چیز کے لیے کوئی آفت ومصیبت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنوامیہ ہیں۔

۳۔اور صحیح مسلم میں رسول خدا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ھلاك امتی علی ید ھذا الحی میری امت کی ہلاکت اس

قبیلہ کے ہاتھوں ہوگی اس خبر کو ایک دوسری روایت کے بعد ذکر کیا ہے کہ جس میں بنی امیہ کا ذکر ہے اور اس کا نقل کرنے سے قرینہ بنتا ہے کہ اس قبیلہ سے مراد بنی امیہ ہیں اور علماء نے اسی طرح سمجھا ہے اور اسی وجہ سے ابن بطریق نے بھی اس روایت کو بنی امیہ کی مذمت والی روایات میں شمار کیا ہے اور وہ حدیث جو بخاری نے باب قول النبی هلاك امتی علی یدی اغیلمه سفهاء (میری امت کی ہلاکت بیوقوف چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی) میں نقل کی ہے وہ بھی اسی معنی کی موید ہے۔

۴۔ ابن حجر نے رالہ تطہیر اللسان میں کہا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے متعلق حاکم کہتا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے ''کان البعض الاحیاء والناس الی رسول اللہ بنو امیہ۔'' تمام قبیلوں سے یا تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض رسول اللہ کی بارگاہ میں بنی امیہ تھے۔

۵۔ نیز ابن حجر کہتا ہے کہ بسند حسن رسول خدا سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا شر قبائل العرب بنوامیہ و بنوحنیفہ وثقیف الی غیر ذلک تمام قبائل عرب میں سے زیادہ برے بنوامیہ بنوحنیفہ اور ثقیف ہیں اور ان کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور محاسن کتب اور بدائع خطوط میں سے وہ منشور ہے کہ معتضد عباسی نے جس کے لکھنے کا ۲۸۴ھ میں فرمان جاری کیا تھا اور یہ کہ وہ منبروں پر پڑھا جائے اور پانی پلانے والوں کو منع کیا کہ وہ معاویہ کے لیے دعائے رحمت نہ کریں جو پہلے مرسوم تھی اور وہ منشور بہت سے عمومی اور خصوصی اور اخبار و آثار پر مشتمل ہے جو بنی امیہ کی برائیوں کے سلسلہ میں ہیں اور زیادہ تر اخبار مذکورہ پر بھی وہ منشور حاوی ہے اور ان کی تمام بدعتوں اور فتنوں کو بطور اجمال و اشارہ اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے اور اگر تفصیل کی گنجائش ہوتی تو ہم اسے نقل کرتے لیکن اس کا نقل کرنا اس مختصر کتاب کی وضع سے خارج ہے جو خواہشمند ہو وہ تاریخ طبری اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کرے اور فاضل ادیب و محقق ادیب جناب حاجی میرزا ابوالفضل طہرانی نے شفاء الصدور میں اس مکمل خط کو نقل کیا ہے جو چاہے اس کی طرف بھی رجوع کرسکتا ہے کیونکہ اس کا مطالعہ مسرت وابتہاج کا باعث ہے اور اعثم کوفی نے بھی ہشام بن عبدالملک کا ایک واقعہ مرد عرب کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو بدبختی اور مذمت بنی امیہ کا مشعر ہے اور مرحوم سپہر نے کتاب صفین میں امیر المومنینؑ کے خطوط معاویہ کے نام تھے ان میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

خاتمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ بنی امیہ کے خلفاء دو قسم کے تھے ایک قسم ان کی تھی کہ جو شام میں مقیم رہے اور مروان کے قتل ہوجانے پر ان کا خاتمہ ہوگیا اور دوسری قسم کے وہ تھے کہ جو مغرب (افریقہ) کے علاقہ میں مقیم تھے اور اس اقامت کا سبب یہ تھا کہ جب خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی تو وہ امویوں کے قتل کے درپے ہوئے اور انھیں قتل کیا اور جتنا وہ بھاگے اور فرار کیا انھوں نے انھیں تلاش کیا اور انھیں زندہ نہ رہنے دیا اور ان میں سے کہ جنھوں نے فرار کیا اور جان بچا کر لے گئے عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک تھا کہ جو مغرب کی طرف بھاگ گیا اہلِ اندلس نے ۱۳۹ھ میں اس کی بیعت کرلی اور اس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی اور لوگوں نے اس کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا وہ ۱۷۱ھ تک حکومت کر کے مرگیا اور اس کا بیٹا ہشام بن عبدالرحمن باپ کی جگہ پر تخت نشین ہوا اور اس کے بعد حکم بن ہشام اور اس کے بعد عبدالرحمان بن حکم اور اس کے بعد محمد بن عبدالرحمان اور پے درپے

حکومت باپ بیٹوں اور بھائیوں کی طرف منتقل ہوتی رہی جب سلطنت بادشاہ امیہ تک پہنچی تو ان سے سلطنت منتقل ہوگئی اور بنی امیہ ساکن اندلس کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا واللہ العالم۔

خلفاء بنی عباس ان کے نوادر ایام ان کی سیرت و مختصر حالات آل ابوطالب کے شہید ہونے کے اور اعیان ومشاہیر اور معروف زمانہ لوگوں کی تاریخ وفات جوان کے زمانہ خلافت میں ہوئے کا ذکر ابو العباس سفاح عبداللہ بن محمدؐ بن علیؑ بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی خلافت کا بیان

جمعہ کے دن تیرہ ربیع الاویل یا پندرہ جمادی الثانی ۱۳۲ھ تھا کہ سفاح نے قمیص خلافت پہنی اور لوگوں نے اس کی بیعت کی پس وہ سوار ہوکر مسجد کی طرف گیا اور منبر پر جا کر کھڑے ہو کے جمعہ کا خطبہ پڑھا لوگوں کی آواز بلند ہوئی کہ تو نے سنت رسول کو زندہ کیا اور یہ بات کنایہ تھی بنوامیہ کی طرف کہ وہ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے اخبار الدول میں ہے کہ سفاح کی بیعت کے سلسلہ میں بنی امیہ اور ان کے لشکر کے اتنے لوگ مارے گئے کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور سفاح نے حکم دیا تو بنی امیہ کی قبریں کھودی گئیں اور ان کے مردے قبروں سے نکال کر جلائے گئے اور یہ مطلب ہم ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں پھر کہتا ہے کہ وہ بنی امیہ کے قتل کے درپے ہوئے اور جسے پایا قتل کر دیا اور کوئی بچ نہ سکا سوائے دودھ پیتے بچوں کے یا وہ کہ جو اندلس کی طرف بھاگ گئے پس بنی امیہ کے مقتولین کو راستوں میں پھینک دیا گیا یہاں تک کہ کتے انھیں کھاتے اور لوگوں کے پاؤں کے نیچے وہ پامال ہوگئے جب

سفاح کا خلافت پر تسلط ہو گیا تو اس نے یزید بن عمر بن ھبیرہ کو امان دی جو مروان حمار کی طرف سے عراقین (کوفہ و بصرہ) کا گورنر تھا اور زیادہ کھانے میں مشہور تھا بالآخر ابن ھبیرہ منصور کے پاس آیا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا یہاں تک کہ سفاح نے اس کے قتل کا حکم جاری کیا پس ۱۷ ذیقعدہ کی تاریخ شہر واسط میں اسے اس کے بیٹے داؤد اور اس کے کاتب کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور معن بن زائدہ ابن ھبیرہ کے خواص میں سے تھا جب اس کو یہ خبر ہوئی تو وہ روپوش ہو گیا یہاں تک کہ اس نے منصور کے زمانہ میں خود کو ظاہر کیا اس تفصیل کے ساتھ جو اپنے مقام پر انشاءاللہ تحریر ہو گی۔

سفاح مرد رؤف و مہربان تھا اور کھانا کھاتے وقت وہ تمام حالات سے زیادہ خوشحال ہوتا اور اس کی کشادہ روئی زیادہ ہوتی اور اس نے ابوسلمہ حفص خلال کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا اور اسے وزیر آل محمد کہتے تھے اور وہ پہلا شخص ہے کہ جسے بنی عباس کی سلطنت میں وزارت ملی پس ابو مسلم اس کے قتل کے در پے ہوا اور وہ فرصت کا متلاشی رہا۔

یہاں تک کہ ایک رات ابوسلمہ سفاح کی بارگاہ سے باہر نکلا کہ اپنے گھر کی طرف جائے کہ ابو مسلم کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا خون بہایا اور ابوسلمہ کا قتل سفاح کی خلافت کے چار ماہ بعد ہوا، اور چونکہ بنی عباس کی خلافت ابو مسلم کی کوشش سے تھی سفاح نے ابو مسلم کو کوئی نقصان نہ دیا بلکہ اس کا احترام کرتا تھا ابو مسلم باقی رہا یہاں تک کہ سفاح کی وفات ہوئی اور منصور اس کی جگہ پر بیٹھا پس ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ رومیۃ المدائن میں منصور کے حکم سے ابو مسلم مارا گیا اور ابو مسلم صفت حزم و ہوشیاری، قوت و طاقت اور غیرت میں مشہور تھا اور سفاک و خونریز تھا چنانچہ اس کے مقتولین کی تعداد جو بند کر کے مارے گئے چھ لاکھ شمار کی گئی ہے۔

سفاح کی خلافت کے زمانہ ۱۳۵ھ میں رابعہ عدویہ بنت اسماعیل عرفاء اور صوفیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نے وفات پائی اور اس کے اشعار میں سے ایک شعر ہے ؎

لك الف معبود مطاع امره!
دون الاله وتدعی التوحید

تیرے ہزار معبود ہیں کہ جن کے حکم کی اطاعت خدا کے علاوہ کی جاتی ہے اور پھر بھی تو توحید کا دعویٰ کرتا ہے یہ شعر اس نے بہت عمدہ کہا ہے۔

اور ۱۳۶ھ میں ربیعۃ الرای بن ابوعبدالرحمان فروخ فقیہ اہل مدینہ اور مالک بن انس کے استاد نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں کہ جس میں سفاح کی بھی وفات ہوئی عبدالملک بن عمیر کوفہ کے قاضی نے وفات پائی اور اس کی عجیب حکایت قصر الامارہ کوفہ کے متعلق عبدالملک بن مروان کے ساتھ سابقاً گذر چکی ہے۔

اور سفاح نے چار سال اور نو ماہ خلافت کی اور منقول ہے کہ ایک دفعہ اس سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر عبدالعزیز خلافت کی آرزو لئے بیٹھا ہے اس بناء پر کہ اس نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ خلیفہ عین بن عین بن عین ہو گا (یعنی جس کے نام میں اس کے باپ کے نام میں اور اس کے دادا کے نام میں عین ہو) سفاح نے کہا کہ اس نے غلط سمجھا ہے خدا کی قسم اس سے میں مراد ہوں کیونکہ تین

عین مجھ میں اور میرے باپ دادا میں ہیں علاوہ تین اور عین کے کیونکہ میں عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم ہوں اور ہاشم کا نام بھی عمرو بن عبد مناف تھا خلاصہ یہ کہ اتوار کے دن بارہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں سفاح نے انبار شہر میں کہ جسے اس نے خود تعمیر کیا تھا اور اس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا دنیا سے کوچ کیا اور ۳۳ یا ۳۲ سال اس کی عمر تھی اور امیر المومنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں بنی امیہ کی خلافت کی اور بنی عباس کی طرف خلافت کے منتقل ہونے کی خبر دی اور بعض خلفاء بنی عباس کے مشہور اوصاف اور خصوصیات کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے مثلاً سفاح کی رأفت و مہربانی منصور کی فتا کی اور خونریزی رشید کی حکومت کا استقرار اور اس کا بڑا ہونا، مامون کی دانائی و عقلمندی ۱۰ متوکل کا غضب و عناد اور اس کے بیٹے منتصر یا اس کے غلام خاص باغر ترکی کا اس کو قتل کرنا ۱۵ معتمد کی زیادہ زحمت و مشقت بسبب اس کے جنگوں میں مشغول ہونے اور صفار و صاحب رنج وغیرہ سے جنگ کرنے کے اور ۱۶ معتضد کا اولادِ علی سے احسان و نیکی کرنا بسبب اس عہد و پیمان کے جو امیر المومنین کے ساتھ اس نے اپنے خواب میں کیا تھا اور ۱۸ مقتدر کا اپنے غلام مونس کے ہاتھوں قتل ہونا اور اس کا اپنے خون میں معرکہ جنگ میں ہاتھ پیر مارنا اور اس کے تین بیٹوں راضی و متقی اور مطیع کا خلافت پر قابض ہونا جیسا کہ اس اجمال کی تفصیل و شرح اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اور یہ خبریں اس خطبہ شریفہ میں ہیں کہ جو حضرت نے فرمایا تھا

ویل هذا الامة من رجالهم الشجرة الملعونه التی ذکرها ربکم تعالیٰ ولهم خضراء واخرهم بن ماء ثم تلی بعدهم امر امته محمد صلی الله علیه وآله وسلم رجال اولهم ارأفهم وثانیهم افتکهم و خامسهم کبشهم وسابعهم اعلمهم وعاشرهم اکفرهم یقتله اخصهم به وخامس عشرهم کثیر العناء قلیل الغناء سادس عشرهم اقضاهم للذهم واوصلهم للرحم کالی اری ثامن عشرهم تفحص رجلاه فی دمه بعد ان یاخذه جنده بکظمه من ولده ثلث رجال سیرتهم سیرة ضلال۔

ویل و ہلاکت ہے اس امت کے لئے ان کے مردوں سے جو کہ شجرہ ملعونہ ہیں کہ جن کا ذکر تمھارے رب نے کیا ہے جن کا پہلا بڑا سرسبز اور آخری مصیب ہوگا پھر ان کے بعد امت محمدؐ کے والی ایسے مرد ہوں گے جن کا پہلا زیادہ رؤف و مہربان دوسرا زیادہ خون بہانے والا اور پانچواں ان کا بڑا سردار ہوگا اور ساتواں زیادہ صاحبِ علم اور ان کا دسواں زیادہ کافر کہ جسے ان میں سے اس سے زیادہ مخصوص شخص قتل کرے گا اور ان کا پندرہواں زیادہ سختی میں ہوگا اور تھوڑا بے پرواہ کرنے والا ہوگا اور ان کا سولہواں ذمہ داریوں کا زیادہ پورا کرنے والا اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہوگا گویا میں ان کے اٹھارہویں کو دیکھ

رہا ہوں کہ وہ اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر دبا لے گا اور اس کی اولاد میں سے تین مرد ایسے ہوں گے کہ جن کی رفتار و کردار گمراہی ہوگی۔

اور اس خطبہ کے آخر میں مستعصم کے بغداد میں مارے جانے اور بنی عباس کی سلطنت کے زوال کی طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشاد سے السادس والعشرون منهم يشرد الملك منه اى ان قال لكانى اراه على جسر الزوراء قتيلا ذلك بما قدمت يداك وان الله ليس بظلام للعبيد اور ان کے چھبیسویں سے اس کا ملک چھین لیا جائے گا یہاں تک کہ فرمایا گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زوراء (بغداد) کے پل پر مقتول پڑا ہے اور یہ اس کی سزا ہے جو کچھ تیرے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیجا ہے اور بیشک خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور حضرت کا مستعصم کو چھبیسواں کہنا احتمال ہے کہ اس سبب سے ہو کہ وہ ان بڑے افراد میں سے ہو جو حکومت بنی عباس میں مستبد و مستقل تھے کیونکہ ان میں سے بعض کی سلطنت میں استقرار و استقلال نہیں تھا بلکہ وہ مغلوب و مقہور تھے اور برائے نام خلافت کے علاوہ ان کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا جیسا کہ اس کے بعد واضح ہوگا یا اس وجہ سے فرمای کہ مستعصم عباس اور اس کی اولاد میں سے چھبیسواں فرد تھا اپنے اولیاء کے کلام کو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اس خطبہ کو قطب المحدثین وحبیبہ عند الفریقین شیخ اجل محمد بن شہر آشوب رحمہ اللہ نے کتاب مناقب میں ذکر کیا ہے کہ جن کی وفات مستعصم کی خلافت سے پچاس سال سے زیادہ عرصہ پہلے ہوئی ہے جیسا کہ ناصر الدین اللہ کی خلافت کے ذکر میں معلوم ہوگا۔

ابوجعفر عبداللہ منصور کی خلافت اس کے زمانہ کے حالات اور عبداللہ بن حسنؑ ان کے فرزندوں اور اہلِ بیتؑ کی شہادت کا ذکر

۱۲/ ذی الحج ۱۳۶ھ میں جب سفاح کی وفات ہوئی تو لوگوں سے اس کے بھائی ابوجعفر منصور کے لیے بیعت لی گئی منصور ان دنوں امیر حج تھا اور مکہ کی طرف گیا ہوا تھا پس لوگوں کے ساتھ حج ادا کر کے کوفہ کی طرف واپس آیا اور ہاشمیہ میں تخت پر بیٹھا تو لوگوں نے دوبارہ اس کی بیعت عمومی کی۔

منصور کے عجائب میں سے ہے کہ اس کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں منتقل ہوئی کہ جس سال حجاج واصل جہنم ہوا اور خلافت ہوئی اور اس کی وفات بھی چھ ذی الحجہ ۱۵۸ھ راہ مکہ میں بئر میمون میں واقع ہوئی اور حجون میں دفن ہوا اس کی مدت خلافت بائیس سال میں

سے نو دن کم تھی اور اس کی عمر تریسٹھ سال تھی جب وہ دنیا سے گیا تو اس نے ساٹھ کروڑ درہم اور ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار چھوڑے اور اس کے باوجود وہ اپنے مال میں بخل کرتا تھا اور اس کا لقب دوانیقی تھا کہ وہ کارندہ اور صنعت کاروں سے دوانیق (درہم کا چھٹا حصہ دانق ہے) اور دانوں (دمڑیوں) کا حساب کرتا اور خلفاء بنی عباس میں سے وہ بنی امیہ کے خلفاء میں سے ہشام بن عبد الملک سے مشابہت رکھتا تھا یہ اس لئے کہ وہ امور سیاست میں ہشام کی تقلید کرتا تھا جیسا کہ ہم ہشام کے حالات میں اشارہ کر چکے ہیں۔

منصور خلفاء بنی عباس کا باپ ہے اس کے دس چچا تھے عبداللہ، عبد الصمد، اسماعیل، عیسیٰ، صالح، سلیمان، اسحاق، محمد، یحییٰ و داؤد اور یہ سارے علی بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے تھے اور داؤد وہی شخص ہے کہ جس نے معلیٰ بن خنیس کو (جو حضرت صادقؑ کے موالی یا غلاموں میں سے تھا) قتل کیا اور اس کو سولی پر لٹکایا حضرت اس کے قتل سے غضبناک ہوئے اور معلیٰ کے قاتل سیرافی سے قصاص لیا اور داؤد کے حق میں نفرین کی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا بہر حال منصور پہلا خلیفہ ہے کہ جس نے منجمین کو مقرب بنایا اور علمِ نجوم کے احکام پر عمل کیا وہ پہلا خلیفہ ہے کہ جس کے لئے سریانی اور عجمی زبان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا مثلاً اقلیدس اور کتاب کا کلیلہ ودمنہ اور ذہبی سے منقول ہے کہ منصور کے زمانہ ۱۴۳ھ میں علماء نے تدوین حدیث وفقہ شروع کی پس ابن جریج نے مکہ میں کتاب تصنیف کی اور مالک نے مدینہ میں موطا اور اوزاعی نے شام میں ابن عمرو یہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں سعمر نے یمن میں سفیان ثوری نے کوفہ میں اور ابن اسحاق نے مغازی کی اور ابو حنیفہ نے فقہ کی تصنیف کی اور منصور ہی کے زمانہ میں شہر بغداد کی اس کے حکم سے تعمیر ہوئی مسعودی کہتا ہے کہ ہر روز پچاس ہزار کا عملہ اس میں کام کرتا تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ امیر المومنین نے بارہا بغداد شہر کے تعمیر ہونے کی خبر دی اور خطبہ لؤلؤیہ میں فرمایا جیسا کہ شیخ علی بن محمد بن عیسیٰ خزاز قمی نے کفایۃ الاثر میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے

قال علیه السلام الاوانی ظاعن عن قریب و منطلق الی المغیث (للمغیث خ ل) فارتقبوا (الفتن خ ل) الامویه والملکة الکسرویة واماتة مااحیاه الله واحیاء ما اماته الله واتخذوا صوا معکم بیوتکم وعضوا علی مثل جمر الغضا واذکر والله کثیرا فذکره اکبر لو کنتم تعلمون ثم قال تبنی مدینة یقال لها الزوراء بین دجلة ودجیل والفرات فلور أتیموها مشیدة بالجص والآجر مزخرفة بالذهب والفضه والاثر وردثم وصفها الی ان قال توالت علیها ملک (ملوک خ ل) بنی الشصبان اربعة وعشرون ملکا علی عدد سنی) الکدید فادلهم السفاح

والمقلاص والجموع الخ۔

آپ نے فرمایا یاد رکھو بیشک میں عنقریب کوچ کرنے والا ہوں اور عالم غیب کی طرف جانے والا ہوں پس تم بنی امیہ کے فتنوں اور کسریٰ کی طرح کی حکومت کا اور جسے خدا نے زندہ کیا اس کے ختم ہونے اور اللہ نے جسے ختم کیا ہے اس کے زندہ رکھنے کا انتظار کرو اور تم اپنے گھروں کو اپنے عبادت خانے بنالینا اور دانت کاٹنا جس طرح عضا درخت کے انگارے پر کھڑا ہوا کاٹتا ہے اور اللہ کو زیادہ یاد کرنا کیونکہ اس کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے اگر تم جانو پھر فرمایا اور ایک شہر بنایا جائے گا جسے زوراء کہیں گے دجلہ دجیل اور فرات کے درمیان پس اگر تم اس کو دیکھو کہ وہ چونے اور اینٹ سے پختہ کیا گیا ہے اور سونے چاندی اور لاجورد سے مزین ہے پھر اس کا وصف بیان کیا یہاں تک کہ فرمایا پے در پے اس پر بنی شصبان کے چوبیس بادشاہ کدید (سختی) کے سالوں کی تعداد میں ہوں گے جن کا پہلا سفاح اور بہت موٹا اور سرکش ہوگا۔

منصور کے زمانہ میں ۱۴۱ھ میں ثقہ جلیل القدر ابان بن تغلب نے وفات پائی اور ابان نے حضرت سجادؑ و حضرت باقرؑ و حضرت صادقؑ کا زمانہ دیکھا اور ان بزرگواروں سے بہت سی احادیث اخذ کیں وہ تیس ہزار احادیث حضرت صادقؑ سے روایت کرتے تھے اور علم قرآن وفقہ وحدیث وادب ونحو ولغت میں اپنے زمانہ کے چوٹی کے بزرگ تھے اور حضرت باقر العلومؑ نے انھیں فرمایا تھا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھ کر لوگوں کو فتویٰ دیا کرو بیشک میں دوست رکھتا ہوں کہ شیعوں میں تمھارے جیسے افراد نظر آئیں اور حضرت جعفر صادق نے بھی انھیں فرمایا تھا کہ اہلِ مدینہ سے مناظرہ کرو کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمھارے جیسے اشخاص میرے راوی اور مجھ سے علم حاصل کرنے والے ہوں ان کی وفات حضرت صادق کی زندگی میں ہوئی اور جب ان کی خبر وفات حضرت صادق کو پہنچی تو فرمایا خدا کی قسم بیشک میرے دل کو ابان کی موت سے تکلیف ہوئی ہے۔

شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابان مدینہ میں جاتے تو لوگ ان سے حدیث سننے اور مسائل دین کا استفادہ کرنے کے لیے جوق در جوق آتے اس ستون مسجد کے جوان کے لئے خالی چھوڑتے تھے باقی مسجد کی کوئی جگہ بھی خالی نہ ہوتی تھی۔

۱۴۴ھ میں عمرو بن عبید معتزلہ کے شیخ و بزرگ حسن بصری کے شاگرد اور منصور کے دوست نے مروان میں جو مکہ سے دس منزل کے فاصلہ پر ہے وفات پائی اور ہشام بن حکم کا مناظرہ عمرو کے ساتھ مسجد بصرہ میں مشہور ہے اور مناسب ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے۔

یونس بن یعقوب سے روایت ہے کہ میں حمران و مومن طاق و ہشام بن سالم اور کچھ دوسرے لوگ حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھے اور ہشام بن حکم بھی حاضر تھا وہ اس وقت جوان تھا حضرتؑ نے اس کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا ہمیں عمرو بن عبید سے اپنے واقعہ کی خبر نہیں دو گے ہشام نے عرض کیا بے شک آپ میری نگاہ میں زیادہ جلیل ہیں اور مجھے شرم آتی ہے اور میری زبان آپ کے سامنے کام نہیں کرتی فرمایا جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اطاعت کرو ہشام نے عرض کیا کہ میرا واقعہ اس کے ساتھ اس طرح ہے کہ میں نے

ایک دفعہ سنا کہ عمرو بن عبید نے مسجد بصرہ میں اپنے لئے ایک جگہ قرار دی ہے اور کچھ لوگ اس نے اپنے گرد جمع کر لئے ہیں اور انھیں وہ گمراہ کرتا رہتا ہے یہ معاملہ مجھے بہت عظیم معلوم ہوا تو میں نے بصرہ کی طرف سفر کیا جمعہ کا دن تھا جب میں بصرہ میں پہنچا پس میں مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ لوگ عمرو بن عبید کے گرد جمع ہیں اور بہت بڑا حلقہ بنایا ہوا ہے اور عمرو نے ایک پشمی سیاہ رنگت کی چادر نیچے باندھ رکھی ہے اور دوسری کو ردا بنائے ہوئے ہے اور لوگ اس سے کچھ پوچھ رہے ہیں میں نے بھی اپنے لئے جگہ کشادہ کی اور لوگوں کے آخر میں دوزانو بیٹھ گیا پھر میں نے اس سے کہا اے عالم میں ایک مسافر شخص ہوں اور میرا ایک سوال ہے کہنے لگا کہ پوچھو میں نے کہا تمھاری آنکھ ہے کہنے لگا اے میرے بیٹے یہ کیا سوال ہے کیا تم میرے آنکھ نہیں دیکھ رہے میں نے کہا میرا سوال اسی قسم کا ہے کہنے لگا پوچھو اگرچہ تمہارا سوال احمقانہ اور بیوقوفی کا ہے دوبارہ میں نے کہا تیری آنکھ ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے رنگوں اور اشخاص کو دیکھتا ہوں اور میں نے کہا تمہاری ناک ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے مختلف قسم کی بو سونگھتا ہوں میں نے کہا تمہارا منہ ہے اس نے کہا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے کھانے کی چیزیں چکھتا ہوں۔

میں نے کہا اور تمہارا دل بھی ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس کے ذریعہ تمیز کرتا ہوں ان چیزوں کی جو ان اعضاء و جوارح پر وارد ہوتی ہیں میں نے کہا جب یہ اعضاء و جوارح صحیح و سالم ہیں تو دل کی کیا ضرورت ہے وہ کہنے لگا اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ دل ان اعضاء و جوارح کا رئیس اور مرجع ہے کہ جب کبھی سونگھی ہوئی یا دیکھی ہوئی یا چکھی ہوئی چیز میں انھیں شک و حیرت ہو تو وہ عضو دل کی طرف رجوع کرتا ہے کہ دل حق و باطل کے درمیان تمیز کرے اور ان اعضا کو شک و حیرت سے نکالے میں نے کہا پس بنابریں خداوند عالم نے دل کو جوارح کے لئے اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں اور جوارح کو بھی اس سے مستغنی نہیں کیا کہنے لگا جی ہاں پھر میں نے کہا اے ابو مروان وہ خدا کہ جس نے اعضاء اور جوارح کے لئے ایک رئیس و امام قرار دیا ہے تا کہ وہ اپنی جہالت و حیرت کے وقت اس کی طرف رجوع کریں اس نے اس مخلوق کو شک و حیرت میں چھوڑ دیا ہے اور ان کے لئے کوئی امام اور رئیس مقرر نہیں کیا کہ جس کی طرف وہ رجوع کریں اور اپنے شک حیرت و اختلاف کو اس کے ذریعہ دور کریں عمرو نے یہ کلام سنا تو خاموش ہو گیا اور میری طرف رخ کر کے کہنے لگا پس تو کہاں کا رہنے والا ہے میں نے کہا اہلِ کوفہ میں سے ہوں کہنے لگا یقیناً تو ہشام ہے پھر کھڑا ہو گیا اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور اپنی جگہ پر مجھے بٹھایا اور جب تک میں وہاں رہا اس نے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ میں وہاں سے اٹھ بیٹھا حضرت صادقؑ ہشام کی حکایت سے ہنسنے لگے اور فرمایا اے ہشام اس مناظرہ کی تجھے کس نے تعلیم دی تھی عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا میری زبان پر یونہی جاری ہوا فرمایا اے ہشام خدا کی قسم یہ صحف ابراہیمؑ و موسیٰ میں لکھا ہوا ہے۔

اور ۱۴۵ھ یا ۱۴۲ھ عبداللہ بن مقفع کو سفیان بن معاویہ والی بصرہ نے منصور کی تحریک پر قتل کر دیا اور اسے تنور میں پھینک کر جلا دیا اور ابن مقفع اصل میں یہودی تھا اور کتاب کلیلہ دومنہ کا اس نے منصور کے زمانہ میں عربی میں ترجمہ کیا تھا، اور کتاب کلیلہ دومنہ اصل میں ہندی زبان میں تھی کہ جسے حکماء ہندوستان میں سے ایک نے تالیف کیا تھا اور اہل ہندوستان اس کتاب کی جواہر بے بہا کی طرح نگاہبانی کرتے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ کتاب ہندوستان سے باہر جائے یہاں تک کہ ایک شخص ذکی نے اسے پیاز کے

پانی سے لکھا تا کہ اس کی کتابت ظاہر وواضح ہوگئی اس کے بعد اس کے نسخے ایران میں منتشر ہوگئے پھر بعض حکماء حکومت نوشیرواں نے اسے پہلوی زبان میں ترجمہ کیا اور وہ منصور کے زمانہ تک رہی یہاں تک کہ اس کا عربی میں ترجمہ ہوا پھر اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا اردو کی شاعر نے اسے نصر بن احمد سامانی کے لئے نظم کیا اور شیخ ابوالمعالی نصر اللہ بن محمد بن عبدالحمید منشی نے بہرام شاہ غزنوی کے لئے اس کی نظم کو نثر میں بدلا اور اس کا نام کلیلہ دومنہ رکھا اور عالم وفاضل حسین کاشفی نے کہ جس کی وفات ۹۱۰ھ میں ہوئی جو روضۃ الشہداء اور اخلاق محسنی وغیرہ کا مؤلف ہے اس کی توضیح وتلخیص کی اور اس کا انوار السہیلی امیر شیخ احمد نظام الدولہ سہیلی کے نام پر نام رکھا اور کہا گیا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں اسے عربی میں نظم کیا گیا بہرحال ہر زمانہ میں مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا یہاں تک کہ ترکی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جیسا کہ نقل ہوا ہے۔

اور ۱۴۸ھ ماہ ربیع الاول میں سلیمان بن مہران کوفی کی (جو اعمش کے لقب سے مشہور تھا) وفات ہوئی اور اعمش باوجودیکہ شیعہ مذہب رکھتا تھا علماء جمہور اس کی تجلیل وتبجیل کرتے ہیں اور وہ حفظ وقرأت وحدیث .... تھا اور اسے حجاز میں زہری کا قرین اور ہم پلہ سمجھتے ہیں اور اعمش حاضر جواب، خوش اخلاق، خوش طبع، خوش مزاج تھا کہا گیا ہے کہ اس سے ولود بن حائک نے کہا آپ انصاری کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں کہنے لگا وضو کے بغیر ایسی نماز کا کوئی حرج نہیں اس نے کہا انصاری کی شہادت کے متلق تمہارا کیا فتویٰ ہے۔

کہا کہ دو اور عادلوں کے ساتھ قابل قبول ہے اس کے پاس ایک دن کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو نماز شب کے وقت سویا رہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر جاتا ہے تو اعمش نے کہا میری آنکھیں خراب نہیں ہوئیں مگر شیطان ہی کے پیشاب سے میں کہتا ہوں (مولف) اعمش کا معنی (تحریک کے ساتھ) نظر کی کمزوری اکثر اوقات پانی کے بہنے کے ساتھ ہے اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ نے اس سے کہا اے ابومحمد میں نے تجھے کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا جب ایک نعمت کو سلب کر لیتا ان درستی کو سلب کرنے کے بدلے کیا دیا کہنے لگا مجھے اس کے عوض میں یہ دیا ہے کہ میں تجھ جیسے یہودی کو نہیں دیکھتا کہا گیا ہے کہ سلیمان اصل میں دماوند کا رہنے والا تھا۔

اور شیخ عمادالدین طبری نے بشارۃ المصطفیٰ میں شریک سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اعمش کے مرض موت کے وقت اس کے پاس تھا کہ اچانک ابولیلیٰ وابن شبرمہ اور ابوحنیفہ اس کی عیادت کے لئے آئے ابوحنیفہ نے اعمش کی طرف رخ کر کے کہا سلیمان خدا سے ڈرو اور جان لو کہ تم ایام آخرت میں سے پہلے دن اور ایام دنیا میں سے آخری دن میں ہو اور تم نے فضیلت علیؑ بن ابی طالب میں کچھ ایسی احادیث نقل کی ہیں کہ اگر انھیں نقل نہ کرتا تو بہتر تھا سلیمان نے کہا میرے جیسے شخص سے یہ بات کرتے ہو مجھے بٹھاؤ اور ٹیک لگاؤ پھر ابوحنیفہ کی طرف رخ کر کے کہا اے ابوحنیفہ مجھ سے حدیث بیان کی ابوالمتوکل ناجی نے ابوسعید خدری سے کہ رسول خدا نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو خداوند عالم مجھ سے اور علیؑ بن ابی طالبؑ سے فرمائے گا کہ جنت میں داخل کرو ہر اس شخص کو جو تم سے محبت رکھتا تھا اور جہنم میں داخل کرو ہر اس شخص کو جو تم سے دشمنی رکھتا تھا اور اسی کی طرف اشارہ ہے خدائے عزوجل کے اس ارشاد میں **القیا فی جهنم**

کل کفار عنید ہر عناد رکھنے والے کافر کوتم دونو جہنم میں پھینک دو ابوحنیفہ کہنے لگا تو موا بنا لا یاتی بشئ اعظم من ھذا ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہو یہ اس سے زیادہ بڑی چیز ہمارے لئے نہیں لائے گا۔

اور ۱۴۸ھ ہی میں محمد بن عبدالرحمان نے (جو ابن ابولیلیٰ کے لقب سے مشہور تھا، وفات پائی اور ابن ابی لیلیٰ صاحب رائے تھا تین سال کوفہ کا قاضی رہا ہے اور ایک واقعہ میں ثقہ جلیل القدر محمد بن مسلم ثقفی نے اس کے سامنے شہادت دی تو ابن ابی لیلی نے ان کی شہادت رد کر دی لیکن پھر جب اس پر محمد بن مسلم کی علم وفقہ کی کیفیت ظاہر ہوئی تو امور مشکلہ اور ان مسائل میں کہ جنہیں نہیں جانتا تھا ان سے رجوع کرتا اور ان سے تعلیم حاصل کرتا تھا جیسا کہ علم رجال والوں پر مخفی نہیں ہے اور ابن ابی لیلی اور ابوحنیفہ کے درمیان وحست ومنافرت تھی اور ابوحنیفہ نے اس کے ایک حکم میں چھ غلطیاں نکالیں تو اس نے بھی اس والی کے پاس شکایت کی یہاں تک کہ ابوحنیفہ کو فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔

اور کتاب فقیہ میں منقول ہے کہ ابن ابی لیلی نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کونسی چیز ان چیزوں میں سے جنہیں خدا نے پیدا کیا ہے انسان کے نزدیک زیادہ میٹھی اور شیریں ہے تو آپ نے فرمایا جوان اولا دعرض کیا کونسی چیز زیادہ تلخ اور زیادہ سخت ہے فرمایا جوان اولاد کا مفقود ہو جانا کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔

اور ۱۴۹ھ میں عیسیٰ بن عمر ثقفی نحوی وبصری نے وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے جو اپنی گفتگو میں حلق میں بولتا تھا اور وحشی و غریب الفاظ استعمال کرتا تھا اور اس کو والی عراقین نے ایک امانت میں متہم کر کے تقریباً ہزار کوڑے لگائے تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم اگر امانت کا ثبوت کوڑے لگانے میں ہے تو تیرے چنگی وصول کرنے والے لے گئے ہیں۔

اور حکایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے گدھے سے گر گیا تو لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو وہ کہنے لگا مالی ارا کم تکأکأتم علی تکاکؤ کم علی ذی جنیہ افرنقعوا اعنی مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں دیکھتا ہوں مجھ ہیں طرح جمع ہو گئے ہو جیسے آسیب زدہ پر جمع ہوتے ہو دور ہو جاؤ مجھ سے اور ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا اس کا جن ہندی زبان میں بول رہا ہے۔

اور ۱۴۹ھ ہی میں عبدالملک بن عبدالعزیز نے (جو ابن جریح کے نام سے مشہور تھا) وفات پائی کہا گیا ہے کہ یہ پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے اسلام میں کتاب لکھی ہے لیکن مشہور یہ ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ پہلے شخص جنھوں نے اسلام میں کتاب تصنیف کی ہے وہ امیر المومنینؑ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ جو آپ نے تصنیف کیا وہ وہی کتاب علیؑ ہے جو احادیث اہل بیتؑ میں مذکور ہے اور جس سے بہت سے احکام منقول ہیں پھر سلمان فارسی نے پھر ابوذر غفاری نے پھر اصبغ بن نباتہ نے پھر عبید اللہ بن ابی نے کتاب لکھی جو حضرت امیر المومنینؑ کا کاتب تھا پھر ہمارے مولا حضرت زین العابدینؑ نے صحیفہ کاملہ تحریر فرمائی۔

اور ۱۵۰ھ مین ثابت بن دینار نے (جو ابوحمزہ ثمالی کے نام سے مشہور اور اپنے وقت کے لقمان تھے) وفات پائی اور ابوحمزہ نے حضرت سجادؑ و باقر العلومؑ وحضرت صادقؑ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے اور اس کا زمانہ حضرت کاظمؑ تک رہنا مختلف فیہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ آئمہ کے اصحاب ثقات میں سے ہے اور حضرت رضاؑ نے اسے اپنے زمانہ کے سلمان اور اپنے زمانہ کے لقمان سے تعبیر کیا ہے اور

اس کے بیٹے نوح ومنصور اور حمزہ زید بن علی کے ساتھ مارے گئے اور ثمالی (ث کی پیش کے ساتھ) منسوب ہے ثمالہ کی طرف جو کہ ازد کے علاقہ میں ہے۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں مقاتل بن سلیمان خراسانی مروزی نے بصرہ میں وفات پائی وہ مقاتل اہل سنت کے مشہور مفسرین میں سے ہے اور ابن خلقان نے اس سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ اس نے بڑ ماری کلمہ سلونی عما دون العرش (کہ عرش کے نیچے جو کچھ ہے اس کے متعلق بھی مجھ سے سوال کرو) کے ساتھ پس ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تو ان کا سر کس نے مونڈا تھا مقاتل حیران ہو گیا اور کہنے لگا یہ سوال تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے چاہا ہے کہ مجھے عجز وذلت میں مبتلا کرے اس عجب کی وجہ سے جو میرے نفس میں پیدا ہوا تھا مؤلف کہتا ہے کہ سلونی کے قائل امیر المومنین تھے اور آپ نے بارہا فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں اور لوگ بھی ہمیشہ آپ سے مشکل مطالب اور گہری علمی باتوں کے متعلق سوال کرتے اور وہ باب مدینۃ العلم میں جواب دیتے اور عجائبات میں سے ہے کہ آپ کے بعد جس نے بھی یہ کلام کیا وہ انتہائی ذلت وخواری سے رسوا ہوا جیسا کہ یہ واقعہ مقاتل وابن جوزی اور واعظ بغدادی کے ساتھ ناصر عباسی کے زمانہ میں ہوا اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتؑ نے خود خبر دی تھی کیونکہ منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا لا یقولھا بعدی الا مدع کذاب میرے بعد اس کا دعویٰ نہیں کرے گا مگر جھوٹا دعویٰ کرنے والا پھر معلوم ہونا چاہیے کہ بہت بڑے علماء نے تصریح کی ہے کہ مقاتل بہت جھوٹا شخص تھا اور وہ حدیث گھڑنے میں مشہور تھا اسی لئے وہ متروک الحدیث اور مہجور القول تھا روایت ہے کہ ابو جعفر منصور ایک دفعہ بیٹھا تھا تو اس پر ایک مکھی آ گری اس نے اسے اڑا دیا پس وہ دوبارہ اس کی طرف آئی اور وہ بار بار آتی اور اس کے منہ پر بیٹھتی اور اتنا زیادہ وہ اس پر آ کر بیٹھتی کہ وہ تنگ وملول ہو گیا تو منصور نے کہا دیکھو دروازے پر کوئی ہے تو کہا گیا ہے کہ مقاتل بن سلیمان ہے منصور کہنے لگا اسے میرے پاس لے آؤ پس اس کو اذن دخول ملا جب وہ منصور کے پاس پہنچا تو منصور نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ خدا نے مکھی کیوں پیدا کی ہے مقاتل نے کہا جی ہاں تا کہ اس کے ذریعہ جبار بادشاہوں کو ذلیل کرے یہ سن کر منصور خاموش ہو گیا۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں ثقہ جلیل القدر جناب زرارہ بن المین ابن سنسن کی وفات ہوئی اور زرارہ کی جلالت قدر وعلم کی کیفیت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے منقول ہے کہ حضرت صادقؑ نے ان کے بارے میں فرمایا لولا زرارہ لقلت ان احادیث ابی ستذھب اگر زرارہ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میرے والد گرامی کی احادیث عنقریب ختم ہو جائیں گی اور زرارہ سے منقول ہے کہ میں جو حرف حضرت صادقؑ سے سنتا ہوں اس سے میرے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

اور ثقہ جلیل القدر ابن ابی عمیر سے مروی ہے کہ انھوں نے جمیل بن دراج سے فرمایا کیا ہی اچھا ہے تیرا حاضر ہونا اور کیا خوب ہے تیرا بیٹھنا کہنے لگا جی ہاں لیکن خدا کی قسم ہم زرارہ کے پاس اطفال مکتب کی طرح ہوتے تھے کہ جو استاد کے پاس ہوں۔

اور ابو غالب زراری نے جو رسالہ اپنے پوتے محمد عبداللہ کے لئے تحریر کیا اس میں فرماتے ہیں کہ روایت ہوئی ہے

کہ زرارہ خوبرو جسیم اور سفید رنگ کے تھے جب کبھی نماز جمعہ کے لئے جاتے تو ان کے سر پر ٹوپی ہوتی اور پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا اور ہاتھ میں عصا لیتے تھے لوگ ان کا احترام کرتے اور صف بستہ ہو جاتے اور ان کے حسن ہیبت و جمال کو دیکھتے رہتے اور علم مناظرہ وجدل میں وہ بہت ممتاز تھے اور کسی شخص میں یہ قدرت نہ تھی کہ مناظرہ میں انھیں مغلوب کر سکے مگر یہ کہ کثرت عبادت نے انھیں گفتگو کرنے سے روک رکھا تھا اور شیعہ متکلمین ان کے شاگردوں کی لڑی میں منسلک تھے اور ستر (نوے خ ل) سال عمر کی ہے اور آل اعین کے بہت فضائل ہیں اور جو کچھ ان کے حق میں روایت ہوا ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ میں تیرے لئے تحریر کروں انتہی۔

خلاصہ یہ کہ اعین کا گھرانہ شریف خاندان ہے اور ان میں سے اکثر اہل حدیث وفقہ وکلام تھے اور اصول وتصانیف اور روایات ان سے بہت نقل ہوئی ہیں اور زرارہ کے کئی فرزند تھے کہ جن میں سے رومی اور عبداللہ تھے کہ جو دونو ثقہ راویوں میں سے ہیں اور حسنؑ وحسینؑ بھی ہیں کہ جن کے حق میں حضرت صادقؑ نے دعا کی اور فرمایا احاطھما اللہ وکلاھما وما ھما و حفظھما بصلاح ابیھا کما حفظ الغلامین خدا نے انھیں اپنی رحمت میں گھیرے رکھا اور ان پر بار بار نظر رحمت فرمائی اور انھیں راحت وآرام دیا اور ان کے باپ کی صلاح ونیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت کی جیسا کہ اس نے ان دولڑکوں کی حفاظت کی (جن کا ذکر حضرت خضرؑ وموسیٰ کے واقعہ میں قرآن مجید میں ہے) اور زرارہ کے کئی بھائی بھی تھے ان میں سے ایک حمران ہے اور کئی روایات ہیں کہ صادقین علیہم السلام نے اس کے ایمان کی شہادت دی اور حضرت باقر العلوم نے اس کے حق میں فرمایا انت من شیعتنا فی الدنیا والآخرۃ تو دنیا وآخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہے۔

اور ایک روایت میں تو حضرت باقرؑ وصادقؑ کے حواریوں میں اس کا شمار ہوا ہے اور حمران کے بیٹے حمزہ ومحمد وعقبہ تمام راویانِ حدیث ہیں اور زرارہ کا دوسرا بھائی بکیر بن اعین ہے جب بکیر کی خبر وفات حضرت صادقؑ کو پہنچی تو فرمایا واللہ لقد انزلہ اللہ بین رسولہ و (بین خ ل) امیر المومنینؑ صلوات اللہ علیہ خدا کی قسم خدا نے اسے اپنے رسولؐ اور امیر المومنینؑ کے درمیان منزل ومکان جنت میں دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ صادق علیہم السلام کے حوارین میں سے ہے اور اس کے چھ بیٹے تھے عبداللہ وجہم وعبدالحمید وعبدالاعلیٰ وعمرو وزید وعبداللہ بن بکیر اگرچہ فطحی مذہب ہے لیکن ثقہ اور اصحاب اجماع میں سے ہے اور جہم کی اولاد بزرگ صاحبان حدیث اور صاحبان تصنیف میں سے ہے ان میں سے حسن بن جہم ثقہ وعدل ہے اور سلیمان بن حسن بن جہم ابو غالب زراری کا جد امجد ہے اور پہلا شخص آل زرارہ میں سے جو زرارہ کی طرف منسوب ہوا سلیمان تھا کہ جسے امام علی نقی علیہ السلام نے زراری کا لقب دیا اور زرارہ کا ایک بھائی عبدالرحمان بن اعین ہے کہ بزرگ اعلام نے جس کی استقامت کی گواہی دی ہے اور ایک ان کا بھائی عبدالملک بن اعین ہے کہ جس کے متعلق روایت ہوئی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس کی قبر کی زیارت کی اور اس کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور اس کا بیٹا ضریس ہے جو ثقہ راویوں میں سے ہے۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں ثقہ جلیل القدر ابو جعفر محمد بن مسلم بن رباح طحان کوفی نے وفات پائی اور محمد بن مسلم کثرت علم وفقہ و

حدیث میں اصحاب حضرت باقرؑ وصادقؑ میں مشہور ہیں اور تیس ہزار احادیث حضرت باقر العلوم سے اور سولہ ہزار احادیث حضرت صادقؑ سے انھوں نے سنی ہیں اور محمد اہل علم کے لئے مرجع و مادی تھے کہ جو مشکل مسائل کے اخذ کرنے اور احکام دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے عبداللہ بن یعفور نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض اوقات ہمارے اصحاب میں سے بعض لوگ مجھ سے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا جواب مجھے معلوم نہیں ہوتا اور یہ ممکن بھی نہیں ہے کہ میں ہمیشہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میں کیا کروں فرمایا محمد بن مسلم کی طرف کیوں نہیں رجوع کرتا بیشک اس نے میرے باپ سے احادیث سنی ہیں اور یہ ان کی بارگاہ میں وجیہ باوقار تھا اور شریک قاضی کوفہ اور ابن ابی لیلی وغیرہ کا احکام میں ان کی طرف رجوع کرنا مشہور و معروف ہے اور عبدالرحمان بن حجاج اور حماد بن عثمان نے ان کے حق میں کہا ہے ما کن الشیعۃ افقہ فی (س خ ل) العلم عن محمد بن مسلم محمد بن مسلم سے علم میں زیادہ باشعور شخص شیعوں میں کوئی نہیں تھا اور محمد بن مسلم اس گروہ میں سے ہے کہ جن کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ اجمعت العصابۃ علی تصحیح مایصح عنھم شیعوں کا اس روایت کی صحت پر اجماع ہے جو ان راویوں تک صحیح السند ہو اس گروہ کو علامہ بحر العلوم طاب ثراہ کی طرف منسوب اشعار میں شمار کیا گیا ہے:

قد اجمع الکل علی تصحیح ما
یصح عن جماعته فلیعلما
وھم اونوانجابة ورفعة
اربعة وخمسة وتسعة
فا الستة الاولیٰ من الامجاد
اربعة من اولاوتاد!!
زرارة کذا برید قداتی
ثم محمد و لیث یافتی
کذا الفضیل بعدہ معروف
وھو الذی ما بیننا معروف
جمیل الجمیل مع ابان!
والعبد لان ثم حماد ان
والسنة الاخری ھم صفوان
ویونس علیھم الرضوان

ثم بن محبوب کذا محمد
کذاك عبد الله ثم احمد!
وما ذکرناه الاصح عندنا
وشذ قول من به خالفنا

اور درست معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر ان اشعار کی مختصر شرح تحریر کر دیں بیشک تمام علماء شیعہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے جو سند صحیح سے اس مذکور جماعت سے نقل ہوا گرچہ یہ عبارت مجمل ہے لیکن اس سے ظاہر مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ زرارہ یا برید یا محمد بن مسلم اور اسی طرح باقی بزرگوں سے نقل ہو تو اہلِ درایت اس حدیث کو صحاح کی لڑی میں پروتے ہیں اور اس کے بعد کی سند کو امام معصومؑ تک نہیں دیکھتے۔

اور یہ جماعت صاحب نجابت و رفعت ہے اور وہ اٹھارہ افراد شمار ہوئے ہیں (۱) زرارہ بن اعین ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (۲) برید بن معویہ عجلی یہ اصحاب وحوارییں باقرؑ وصادقؑ میں سے فقیہ گوشہ نشین جنت کی بشارت لئے ہوئے اور آئمہ علیہم السلام کی بارگاہ میں صاحب منزلت تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۵۰ھ میں جو کہ زرارہ اور محمد بن مسلم کا سال وفات ہے انھوں نے بھی اسی سال وفات پائی لیکن یہ اس قول سے منافات رکھتا ہے جو گزر چکا ہے کہ ان کی وفات حضرت صادقؑ کی شہادت سے پہلے ہوئی کیونکہ حضرتؑ کی وفات زرارہ کی وفات سے چند سال پہلے ہوئی ہے جیسا کہ بعد میں معلوم ہوگا۔

۳۔محمد بن مسلم ثقفی ہیں کہ جن کا نام مبارک ہماری بحث کا عنوان ہے۔

۴۔ابوالبصیر لیث بن بختری ہیں جو بری کے ہم پلہ بزرگ ہیں اور حضرت صادقؑ نے ان چار بزرگواروں کے متعلق فرمایا کہ یہ زمین کی میخیں اور دین کے جھنڈے اور علم ہیں اور دوسری حدیث میں فرمایا مخبتین (گوشہ نشینوں کو) جنت کی بشارت دو برید بن معویہ عجلی اور ابوالبصیر لیث بن بختری مرادی و محمد بن مسلم اور زرارہ کو یہ چاروں نجیب وشریف ہیں اور اللہ کے حلال وحرام کے امین ہیں اگر یہ اشخاص نہ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع اور مٹ جاتے۔

۵۔فضل بن یسار ہیں یہ حضرت صادقینؑ کے اصحاب میں سے ہیں اور انھوں نے حضرت صادقؑ کی زندگی میں وفات پائی ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آنحضرتؑ فضل کو دیکھتے کہ وہ حضرتؑ کی طرف آرہے ہیں تو فرماتے کہ مخبتین کو جنت کی بشارت دو جو دوست رکھتا ہو کہ اہلِ جنت میں سے کسی شخص کی طرف دیکھے تو وہ اس شخص کی طرف نظر کرے۔

اور دوسری روایت میں حضرتؑ فرماتے ہیں کہ فضل میرے والد کے اصحاب میں سے ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ انسان اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے اور ایک روایت ہے کہ جس شخص نے فضیل کو غسل میت دیا تھا وہ کہتا ہے کہ غسل کے وقت فضل کا ہاتھ شرمگاہ کے دھونے کے وقت مجھ سے سبقت کرتا تھا پس اس نے یہ حالت حضرت صادقؑ سے عرض کی تو حضرتؑ نے فرمایا رحم اللہ الفضیل بن یسار وھومنا اہل البیت خدا فضیل پر رحم کرے وہ ہم اہل بیتؑ میں سے تھا۔

۶۔معروف بن خربوز یہ علیؑ بن الحسینؑ صادقینؑ کے اصحاب میں سے تھے شیخ کشی نے فضل بن شاذان سے روایت کی ہے کہ فضل ایک دفعہ ابن ابی عمیر کے پاس گیا دیکھا وہ سجدہ میں ہے اور اس نے سجدہ کو بہت طول دیا جب سر سجدہ سے اٹھایا تو فضل نے کہا کتنا زیادہ آپ نے سجدہ کو طول دیا ابن ابی عمیر نے کہا تیری کیا حالت ہوئی اگر تو جمیل بن دراج کے سجدہ کے طول کو دیکھتا فضل نے نقل کیا کہ ایک وقت میں جمیل کے ہاں گیا اور وہ سجدہ میں تھا اور اس نے سجدہ کو بہت ہی طول دیا جب سر اٹھایا تو طول سجدہ کی بات میں نے کی جمیل نے کہا تیری کیا کیفیت ہوتی اگر تو معروف بن خربوز کے سجدہ کے طول کو دیکھتا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف کثرتِ عبادت اور طول سجود (جو کہ غایت خضوع اور منتہائے عبادت اور پروردگار کے نزدیک اور تمام اعمال سے شیطان کے لئے زیادہ سخت ہے) میں مشہور اور محل توجہ تھے جیسا کہ ابن ابی عمیر بھی سجدہ کو طول دینے میں مشہور تھے اور یہ بھی فضل بن شاذان نے روایت کی ہے کہ میں ایک دفعہ عراق گیا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھی کو سرزنش کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ تو صاحب اہل وعیال ہے اور کسب کار کی تجھے ضرورت ہے باوجود اس کے تو طویل سجدہ کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں طول سجدہ کی وجہ سے تو نابینا اور بیکار نہ ہو جائے اور اس قسم کی باتیں نصیحت کے طور پر بہت کہیں بالآخر اس کا ساتھی اس سے کہنے لگا بہت کچھ تو نے مجھے سرزنش کی ہے وائے ہو تجھ پر اگر سجدہ کا طول نابینا ہونے کا سبب بنتا تو پھر ابن ابی عمیر نابینا ہو گیا ہوتا کیونکہ وہ نماز صبح کے بعد سجدہ میں سر رکھتا اور زوال شمس کے وقت سر سجدہ سے اٹھاتا تھا خلاصہ یہ کہ یہ چھ افراد زیادہ فقیہ اور زیادہ بلند ہیں ان چھ افراد سے کہ جن کا بعد میں ذکر ہوگا اور ان میں سے زیادہ فقیہ زرارہ ہیں۔

۷۔جمیل بن دراج ہے کہ جس کی فضیلت فی الجملہ گذشتہ روایت سے معلوم ہوتی ہے اور اس کا بھائی نوح بھی شیعہ تھا اور کوفہ میں قاضی تھا اس سے کہا گیا کہ تو ان (خلفاء جور) کے کاموں میں کیوں داخل ہوا ہے تو وہ کہنے لگا میں ان کے کاموں میں داخل نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے اپنے بھائی جمیل سے ایک دن پوچھا میں نے ان سے کہا کہ آپ مسجد میں کیوں نہیں حاضر ہوتے کہنے لگے میرے پاس چادر نہیں (کہ جس کو باندھ کر مسجد میں جاسکو) حمدان کہتا ہے کہ جمیل کی جب وفات ہوئی تو وہ ایک لکھ کے مقروض تھے۔

۸۔ابان بن عثمان احمر اگرچہ نادوسیہ میں سے ہے لیکن اصحاب اجماع میں داخل ہے اور ابان وجمیل دونوں حضرت صادقؑ اور ابوالحسن کاظمؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔

۹۔عبداللہ بن مسکان بروزن سبحان حضرت صادقؑ اور حضرت کاظمؑ کے اصحابہ میں سے ہے لیکن کہا گیا ہے کہ عبداللہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا اس خوف سے کہ شاید حضرتؑ کے حق جلالت وشان کو ادا نہ کر سکے اور حضرتؑ کے اصحاب سے روایت کرتا تھا اسی لئے حضرت صادقؑ سے براہ راست حدیث کم سنی ہے بلکہ نجاشی نے فرمایا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ عبداللہ نے حضرتؑ سے نہیں سنی مگر یہ حدیث من ادرک المشعر فقد ادرک الحج جس نے مشعر الحرام کو پالیا اس نے حج کو پالیا۔

۱۰۔عبداللہ بن مغیرہ کوفی اور ثقہ ہے وہ اتنا ثقہ ہے کہ اس کی قدر جلالت اس کے دین اور اس کے ورع و پرہیزگاری میں اس کا کوئی عدیل ونظیر نہیں اس نے ابوالحسن موسیٰ سے روایت کی ہے کشی فرماتے ہیں پہلے واقفی تھا لیکن پھر رجوع کر لیا۔

۱۱۔حماد بن عثمان ناب ہے جو حضرت کاظمؑ اور حضرت رضاؑ کے ثقہ اصحاب میں سے ہے حماد اور اس کے بھائی جعفر و حسین سب کے سب ثقہ اور فاضل تھے اور ۲۰۹ھ میں حماد نے وفات پائی ہے۔

۱۲۔حماد بن عیسیٰ بصری ہے جس نے چار آئمہ کے زمانہ کو دیکھا ہے اور حضرت جواد تقیؑ کے زمانہ میں ۲۰۶ھ میں وفات پائی ہے اور حدیث میں محرز اور محتاط تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ستر حدیثیں حضرت صادقؑ سے سنی ہیں اور ہمیشہ ان کے حفظ رکھنے میں مجھے شک رہتا تھا یہاں تک کہ میں نے بیس احادیث پر اقتصار کیا ہے اور حماد مذکور وہی ہے کہ حضرت کاظمؑ نے جس کے لئے دعا کی کہ خداوند عالم اسے مکان، بیوی، اولاد اور خادم دے اور پچاس حج کرے اور یہ تمام چیزیں اسے عطا ہوئیں اور اس نے پچاس مرتبہ حج کیا جب اس نے چاہا ۵۱واں حج کرے جب جحفہ میں پہنچا تو پانی میں اترا تا کہ غسل احرام کرے تو پانی میں غرق ہو گیا اور اس کی قبر سیالہ میں ہے رحمہ اللہ۔

۱۳۔صفوان بن یحییٰ کوفی ہے کہ جو جلیل ترین اصحاب آئمہؑ میں سے صاحب عبادت و زہد و تقویٰ تھا معمر بن خلاد میں کہ جن کے چرواہے غائب ہوں دین مسلم کے لئے حب ریاست سے زیادہ مضر نہیں ہیں پھر فرمایا لیکن صفوان میں جب ریاست نہیں ہے۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ صفوان اپنے زمانہ میں زیادہ قابل وثوق شخص تھا روزانہ شب و روز میں ڈیڑھ سو رکعت نماز پڑھتا تھا اور ہر سال تین مہینے روزے رکھتا تھا اور تین مرتبہ مال کی زکوۃ دیتا تھا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ صفوان نے عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان سے بیت اللہ الحرام میں بیٹھ کر عہد و پیمان کیا تھا کہ ان میں سے جو پہلے مرجائے زندہ رہنے والا جب تک زندہ رہے اس کے نماز روزے اس کی نیابت میں بجالائے اور عبداللہ و علی صفوان سے پہلے مر گئے تھے لہٰذا صفوان زندگی بھر نماز، روزے، زکوۃ، حج اور باقی اعمال خیر ان کے لئے بجالاتا رہا۔

۲۱۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور حضرت جوادؑ نے اس کے لئے حنوط و کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے صفوان کی انتہائی ورع و پرہیزگاری کے متعلق نقل ہوا ہے کہ مکہ میں اس کے ایک ہمسایہ نے اسے دو دینار دیئے کہ وہ انھیں کوفہ لے جائے تو کہنے لگا کہ میری سواری کا اونٹ کرایہ پر لیا ہوا ہے پس مہلت لی کہ جمال سے اجازت لے لے اور اسی حکایت سے ملتا جلتا مقدس اردبیلی کا واقعہ کثرت احتیاط میں جس میں کسی شخص کا رقعہ دینا مقدس کو ان کے کسی سفر میں مذکور رہے۔

۱۴۔یونس بن عبدالرحمان ہے کہ جو اجلائے اصحاب میں سے اور آئمہؑ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہے اور حضرت امام رضا نے عبدالعزیز بن مہتدی کو (جو قم کے بہترین لوگوں میں سے تھا اور حضرت کا وکیل تھا) حکم دیا کہ وہ احکام دین کے لینے میں یونس کی طرف رجوع کرے اور آپؑ تین مرتبہ یونس کے لئے بہشت کے ضامن ہوئے یونس کی بڑی فضیلت ہے انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں کہ جن میں ایک کتاب ''یوم ولیلۃ'' ہے کہ جسے ابو ہاشم جعفری نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے سامنے پیش کیا حضرتؑ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور یونس کے حق میں دعا کی اور فرمایا خدا اسے ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ایک نور عنایت فرمائے اور یونس ۲۰۸ء میں مدینہ میں فوت ہوا اور رحمت الٰہی میں جا پہنچا اور منقول ہے گروہ واقفیہ اسے بہت سا مال دیتے تھے کہ وہ وقف والے نظریہ میں ان کے ساتھ شریک ہو جائے یونس نے اس سے انکار کر دیا اور جادۂ حق پر مستقیم رہا رحمہ اللہ۔

۱۵۔حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ ہے اور وہ جلالت قدر میں مشہور ہے اور امام رضاؑ سے روایت کرتا ہے اور اپنے زمانہ کے ارکان اربعہ میں سے ہے اور ۲۲۴ھ کے آخر میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت صادق کے اصحاب میں سے ساٹھ افراد سے روایت کرتا ہے کہ جن میں سے ایک علی بن رئاب ہے حسن کا والد محبوب حسن کو ہر حدیث کے عوض جو وہ علی سے لکھتا تھا حسن کو ایک درہم دیتا تھا اور علی بن رئاب ثقات واجلاء وعلماء شیعہ میں سے اور اس کا بھائی یمان علماء خوارج کا رئیس تھا اور ہر سال دونو بھائی تین دن جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے مناظرہ کرتے تھے پھر ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے اور پھر ایک دوسرے سے گفتگو نہ کرتے یہاں تک کہ سلام بھی نہ کرتے۔

۱۶۔محمد بن ابی عمیر ہے کہ خاصہ وعامہ نے جس کی وثاقت کا حکم اور جلالت کی تصدیق کی ہے اور وہ لوگوں سے عابد اور باورع تھا اور اس کو یونس سے زیادہ فقیہ اور افضل کہتے تھے حالانکہ یونس کی فقہ کے متعلق فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ اسلام میں کوئی مرد باقی لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا اور سلمان کے بعد یونس بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا۔

اور ابن ابی عمیر نے حضرت کاظمؑ ورضاؑ وجوادعلیہم السلام کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے اور رشید کی حکومت کے زمانہ میں چار سال اس کے زندان میں رہا اور اس کی بہن نے اس کی کتابیں جمع کر کے چوبارے میں رکھ دیں اور ان پر بارش ہوئی اور وہ کتب ضائع ہوگئیں لہٰذا ابن ابی عمیر حدیث اپنے حافظہ کی مدد سے نقل کرتا تھا اور علماء نے اس کے مراسیل کو احادیث مسانید کا درجہ دیا ہے اس کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی اس کے سال وفات کے ذکر میں کچھ اس کی فضیلت بیان ہوگی جیسا کہ سابقاً بھی اس کی فضیلت ذکر ہوئی ہے۔

۱۷۔عبداللہ بن بکیر بن اعین ہے زرارہ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہوچکا ہے۔

۱۸۔احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی ہے جو امام رضاؑ کی بارگاہ میں بہت قدر ومنزلت رکھتا تھا ایک رات حضرتؑ کی خدمت میں رہا تو حضرتؑ نے اپنی کنیز سے کہا میرا گدا اور تکیہ احمد کے لئے لاکر بچھا دو جب احمد آپؑ کے کمرے میں داخل ہوا اور حضرتؑ کے بستر پر سویا تو اس کے دل میں آیا کہ مجھ جیسا کون ہے جب کہ میں ولی خداؑ کے گھر میں ان کے بستر پر لیٹا ہوں جب یہ خیال اس کے دل میں آیا تو حضرتؑ نے فرمایا اے احمد امیر المومنینؑ صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے گئے اور فرمایا اے صعصعہ میرا تیری عیادت کرنا اس کا باعث نہ ہو کہ تو اپنی قوم پر فخر کرتا پھرے بلکہ خدا کے لیے تواضع کرتا کہ وہ تجھے بلند کرے احمد کی وفات ۲۲۱ھ میں واقع ہوئی۔

جب اصحاب اجماع کے تذکرہ سے فارغ ہوئے تو اصل مطلب کی طرف رجوع کریں جو کہ دوانیقی کے زمانہ کے حالات کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ منصور فتاک سفاک وخونریز اور بداندیش تھا اور حضرت صادق کا سخت دشمن تھا آپؑ کو اس نے بہت سے صدمے اور تکلیفیں دیں اور آپؑ کے حق میں جسارتیں کیں کئی دفعہ وہ آپ کا خون بہانے کے لئے تیار ہوا اور آنجنابؑ کے شہید کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بالآخر اپنی خلافت کے دسویں سال اور کچھ روایات کے مطابق ۱۴۸ھ میں حضرتؑ کو زہر دیا اور شہید کیا جیسا کہ کتاب منتہی

میں بیان ہو چکا ہے شیخ مسعودی نے مروج الذہب میں فرمایا ہے کہ ۱۴۸ھ میں حضرتؑ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں اپنے باپ اور دادا کی قبر کے نزدیک دفن ہوئے اور ان کی قبور مبارک کے اوپر ایک پتھر ہے جس پر یہ کلمات تحریر ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ مبید الامم و محی الرمم ھذا قبر فاطمۃ بنت رسول اللہ سیدۃ نساء العالمین و قبر الحسن بن علی بن ابی طالب و علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب و محمد بن علی و جعفر بن محمد رضی اللہ عنھم انتھی

اور میں کہتا ہوں صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین۔

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام اور ان کے اہلِ بیت رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کا ذکر

واضح ہو کہ جب ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی سلطنت کمزور پڑ گئی اور روبزوال ہوئی تو بنی عباس اور بنی ہاشم کی ایک جماعت جن میں ابوجعفر منصور اور اس کا بھائی سفاح و ابراہیم بن محمد اور اس کا چچا صالح بن علی اور عبد اللہ محض اور اس کے دو بیٹے محمد ابراہیم اس کا بھائی محمد دیباج وغیرہ تھے مقام ابواء میں جمع ہوئے اور انھوں نے اتفاق کیا کہ عبداللہ محض کے بیٹوں کی بیعت کریں اور ان میں سے ایک کو خلافت کے لئے چن لیں اور (بالآخر) ان میں سے محمد کا انتخاب کرلیا چونکہ اس کو مہدی بھی کہتے تھے اور خاندانِ رسالت سے ان کے کانوں میں یہ بات پہنچی تھی کہ مہدی آل محمد ہمنام پیغمبر ہوگا وہ زمین کا مالک ہوگا اور عالم کے مشرق و مغرب کو عدل و انصاف سے پر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی لہٰذا انھوں نے دست بیعت محمد کی طرف بڑھایا اور اس کی بیعت کرلی پھر انھوں نے کسی کو بھیج کر عبداللہ بن محمد بن علی اور حضرت امام جعفرؑ صادق کو بلا بھیجا عبداللہ نے کہا کہ حضرت صادقؑ کو تم لوگوں نے فضول بلایا ہے وہ تمہارے رائے کو درست نہیں کہیں گے جب حضرت تشریف لائے تو عبداللہ نے ان کے لئے جگہ کشادہ کی اور آنجنابؑ کو اپنے قریب بٹھایا اور صورت حال بیان کی حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ کام نہ کرو کیونکہ اگر محمد کی بیعت تم لوگوں نے اس گمان پر کی ہے کہ وہ مہدی موعود ہے تو یہ گمان غلط ہے یہ مہدی موعود نہیں یہ زمانہ اس کے خروج کا نہیں اور اگر یہ بیعت اس لئے ہے کہ خروج کرو اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کرو پھر بھی محمد کی ہم (بنی ہاشم) بیعت نہیں کریں گے کیونکہ آپ بنی ہاشم کے بزرگ ہیں کس طرح آپ کو چھوڑ کر آپ کے بیٹے کی بیعت کرلیں عبداللہ کہنے لگا معاملہ اس

طرح نہیں بلکہ آپؑ کو حسد ان کی بیعت سے روکتا ہے حضرت نے سفاح کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ بات حسد کی بنا پر نہیں بلکہ خلافت وحکومت اس شخص کے لئے اس کے بھائیوں کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ہے نہ کہ تمہارے لئے پھر آپؑ نے عبداللہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا خدا کی قسم تمہیں اور تیرے بیٹوں کو خلافت نہیں ملے گی اور تیرے دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں گے یہ کہہ کر آپؑ کھڑے ہو گئے اور عبد العزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا سہارا لیا اور باہر تشریف لائے اور عبد العزیز سے فرمایا کہ زرد رداوالے شخص کو تو دیکھ رہا ہے یعنی منصور کو اس نے کہا جی ہاں فرمایا خدا کی قسم یہ عبداللہ کو قتل کرے گا عبد العزیز نے کہا اور محمد کو بھی قتل کرے گا فرمایا ہاں عبد العزیز کہتا ہے میں نے دل میں کہا رب کعبہ کی قسم یہ بات حسد کی وجہ سے کہہ رہے ہیں لیکن میں دنیا سے نہیں اٹھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر حضرتؑ نے دی تھی۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؑ کے چلے جانے کے بعد اہلِ مجلس بھی متفرق ہو گئے اور عبد الصمد اور منصور آنحضرت کے پیچھے گئے یہاں تک کہ حضرتؑ تک پہنچے اور کہنے لگے کیا یہ حقیقت ہے جو کچھ آپؑ نے اس مجلس میں فرمایا ہے فرمایا ہاں خدا کی قسم اور یہ ان علوم میں سے ہے جو ہم تک پہنچے ہیں بنی عباس نے آپؑ کی بات کو سچا سمجھا اور اسی دن سے دل سلطنت وحکومت پر باندھ لیا اور تیاری میں لگ گئے یہاں تک کہ انھوں نے حکومت حاصل کر لی۔

ہمارے شیخ مفیدؒ نے غبسہ بن نجار عابد سے روایت کی ہے کہ جناب جعفر محمد علیہ السلام جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں پھر فرماتے میری جان کی قسم یہ ہے وہ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ قتل ہو جائے گا۔

یہ کتاب جناب علیؑ میں اس امت کے خلفاء میں سے نہیں ہے مولف کہتا ہے کہ اگرچہ عبداللہ محض کی گفتگو سے جو حضرت صادقؑ سے ہوئی اس کی بری رائے ظاہر ہوئی لیکن بہت سی روایات اس کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور اس کے بعد ذکر ہوں گی کہ حضرت صادقؑ ان کے لئے بہت روئے جس وقت انہیں مدینہ سے قید کر کے کوفہ کی طرف لے جا رہے تھے اور آپؑ نے انصار کے حق میں نفرین کی اور زیادہ غم واندوہ کی وجہ سے آپؑ کو بخار ہو گیا اور عبداللہ اور ان کے باقی اہل خانہ کے لئے تعزیت نامہ سید ان طاؤس نے اقبال میں نقل کیا ہے پھر فرمایا ہے کہ یہ خط حضرت صادقؑ کا دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ اور اس کا خانوادہ معذور ممدوح اور مظلوم تھے وہ محبت امامؑ کے عارف تھے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کتب حدیث میں کوئی روایت ایسی مل جائے کہ یہ لوگ حضرتؑ کے طریقے سے جدا تھے تو وہ تقیہ پر محمول ہے اس جہت سے کہ کہیں ان کے خروج کو جو نہی از منکر کے لئے ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نسبت نہ دیں اور اسی قول کے مؤید ہے وہ روایت جو خلاد بن عمیر نے کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا آیا آل حسن کی کوئی خبر تجھے ہے کہ جنہیں منصور مدینہ سے نکال کے لے گیا ہے ہمیں ان کی شہادت کی اطلاع تو تھی لیکن میں نے نہ چاہا کہ حضرتؑ کو ان کی مصیبت کی خبر دوں تو میں نے کہا امید ہے کہ خدا انھیں عافیت وسلامتی دے فرمایا ان کے لئے عافیت کہاں ہے یہ کہہ کر آپ بلند آواز سے رونے لگے اور آپؑ اتنے روئے کہ آپؑ کے رونے سے ہم بھی رونے لگے پھر فرمایا کہ میرے والد نے جناب فاطمہ امام حسینؑ کی شہزادی سے حدیث بیان کی ہے وہ فرماتی ہین کہ میں نے اپنے

پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے سنا وہ فرماتے تھے اے فاطمہؑ تیری اولاد میں سے چند افراد فرات کے کنارے شہید ہوں گے کہ جن سے نہ پہلے سبقت کر سکے ہیں اور نہ بعد والے ان کے مرتبہ کو پاسکیں گے پھر حضرتؑ نے فرمایا یہ ہیں فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے فرزند جو قید ہوئے ان کے علاوہ اس حدیث کا مصداق کوئی نہیں لہٰذا یہی ہیں جو فرات کے کنارے شہید ہوں گے پھر سید ابن طاؤس نے چند روایات ان کی جلالت قدر اور اس بیان میں کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ ان کا مہدی وہی مہدی موعود علیہ السالم ہے وارد کی ہیں جو چاہے کتاب اقبال الاعمال کے ماہ محرم کے اعمال کی طرف رجوع کرے۔

خلاصہ یہ کہ محمد ابراہیم عبد اللہ کے بیٹے خلافت کی خواہش میں زندگی گزار رہے تھے اور خروج کی تیاری میں لگے ہوئے تھے کہ ابو السفاح کی خلافت کا معاملہ درست ہوگیا تو اس وقت وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ لیکن سفاح عبد اللہ محض کو بزرگ سمجھتا اور ان کی عزت کرتا تھا سبط بن جوزی کہتا ہے کہ ایک دن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ......دس لاکھ.........ہم اکٹھے میرے سامنے جمع ہوئے ہوں سفاح کہنے لگا ابھی دیکھ لو گے اور اس نے حکم دیا کہ دس لاکھ درہم.........حاضر کئے جائیں اور وہ عبد اللہ کو دے دیئے ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ جب سفاح سے ملنے کے لئے آئے سفاح نے انہیں عطیہ دیا عبد اللہ کی زیادہ عزت و تعظیم کی لیکن کبھی کبھی عبد اللہ سے پوچھتا تھا کہ تیرے بیٹے محمد وابراہیم کہاں ہیں اور وہ آپ کے ساتھ میرے پاس کیوں نہیں آتے عبد اللہ کہتے کہ ان کا خلیفہ سے پوشیدہ رہنا کسی ایسے امر کی وجہ سے نہیں جو اس کی ناپسندی کا باعث ہو اور مسلسل سفاح عبد اللہ سے یہ بات کرتا رہتا اور ان کی زندگی کو ناگوار رکھتا یہاں تک کہ ایک دفعہ کہنے لگا اے عبد اللہ تو نے اپنے بیٹوں کو چھپا رکھا ہے بیشک محمد وابراہیم دونوں قتل کر دیئے جائیں گے جب عبد اللہ نے یہ بات سنی تو حزن و ملال کی حالت میں سفاح کے دربار سے گھر لوٹ آئے حسن مثلث نے جب حزن کے آثار عبد اللہ میں دیکھے تو پوچھا کہ اے بھائی تیرے حزن و ملال کا کیا سبب ہے عبد اللہ نے سفاح کا مطالبہ محمد وابراہیم کے معاملہ میں اس سے نقل کیا حسن نے کہا کہ اس دفعہ جب سفاح ان کے متعلق سوال کرے تو کہنا کہ ان کا چچا ان کے حالات سے باخبر ہے تو میں اس کو اس بات سے خاموش کر دوں گا ایک دفعہ جب سفاح نے عبد اللہ کے بیٹوں کی بات چھیڑی تو عبد اللہ نے کہا ان کا چچا حسن ان سے باخبر ہے سفاح نے صبر کیا یہاں تک کہ عبد االلہ اس کے گھر سے باہر چلے گئے تو اس نے حسن مثلث کو بلایا اور محمد وابراہیم کے متعلق اس سے سوال کیا حسن نے کہا اے امیر میں تجھ سے اس طرح گفتگو کروں کہ جس طرح رعیت بادشاہ سے کرتی ہے یا اس طرح جیسے ایک شخص اپنے چچا زاد بھائی سے کرتا ہے کہنے لگا اس طرح بات جس طرح چچا زاد بھائی سے کرتے ہو کہنے لگا اے امیر اگر خدا نے مقدر کیا ہے کہ محمد وابراہیم منصب خلافت کو حاصل کر لیں تو تم اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق انھیں روک سکتے ہو کہنے لگا نہیں خدا کی قسم پھر کہنے لگا اور اگر خدا نے ان کے لئے خلافت مقدر نہیں کی تو تمام اہل زمین و آسمان اگر اتفاق کر لیں تو امر خلافت انہیں دلا سکتے ہیں سفاح نے کہا نہیں خدا کی قسم تو حسن کہنے لگا پھر امیر کس لئے اس بوڑھے شخص سے ہر وقت اس معاملہ میں مطالبہ کرتا ہے اور اپنے احسان و نعمت کو اس کے لئے ناگوار بناتا ہے سفاح کہنے لگا اس کے بعد پھر میں ان کا نام بھی نہیں لوں گا اور اس

گفتگو کے بعد جب تک سفاح زندہ رہا اس نے ان کا نام نہیں لیا پھر سفاح نے عبداللہ سے کہا کہ آپ مدینہ چلے جائیں اور یہی حالات رہے یہاں تک کہ سفاح کی وفات ہوئی اور امر خلافت منصور دوانقی کے لئے درست ہوا اور منصور نے اپنی خبث طینت اور پستی فطرت کی وجہ سے مکمل طور پر دلی ارادہ محمد وابراہیم کے قتل کرنے کا کر لیا اور ۱۴۰ھ کو سفر حج کیا اور مدینہ کے راستہ سے واپس لوٹا جب مدینہ میں پہنچا تو عبداللہ کو بلایا اور حکم دیا کہ انہیں مدینہ میں مروان کے گھر میں قید کر دیا جائے اور اس کا زندان بان ریاح بن عثمان تھا اور عبداللہ کے بعد یکے بعد دیگرے آل ابو طالبؑ علی وعباس داؤد بن حسن مثنیٰ کے بیٹے اور محمد واسحاق ابراہیم بن حسن مثنی کے بیٹے اور عباس وعلی عابد حسن مثلث کے بیٹے اور علی محمد نفس زکیہ کے بیٹے اور ان کے علاوہ دوسرے سادات اور کتاب منتھی الآمال میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ریاح بن عثمان نے اولاد امام حسنؑ کی اس جماعت کو زندان میں قید و بند میں رکھا اور ان پر بہت تنگی وسختی کی اور جن دنوں وہ قید میں تھے کبھی کبھی ریاح بعض نصیحت کرنے والوں کو عبداللہ محض کے پاس بھیجتا کہ عبداللہ کو نصیحت کریں تا کہ شاید وہ اپنے بیٹوں کی جگہ کا اتہ پتہ بتادے جب عبداللہ سے یہ بات کرتے اور اسے اپنے بیٹوں کے معاملہ کو چھپانے پر بات کرتے تو عبداللہ کہتے کہ میری مصیبت خلیل الرحمان سے بھی زیادہ سخت ہے وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر مامور ہوئے تھے اور ان کا فرزند کو ذبح کرنا اطاعت خدا تھی لیکن مجھے حکم ملتا ہے میں اپنے بیٹوں کی نشاندہی کروں تا کہ یہ انھیں قتل کریں حالانکہ ان کا قتل کرنا خدا کی نافرمانی اور معصیت ہے خلاصہ یہ کہ تین سال تک مدینہ میں قید رہے یہاں تک کہ ۱۴۴ھ آ پہنچا اور منصور نے دوبارہ حج کے لیئے سفر کیا جب مکہ سے واپس لوٹا تو مدینہ میں داخل نہیں ہوا بلکہ ربذہ کی طرف چلا گیا جب ربذہ میں وارد ہوا تو ریاح بن عثمان بن مدینہ سے ربذہ میں منصور کو دیکھنے کے لئے گیا منصور نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ مدینہ واپس جاؤ اور آل حسنؑ میں سے جو لوگ قید میں انہیں یہاں لے آؤ پس ریاح بن عثمان ابوالازہر منصور کے زندان بان کے ساتھ جو بدمذہب اور خبیث محض تھا مدینہ گیا اور وہ اولاد حسنؑ کو محمد بیاج کے ساتھ جو عبداللہ کا محض مادری بھائی تھا زنجیریں پہنا کر اور ان کے زنجیر وطوق زیادہ سخت کر کے انتہائی شدت وسختی کے ساتھ ربذہ کی طرف لے چلے جس وقت انہیں ربذہ کی طرف لے جا رہے تھے حضرت صادقؑ نے انہیں پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھا اور بہت روئے یہاں تک کہ آپؑ کے آنسو ریش مبارک پر گر رہے تھے اور آپؑ نے گروہ انصار پر نفرین کی اور فرمایا انصار نے ان شرائط کی وفا نہیں کی جن پر رسول خدا کی انھوں نے بیعت کی تھی کیونکہ انھوں نے آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی کہ وہ آنحضرتؐ اور آپؐ کی اولاد کی حفاظت و نگہبانی کریں گے ان چیزوں سے جن سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں پس ایک روایت کی بنا پر آپؑ دولت سرا میں تشریف لے گئے اور آپؑ کو بخار آ گیا اور بیس راتیں آپؑ نے بخار و اضطراب میں گزاریں اور رات دن گریہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے متعلق ڈر محسوس ہونے لگا۔

خلاصہ یہ کہ بنی حسن کو محمد دیباج کے ساتھ ربذہ میں لے گئے اور انھیں دھوپ میں کھڑا دیا اور ایک لحظہ نہ گزرا کہ ایک شخص منصور کی طرف سے باہر آیا اور کہنے لگا محمد بن عبداللہ بن عثمان کون ہے محمد دیباج نے اپنے کو پیش کیا وہ شخص انھیں منصور کے پاس لے گیا

راوی کہتا ہے کہ دیر نہ گزری کہ تازیانے کی آواز آنے لگی اور وہ تازیانے محمد کے بدن پر لگ رہے تھے جب محمد کو واپس لے آئے تو میں نے دیکھا کہ انھیں اتنے تازیانے مارے گئے کہ ان کا چہرہ اور رنگ جو ڈھلی ہوئی چاندی کی طرح تھا حبشیوں کے رنگ کی مانند ہو چکا تھا اور ان کی ایک آنکھ تازیانہ لگنے کی وجہ سے کاسہ سر سے باہر آ چکی تھی پھر محمد کو لا کر ان کے بھائی عبداللہ محض کے پاس بٹھا دیا اور عبداللہ محمد سے بہت محبت کرتے تھے اس حالت میں محمد پر پیاس کا بہت غلبہ تھا اور وہ پانی مانگتے تھے لیکن لوگ منصور کے خوف سے ان پر رحم کرنے سے ڈرتے تھے عبداللہ نے کہا کون ہے جو فرزند رسولؐ کو سیراب کرے پس ایک خراسانی شخص نے انھیں پانی پلایا اور منقول ہے کہ محمد کا کرتا تازیانہ لگنے اور خون آنے کی وجہ سے اس طرح ان کی پست کے ساتھ چمٹ گیا تھا کہ ان کے بدن سے جدا نہیں ہوسکتا تھا پہلے اسے زیتون کے تیل کے ساتھ تر کیا گیا پھر وہ قمیص پوست کے ساتھ ان کے بدن سے الگ کی۔

اور سبط بن جوزی نے روایت کی ہے کہ جب محمد کو منصور خبیث کے پاس لے گئے تو منصور نے ان سے پوچھا کہ دو جھوٹے اور فاسق محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور محمد کی بیٹی رقیہ ابراہیم کی بیوی تھی محمد نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں منصور نے حکم دیا کہ اسے چار سو تازیانے لگاؤ پھر حکم دیا کہ سخت قسم کا کرتا پہنا کر زور سے اسے اس کے بدن سے اتارو تا کہ کھال بدن سے جدا ہو جائے محمد شکل وصورت اور شمائل مین حسین ترین شخص تھے اسی لیے انھیں دیباج کہا جاتا تھا اور ان کی آنکھ تازیانے کے صدمے سے نکل گئی پھر انھیں زنجیروں میں جکڑ کے عبداللہ کے پاس جا بٹھایا محمد اس وقت سخت پیاسے تھے لیکن کوئی شخص انھیں پانی دینے کی جرأت نہیں کرتا تھا عبداللہ نے فریاد کی اے گروہ مسلمین کیا یہی مسلمانی ہے کہ اولادِ رسولؐ پیاس سے مر رہی ہے اور تم انھیں پانی نہیں دیتے پس منصور نے ربذہ سے حرکت کی اور خود وہ محمل کی ایک طرف بیٹھا تھا اور اس کے برابر دوسری طرف ربیع اس کا حاجب تھا اور بنو حسن کو لب تشنہ و شکم گرسنہ وسر وتن برہنہ غل وزنجیر کے ساتھ برہنہ اونٹوں پر سوار کیا گیا اور منصور کے ہم رکاب کوفہ کی طرف لے چلے جب منصور ان کے پاس سے گزرا جب کہ وہ محمل میں تھا کہ جس کا روپوش حریر و دیباج کا تھا تو عبداللہ بن حسن نے منصور کو دیکھ کر فریاد کی کہ اے ابوجعفر کیا ہم نے تمہارے قیدیوں کو ساتھ بدر میں یہی سلوک کیا تھا اور اس سے انھوں نے عباس منصور کے جد کے بدر کے دن قید ہونے اور ان کے جد رسولؐ خدا کے اس کے حال پر رحم کرنے کی طرف (جب کہ عباس قید وبند کی وجہ سے گریہ ونالہ کر رہا تھا اور حضرتؐ نے فرمایا کہ عباس کے گریہ ونالہ نے مجھے آج رات نہیں سونے دیا اور حکم دیا کہ قید وبند عباس سے دور کی جائے) اشارہ کیا۔

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ منصور چاہتا تھا کہ عبداللہ کو زیادہ تکلیف ہو لہٰذا حکم دیا کہ محمد کا اونٹ عبداللہ کے اونٹ کے آگے کیا جائے لہٰذا عبداللہ کی نگاہ ہمیشہ محمد کی پشت پڑتی تھی اور تازیانہ کے نشان اسے نظر آتے اور وہ جزع وفزع کرتا اور مسلسل بہت بری حالت میں انھیں قید کر دیا جو انتہائی تاریک تھا اور اس میں رات دن کا پتہ نہیں چلتا تھا اور ان کی تعداد جو قید میں تھے سبط کی روایت کے مطابق بیس تھی جو کہ سب امام حسنؑ کی اولاد میں سے تھے۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ منصور نے سلیمان وعبداللہ کو جو داؤد بن حسن مثنی کے بیٹے تھے موسیٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن جعفر کے ساتھ رہا کر دیا اور باقی قید میں رہے یہاں تک کہ مر گئے اور ان کا قید خانہ فرات کے کنارے کوفہ کے پل کے قریب تھا اور

اس وقت کوفہ میں ان کی جگہیں ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۳۲ھ ہے معلوم اور زیارت گاہ ہیں اور تمام کے تمام اسی جگہ ہیں اور ان کی قبریں بھی وہی زندان ہے کہ جس کی چھت ان پر خراب کر کے گرادی گئی تھی اور جس وقت یہ لوگ قید تھے انھیں قضائے حاجت کے لئے باہر نہیں جانے دیتے تھے مجبوراً اسی قید خانے میں قضائے حاجت کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اس کی بدبو پھیل گئی اور ان کی اس کی وجہ سے بری حالت تھی ان کے بعض موالی کچھ غالیہ (ایک خوشبو ہے) ان کے پاس لے گئے تا کہ اس کی خوشبو سے اس کی بدبو کو دور کر لیا یہ کہ اس بدبو اور قید و بند کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم ہو گئے اور رفتہ رفتہ ورم اوپر کی طرف سرایت کر کے ان کے دلوں تک پہنچے اور جس کے دل تک پہنچ جاتے اسے ہلاک کر دیتے اور چونکہ ان کا قید خانہ تاریک تھا اس لئے وہ اوقاتِ نماز کا تعین نہیں کر سکتے تھے لہٰذا قرآن مجید کے پانچ حصے کئے ہوئے تھے اور نوبت بنوبت شبانہ روز میں ایک ختم قرآن کرتے اور ہر پانچویں حصے کے تمام ہونے پر ایک نماز پانچ نمازوں میں سے پڑھتے اور جب کوئی ان میں سے مرجاتا تو اس کا بدن قید و زنجیر میں رہتا یہاں تک کہ بدبو پیدا ہو جاتی اور وہ بوسیدہ ہو جاتا اور جو زندہ تھے وہ مردے کو اسی حالت میں دیکھتے رہتے اور اذیت و تکلیف کو برداشت کرتے۔

اور سبط بن جوزی نے بھی ان کے قید خانے کی تفصیل بغیر غالیہ لانے کے نقل کی ہے اور ہم بھی کتاب منتھی میں حسن مثلث کے حالات اور اس کی اولاد کی تعداد کے ذکر میں اس قید خانے کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ان کے درمیان علی بن حسن مثلث بھی تھے جو علی عابد کے نام سے مشہور اور عبادت و ذکر و شدائد پر صبر کرنے میں ممتاز تھے اور ایک روایت ہے کہ بن حسن اوقات نماز کو نہیں جانتے تھے مگر علی بن حسن کی تسبیح و اوراد سے کیونکہ وہ ہر وقت مشغول ذکر رہتے تھے اور بحسب ان اوراد کے کہ جن کے وہ پابند تھے وہ ہر شب و روز اوقاتِ نماز کو سمجھ لیتے تھے اور دفعہ عبداللہ بن حسن مثنیٰ تنگی حبس اور قید و بند کے بوجھ کی وجہ سے علی سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے ابتلا اور گرفتاری کو دیکھ رہے ہیں کیا خدا سے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اس زندان اور مصیبت سے نجات دے علی نے کافی دیر تک تو کوئی جواب نہ دیا پھر کہنے لگے اے چچا ہمارے لئے بہشت میں ایک درجہ ہے کہ جس تک ہم نہیں پہنچ سکتے مگر اس مصیبت کی وجہ سے یا کسی ایسی چیز سے جو اس سے بھی عظیم ہو اور منصور کے لئے بھی جہنم میں ایک درجہ ہے اور وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا مگر اس سے جو ہمارے ساتھ کر رہا ہے کہ جن مصائب و بلایا کو آپ دیکھ رہے ہیں پس اگر چاہتے ہو تو ان مصائب و بلایا پر صبر کرتے ہیں اور بہت جلدی راحت و آرام میں پہنچ جائیں گے کیونکہ ہماری موت نزدیک ہے اور اگر چاہتے ہو تو میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دعا کرتا ہوں لیکن منصور اس درجہ عذاب کو نہیں پہنچے گا کہ جو اس کے لئے جہنم میں ہے وہ کہنے لگے ہم صبر کریں گے پس تین دن سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ انھوں نے زندان میں جان دے دی اور راحت و آرام میں پہنچ گئے اور علی بن حسن حالت سجدہ میں دنیا سے رخصت ہوئے عبداللہ کو یہ خیال تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں کہنے لگا میرے بھتیجے کو بیدار کرو جب انھیں حرکت دی گئی تو دیکھا کہ وہ بیدار نہیں ہوتے تو انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے اور ان کی وفات چھبیس محرم ۱۴۶ھ میں ہوئی اور ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔

ابوالفرج نے اسحاق بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ محض نے قید خانے سے میرے باپ کے لئے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ اس نے منصور سے اجازت لی اور قید خانے میں عبداللہ کے پاس گیا عبداللہ نے کہا تجھے میں نے اس لئے بلایا ہے

کہ میرے لئے کچھ پانی لے آؤ کیونکہ مجھ پر پیاس کا غلبہ ہے میرے باپ نے کسی کو بھیجا کہ گھر سے ٹھنڈا پانی عبداللہ کے لئے لے آئے عبداللہ نے جب پیالہ پانی کا لبوں پر رکھا کہ پانی پئیں تو ابوالازہرؒ زندان بان آ گیا اس نے دیکھا کہ عبداللہ پانی پی رہے ہیں وہ غصے میں آ گیا اس نے ایسا پیر پیالے پر مارا کہ وہ عبداللہ کے دانتوں پر لگا اور اس کے لگنے سے ان کے اگلے دانت گر گئے خلاصہ یہ کہا ن کا حال زندان میں اسی قسم کا تھا اور رفتہ رفتہ بعض مر گئے اور بعض قتل ہوئے اور عبداللہ اپنے اہل بیت کے چند افراد کے ساتھ زندہ تھے یہاں تک کہ محمد وابراہیم ان کے بیٹوں نے خروج کیا اور مارے گئے اور ان کے سر منصور کے پاس بھیجے گئے اور منصور نے ابراہیم کا سر عبداللہ کے پاس بھیجا اس وقت وہ بھی قید خانے میں مر گئے اور شہید ہوئے۔

اور سبط بن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ قبل اس کے محمد بن عبداللہ قتل ہوا منصور کے عامل ابوعون نے خراسان سے منصور کے لئے خط لکھا کہ خراسان کے لوگ ہماری بیعت محمد وابراہیم عبداللہ کے بیٹوں کے خروج کی وجہ سے توڑ رہے ہیں منصور نے حکم دیا اور محمد دیباج کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر خراسان کی طرف بھیج دیا تاکہ اہل خراسان کو فریب دیں اور قسم کھائیں کہ یہ سر محمد بن عبداللہؒ بن فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کا ہے تاکہ خراسان کے لوگ محمد بن عبداللہ کے ساتھ خروج کرنے کا خیال ترک کر دیں۔

ہم اب شروع کرتے ہیں محمد بن عبداللہ محض کی شہادت کا بیان

محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ کی شہادت کا ذکر

محمد بن عبداللہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب صریح قریش تھا کیونکہ ان کی ماؤں وادیوں میں سے کوئی خاتون بھی کنیز نہ تھی ان کی والدہ ہندا ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی اور محمد کو کثرت زہد وعبادت کی وجہ سے نفس زکیہ کا لقب ملا تھا اور ان کا خانوادہ حدیث نبوی کے ظہور سے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہے کہ جس کا نام میرے نام جیسا ہے اسے مہدی کہتے تھے اور انھیں احجار زیت میں قتل ہونے والا بھی کہتے ہیں اور ان کی فقہ ودانائی وشجاعت وسخاوت وفضائل کے ساتھ تعریف کرتے ہیں اور اس کے دونو کندھوں کے درمیان انڈے کی مقدار میں سیاہ خال تھا اور لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہیں آل محمدؐ میں سے لہٰذا ان کی بیعت کر لی اور ہمیشہ ان کے ظہور وخروج کے منتظر ومتوقع رہے اور ابوجعفر منصور نے دو مرتبہ ان کی بیعت کی ایک دفعہ مکہ میں مسجد الحرام کے اندر اور جب مسجد سے باہر نکلے تو منصور نے ان کی رکاب تھامی یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھ گئے اور منصور محمد کا بہت احترام کرتا تھا ایک شخص نے منصور سے کہا یہ کون شخص ہے کہ اس قدر اس کی عزت وتکریم کرتے ہو کہنے لگا وائے ہو تیرے لئے کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ محض اور ہم اہل بیت کا مہدی ہے اور دوسری دفعہ ابواء میں ان کی بیعت کی جیسا کہ عبداللہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

ابوالفرج اور سید بن طاؤس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ عبداللہ محض اور ان کے باقی خاندان کے لوگ انکار کرتے تھے اس سے کہ محمد نفس زکیہ مہدی موعود ہوں اور وہ کہتے تھے کہ مہدی موعود علیہ السلام ان کے علاوہ ہیں خلاصہ یہ کہ جب بنی عباس کی خلافت مستقر اور پختہ ہوگئی محمد و ابراہیم مخفی و پوشیدہ زندگی بسر کررہے تھے اور منصور کے زمانہ میں ایک دفعہ دو عرب بدوؤں کے لباس میں زندان میں باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر اجازت دو تو ہم ظاہر ہوجاتے ہیں کیونکہ اگر ہم دو آدمی مارے جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ اہل بیعت پیغمبرؐ کی ایک جماعت ماری جائے عبداللہ نے کہا اگر جعفر تمھیں باعزت موت سے تو نہیں منع کرنا یہ کنایہ ہے اس سے کہ یہ بہتر ہے کہ تم اپنے کام کی تیاری میں لگے رہو اور منصور کے خلاف خروج کرو اگر فتح ہوئی تو بہتر ورنہ نیک نامی میں مارے جاؤ تو کوئی عیب و نقص نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس زمانہ میں محمد و ابراہیم مخفی تھے منصور کا کوئی ہم و غم نہیں تھا سوائے ان کے تلاش کرنے کے اور اس نے عیون و جاسوس اطراف ملک میں معین کرر کھے تھے تاکہ انھیں ان کی جگہ کی اطلاع مل جائے۔

ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کہتا ہے کہ میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپا ہوا تھا ایک دن رضوی پہاڑ میں ایک جگہ اپنی کنیز کے ساتھ تھا کہ جس سے میرا ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا اچانک معلوم ہوا کہ ایک غلام مدینہ سے میری تلاش میں پہنچ رہا ہے میں وہاں سے بھاگا وہ کنیز بھی میرے بچے کو آغوش میں لئے بھاگ رہی تھی کہ اچانک وہ بچہ ماں کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور پہاڑ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور منقول ہے کہ جس وقت محمد کا بچہ پہاڑ سے گر کر مر گیا تو محمد نے یہ اشعار کہے

نخرق الخفين يشكو الوجی۔
تنكته اطراف مرد حداد۔
شرده الخوف فازری به
كذاك من يكره حرا الجلاد۔
قد كان فی الموت له راحته
والموت حتم فی رقاب العباد

جس کے جوتے پھٹ گئے ہیں وہ پاؤں ننگے ہونے کی شکایت کرتا ہے اس کو خون آلود کر دیا ہے مرد پتھر کے تیز اطراف کے خوف نے اس کو دھتکارا ہے پس اس نے اس کو عیب دار بنا دیا ہے اور یہی حال ہوتا ہے اس کا جو جنگ کی گرمی کو ناپسند کرے بیشک موت ہی میں اس کے لئے راحت ہے اور موت حتمی قلادہ ہے بندوں کی گردنوں کا۔

خلاصہ یہ کہ محمد نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا اور دوسو پچاس افراد کے ساتھ ماہ رجب میں مدینہ میں داخل ہوا اور تکبیر کی صدا بلند کی اور منصور کے زندان کا رخ کیا اور زندان کا دروازہ توڑ دیا اور قیدیوں کو باہر نکالا اور ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان کو پکڑ کر قید کر دیا پھر محمد فراز منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور کچھ مثالب و مطاعن اور منصور کی خبیث سیرت کا تذکرہ کیا لوگوں نے مالک ابن انس سے فتویٰ پوچھا کہ جب

منصور کی بیعت ہماری گردنوں میں ہے ہم محمد کی بیعت کر سکتے ہیں تو مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاں کیونکہ تمھاری منصور سے بیعت جبری اور نہ چاہتے ہوئے تھی پس لوگوں نے محمد کی بیعت کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے اور محمد کا مدینہ ومکہ ویمن پر قبضہ ہوگیا منصور کو جب پتہ چلا تو اس نے محمد کو صلح کا خط بھیجا اور اسے امان دی محمد نے اس کے خط کا شافی جواب دیا اور خط کے آخر میں لکھا تو نے کونسی امان مجھے دی ہے آیا وہ امان جو ابن ہبیرہ کو دی تھی یا وہ امان جو اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی یا وہ امان جس سے تو نے ابومسلم کو سرفراز کیا یعنی تیری امان پر کوئی اعتماد نہیں جیسا کہ تو نے ان تین افراد کو امان دی اور اپنی امان کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا ابوجعفر نے دوبارہ محمد کو خط لکھا اور کچھ حسب ونسب سے اس میں متعرض ہوا کہ اس مختصر مقام پر اس کی گنجائش نہیں خواہش مند تذکرہ سبط وغیرہ کی طرف رجوع کریں اور جب منصور اس سے مایوس ہوگیا کہ محمد صلح وسلم وآشتی کے طریقے میں آتا تو اس نے عیسیٰ بن موسیٰ اپنے بھتیجے اور ولی عہد کو محمد سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دل میں سوچا کہ ان سے جو مارا جائے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ منصور عیسیٰ کی زندگی نہیں چاہتا اس لئے کہ سفاح نے عہد وپیماں کیا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہوگا اور منصور اس کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا پس عیسیٰ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ محمد سے جنگ کے لئے نکلا منصور نے اس سے کہا کہ پہلے تو اس جنگ سے قبل امان دینا شاید وہ جنگ کے بغیر ہماری اطاعت قبول کرے عیسیٰ نے کوچ کیا یہاں تک کہ مقام فید میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے) پہنچا تو اصحاب محمد میں سے ایک جماعت کی طرف خط لکھا اور انھیں محمد کی مدد ونصرت کے راستہ سے ہٹایا اور محمد کو جب خبر ملی کہ عیسیٰ اس سے لڑنے کے لئے چل پڑا ہے تو محمد جنگ کی تیاری کرنے لگا اور مدینہ کے گرد خندق کھودلی اور ماہِ رمضان میں عیسیٰ کا لشکر آیا اور اس نے مدینہ کا احاطہ کرلیا۔

سبط بن جوزی روایت کرتا ہے کہ جب منصور کے لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو محمد کا کوئی ہم وغم نہیں تھا مگر یہ کہ وہ دفتر جس میں اس کی بیعت کرنے والوں کے نام تھے اور انھوں نے اس سے خط وکتابت کی ہوئی تھی اسے جلادے پس اس نے ان کے نام جلائے پھر کہنے لگا اب میرے لئے موت خوشگوار ہے اور اگر میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو بیشک لوگ عظیم مصیبت میں مبتلا ہوجاتے کیونکہ اگر وہ دفتر منصور کے لشکر کے ہاتھ آجاتا تو وہ ان اشخاص کے ناموں سے باخبر ہوجاتے جنھوں نے محمد کی بیعت کی تھی اور وہ انھیں قتل کرتے خلاصہ یہ کہ عیسیٰ آیا اور سلع پہاڑ پر جو مدینہ میں ہے کھڑے ہوکر پکارا اے محمد تیرے لئے امان ہے محمد نے کہا تمہاری امان کے لئے وفا نہیں ہے عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اس وقت محمد کا لشکر اس سے جدا ہوگیا اور لاکھ افراد میں سے کہ جنھوں نے اس کی بیعت کی تھی تین سوسولہ افراد اس کے ساتھ تھے اہلِ بدر کی تعداد میں تقریباً پس محمد اور اس کے اصحاب نے غسل کیا اور حنوط لگایا اور اپنے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں پھر عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور تین مرتبہ انھیں شکست دے کر بھگا دیا عیسیٰ نے اپنا لشکر اکٹھا کیا اور یکدم ان پر حملہ کردیا اور ان کا کام تمام کردیا اور انھیں شہید کرڈالا حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کیا اور اس کا سر عیسیٰ کے پاس لے گیا اور زینب محمد کی بہن اور فاطمہ اس کی بیٹی نے اس کی لاش خاک سے اٹھائی اور بقیع میں اسے دفن کردیا پس محمد کا سر اٹھا کر منصور کے پاس لے گئے اور منصور نے حکم دیا کہ وہ سر کوفہ میں نصب کریں اور شہروں میں پھرائیں اور محمد کی شہادت ماہ رمضان کے درمیانی عشرہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوئی اور اس کے ظہور کی مدت شہادت کے وقت تک دو ماہ اور سترہ دن تھی اور اس کی عمر پینتالیس سال تھی اور اس کا قتل احجار زیت مدینہ

میں ہوا تھا جیسا کہ امیر المومنین نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کی طرف اشارہ اپنے اس قول میں فرمایا وانه يقتل عند احجار الزيت کہ وہ احجار زیت کے پاس قتل ہوگا۔ ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب محمد مارا گیا اور اس کا لشکر منتشر ہو گیا تو ابن خضیر جو کہ محمد کے اصحاب میں سے ایک تھا قید خانے میں گیا اور اس نے ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان کو قتل کر دیا اور محمد کے دفتر کو جس میں اس کے اصحاب کے نام تھے جلا دیا پھر عباسیوں سے لڑنے کے لئے نکلا اور مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور یہ بھی روایت کی ہے کہ جب انھوں نے اسے قتل کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اتنے زخم اس کے بدن پر تھے کہ اسے حرکت نہیں دیا جا سکتا تھا اور بینگن کی طرح وہ پک اور سرخ ہو چکا تھا کہ اس کے بدن کی جس جگہ پر ہاتھ رکھا جاتا وہ الگ ہو جاتی۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مقتل کا ذکر جو قتیل باخمری مشہور ہے

مسعودی کی مروج الذہب میں تحریر ہے کہ جب محمد بن عبداللہ محض نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی اور بیٹے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے تاکہ وہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دیں ان میں سے اپنے بیٹے علی کو مصر بھیجا اور وہ مصر میں مارا گیا اور تذکرہ سبط کی روایت کے مطابق قید خانے میں مر گیا اور اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو خراسان بھیجا منصور کا لشکر اسے پکڑنا چاہتا تھا تو وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں شہید ہو گیا اور اپنے ایک بیٹے حسن کو یمن بھیجا انھوں نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات ہوئی فقیر کہتا ہے کہ یہ مسعودی کا کلام ہے لیکن جو کچھ دوسری کتب میں منقول ہے وہ یہ ہے کہ حسن بن محمد واقعہ فخ میں حسین بن علی کی ہمرکابی میں تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے اسے شہید کیا جیسا کہ کتاب منتہی میں امام حسنؑ کی اولاد کے باب میں بیان ہو چکا ہے اور محمد کا بھائی موسیٰ جزیرہ کے شہروں کی طرف گیا اور اس کے ایک بھائی یحییٰ نے رے اور طبرستان کا سفر کیا اور بالآخر رشید کے ہاتھوں مارا گیا جیسا کہ منتہی میں بیان ہو چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ادریس نے مغرب کا سفر کیا اور ایک جماعت کو اپنی بیعت میں داخل کیا اور بالآخر منصور نے کسی کو بھیجا جس نے اسے دھوکے سے قتل کر دیا اس کے بعد ادریس بن ادریس باپ کی جگہ بیٹھا اور ان لوگوں نے اس کے نام پر اپنے شہر کا نام رکھا اور کہنے لگے بلد ادریس اور ادریس کے قتل ہونے کا واقعہ بھی منتہی میں گزر چکا ہے اور محمد کا ایک بھائی ابراہیم بصرہ کی طرف گیا اور بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے لوگ اہلِ فارس و اہواز وغیرہ کے اور ایک بڑی

جماعت زیدیہ اور بغداد کے معتزلہ وغیرہ نے اس کی بیعت کر لی اور طالبین میں سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام بھی اس کے ساتھ تھے منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سے لشکر کے ساتھ ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا باخمری کے مقام پر جوطف کی زمینوں میں سے ہے اور کوفہ سے چھ فرسخ کے طور پر فاصلہ ہے انھوں نے ابراہیم کو شہید کر دیا اور اس کے پیروکاروں میں سے زیدیہ جماعت کے چار سو افراد اور ایک قول ہے کہ پانچ سو افراد مارے گئے۔

ابراہیم کے قتل ہونے کی کیفیت جس طرح کہ تذکرہ سط میں تحریر ہے اس طرح ہے کہ شوال کی پہلی تاریخوں میں اور ایک قول ہے ماہِ رمضان ۱۴۵ھ میں ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور منصور نے بھی اس سال بغداد کی تعمیر شروع کی تھی اور جن دنوں وہ بغداد کی تعمیر میں مشغول تھا اسے خبر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں خروج کیا ہے اور ہواز وفارس پر قبضہ کر لیا ہے اور بہت بڑی جماعت اس کے گرد جمع ہوگئی ہے لوگ بھی رغبت سے اس کی بیعت کر رہے ہیں اس کا مقصد اپنے بھائی محمد کا انتقام لینے اور منصور کو قتل کرنے کے سوا کوئی نہیں منصور نے جب یہ سنا تو جہاں روشن اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گیا اور وہ بغداد کی تعمیر سے دستبردار ہو گیا اور یکدم اس نے عورتوں کے ساتھ سونا اٹھنا چھوڑ دیا اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور عیش ولذت میں مشغول نہیں ہونگا جب تک ابراہیم کا سر میرے پاس یا میرا سر اس کے پاس نہ لے جائیں خلاصہ یہ کہ خوف عظیم کے دل میں پیدا ہو گیا کیونکہ ابراہیم کے ہمرکاب ایک لاکھ کا لشکر تھا اور منصور کے پاس دو ہزار سوار کے علاوہ کوئی لشکر حاضر نہیں تھا اور اس کے جیوش وعساکر ملک شام افریقہ اور خراسان میں پھیلے ہوئے تھے اس وقت منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ادھر ابراہیم کوفیوں کے پھندے میں آ کر بصرہ سے کوفہ کی طرف چل دیا چونکہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت بصرہ میں ابراہیم کے پاس پہنچی اور انھوں نے عرض کیا کہ ایک لاکھ افراد کوفہ میں آپ کے آنے کے منتظر ہیں اگر آپ وہاں تشریف لائیں تو وہ اپنی جان آپ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں بصرہ کے لوگ ابراہیم کے کوفہ جانے سے مانع ہوئے لیکن ان کی بات کا کچھ فائدہ نہ ہوا ابراہیم کوفہ کی طرف چل پڑا کوفہ سے پندرہ فرسخ دور زمین طف میں جو باخمری کے نام سے مشہور تھی ابراہیم کا منصور کے لشکر سے سامنا ہوا پس دونوں لشکر دو طرف سے صف آرا ہوئے اور جنگ شروع ہوگئی ابراہیم کے لشکر کو منصور کے لشکر پر کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے نہیں شکست دے دی اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق بڑی بری شکست ہوئی اور اس طرح بھاگے کہ ان کے لشکر کا پہلا حصہ کوفہ میں داخل ہو گیا اور تذکرہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ جو کہ منصور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اپنے اہلِ بیعت کے سو افراد کے ساتھ ڈٹا رہا اور جنگ سے منہ نہ موڑا اور قریب تھا کہ ابراہیم ان پر بھی کامیابی حاصل کرے اور انھیں عدم میں بھیج دے کہ اچانک اثنائے جنگ میں ایک تیر جس کے چلانے والے کا پتہ نہیں چلا اور یہ معلوم نہ ہوا کدھر سے آیا ہے ابراہیم کو لگا اور ابراہیم گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور وہ کہہ رہا تھا وکان امر اللہ قدرا مقدورا اردنا امرا و اراد اللہ غیرہ اور اللہ کا امر مقدر ہو چکا تھا ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے علاوہ کا ارادہ کیا۔

اور ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ ابراہیم اس وقت مارا گیا جب عیسیٰ بھی میدان سے پشت پھیر چکا تھا اور بھاگ رہا تھا اور

ابراہیم کو گرمی وحرارت جنگ نے تھکا دیا تھا اس نے اپنی قبا کے تکمے کھول دیئے اور کپڑا سینے سے ہٹایا کہ شاید حرارت کا حملہ ہوا اچانک تیر میشوم غیر معلوم چلانے والے کا ان کے حلق کے نشیب میں آ لگا ابراہیم نے بے اختیار ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور گروہ زیدیہ نے جو اس کے ملازم رکاب تھے اسے گھیر لیا اور دوسری روایت ہے کہ بشیر رحال نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا خاصہ یہ کہ اسی تیر سے ابراہیم کا کام تمام ہو گیا اور اس نے وفات پائی عیسیٰ کے اصحاب بھی بھاگنے سے واپس پلٹے اور تنور جنگ بھڑک اٹھا یہاں تک کہ فتح منصور کے لشکر کو ہوئی اور لشکر ابراہیم میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور بشیر رحال بھی مارا گیا اس وقت عیسیٰ کے ساتھی ابراہیم کا سر قلم کر کے عیسیٰ کے پاس لے گئے اور عیسیٰ نے سر سجدہ میں رکھا اور اور سجدہ شکر بجا لایا اور سر منصور کے پاس بھیج دیا اور ابراہیم کا قتل دن چڑھے پیر کے دن ماہ ذوالحجہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوا اور ابونصر بخاری اور سبط ابن جوزی کی روایت کے مطابق پچیس ذیقعدہ وحو الارض کے دن ہوا اور ابراہیم کی عمر ۴۸ سال تھی اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں ابراہیم کے انجام کار کی خبر دی ہے۔ جہاں آپؑ فرماتے ہیں مقام باخمری میں قتل ہو گا بعد اس کے کہ ظاہر ہو گا اور مقہور ومغلوب ہو گا بعد اس کے کہ قاہر وغالب ہو گا اور یہ بھی اس کے حق میں فرمایا اس کو نامعلوم مارنے والے کا تیر لگے گا کہ جس میں اس کی موت واقع ہو گی پس ہائے برا ہو تیر مارنے والے کا اس کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے بازو کمزور ہو جائیں اور منقول ہے کہ جب منصور کا لشکر شکست کھا گیا اور منصور کو اس کی اطلاع ملی تو جہان روشن اس کی آنکھ میں تیرہ وتاریک ہو گیا اور اس نے کہا کیا ہوا قول صادقؑ بنی ہاشم کا جو کہتا تھا کہ بنی عباس کے بچے خلافت کے ساتھ کھیلیں گے اور منصور کا یہ کلام اشارہ ہے حضرت صادقؑ کے بنی عباس کی خلافت اور عبداللہ اور ان کے بیٹے محمد وابراہیم کی شہادت کی خبر دینے کی طرف۔

اور اس سے پہلے بھی تمھیں معلوم ہو چکا ہے کہ جب بنی ہاشم اور بنی عباس ابواء میں جمع ہوئے اور انھوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی تو جب حضرت صادقؑ تشریف لائے تو آپؑ نے ان کی رائے کو درست نہ قرار دیا اور فرمایا خلافت سفاح اور منصور کی ہو گی اور عبداللہ وابراہیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور منصور انھیں قتل کرے گا منصور نے اسی دن سے خلافت کی گرہ دل میں لگا لی تھی یہاں تک کہ حاصل کر لی اور چونکہ اسے معلوم تھا کہ حضرتؑ صرف سچی بات کہتے ہیں اس وقت جب اسے اس کے لشکر کی شکست معلوم ہوئی تو اسے تعجب ہوا اور کہا کہ ان کے صادقؑ کی خبر کا کیا ہوا اور سخت مضطرب ہوا تھوڑی ہی دیر گزری کہ اسے ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی اور ابراہیم کا سر اس کے ہاں لے آئے اور اس کے پاس رکھ دیا جب اس نے ابراہیم کا سر دیکھا تو بہت رویا یہاں تک کہ اس کے آنسو رخساروں پر جاری ہوئے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے پسند نہیں تھا کہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچے۔

اور حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ میں اس وقت منصور کے پاس تھا جب ابراہیم کا سر ڈھال میں رکھ کر اس کے پاس حاضر کیا گیا جب میری نگاہ اس پر پڑی تو مجھے بہت دکھ ہوا اور گریہ کے جوش نے میرے حلق کو بند کر دیا اور میں ایسا منقلب ومضطرب ہوا کہ قریب تھا میرے گریہ کی آواز بلند ہو لیکن میں نے اپنے اوپر قابو پایا کہ کہیں منصور ملتفت نہ ہو کہ اچانک منصور نے میرا رخ کیا اور کہا اے ابومحمد ابراہیم کا سر یہی ہے میں نے کہاں ہاں اے امیر میں دوست رکھتا تھا کہ وہ تیری اطاعت کرتا

تا کہ اس کا معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا منصور نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ وہ میری اطاعت قبول کر لیتا اور یہ دن اسے نصیب نہ ہوتا لیکن وہ خلافت کے دروازے سے نکل گیا اور اس نے چاہا کہ میرا سر لے لیکن ایسا ہوا کہ اس کا سر میرے پاس لے آئے پھر حکم دیا کہ ابراہیم کا سر کوفہ میں لٹکا دیں تا کہ لوگ بھی اسے دیکھیں پھر ربیع سے کہا کہ ابراہیم کا سر اس کے باپ کے پاس زندان میں لے جاؤ وہ سر لے کر زندان میں گیا عبداللہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور ان کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف تھی ان سے لوگوں نے کہا اے عبداللہ نماز میں جلدی کرو کہ آپ کو ایک مصیبت در پیش ہے جب عبداللہ نے نماز سے سلام پھیرا تو نگاہ کی انھیں اپنے بیٹے کا سر نظر آیا سر کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا اور کہا اے میری آنکھوں کے نور ابراہیم خوش آمدی خدا تجھ پر رحم کرے بیشک تو نے اللہ کے عہد و میثاق کو پورا کیا ہے اور تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کے بارے میں وہ فرماتا ہے کہ **الذین یوفون بعھد اللہ ولا یقطعون** جو اللہ کے عہد کی وفا کرتے ہیں اور اسے توڑتے نہیں ربیع نے عبداللہ سے کہا کہ ابراہیم کیسا شخص تھا فرمایا جس طرح شاعر کہتا ہے ؎

فتی کان یحمیه من الذل سفیه
ویکفیه سوات الذنوب اجتنابها

ایسا جوان کہ جسے ذلت سے اس کی تلوار روکتی تھی اور گناہوں کی برائی ان سے اجتناب کرنے کے لئے اسے کافی تھی اس کے بعد ربیع سے فرمایا منصور سے کہنا ہماری سختی وشدت کے دن آخر کو پہنچ گئے ہیں اور تیری نعمت کے دن بھی اس طرح ہیں اور وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے اور تیری اور ہماری ملاقات کی جگہ روز قیامت ہے اور خداوند حکیم ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گا ربیع کہتا ہے کہ جب یہ پیغام میں نے منصور کو پہنچایا تو اتنی شکستگی اس میں ظاہر ہوئی کہ میں نے کبھی اسے ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا اور بہت سے شعراء نے محمد و ابراہیم کا مرثیہ کہا ہے اور دعبل خزاعی نے بھی قصیدہ تائیہ میں (کہ جس میں اہل بیعت رسولؐ کے ایک گروہ کا مرثیہ کہا ہے) ان کی طرف اشارہ کیا جیسا کہ وہ کہتا ہے ؎

قبور بکوفان و اخری بطیبة
واخری بفخ نالها صلوات
واخری بارض الجوزجان محلها
وقبر بباخمری لذی القربات

کچھ قبریں کوفہ میں اور کچھ مدینہ میں ہیں اور کچھ مقام فخ میں صلوات ورحمت ان کے شامل حال ہو اور ایک قبر کی جگہ زمین جوز جان میں ہے اور ذی القربیٰ رسول کی ایک قبر باخمریٰ میں ہے اور ابراہیم صاحب پنجۂ قوی و بازو لئے توانا تھا اور فنونِ علم میں اس کا مقام معلوم تھا اور جس زمانہ میں وہ بصرہ میں پوشیدہ رہتا تھا تو مفضل ضبی کے گھر میں تھا اس نے مفضل سے کتابیں مانگیں تا کہ ان سے مانوس رہے مفضل عرب شعراء کے دیوان اس کے پاس لے آیا اور ابراہیم نے ان میں سے ستر قصیدے انتخاب کیے اور انھیں زبانی یاد کر لیا اور ابراہیم کے قتل کے بعد مفضل نے وہ قصائد جمع کئے اور اس کتاب کا نام مفضلیات اور اختبار الشعراء رکھا

اور مفضل ابراہیم کی شہادت کے دن اس کے ہمرکاب تھا اور ابراہیم کی شجاعت کے کئی کارنامے اور کئی اشعار اس نے نقل کئے ہیں کہ اس جگہ ان کے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ابراہیم نے جس وقت خروج کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی تو عدالت اور نیک سیرتی کے ساتھ لوگوں سے معاملہ کرتا تھا اور کہا گیا ہے کہ واقعہ باخمری میں ایک رات وہ اپنے لشکر میں گردش کر رہا تھا کہ اس نے گانے بجانے کی آواز سنی تو ہم وغم نے اسے گھیر لیا اور فرمایا مجھے گمان نہیں کہ جو لشکر یہ کام کرے وہ فتحیاب ہو۔

اور اہل علم ناقلین آثار واخبار کی ایک بہت بڑی جماعت نے ابراہیم کی بیعت کی اور لوگوں کو ابراہیم کی مدد پر آمادہ کیا مثلاً عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین وبشیر رحال اسلام بن ابی واصل وہرون بن سعید فقیم وجوہ واعیان اصحاب وتابعین کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ اور عباد بن منصور قاضی بصرہ ومفضل بن محمد اومسعر بن کدام وغیرہ۔

اور منقول ہے کہ اعمش بن مہران لوگوں کو ابراہیم کی مدد کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا کہ اگر میں نابینا نہ ہوتا تو میں خود بھی اس کی ماتحتی میں خروج کرتا۔

اور ابوحنیفہ کا محمد وابراہیم کے حق میں درست عقیدہ تھا اور لوگوں کو ابراہیم کی بیعت کرنے کا فتویٰ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ابراہیم کی راہ میں شہید ہونے والا جنگ بدر میں شہید ہونے والے کی طرح ہے لوگوں نے اس سے کہا اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر اس کی مدد کے لئے کیوں نہیں جاتا تو وہ کہتا کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں منقول ہے کہ ایک بڑھیا ابوحنیفہ کے پاس آئی اور کہنے لگی تو نے میرے بیٹے کو ابراہیم کے ساتھ خروج کا فتویٰ دیا ہے اور وہ جا کر مارا گیا ہے ابوحنیفہ نے کہا کاش تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا اور روایت ہوئی ہے کہ جس وقت ابراہیم باخمری میں عیسیٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکلا تو ابوحنیفہ نے ابراہیم کو خط لکھا جس میں یہ بھی تھا کہ جس وقت دشمن کے لشکر سے آمنا سامنا ہو اور اس پر فتح نصیب ہو تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو تیرے باپ (دادا) نے اہل صفین کے ساتھ کیا تھا پشت پھیرنے والے کو قتل کر دے اور زخمی کو زندہ نہ چھوڑا اور اس طرح نہ کرنا جس طرح تمہارے باپ نے جنگ جمل میں کیا تھا کیونکہ جنگ جمل میں حضرتؑ نے لشکر کو حکم دیا تھا کہ تھکے ماندوں کو تکلیف نہ دو بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو اور مقتولین کا مال لینے اور ان کے اہل وعیال کو قید کرنے سے باز رہو یہ خط منصور کے ہاتھ میں جا پہنچا وہ ابوحنیفہ پر سخت ناراض ہوا یہاں تک کہ اس کو حکم دیا کہ کوفہ سے بغداد چلے جاؤ آخر کار اسے زہر دے دیا اور اس کی قبر بغداد کے قبرستان خیزران میں ہے اس کی وفات ۱۵۰ ھ ماہ رجب میں ہوئی اس کی موت کے دن شافعی پیدا ہوئے اور سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ میں ۴۵۹ اس کی قبر پر قبہ وبارگاہ بنائی گئی اور اس کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی ہے اور باوجودیکہ وہ اہلسنت کے چار اماموں میں سے ایک ہے اور ان کے نزدیک امام اعظم کا لقب رکھتا ہے انھوں نے اس کے احترام کا پاس نہیں کیا اور بہت سے مطاعن وعیوب اس کے تحریر کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند باتوں کی طرف اشارہ کریں تاکہ یہ گمان نہ کریں کہ ان مطاعن کا ذکر کرنا روافض کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہے

زمخشری کی کتاب ربیع الابرار کے باب العلم میں وہ کہتا ہے کہ یوسف بن اسباط نے کہا کہ ابوحنیفہ نے رسول اللہ کی چار سو یا ان سے زیادہ احادیث رد کر دیں کہا گیا مثلاً کون کونسی اس نے کہا رسول اللہ نے فرمایا کہ (مال غنیمت میں سے) شہسوار کے دو حصے اور

پیادہ کا ایک حصہ ہے ابوحنیفہ نے کہا کہ میں چوپائے کے حصے کو مومن کے حصہ سے زیادہ نہیں قرار دیتا اور رسول اللہ اور آپ کے اصحاب نے قربانی کے اونٹ کا شعار (اونٹ کی کہان سے خون لے کر اس کے چہرہ پر بطور نشانی ملنا) کیا ابوحنیفہ نے کہا کہ شعار مثلہ ہے اور رسول اللہؐ نے فرمایا بائع ومشتری کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جب بیع لازم ہو جائے تو کوئی اختیار نہیں اور آنحضرتؐ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور آپؐ کے اصحاب بھی قرعہ ڈالتے ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ قرعہ جوا ہے انتہی اور غزالی سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کے مطابق حدیث گھڑنا جائز قرار دیا ہے اور یوسف بن اسباط سے منقول ہے ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر رسولؐ اللہ میرا زمانہ پالیتے تو بہت سی باتیں مجھ سے لیتے اور تاریخ بغداد سے منقول ہے شعبہ نے کہا مٹھی بھر مٹی ابوحنیفہ سے بہتر ہے۔

اور شافعی سے منقول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کے اصحاب کی کتب دیکھی ہیں جن میں ایک سوتیس ورقے کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔

اور سفیان و مالک وحماد و اوزاعی اور شافعی سے منقول ہے کہ اسلام میں ابوحنیفہ سے زیادہ بدبخت وشوم پیدا نہیں ہوا اور مالک سے مروی ہے کہ ابوحنیفہ کا فتنہ امت پر ابلیس کے فتنہ سے زیادہ مضر ہے اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ اسلام پر دجال کے فتنہ کے بعد ابوحنیفہ کی رائے سے زیادہ عظیم فتنہ کوئی نہیں اور غزالی کی کتاب منخول میں ہے اس نے کہا کہ باقی رہا ابوحنیفہ تو اس نے شریعت کو منقلب کر دیا ظاہر کو باطن کرنے کی طرح اور شریعت کے مسلک کو تشویشناک بنا دیا ہے اس کے نظام کو بدل دیا ہے اور تمام قواعد شریعت کو ایک اصل کا ردیف وہم پلہ بنا دیا ہے کہ جس سے اس نے محمد مصطفیؐ کی شریعت کو منہدم کر دیا اور جو ایسا کرے اسے حلال سمجھ کر تو وہ کافر ہے اور جو ایسا کرے لیکن اسے حلال نہ سمجھے تو وہ فاسق ہے انتہا اس سے مشہور ہے کہ وہ کہا کرتا تھا اگر کوئی شخص اپنی ماں سے عقد کرلے جب کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کی ماں ہے تو اس سے حد ساقط ہے اور بچہ بھی سی سے ملحق ہوگا اور یہی فتویٰ ہے اس کی بہن اور بیٹی کے بارے میں اور اسی طرح ہے اگر کپڑے دھونے والی عورت یا روٹی پکانے والی یا اس قسم کی عورتیں اجرت ومزدوری پر لے آئے پھر ان سے وطی کرے اور وہ اس سے حاملہ ہو جائیں اور جب اپنے آلہ تناسل پر ریشم کی پٹی لپیٹ لے پھر اسے کسی عورت کی قبل میں داخل کرے تو وہ زانی نہیں ہے اور نہ اس پر حد جاری ہوگی لیکن اسے سخت کلامی سے ایسا کرنے سے روکا جائے اور ابوحنیفہ کہتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی لڑکے سے بدفعلی کرے پس دخول بھی کرے تو اس پر حد واجب نہیں ہے لیکن اسے بھی سختی سے منع کرنا چاہیے ابوحنیفہ کہتا ہے کہ نبیذ (انگور یا کھجور کی شراب) نشہ آور بھی حلال ہے۔

ان کے علاوہ بھی ابوحنیفہ کے کئی فتوے ہیں جن کا ذکر مناسب مقام نہیں اور عنقریب اس کے بعد اس کے مذہب کے مطابق نماز کی کیفیت بیان ہوگی اور باقی رہا اس کا قیاس اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا اور بہت سے احکام میں رسول اللہ کے ارشاد کو رد کرنا تو وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور لطیف حکایات میں سے ہے وہ جسے سید محدث جزائری نے اپنے ایک ساتھی سے نقل کیا ہے کہ وہ وضو کر رہا تھا پس جب

وہ پاؤں کا مسح کرنے لگا تو اس نے دیکھا تو ان کے سرکشوں میں سے ایک شخص اس کے سر پر کھڑا تھا پس جلدی سے وہ پاؤں دھونے لگا تو اس نے کہا کہ یہ کیا پہلے تو نے مسح کیا اور پھر دوبارہ دھولیا تو اس نے کہا کہ یہ ہاں اے مولا نا یہ مسئلہ اللہ اور مولانا ابوحنیفہ کے درمیان اختلافی ہے خدا فرماتا ہے اور مسح کروا پنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک اور ابوحنیفہ کہتا ہے کہ پاؤں دھونا واجب ہے پس میں نے مسح کیا ہے اللہ کے ڈر سے اور پیر دھوئے ہیں بادشاہ کے ڈر سے پس وہ شخص ہنسا اور اسے چھوڑ دیا۔

منصور کے زمانہ میں ۱۵۱ھ میں محمد بن اسحاق بن یسار صاحب مغازی وسیر نے بغداد میں وفات پائی اور ابن اسحاق نے کتاب مغازی منصور کے لئے شہر حیرہ میں رہ کر لکھی اور اس کے اور مالک بن انس کے درمیان منافرت تھی اور مالک نے اس کے حق میں کہا اسحاق کیا ہے وہ تو دجالوں میں سے ایک دجال ہے ہم نے اسے مدینہ سے نکال دیا ہے اسی لئے بخاری نے اپنے صحیح میں ابن اسحاق سے روایت نہیں لی اور اسی طرح مسلم نے مگر ایک حدیث رجم کے بارے میں۔ اور ۱۵۱ھ ہی میں یا اس کے ایک سال بعد معن بن زائدہ شیبانی مدینہ بست میں خوارج کے ہاتھ سے مارا گیا اور معن کثرت جودوسخاوت کی وجہ سے وہ اپنا نسب ذہل بن شیبان تک پہنچاتا ہے اور بنی امیہ کے زمانہ میں وہ یزید بن عمر بن ہبیرہ امیر عراقین کے ساتھ میل جول رکھتا تھا جب حکومت بنی امیہ سے بنی عباس کو مل گئی اور منصور نے یزید کو قتل کر دیا تو معن روپوش ہو گیا اور ایک مدت تک چھپا رہا خوف کے مارے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتا تھا اس نے ایک مدت تک اپنا چہرہ سورج کے سامنے رکھا یہاں تک کہ اس کا رنگ سیاہ ہو گیا پس اس نے پشم کا جبہ پہنا اور ہیئت بدلی اور اونٹ پر سوار ہوا اور دیہات کے قصد سے بغداد سے نکلا جب دروازہ باب حرب سے باہر نکلا تو ایک شخص سیاہ رنگ باب حرب کے پاسبانوں میں سے اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کے اونٹ سے چمٹ گیا اور کہنے لگا تو معن بن زائدہ ہے اور منصور تیری تلاش میں ہے تو کہاں جا رہا ہے معن نے کہا اے شخص میں معن نہیں ہوں وہ کہنے لگا میں تجھے اچھی طرح پہچانتا ہوں معن نے جتنا چاہا کہ اپنے کو پوشیدہ رکھے نہ ہوسکا مجبوراً ایک جواہر کا ہار جو اس کے پاس تھا کہ جس کی بہت زیادہ قیمت تھی اس شخص کو دیا اور اس سے کہا کہ اگر تو مجھے منصور کے پاس لے جائے تو وہ تجھے اتنا انعام نہیں دے گا یہ ہار جواہر دار لے لو اور یوں سمجھو کہ تو نے مجھے نہیں دیکھا اس مرد سیاہ نے ہار لیا اور اس کو دیکھا اور کہنے لگا تو نے سچ کہا ہے ان جواہر کی قیمت کئی ہزار دینار ہے اور میری تنخواہ ہر مہینہ بیس درہم ہے لیکن میں تجھے یہ ہار بخشتا ہوں اور تجھے چھوڑتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ سخی بھی مل سکتا ہے اپنے عطیات پر فخر نہ کرے پس اس نے جواہر کا ہار واپس کر دیا معن نے کہا تو نے مجھے شرمندہ کیا ہے اور میرا خون بہانا اس سے بہتر تھا اور جتنا اصرار کیا کہ وہ شخص جواہرات لے لے اس نے قبول نہ کیا اور بالآخر معن بھاگ نکلا اور مدت تک مخفی رہا یہاں تک کہ ہاشمیہ والا دن آیا کہ اہلِ خراسان نے ہاشمیہ کوفہ میں منصور پر حملہ کیا منصور اور ان کے درمیان جنگ ہوئی معن نے اپنے کو ظاہر کیا لیکن اس نے اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھا ہوا تھا تا کہ اسے کوئی نہ پہچانے اور منصور کے سامنے آیا اور اس کی حمایت میں ایسی جنگ کی کہ منصور کے دشمن کو شکست دی اور جب جنگ برطرف ہوئی منصور نے کہا تو کون ہے معن نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ میں وہی ہوں کہ جس کی تلاش میں تو تھا منصور نے اس پر نوازش کی اور اسے خلعت دیا خلاصہ یہ کہ معن کثرت جودوسخا میں مشہور تھا اور اس کے جودوسخا کی حکایات مشہور ہیں اور ہمیشہ شعراء اس کے پاس آتے اور

اس کی مدح کرتے اور صلہ وانعام لے جاتے اس کا شاعر مروان بن ابی حفصہ تھا کہ جس نے بہت سے اشعار اس کی مدح میں کہے ہیں مروان کے قصیدوں میں سے بہترین قصیدہ لامیہ ہے جو اس نے معن کی مدح میں کہا ہے اور بہت سا مال اس کے عوض وصلہ میں لیا اور اس قصیدہ کے اشعار میں سے ایک یہ شعر ہے۔

تجنب لا فی القول حتی کانه
حرام علیه قول لا حین یسئل

اس نے ''نہیں'' کے قول سے اجتناب کیا ہے یہاں تک کہ گویا جب اس سے سوال کیا جائے تو نہیں کہنا اس پر حرام ہے اور معن کے قتل کے بعد کئی شعراء نے اس کا مرثیہ کہا ہے ان میں سے حسین بن مطیر نے اس کے مرثیہ میں کہا ہے:

انزلا علی معن و قولا لقبره
سقتك الغوادی من بعاثم مربعا
فیاقبر معن کیف واریت جوده
وقد کان منه البر والبحر متبرعا

تم دونوں معن کی قبر پر اتر کر اس کی قبر سے کہنا تجھے بخشش ومہربانی کے بادل موسم بہار میں سیراب کریں پھر موسم بہار میں پس اے معن کی قبر تو نے اس کے جود وسخا کو کیسے چھپایا حالانکہ اس نے تو بر و بحر کو پر کر رکھا تھا اور بہترین مرثیہ جو معن کے لئے کہا گیا وہ مروان بن ابی حفصہ کا ہے اور وہ طویل مرثیہ ہے جس میں یہ تین اشعار ہے:

وکان الناس کلهم لمعن
الی ان زار حفرته عیالا !
وقلنا این نرحل بعد معن
وقد ذهب النوال فلا نوالا !
ولا بلغت اکف ذوی العطایا
یمینا من یدیه ولا شمالا !

اور سب لوگ معن کے اہل وعیال تھے یہاں تک کہ اس نے اپنی قبر کی زیارت کی اور ہم نے کہا کہ معن کے بعد کہاں کوچ کر جائیں حالانکہ بخشش چلی گئی پس بخشش وعطا تو باقی نہیں رہی اب عطا کرنے والوں کی ہتھیلیاں نہ اس کے دائیں ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں اور نہ بائیں ہاتھ تک۔

اور ۱۵۴ھ ابوعمرو زبان بن علا نے کہ جو سات قاریوں میں سے مرد ادیب تھا وفات پائی اس کے نام میں اکیس مختلف قول ہیں اور وہ اہل بصرہ کا علم قرائت نحو لغت اور زمانہ عرب کے حالات کا امام تھا کہا گیا ہے کہ اس کے دفتروں نے اس کے گھر کو چھت تک

پر کرر کھا تھا پھر وہ عبادت گذار ہو گیا اور اس نے وہ دفتر جلا دیئے وہ اشراف عرب میں سے تھا فرزدق نے اس کی مدح کی ہے اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس کی انگوٹھی کا نقش تھا ان امرء دنیاہ اکبر ھمہ متمسک بحبل غرود اور وہ شخص کا سب سے بڑا مقصد اس کی دنیا ہو تو وہ دنیا میں سے غرور اور دھوکہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہے اور جن لوگوں نے اس سے قرائت سیکھی ہے اور پڑھا ہے ان میں سے ایک عبدالملک اصمعی ہے اور حکایت ہے کہ اصمعی نے اس سے سوال کیا کہ ذبیح اسماعیل تھے یا اسحاق تو اس نے کہا اے تیری عقل کہاں گئی ہے اسحاق مکہ میں کہاں تھے مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انھیں نے اپنے باپ سے مل کر بیت الحرم بنایا تھا اور قربانی مکہ میں ہوئی اس میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

اور ۱۵۷ میں عبدالرحمان بن عمر نے جو اوزاعی کے نام سے مشہور اور اہل شام کا سب سے بڑا عالم تھا بیروت میں وفات پائی اوزاع دمشق کی ایک بستی ہے۔

مہدی عباسی محمد بن عبداللہ المنصور کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

پہلے گزر چکا ہے چھ ذی الحجہ ۱۵۸ھ مکہ کے راستے میں منصور مرا اسی دن ربیع نے اس کے بیٹے محمد کے لئے لوگوں سے بیعت لی اور محمد بغداد میں تھا جب اسے خلافت کی خبر پہنچی تو دو دن کے بعد منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں سے بیعت لی اور عامۃ الناس نے اس کی بیعت کی مہدی کی ولادت ۱۲۷ھ میں ہوئی اور ۱۶۷ھ میں بغداد سے دینور کے علاقہ کی طرف کوچ کیا کیونکہ اس نے ماسبذان کی خوبی آب و ہوا کی تعریف سنی تھی اور زرین بستی میں ۲۳ محرم ۱۶۶ھ میں اس کی موت آ پہنچی ہارون رشید نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور مہدی کو وہیں دفن کر دیا اس کی مدت خلافت دس سال اور ڈیڑھ مہینہ تھی اس کی عمر ۴۳ سال تھی۔

دمیری اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ اس کی وفات کا سبب یہ تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار تھا گھوڑا دوڑنے لگا گھوڑ نے اسے ایک خراب شدہ مکان سے ٹکرا دیا وہ اس کے صدمے سے مر گیا اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی ایک کنیز نے اپنی سوکن کے لئے زہر آلود کھانا تیار کیا ہوا تھا تا کہ وہ اسے مار ڈالے مہدی نے نادانستہ طور پر وہ کھانا کھا لیا اور مر گیا اور اس کے لئے چار پائی نہ مل سکی کہ اس پر اس کی لاش اٹھاتے مجبوراً اسے ایک دروازے پر رکھ کر اخروٹ کے درخت کے نیچے دفن کر دیا اور دمیری کہتا ہے کہ مہدی سخی خوش خلق ممدوح اور رعیت شناس شخص تھا کہا گیا ہے کہ اس کے باپ خزانے میں دس کروڑ درہم اور چھ کروڑ دینار تھے مہدی نے وہ سب مال لوگوں پر تقسیم کر دیا منقول ہے کہ اس نے ایک شاعر کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیا اور مروج الذھب میں ہے کہ خیزران مہدی کی بیوی اور ہادی و رشید کی ماں مہدی کے گھر میں مرتبہ بلند اور اونچی قدر و منزلت رکھتی تھی اور خلفاء کی اولاد کی مائیں اور بنی ہاشم کی لڑکیاں سب

اس کی خدمت میں ہوتیں اوران میں سے زینب سلیمان بن علی کی بیٹی کا قرب سب سے زیادہ تھا کیونکہ مہدی نے خیزران کو کہہ رکھا تھا کہ زینب عقلمند ودانا بڑھیا ہے اس سے کسب ادب واخلاق کیا کروایک دن ایک نوکرانی آئی اور کہنے لگی ایک عورت صاحب حسن و جمال جو پرانے لباس میں ہے اندر آنا چاہتی ہے اوراپنا نام نہیں بتاتی خیزران نے کہااس کو لے آؤ جب داخل ہوئی توایک عورت انھوں نے دیکھی جو انتہائی حسین وجمیل ہے زبان فصیح اور بیان ملیح رکھتی لیکن لباس اس کا پھٹا پرانا ہےعورتوں نے پوچھا تو کہاں سے کہنے لگی میں مزنیہ مروان بن محمد کی بیوی ہوں کہ زمانہ نے مجھ سے یہ سلوک کیا ہے خدا کی قسم یہ پرانا لباس بھی جو میرے بدن پر ہے یہ میرا نہیں بلکہ عاریۃً لےکر آئی ہوں اب آپ کے پاس آئی ہوں کہ شاید آپ کے پردہ میں داخل ہوجاؤں خیزران کواس کی حالت پررحم آ گیااور رونے لگی زینب نے مزینہ سے کہا تجھے یاد ہے وہ دن جب تو اسی مسند پر حیران میں بیٹھی تھی اور میں تیرے پاس گئی تھی اور میں نے تجھ سے خواہش کی کہ ابراہیم امام کی لاش مجھے دے دو تاکہ میں اس دفن کردوں مجھے تو نے اپنی مجلس سے نکال دیا اورتو نے کہا عورتوں کو مردوں کی رائے میں دخل دینے کا کیا حق ہے مزینہ نے کہا ہماری یہی بری عادت تھی کہ جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچادیا اور ہماری دنیا تاریک وسیاہ کردی یہ کہہ کر روتے ہوئے باہر نکلی اور اس نے یہ آیت پڑھی و ضرب الله مثل قریة مطمئنة یاتیهارزقهار غدًا من کل مکان فکفرت بالعم الله. فاذاقهاالله لباس الجوع والخوف بماکانویصنعون اور خدا نے ضرب المثل بیان کی ہے اس بستی کی جو امن میں مطمئن تھی اس کا رزق خوشگوار ہر جگہ سے آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران کیا پس اللہ نے انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اورخوف کے لباس کا مزہ چکھایا خیزران نے اپنی بعض کنیزوں کواشارہ کیا کہ مزینہ کوکسی کمرے میں لے جاکر جگہ دواوراس کے لباس وحالت کو بدلواوراس سے نیکی واحسان کرو۔

مہدی گھر میں آیا تو خیزران نے مزینہ کی حکایت بیان کی پھر مہدی بہت رویااور خیزران سے کہا خدا کی قسم اگر تو نے اس سے یہ سلوک نہ کیا ہوتا تو میں تجھ سے کبھی کلام نہ کرتا اوراگر زینب بڑھیااور بڑے سن کی عورت نہ ہوتی تو اس سے بھی کبھی بات نہ کرتا اوراپنی ایک کنیز سے کہا کہ جاؤاور مزینہ کو ہمارا سلام کہو پھر مزینہ کوقریب بلایااوراسے مرحبا کہااوراس کی قدرومنزلت زینب سے بلندتر قرار دی اور مزینہ فصیح زبان عورت تھی اوراس نے عورتوں پر اپنی فصاحت کی دھاک بٹھادی تھی اور زمانہ مہدی و ہادی اور رشید کی حکومت کے کچھ دنوں تک زندہ تھی پھراس کی وفات ہوئی اوران دنوں میں خلفاء اس میں اور بنی ہاشم کی عورتوں میں فرق نہیں کرتے تھے اوراس کی عزت واحترام کرتے تھے خیزران کی ایک کنیز تھی عتبہ نامی ابوالعتاھیہ شاعراس پر عاشق ہوگیااوراس کے اشعار عتبہ کے عشق میں اوراس کے نادرواقعات عتبہ کے ساتھ مہدی ہادی اور رشید کے زمانہ کے بہت ہیں لیکن عتبہ کسی طرح بھی اسے پسند نہیں کرتی تھی اور رشید کے زمانہ میں ابوالعتاھیہ نے عتبہ کے متعلق اتنا اظہار شوق کیا کہ رشید کا دل بھی اس کے لئے جل گیااوراس نے عتبہ سے خواہش کی کہ وہ ابوالعتاھیہ سے شادی کرلے پس کئی ایک خواص اور خدم وحشم کے ساتھ عتبہ کے مکان پر ابوالعتاھیہ کی خاطر گیااور عتبہ سے کہنے لگا کہ میں تجھ سے ایک خواہش لے کر آیا ہوں وہ کہنے لگی اپنا مقصد بیان فرمائیں ہارون نے کہا اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ شرط نہ کروکہ قبول کروگی کہنے لگی جو کچھ کہو قبول ہے سوائے ابوالعتاھیہ سے شادی کرنے کے کیونکہ میں نے تیرے باپ کے

لئے قسم کھائی ہے اور نذر کی ہے کہ ہمیشہ مکہ جاؤں اور جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اس کا صدقہ دوں اگر ابوالعتاھیہ سے شادی کروں ہارون کہنے لگا میری حاجت یہی ہے عتبہ بہت روئی کہ مجھے اس مقصد سے معاف کیجیے کیونکہ میں نے جو یہ نذر کی ہے اس کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتی اور وہ اتنا روئی کہ ہارون کو اس کی حالت پر ترس آیا اور اس نے عتبہ کا عذر قبول کر لیا اس وقت ابوالعتاھیہ عتبہ کے وصال سے مایوس ہو گیا اور عتبہ کے عشق کے اظہار میں کہے ہوئے اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

یا عتب مالی ولك یا لیتنی لم ارك
ملكتنی فانتهكی ماشئت ان تنتهكی
ابیت لیلی ساحرا ارعی نجوم الفلك
مفترشا جمر الغضی ملتحفا بالحسك

اے عتبہ مجھے اور تجھے کیا ہو گیا کاش میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا تو میری مالک ہو گئی مجھے لاغر کر دے جتنی تیری مرضی ہو لاغر کرنے کی میں رات بیدار رہ کر کاٹتا ہوں آسمان کے ستاروں پر نگاہ رکھتا ہوں میرا فرش جنڈ کے انگارے اور میرا لحاف خاردار جھاڑی ہوتی ہے اور ابوالعتاھیہ شیریں زبان فصیح البیان عظیم شاعر تھا اور اس کے اشعار میں سے ہے

ان اخاك الصدق من كان معك و من يضر نفسه لينفعك
و من اذا اديب الزمان صدعك شتت شمل نفسك يجمعك

تیرا سچا دوست وہ ہے جو تیرا ساتھ دے اور جو اپنی ذات کو ضرر پہنچائے تا کہ تجھے نفع پہنچائے اور وہ ہے کہ جب حوادث زمانہ تجھے درد پہنچائیں تو وہ اپنے بنے کام بگاڑ دے تا کہ تیرے کام سنوارے اور یہ بھی اس کے اشعار ہیں۔

المرء فی تاخير مدته كالثوب يبلی بعد جدته
عجبا لمنبه يضع مايحتاج فيه ليوم رقدته

مرد مدت عمر کی تاخیر میں اس کپڑے کی طرح ہے جو نئے ہونے کے بعد پرانا ہو جاتا ہے اور اس بیدار کے لئے تعجب ہے جو ضائع کر رہا ہے اس کو جس کی اسے سو جانے کے دن ضرورت ہے اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

نسيت الموت فيما قد نسيت كانی لم ار احدًا يموت
اليس الموت غاية كل حی فمالی لا ابادر ما يفوت

جن چیزوں کو میں بھول گیا ہوں ان میں ایک موت بھی ہے کہ جسے بھول گیا ہوں گویا میں نے کسی کو مرتے ہی نہیں دیکھا کہ موت ہر زندہ کی انتہا نہیں پس مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں جلدی نہیں کرتا اس کی طرف جو ہاتھ سے نکل جانے والی ہے۔

اور یہ بھی مروج الذہب میں فضل بن ربیع سے منقول ہے کہ ایک دن شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی مہدی کے پاس آیا

مہدی نے اس سے کہا کہ تین باتوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کر دیا منصب قضاوت قبول کر و یا میری اولاد کو حدیث اور علم سکھاؤ یا یہ کہ ایک دفعہ میرا کھانا کھالو شریک اگر چہ ان تینوں امور سے انکار رکھتا تھا لیکن اسے چارہ کار نظر نہ آیا اس نے کچھ غور کیا اور کہنے لگا کھانا کھانا ان دو امور سے میرے لیے آسان ہے پس مہدی نے باورچی کو حکم دیا کہ عمدہ کھانا پکاؤ کئی قسم کے شکر طبر کے ساتھ باندھ کر اور شہد ملا کر کھانا درست کرو جب کھانا آیا اور شریک اس کے کھانے سے فارغ ہوا تو کھانے کا منتظم مہدی سے کہنے لگا اے امیر المومنین یہ شیخ یہ کھانا کھانے کے بعد کبھی نجات نہیں پا سکتا فضل بن ربیع کہتا ہے خدا کی قسم شریک اس کھانے کے بعد عباسیوں کے ساتھ باتیں کرتا سنتا اور ان کی اولاد کو تعلیم دیتا تھا اور ان کی قضاوت کا متولی بھی ہوا۔

منقول ہے کہ جس زمانہ میں منصور نے مہدی کو رسی میں رکھا ہوا تھا تو شرقی بن نظامی کو اس کی رفاقت کے لئے انتخاب کیا اور مہدی سے کہا کہ اس سے مکارم اخلاق کی تعلیم اور درس اخبار و قرأت اشعار سیکھے ایک رات مہدی نے شرقی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لئے کوئی ایسی حکایت نقل کرو جس سے مجھے خوشی بہت اور سرور حاصل ہو شرقی نے کہا خدا امیر کی اصلاح فرمائے نقل ہوا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ کے دو ندیم و رفیق تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے اور اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ بادشاہ بھی ان کی بہت دلجوئی کرتا تھا ایک رات اس بادشاہ کی زیادہ شراب پینے اور لہو و لعب میں مشغول رہنے سے عقل زائل ہوگئی اور اس نے تلوار کھینچی اور ان دونوں ساتھیوں کو قتل کر دیا جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے ندیموں اور ساتھیوں کا حال پوچھا لوگوں نے اسے بتایا کہ انھیں تو رات تو نے قتل کر دیا ہے بادشاہ اس کام سے بہت مضطرب و پریشان ہوا اور بہت جزع و فزع کی اور ان کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا پس اس نے حکم دیا تو انھیں دفن کیا گیا اور ان کی قبروں پر گنبد بنایا گیا اور اس کا نام غریین رکھا اور اس نے مقرر کیا کہ جو وہاں سے گزرے ان دو قبروں کے لئے سجدہ کرے اور جو سجدہ کرنے سے انکار کرے اسے قتل کر دیں لیکن اس کی دو حاجتیں پوری کریں اور اسی زمانہ میں یہ سنت لازمی ہوگئی کہ جو کوئی وہاں سے گزرتا ان دو ندیموں کی قبروں کو سجدہ کرتا ایک مدت تک معاملہ اسی طریقہ پر چلتا رہا یہاں تک کہ ایک دھوبی کپڑوں کی گٹھڑی کے ساتھ وہاں سے گزرا جسے اس نے دھونے کے لئے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ کپڑے کوٹنے کے لئے ایک ڈنڈا بھی تھا۔

غریین پر موکل سپاہیوں نے اس سے کہا سجدہ کرو اس نے انکار کیا تو اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے کہا تو نے کیوں سجدہ نہیں کیا وہ کہنے لگا یہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تو سجدہ کیا ہے بادشاہ کہنے لگا بلکہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے سجدہ نہیں کیا اپنی دو حاجتیں بتا اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو جا وہ کہنے لگا اگر معاملہ اسی طرح ہے تو میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میں یہ کپڑے کوٹنے والا ڈنڈا بادشاہ کی گردن پر ماروں گا بادشاہ کہنے لگا اے جاہل نادان کوئی اور حاجت طلب کرو جو تیرے لئے اور تیرے خاندان و اہل و عیال لے لئے فائدہ مند ہو وہ کہنے لگا میری حاجت یہی ہے جو میں نے کہی ہے بادشاہ نے وزراء کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اس نادان کی حاجت کا کیا کروں انھوں نے کہا اس سے چارہ نہیں اگر اپنی سنت سے دستبردار ہوئے تو یہ آپ کے لئے ننگ و عار ہے لہٰذا جو قرار داد مقرر کی ہے اسے آپ پورا کریں بادشاہ کہنے لگا دھوبی کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ کوئی اور حاجت طلب کرے اگر وہ میری آدھی بادشاہی چاہے

توبھی مجھے قبول ہے کیونکہ مجھ میں اس کے ڈنڈے کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں دھوبی کہنے لگا سوائے اس کے کہ بادشاہ کی گردن پر یہ ڈنڈا ماروں کوئی اور چارہ کار نہیں اور دوسرے کوئی حاجت نہیں چاہتا بادشاہ مجبور ہو گیا اور اپنے آپ کو قضا کے حوالے کیا دھوبی نے اپنا ڈنڈا پوری قوت سے بلند کیا اور بادشاہ کی گردن پر ایسا مارا کہ وہ زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا اور اس کے صدمے سے صاحب فراش ہوا اور ایک سال تک علاج کراتا رہا حالت یہ تھی کہ روٹی کے ساتھ پانی اس کے حلق میں ڈالتے جب بہتر ہوا اور اس نے سمجھا کہ اب کھا پی سکتا ہوں اور اپنی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے تو اس نے دھوبی کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کو قید کر رکھا ہے تو بادشاہ نے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب اس کو انھوں نے حاضر کیا تو بادشاہ کہنے لگا اپنی دوسری حاجت طلب کرو چونکہ میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ میری دوسری حاجت یہ ہے کہ یہ ڈنڈا بادشاہ کی گردن کی دوسری طرف لگاؤں جب بادشاہ نے سنا تو اتنا واویلا کیا کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا اے نادان کوئی ایسی مانگ جو تیرے لئے فائدہ مند ہو وہ کہنے لگا یہی ہے جو میں نے کہی ہے بادشاہ نے وزراء سے مشورہ کیا وہ کہنے لگا اسے قبول کیا جائے بادشاہ کہنے لگا وائے ہو تم پر میں اس ڈنڈے کی ضرب سے ایک سال تک بستر پر پڑا رہا ہوں اس دفعہ تو مر جاؤں گا وہ کہنے لگے اور کوئی چارہ کار تو ہمیں نظر نہیں آتا جب بادشاہ نے معاملہ اس طرح دیکھا تو دھوبی سے کہا جس دن تجھے میرے پاس لے آئے تھے کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے سجدہ کیا ہے انھوں نے سجدہ نہ کرنے کی جھوٹی نسبت میری طرف دی ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا تھا لیکن آپ نے میری تصدیق نہیں کی کہنے لگا اب کہو تا کہ میں سنوں کیا تو نے سجدہ کیا تھا اس نے کہا جی ہاں یہ سنتے ہی بادشاہ اپنی جگہ سے اچھلا اور دھوبی کا سر چوم لیا اور کہنے لگا میں کہتا ہوں کہ تو اپنے قول میں سچا ہے اور غربین کے موکل جھوٹے ہیں اب میں انھیں تیرے اختیار میں دیتا ہوں اور تجھے ان کا امیر مقرر کرتا ہوں مہدی عباسی اسی حکایت کو سن کر اتنا ہنسا کہ پاؤں زمین پر رگڑنے لگا اور کہنے لگا بہت اچھے اور اس کو صلہ و انعام دیا۔

اور مہدی کی خلافت کے زمانہ ۱۵۸ھ تھا کہ ابوحنیفہ کے ساتھی زفر بن ہذیل کی وفات ہوئی اور ۱۶۱ھ کی ابتدا میں سفیان ثوری نے جو ثور تحیم کی طرف منسوب ہے بصرہ میں وفات پائی دمیری نے کہا ہے کہ سفیان کوفہ کا رہنے والا تھا اور ایک دفعہ اس سے عثمان وعلیؑ کے متعلق سوال ہوا تو ثوری نے کہا اہل بصرہ عثمان کو فضیلت دیتے ہیں اور اہل کوفہ علیؑ کو کہنے لگے تو کس مذہب پر ہے کہنے لگا میں اہل کوفہ ہوں یعنی تفضیل علیؑ کا قائل ہوں انتھی اور ثوری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے صادق جعفر بن محمد علیہ السلام سے ملاقات کی تو میں نے ان سے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے وصیت کیجیے تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا اے سفیان جھوٹے شخص میں مروت نہیں ہوتی بادشاہوں کا کوئی بھائی نہیں ہوتا حاسد کے لئے راحت و آرام نہیں اور بدخلق سردار نہیں بن سکتا۔ پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا کے لئے کچھ مزید فرمایئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے سفیان اللہ پر بھروسہ رکھا گر تو مومن ہے تو ڈر جو اللہ نے تقسیم کی ہے اس پر راضی رہ تو غنی و تونگر ہو جائے گا اور جو تیرے پڑوس میں رہتا ہو اس کا اچھا ہمسایہ بن تو مسلمان ہو جائے گا اور فاجر کا ساتھی نہ بن ورنہ وہ تجھے اپنے فسق و فجور کی تعلیم دے گا اور اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کر جو خوف خدا رکھتے ہیں یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا جو باتیں میرے والد نے مجھ سے کہیں ان میں سے یہ ہے اے بیٹا جو برے کی رفاقت وصحبت اختیار کرے وہ سالم نہیں رہ سکتا اور جو بری

جگہوں پر جائے وہ متہم ہوگا اور جس کا اپنی زبان پر قابو نہ ہو وہ گناہ کرے گا اور ثوری ہی سے منقول ہے وہ کہتا ہے جب میں نے ایک سال حج کیا تو میں نے حضرت صادقؑ کی زیارت کا ارادہ کیا پس میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے فرمایا اے سفیان زمانہ خراب ہو گیا ور بھائی بدل گئے ہیں اور آنکھیں پھر گئی ہیں پس میں نے دیکھا ہے کہ علیحدگی دل کو زیادہ سکون دیتی ہے پھر فرمایا لکھو ذھب الوفاء ذھاب امس الذاھب والناس بین مخاتل ومواذب یفشون بینھم المودۃ والصفا قلوبھم محشوۃ بعقارب وفا گذشتہ کل کی طرح ختم ہو گئی ہے اور لوگ دھوکہ باز اور فریب دینے والے ہیں آپس میں محبت وصفائی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں پھر ثوری نے آپؑ سے مزید وعظ کرنے کی خواہش کی تو آپؑ نے اس کو وعظ فرمایا یہاں تک کہ فرمایا جب تم پر ہم وغم غلبہ کر لیں تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو اور جب رزق میں تاخیر ہو جائے تو تم پر لازم ہے کہ استغفار کرو اور تقویٰ کو اختیار کرو اور صبر کرو اور دین وآخرت کے معاملہ میں ڈرتے رہو ثوری کہتا ہے پس میں کھڑا ہو گیا اور واپس آ گیا۔

احادیث امامیہ میں بہت سی روایات ثوری کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں اور کافی کی روایت میں ہے کہ ثوری حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا جب کہ آپؑ سوار ہو چکے تھے اور کہیں جانا چاہتے تھے سفیان نے عرض کیا ہمارے لئے رسول خداؐ کا وہ خطبہ بیان کیجیے جو آپؐ مسجد خیف میں فرمایا تھا آپؑ نے فرمایا مجھے مہلت دو کہ میں اپنی حاجت کے لئے جاؤں اور وہاں سے واپس آ جاؤں اس وقت تم سے بیان کروں گا ثوری نے قبول نہ کیا اور حضرتؑ کو قسم دی کہ ابھی مجھ سے بیان فرمایئے حضرتؑ سواری سے اتر آئے سفیان نے کہا حکم دیجیے کہ کاغذ ودوات بھی لے آئیں حضرتؑ کے حکم سے وہ سامان لایا گیا تب آپؑ نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خطبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد خیف میں خدا تروتازہ اور خوش وخرم رکھے اس بندے کو جو میری بات سنے اور اس کو یاد رکھے اور اسے اس تک پہنچائے کہ جس تک نہیں پہنچی اے لوگو حاضر غائب تک پہنچائے بہت سے فقہ کے حامل اور اسے لے جانے والے فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ کو اس کے پاس لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا اللہ کے لئے خالص عمل کرنے میں آئمہ مسلمین کے لیے مخلص ہونے میں اور مسلمانوں کی جماعت کو اختیار کرنے میں کیونکہ ان کی دعوت ان کو پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان کے خون برابر ہیں اور وہ اپنے غیر کے خلاف ایک ہاتھ ہیں ان کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے جو ان میں سے زیادہ قریب ہوتا ہے سفیان نے خطبہ لکھ لیا اور حضرتؑ کے سامنے پیش کیا تب حضرتؑ اپنی حاجت کے لئے چلے گئے اور سفیان روانہ ہو گیا راستہ میں حدیث کا مطالعہ کیا اور فکر کی کلمہ آئمہ مسلمین کے لئے مخلص ہونے میں تو اس نے سمجھا کہ اس سے مراد اور امیر المؤمنینؑ اور ان کی اولاد ہے اسی وقت کاغذ پھاڑ دیا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا اس حدیث کو پوشیدہ رکھنا اور کسی سے نہ کہنا۔

اور ۱۶۱ھ ہی میں ایک قول کی بنا پر ابراہیم ادہم بلخی (جو مشہور ہے) نے وفات پائی اور ابراہیم بادشاہوں کی زاہد پرہیزگار اولاء ارباب سیر وسلوک کا رئیس ہے باوجود اس کے کہ بلخ میں اس کی بادشاہی اور سلطنت تھی اس نے ملک وحکومت چھوڑ کر لباس فقر پہنا

اور سیاحت وگردش بلاد میں مشغول ہوا اس کی نادر حکایات بہت سی ہیں اور اس کی توبہ اور بیدار ہونے کے سبب میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے محل میں نظارہ کر رہا تھا کہ اس نے ایک مردِ فقیر کو دیکھا کہ وہ اس کے قصر کے سایہ میں بیٹھ گیا ایک پرانا سا تھیلا اس کے پاس تھا اس سے اس نے ایک روٹی نکالی اور کھالی اور اس کے بعد پانی پیا اور آرام سے سو گیا تو ابراہیم خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا جب نفس انسانی اس غذا پر قناعت کر سکتا ہے اور آرام سے سو سکتا ہے تو میں ان کی دنیا کی زینتوں کو کیوں چاہتا ہوں کہ جن کا سوائے زحمت وحسرت کے مرنے کے وقت کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں پس یکدم اس نے بادشاہی چھوڑ دی اور لباس فقر پہن لیا بلخ سے ہجرت کی ابراہیم نقل کرتا ہے کہ اس نے ایک دن چاہا کہ حمام میں جائے حمام والے نے جب اس کے بہت پرانے کپڑے اور اس کا ہاتھ مال دنیا سے خالی دیکھا تو اسے حمام میں داخل نہ ہونے دیا ابراہیم نے کہا تعجب ہے اس شخص کے لئے کہ جو حمام میں جانے سے مال نہ ہونے کی وجہ سے روک دیا گیا ہے وہ کس طرح یہ طمع وآرزو رکھتا ہے کہ بغیر اطاعت اور اعمال کے جنت میں داخل ہوگا اور یہ بھی اس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ چند ابدال میرے مہمان ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ اتنی مجھے بلیغ نصیحت کرو کہ میں خدا سے ڈروں جس طرح تم خدا سے ڈرتے ہو وہ کہنے لگے ہم تجھے چھ چیزیں یاد کراتے ہیں پہلی یہ کہ جو ریا کی باتیں کرے اسے رقتِ قلب کی آرزو نہیں کرنی چاہیے دوسری یہ کہ جو زیادہ سوئے اسے رات کو بیدار ہونے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے کی آرزو نہیں رکھنی چاہیے تیسری یہ کہ جو لوگوں سے زیادہ ملاپ رکھتا ہے اسے عبادت کی حلاوت کی آرزو نہیں ہونی چاہیے چوتھی یہ کہ جو ظالموں کو پسند کرے وہ استقامت دین کی طمع نہ رکھے پانچویں یہ کہ غیبت اور جھوٹ جس کی عادت ہو وہ یہ آرزو نہ رکھے کہ باایمان ہو کر دنیا سے جائے گا چھٹی یہ کہ لوگوں کی رضا وخوشنودی کا طالب ہے وہ خدا کی خوشنودی اور رضا کی طمع نہ رکھے ابراہیم کہتا ہے جب میں نے اس موعظہ میں غور وفکر کیا تو اس میں اولین وآخرین کا علم پالیا۔

اور مجمع البیان وغیرہ سے منقول ہے کہ ابراہیم ادھم بصرہ کے بازاروں سے گزر رہا تھا کہ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے اے ابراہیم خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے **ادعونی استجب لکم** مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ہم خدا سے دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی ابراہیم نے کہا اے اہلِ بصرہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے دل دس چیزوں میں مردہ ہیں کہنے لگے اے ابواسحاق وہ دس چیزیں کونسی ہیں کہنے لگا پہلی یہ کہ تم نے خدا کو پہچانا ہے لیکن اس کے حق کو ادا نہیں کیا دوسری یہ کہ قرآن کو تم نے پڑھا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا تیسری یہ کہ تم نے پیغمبر کی محبت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی اولاد سے دشمنی رکھی ہے چوتھی یہ کہ شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا لیکن اس سے موافقت کی ہے پانچویں یہ کہ بہشت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن اس کے لئے کوئی عمل اور کام نہیں کرتے چھٹی یہ کہ جہنم کے خوف کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ اپنے بدنوں کو اس کی آگ میں پھینکتے ہو اور ساتویں یہ کہ لوگوں کے عیوب بیان کرنے میں مشغول ہوئے ہو اور اپنے عیوب سے غافل ہو آٹھویں یہ کہ دنیا کی دشمنی اور بغض کا دعویٰ کرتے ہو اور اسے جمع کر رکھا ہے نویں یہ کہ موت کا اقرار کرتے ہو لیکن اس کے لئے تیاری نہیں کی دسویں یہ کہ اپنے مردوں کو تم نے دفن کیا ہے لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کی اس لئے تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی اور ان کلمات کا مضمون رسولِ خداؐ سے روایت ہوا ہے شاید ابراہیم نے

آنحضرتؑ کے کلمات سے اخذ کیا ہو خلاصہ یہ کہ نوادر حکمت کی باتیں ابراہیم کی بہت ہیں لیکن اس مقام پر اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور ۱۶۱ھ ہی میں حماد عجرد شاعر نے وفات پائی اور وہ مخضرمین میں سے تھا اور مخضری اصل میں اس شاعر کو کہتے ہیں کہ جس نے جاہلیت اور اسلام کے زمانہ کو دیکھا ہو مثلاً لبید و نابغہ لیکن مجازاً یہ لفظ اس پر بھی بولا جاتا ہے جس نے دو حکومتوں کو دیکھا ہو مثلاً حماد عجرد (۲) حماد بن زبرقان (۳) اور حماد راویہ حماد بن ابی لیلیٰ ہے کہ اس نے بھی مہدی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ منصور کے زمانہ میں ۱۵۵ھ میں وفات پائی اور اس کو حماد راویہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ شعراء کے اشعار کی زیادہ روایت کرتا تھا اور سب لوگوں سے ایام عرب انسان اشعار عرب اور ان کے اخبار کو زیادہ جانتا تھا اور اموی بادشاہ اس کا احترام کرتے تھے جس وقت وہ ولید بن یزید کے دربار میں تھا تو ولید نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں راویہ کہتے ہیں کہنے لگا چونکہ میں ہر شاعر کے شعر کی روایت کرتا ہوں ولید نے کہا تجھے کتنے اشعار یاد ہیں جو کہنے لگا اتنے زیادہ کہ جن کی مقدار مجھے معلوم نہیں لیکن ہر معجم صرف کی تعداد میں مجھے سو سو قصیدے یاد ہیں علاوہ شعراء جاہلیت کے قطعات کے جو شعراء اسلام کے غیر ہیں کہ جنہیں میں پڑھتا ہوں ولید کے کہنے پر اس کا امتحان کیا گیا جب اسے معلوم ہوا کہ سچ کہتا ہے تو اسے ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے اور اس کے مشابہ ہے حفظ اشعار اور دواوین عرب سے باخبر ہونے میں ابو عمرو بندار بن عبدالحمید اصفہانی جو ابن لرہ کے نام سے مشہور اور متوکل کا مصاحب ہے منقول ہے کہ نو سو قصیدے اسے یاد تھے کہ جن کا پہلا بانت سعاد تھا اسی طرح ترمذی سے طبقات النحاۃ میں حکایت ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ حماد عجرد کے واقعات اور اس کے اشعار بشار کی مذمت میں اور بشار کے اس کے حق میں بہت زیادہ ہیں اور اغانی کی جلد نمبر ۱۳ میں اس کے حالات مذکور ہیں اس نے شیراز میں وفات پائی جب وہ محمد بن سلیمان بن علی عباسی کے خوف سے بھاگ گیا تھا اور ۱۶۱ھ ہی میں ابو دلامہ زند بن جون نے وفات پائی اور اس کی نادر حکایات منصور اور مہدی کے ساتھ بہت ہیں اگر اختصار پر بنا نہ ہوتی تو چند نادر واقعات اس کے ہم بیان کرتے اور ۱۶۸ھ میں حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ نے وفات پائی اور مہدی کے ہی زمانہ میں ثقہ جلیل القدر عمر بن محمد بن عبدالرحمان نے جو ابن اذینہ کے نام سے مشہور تھے مہدی کے خوف سے فرار کیا اور یمن میں وفات پائی اور وہ جناب ثقات اصحاب امامیہ میں سے ہیں۔

اور مہدی ہی کے زمانہ میں عباس بن علی بن حسن مثلث شہید ہوئے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عباس بن علی بغداد میں آئے اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور زیدیہ کی ایک جماعت ان کی گرویدہ ہوگئی جب مہدی کو خبر ہوئی تو حکم دیا اور ان کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا وہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ ان کے چچازاد بھائی حسین بن علی شہید فخ نے ان کی سفارش کی مہدی نے انھیں حسین کو بخش دیا اور زندان سے رہا کیا لیکن زہر آلود شربت انہیں دے دیا رفتہ رفتہ وہ زہر انھیں کمزور کرتا گیا یہاں تک کہ جب وہ مدینہ میں وارد ہوئے تو ان کے بدن کا گوشت خراب ہو گیا اور ان کے اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے مدینہ میں وارد ہونے کے تین دن بعد دنیا سے رخصت ہوئے اور مہدی کی خلافت کے زمانہ میں عیسیٰ بن زید بن علی بن حسینؑ نے بھی جو مہدی کے خوف سے کوفہ میں چھپے ہوئے تھے وفات پائی۔